

روزنامہ درہن تہران کریم

تفسیر

سورة لقمان — مکتل

سورة التجدید — مکتل

سورة الاحزاب — مکتل

سورة سبأ — مکتل

سورة فاطر — مکتل

سورة یٰس — مکتل

سورة الصافات — مکتل

جلد ۱۵۱

افادات

حضرت مولانا سرتیپ خان اکبر تہانی، ماسٹر
خطیب جامع مسجد نور گوہر نوالہ، پاکستان

طبع گیارہ

(جملہ حقوق بحق انجمن محفوظ ہیں)

نام کتاب	ساحلہ العرفان فی دروس القرآن (سورۃ لقمان تا سورۃ الضحیٰ) جلد ۱۵
اوقات	حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی خطیب جامع مسجد نور کوثر اہلوالہ
مرتب	الحاج فضل دین سہیل اے (علوم اسلامیہ) شالامار ٹاؤن لاہور
تعداد طباعت	پانچ سو (۵۰۰)
سرورق	سید اظہار طین حضرت شاہ نفیس الحسنی مدظلہ
کتابت	محمد امان اللہ قادری گوجرانوالہ
ناشر	مکتبہ دروس القرآن قادیان قادیان گوجرانوالہ
قیمت	۲۸ روپے (دو سو اسی روپے)
تاریخ طبع گیارہ	جمادی الثانی ۱۴۳۹ھ بمطابق جون ۲۰۰۸ء

ملنے کے پتے

- (۱) مکتبہ دروس القرآن، محلہ قادیان گوجرانوالہ (۵) کتب خانہ رشیدیہ بریلجہ بازار اردو پبلیشری
- (۲) مکتبہ حجابیہ اقرامہ شہزادہ بازار لاہور (۶) کتب خانہ مجیدیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
- (۳) مکتبہ جامعہ الفضل مارکیٹ لاہور (۷) مکتبہ علمیہ نزد جامعہ بنوریہ سائٹ نمبر ۶ کراچی
- (۴) مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور (۸) اسلامیہ کتب خانہ ڈاکوئی، اے بیٹ آباد
- (۹) مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ (۱۰) مکتبہ العلم ۱۸ اردو بازار لاہور

[illegible]

۱۰۴	رابطہ آیات	۷۶	رابطہ آیات
۱۰۵	اعمال کی پیشگی	۷۶	کشتی رانی بطور نثانی
۱۰۷	نماز کی تاکید	۷۷	صبر و شکر کی منزل
۱۰۸	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر	۷۹	ترجید کی دلیل
۱۰۹	صبر کی ترغیب	۸۰	قیامت کا طوفان
۱۱۰	تجبر کی ممانعت	۸۱	دنیا اور شیطان کا دھوکہ
۱۱۲	چال میں سیانہ روی	۸۱	درس دہم ۱۰ (آیت ۳۴)
۱۱۲	آواز کی پستی	۸۲	رابطہ آیات
۱۱۲	درس ہفتم ۷ (آیت ۲۰ تا ۲۴)	۸۳	مفتاح الغیب
۱۱۳	رابطہ آیات	۸۵	شانِ نزول
۱۱۳	تسخیرِ ارض و سما	۸۶	وقوع قیامت کا علم
۱۱۳	تکمیلِ نعمت	۸۷	نزولِ بارش کا علم
۱۱۵	دلائلِ ترجید	۸۸	حل کا علم
۱۱۵	آباد اجداد کی اندھی تقلید	۸۹	آمدہ کل کا علم
۱۱۶	ایمان کا مضبوط کھڑا	۹۱	جلئے موت کا علم
۱۱۸	کفر کا انجام	۹۲	اکوان اور احکام کا علم
۱۱۸	درس ہشتم ۸ (آیت ۲۵ تا ۳۰)	۹۳	علم غیب پر اصولی بحث
۱۲۱	رابطہ آیات	۹۵	سورة المسجدة (مکمل)
۱۲۲	دلائلِ ترجید	۹۶	درس اول ۱ (آیت ۵۱ تا ۵۲)
۱۲۳	ترجید کے چار درجے	۹۷	نام اور کوائف
۱۲۳	اللہ کی صفاتِ کمال	۹۹	سابقہ سورۃ کے ساتھ ربط
۱۲۴	بعث بعد الموت	۱۰۰	فضائلِ سورۃ
۱۲۵	درس نہم ۹ (آیت ۳۱ تا ۳۲)	۱۰۳	مضامین سورۃ

۱۴۲	۲۵	۱۴۳	۲۶
۱۴۴	۲۷	۱۴۵	۲۸
۱۴۶	۲۹	۱۴۷	۳۰
۱۴۸	۳۱	۱۴۹	۳۲
۱۵۰	۳۳	۱۵۱	۳۴
۱۵۲	۳۵	۱۵۳	۳۶
۱۵۴	۳۷	۱۵۵	۳۸
۱۵۶	۳۹	۱۵۷	۴۰
۱۵۸	۴۱	۱۵۹	۴۲
۱۶۰	۴۳	۱۶۱	۴۴
۱۶۲	۴۵	۱۶۳	۴۶
۱۶۴	۴۷	۱۶۵	۴۸
۱۶۶	۴۹	۱۶۷	۵۰
۱۶۸	۵۱	۱۶۹	۵۲
۱۷۰	۵۳	۱۷۱	۵۴
۱۷۲	۵۵	۱۷۳	۵۶
۱۷۴	۵۷	۱۷۵	۵۸
۱۷۶	۵۹	۱۷۷	۶۰
۱۷۸	۶۱	۱۷۹	۶۲
۱۸۰	۶۳	۱۸۱	۶۴
۱۸۲	۶۵	۱۸۳	۶۶
۱۸۴	۶۷	۱۸۵	۶۸
۱۸۶	۶۹	۱۸۷	۷۰
۱۸۸	۷۱	۱۸۹	۷۲
۱۹۰	۷۳	۱۹۱	۷۴
۱۹۲	۷۵	۱۹۳	۷۶
۱۹۴	۷۷	۱۹۵	۷۸
۱۹۶	۷۹	۱۹۷	۸۰
۱۹۸	۸۱	۱۹۹	۸۲
۲۰۰	۸۳		

۱۴۲	۲۵	۱۴۳	۲۶
۱۴۴	۲۷	۱۴۵	۲۸
۱۴۶	۲۹	۱۴۷	۳۰
۱۴۸	۳۱	۱۴۹	۳۲
۱۵۰	۳۳	۱۵۱	۳۴
۱۵۲	۳۵	۱۵۳	۳۶
۱۵۴	۳۷	۱۵۵	۳۸
۱۵۶	۳۹	۱۵۷	۴۰
۱۵۸	۴۱	۱۵۹	۴۲
۱۶۰	۴۳	۱۶۱	۴۴
۱۶۲	۴۵	۱۶۳	۴۶
۱۶۴	۴۷	۱۶۵	۴۸
۱۶۶	۴۹	۱۶۷	۵۰
۱۶۸	۵۱	۱۶۹	۵۲
۱۷۰	۵۳	۱۷۱	۵۴
۱۷۲	۵۵	۱۷۳	۵۶
۱۷۴	۵۷	۱۷۵	۵۸
۱۷۶	۵۹	۱۷۷	۶۰
۱۷۸	۶۱	۱۷۹	۶۲
۱۸۰	۶۳	۱۸۱	۶۴
۱۸۲	۶۵	۱۸۳	۶۶
۱۸۴	۶۷	۱۸۵	۶۸
۱۸۶	۶۹	۱۸۷	۷۰
۱۸۸	۷۱	۱۸۹	۷۲
۱۹۰	۷۳	۱۹۱	۷۴
۱۹۲	۷۵	۱۹۳	۷۶
۱۹۴	۷۷	۱۹۵	۷۸
۱۹۶	۷۹	۱۹۷	۸۰
۱۹۸	۸۱	۱۹۹	۸۲
۲۰۰	۸۳		

۲۰۰	درس سوم ۳ (آیت ۶)	۱۷۹	درگزر اور تشدد
۲۰۰	رابطہ آیات	۱۷۹	فضائل سیدہ
۲۰۱	نبی اور یوں کا تعلق	۱۷۹	سورۃ الاحزاب (مکمل)
۲۰۲	نبی بشیر باب	۱۸۰	درس قول ۱ (آیت ۳۵)
۲۰۳	نبی کریم صحت کا حق	۱۸۱	نام اور کوائف
۲۰۴	ازواج مطہرات مومنوں کے انبیاء	۱۸۱	نفاذ نزل
۲۰۵	قرابتہ اردی کا حق	۱۸۱	مضامین سورۃ
۲۰۶	سابقوں کے ساتھ احسان	۱۸۷	مسلکہ سورۃ کے ساتھ رابطہ
۲۰۸	درس چہارم ۴ (آیت ۸۲)	۱۸۳	شرف خاتم النبیین
۲۰۸	رابطہ آیات	۱۸۳	غوثِ خل
۲۰۹	میشاقی انبیاء	۱۸۳	دلہنت کی ممانعت
۲۱۲	حضور علیہ السلام کی خصوصیت	۱۸۴	چار اہل دین
۲۱۳	میشاقی کی غایت	۱۸۷	اتباعِ وحی
۲۱۵	درس پنجم ۵ (آیت ۱۲۹)	۱۸۷	گمراہ کن لیڈر
۲۱۶	رابطہ آیات	۱۸۹	اسلاف کے قربانیاں
۲۱۷	جنگِ احزاب	۱۸۹	تکمل علی اللہ
۲۱۸	انعامات اللہ کا تذکرہ	۱۹۱	درس دوم ۲ (آیت ۵۴)
۲۲۰	منافقوں کی بکواس	۱۹۲	رابطہ آیات
۲۲۲	درس ششم ۶ (آیت ۱۳۰)	۱۹۳	لہار کا مسئلہ
۲۲۵	رابطہ آیات	۱۹۵	منہ بڑے بیٹے کا مسئلہ
۲۲۶	منافقوں کی طرف سے جوصل شکنی	۱۹۵	حضرت زید کا واقعہ
۲۲۷	منافقوں کے جبرائے بنائے	۱۹۷	بتیغی کی چوری سے نکاح کا مسئلہ
۲۲۷	دشمن کی مدد	۱۹۸	حقیقی باپ کی طرف نہایت

۲۹۸	صفائی کی گواہی	۲۷۵	حضور علیہ السلام کے دل میں خلش
۲۹۹	نبی بطور مبشر و منذر	۲۷۶	زید سے طلاق اور حضورؐ سے نکاح
۳۰۰	داعی الی اللہ	۲۷۸	درس دوازدہم ۱۲ (آیت ۳۸ تا ۴۰)
۳۰۰	سراج منیر	۲۷۹	ربط آیات
۳۰۱	آپ علیہ السلام کا تذکرہ توہرات میں	۲۷۹	نبی علیہ السلام کے لیے قہر
۳۰۲	شیعہ نبی کی شہادت	۲۸۱	مردوں کے باپ ہونے کی نفی
۳۰۲	اہل ایمان کے لیے بشارت	۲۸۱	ختم نبوة کا مسئلہ
۳۰۳	مشن پر استقامت	۲۸۲	جھوٹے مدعیان نبوت
۳۰۶	درس پانزدہم ۱۵ (آیت ۴۹)	۲۸۵	قادیانی فتنہ
۳۰۶	ربط آیات	۲۸۷	درس سیرودہم ۱۳ (آیت ۴۱ تا ۴۲)
۳۰۶	عدت کے مسائل	۲۸۷	ربط آیات
۳۰۷	طلاق قبل از مساس	۲۸۸	ذکر الہی کی فضیلت
۳۰۸	دوران عدت کے احکام	۲۹۰	تبلیغ کی تاکید
۳۰۹	عالمی قوانین کی خرابیاں	۲۹۱	رحمت خداوندی کا نزول
۳۱۰	اچھے طریقے سے رخصتی	۲۹۱	ظلمت سے نور کی طرف
۳۱۰	انسانی ہمدردی کا اصول	۲۹۲	دعا بطور سلام
۳۱۱	اسلام اور غیر مذاہب کا تقابلی جائزہ	۲۹۳	درس چہار دہم ۱۴ (آیت ۴۵ تا ۴۸)
۳۱۳	درس شانزدہم ۱۶ (آیت ۵۰)	۲۹۴	ربط آیات
۳۱۳	ربط آیات	۲۹۵	حضور علیہ السلام بطور شہ
۳۱۳	قعدہ ازدواج کی اجازت	۲۹۵	شام کے حاضر و ناظر ہونے کی نفی
۳۱۵	کثرت ازدواج پر اعتراض	۲۹۶	اللہ کی وحدانیت کی گواہی
۳۱۶	نومذہبوں کی حلت	۲۹۷	تبلیغ دین کی گواہی
۳۱۷	خاندانی مباحہ عورتوں سے نکاح	۲۹۷	اعمال امت کی گواہی

[illegible]

۳۸۸	شاہ عبدالعزیز کی تفسیر	۳۶۹	دفعہ قیامت کا علم
۳۸۹	مولانا عثمانیہ کی تشریح	۳۷۰	کفار پر لعنت
۳۹۱	سزا اور جزا	۳۷۱	افسوس کا اظہار
۳۹۲	سورۃ سبأ (مکمل)	۳۷۲	پیشواؤں کے خلاف شکایت
۳۹۳	درس اول (آیت ۱ تا ۱۰)	۳۷۳	درس ہفت چہار (آیت ۱۱ تا ۲۰)
۳۹۴	نام اور کوائف	۳۷۴	ربط آیات
۳۹۵	سابقہ سورۃ کے ساتھ ربط	۳۷۵	موسیٰ علیہ السلام کو ایذا دہانی
۳۹۶	مفسرین سورۃ	۳۷۶	جہاد سے گریز
۳۹۷	حمد باری تعالیٰ	۳۷۷	جہانی عینیت کا شکار
۳۹۸	خدا تعالیٰ کا علم محیط	۳۷۸	یہ کاری کا الزام
۳۹۹	دفعہ قیامت	۳۷۹	اہل ایمان کو تقصیر
۴۰۰	جہان کے عمل کی منزل	۳۸۰	قولِ سعید کی ترغیب
۴۰۱	قرآن کی حقانیت	۳۸۱	سپاہی کا فائدہ
۴۰۲	درس دوم (آیت ۱۱ تا ۲۰)	۳۸۲	اطاعت کا اصول
۴۰۳	ربط آیات	۳۸۳	درس ہشت و بیست (آیت ۲۱ تا ۳۰)
۴۰۴	بعثت بعد الموت	۳۸۴	ربط آیات
۴۰۵	کفار کا انکار	۳۸۵	ان کی کافرانیت
۴۰۶	دیوانی کا اتمام	۳۸۶	عشق اور الہی کا مفہوم
۴۰۷	توحید کے درجات	۳۸۷	عملِ امانت کی عفت
۴۰۸	مشک کے لیے سزا	۳۸۸	عہد و ملکیت
۴۰۹	درس سوم (آیت ۳۱ تا ۴۰)	۳۸۹	جنید بغدادی کی ترویج
۴۱۰	ربط آیات	۳۹۰	عہد و امانت کی کائنات
۴۱۱	داؤد علیہ السلام کے فضائل	۳۹۱	امانت بصورت اور امر و نہی

[illegible]

۴۸۸	درس دوازدهم ۱۲ (آیت ۴۵ تا ۴۵)	۴۶۳	دری بزرگ آسمان و زمین
۴۸۹	رابطہ آیات	۴۶۴	رزق بہست خدا
۴۹۰	فرشتوں کی عبادت	۴۶۵	دلیل ترجیح
۴۹۱	جنت کی پرستش	۴۶۶	دوسری اپنی اپنی
۴۹۲	ظالموں کے لیے عذاب	۴۶۷	شرک کی تردید
۴۹۳	رسالت کا انکار	۴۶۸	عالمی نبی
۴۹۴	عربوں کی داعی	۴۶۹	دفع قیامت
۴۹۵	سابقہ اقوام کا حشر	۴۷۰	درس دہم ۱۰ (آیت ۳۱ تا ۳۳)
۴۹۶	درس سیزدہم ۱۳ (آیت ۴۶ تا ۵۲)	۴۷۱	رابطہ آیات
۴۹۷	رابطہ آیات	۴۷۲	قرآن پاک کی حقانیت
۴۹۸	غور و فکر کی دعوت	۴۷۳	تابع اور متبوع کی کشمکش
۵۰۱	ذاتی مفاد کی نفی	۴۷۴	عیسائیت کا جال
۵۰۲	حق و باطل کی کشمکش	۴۷۵	شرک کا وبال
۵۰۳	آخرت میں لازمی گرفت	۴۷۶	قبر پرستی
۵۰۴	سورۃ فاطر (مکمل)	۴۷۷	درس یازدہم ۱۱ (آیت ۲۲ تا ۲۹)
۵۰۸	درس اول ۱ (آیت ۱)	۴۷۸	رابطہ آیات
۵۰۸	نام اور کوائف	۴۷۹	مشرکین کا انکار رسالت
۵۰۹	مضامین سورۃ	۴۸۰	مال و اولاد پر فخر
۵۱۰	فاطر یا بدیع	۴۸۱	شان نزول
۵۱۱	چار صفات خداوندی	۴۸۲	رزق کی کشادگی اور تنگی
۵۱۲	فرشتوں کی تخلیق	۴۸۳	خوشحالی ذریعہ قرب نہیں
۵۱۳	فرشتوں کی صلاحیت	۴۸۴	مجرم کے لیے سزا
۵۱۶	تخلیق میں اضافہ	۴۸۵	انفاق فی سبیل اللہ

[illegible]

۶۰۵	۵۷۷	نفع بخش تجارت
۶۰۷	۵۷۸	قرآن کی حقانیت
۶۰۸	۵۷۹	درس ہفتم ۹ (آیت ۲۲ تا ۲۷)
۶۰۹	۵۸۱	رابطہ آیات
۶۰۹	۵۸۱	دعا کے کتاب
۶۱۰	۵۸۲	اہل جنت کے لیے انعامات
۶۱۱	۵۸۳	اہل جہنم کے لیے سزا
۶۱۳	۵۸۵	عمر کا استعمال
۶۱۳	۵۸۶	منذریں کی آمد
۶۱۵	۵۸۹	درس دہم ۱۰ (آیت ۳۸ تا ۴۱)
۶۱۷	۵۹۰	رابطہ آیات
۶۱۸	۵۹۱	عالم الغیب ذات
۶۱۸	۵۹۱	خداقت ارضی
۶۱۹	۵۹۳	ہاشم گزاری کا انجام
۶۱۹	۵۹۳	شرک کی تردید
۶۲۰	۵۹۶	شفاعت کا غلط تصور
۶۲۲	۵۹۷	نظام کائنات کا استحکام
۶۲۲	۵۹۹	درس یازدہم ۱۱ (آیت ۴۲ تا ۴۵)
۶۲۳	۶۰۰	رابطہ آیات
۶۲۶	۶۰۱	مشرکین مکہ کا مذکر ملک
۶۲۷	۶۰۲	مشرکین کی بری تدبیر
۶۲۷	۶۰۳	تین لازمی وقعات
۶۲۹	۶۰۴	سوائے لڑکوں کے تفسیر قدم پر
		اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت
		سورۃ یونس (مسکون)
		درس اولیٰ ۱ (آیت ۱ تا ۷)
		نام اور کوائف
		مضامین سورۃ
		مضامین سورۃ
		حروف و یسین
		قرآن پاک کی حقانیت
		تصدیق رسالت
		مقصد نزول قرآن
		درس دوم ۲ (آیت ۸ تا ۱۲)
		رابطہ آیات
		حک کے طوق
		آگے پیچھے دیواریں
		شاہ ولی اللہ کا غلط
		ایک اشکال اور اس کا جواب
		مراپہ متعین کی تلاش
		بڑائے علی کی منزل
		آثار کی ترمیم
		درس سوم ۳ (آیت ۱۳ تا ۱۹)
		رابطہ آیات
		بستی میں مسلمان کی آمد
		اہل بستی کی طرف سے تکذیب

[illegible]

۷۸۱	آسمان دنیا کی زینت	۷۸۱	شعر گوئی میں استثنیٰ
۷۸۲	درس دوم ۲ (آیت ۱۱ تا ۳۵)	۷۸۲	قرآن بنا بر اشعار
۷۸۳	رابطہ آیات	۷۸۳	موشیوں کی پیدائش
۷۸۴	تخلیق انسانی بطور ویل	۷۸۴	موشی بلعہ خدیم
۷۸۵	منکرین کی محبت بازی	۷۸۵	شرک کی تردید
۷۸۶	دوزخ کی طرف روانگی	۷۸۶	قلبی کا مضمون
۷۸۷	آج اور متبوع کا مکالمہ	۷۸۷	درس سوم ۱۰ (آیت ۱۸۳)
۷۸۸	غضب میں اشتراک	۷۸۸	رابطہ آیات
۷۸۹	درس سوم ۳ (آیت ۲۶ تا ۶۱)	۷۸۹	انسان کی پیدائش
۷۹۰	رابطہ آیات	۷۹۰	دوبارہ زندگی پر جبرگذا
۷۹۱	شرک پر اصرار	۷۹۱	«خوفی سے آگ کی مثال
۷۹۲	شرک کا وبال	۷۹۲	آسمان و زمین کی مثال
۷۹۳	مخلصین کے لیے انعامات	۷۹۳	اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مکمل
۷۹۴	خوب سیرت و خوب بخت حوری	۷۹۴	سورة الصفات (مکمل)
۷۹۵	خلیق اور مددگار کی ملاقات	۷۹۵	درس اول ۱ (آیت ۱۰ تا ۱۰)
۷۹۶	سبب بڑی کامیابی	۷۹۶	نام اور کوائف
۷۹۷	درس چارم ۴ (آیت ۶۲ تا ۷۴)	۷۹۷	مضامین سورة
۷۹۸	رابطہ آیات	۷۹۸	فرشتوں کی صفت بندی
۷۹۹	مقدمہ کا درخت	۷۹۹	صفت بندی کی اہمیت
۸۰۰	دوزخیوں کی خودک	۸۰۰	زوج کی ضرورت
۸۰۱	اندھی تعلیم	۸۰۱	ذکر الہی
۸۰۲	تفہیم کی آمد	۸۰۲	وحدانیت کی گواہی
۸۰۳	درس پنجم ۵ (آیت ۷۵ تا ۹۸)	۸۰۳	رب المشرق

۴۷۵	۴۷۵	فرع جبر و حساب کی کتاب	۴۷۵	این کتاب کی درجہ اولیہ
۴۷۶	۴۷۶	نظمی ہندسہ کی کتاب	۴۷۶	دلی میں "کتاب تربہ"
۴۷۷	۴۷۷	ہندسہ کی کتاب	۴۷۷	فرار میں درجہ اولیہ
۴۷۸	۴۷۸	ہندسہ کی کتاب	۴۷۸	کتاب ہندسہ
۴۷۹	۴۷۹	کتاب ہندسہ	۴۷۹	کتاب ہندسہ
۴۸۰	۴۸۰	کتاب ہندسہ	۴۸۰	کتاب ہندسہ
۴۸۱	۴۸۱	کتاب ہندسہ	۴۸۱	کتاب ہندسہ
۴۸۲	۴۸۲	کتاب ہندسہ	۴۸۲	کتاب ہندسہ
۴۸۳	۴۸۳	کتاب ہندسہ	۴۸۳	کتاب ہندسہ
۴۸۴	۴۸۴	کتاب ہندسہ	۴۸۴	کتاب ہندسہ
۴۸۵	۴۸۵	کتاب ہندسہ	۴۸۵	کتاب ہندسہ
۴۸۶	۴۸۶	کتاب ہندسہ	۴۸۶	کتاب ہندسہ
۴۸۷	۴۸۷	کتاب ہندسہ	۴۸۷	کتاب ہندسہ
۴۸۸	۴۸۸	کتاب ہندسہ	۴۸۸	کتاب ہندسہ
۴۸۹	۴۸۹	کتاب ہندسہ	۴۸۹	کتاب ہندسہ
۴۹۰	۴۹۰	کتاب ہندسہ	۴۹۰	کتاب ہندسہ
۴۹۱	۴۹۱	کتاب ہندسہ	۴۹۱	کتاب ہندسہ
۴۹۲	۴۹۲	کتاب ہندسہ	۴۹۲	کتاب ہندسہ
۴۹۳	۴۹۳	کتاب ہندسہ	۴۹۳	کتاب ہندسہ
۴۹۴	۴۹۴	کتاب ہندسہ	۴۹۴	کتاب ہندسہ
۴۹۵	۴۹۵	کتاب ہندسہ	۴۹۵	کتاب ہندسہ
۴۹۶	۴۹۶	کتاب ہندسہ	۴۹۶	کتاب ہندسہ
۴۹۷	۴۹۷	کتاب ہندسہ	۴۹۷	کتاب ہندسہ
۴۹۸	۴۹۸	کتاب ہندسہ	۴۹۸	کتاب ہندسہ
۴۹۹	۴۹۹	کتاب ہندسہ	۴۹۹	کتاب ہندسہ
۵۰۰	۵۰۰	کتاب ہندسہ	۵۰۰	کتاب ہندسہ
۵۰۱	۵۰۱	کتاب ہندسہ	۵۰۱	کتاب ہندسہ

۷۹۹	غائب کا مطالبہ	۷۹۳	درس دوم ۱۰ (آیت ۱۶ تا ۱۸۳)
۸۰۰	غاصرہ عثمانین	۷۹۳	ربط آیات
۸۰۰	رسول پر سلام	۷۹۵	ہدایت راستہ کے لیے شکرین کا طریقہ
۸۰۱	عمر باری تعالیٰ	۷۹۶	انبیاء کی مدد کا وعدہ
		۷۹۸	جہاد اللہ کا طریقہ

عصمت کی سعادت حاصل کرنے واسطے
فعلی تہیت و حضرات کچھ لیے انھوں نے عقد
احکام عمرہ
زیارات مکہ المکرمہ و مدینۃ المنورہ



تالیف

مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی

قیمت
۱۸ روپے



صفحات
۹۶

طبع کا پتہ

مکتبہ درس القرآن فاروق گنج گوہرانوالہ

سمندر میں پھنس جاتے ہیں تو خالص اللہ کو پکارتے ہیں۔ مگر جب خشکی پہنچ جاتے ہیں تو پھر شرک کرنے لگتے ہیں۔ سورۃ کے آخر میں اللہ نے ان پانچ چیزوں کا ذکر کیا ہے جن کا علم اللہ نے مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا۔

اگلی سورۃ اہم سجدہ ہے۔ اس میں اہل عرب کو ان کے بڑے اعمال سے ڈرایا گیا۔ پھر تخلیق کائنات اور تخلیق انسان کو اپنی قدرت کی نشانی کے طور پر پیش کر کے اللہ کی وحدانیت پر بطور دلیل پیش کیا ہے۔ بعثت بعد الموت کا خصوصی تذکرہ ہے اور حجاب کتاب کی منزل کا بھی۔ مجرم لوگ عذاب الہی کو دیکھ کر دنیا میں دوبارہ آنے کی خواہش کا اظہار کریں گے مگر ان کی یہ خواہش پوری نہیں ہو سکے گی۔ اللہ نے تہجد گزار بندوں کی تعریف فرمائی ہے کہ وہ خوف و امید کے ساتھ راتوں کو اٹھ کر اللہ کی بارگاہ میں مناجات پیش کرتے ہیں۔ کفار کی طرف قیامت کے روز خدا پر ایمان لانے کے متعلق فرمایا کہ اس دن ایمان لانا کچھ مفید نہیں ہوگا۔ اس دنیا میں ہی انسان ایمان سے مشرف ہو کر کامیابی کی منزل تک پہنچ سکتا ہے۔ اس کے بعد مدنی سورۃ الاحزاب آتی ہے جس میں شمرؓ میں پیش آنے والے غزوہ احزاب کا ذکر ہے۔ مشرکین، یہود اور منافقین نے ملی بجلیت کر کے مدینہ طیبہ پر زبردست حملہ کیا تھا، جس کے جواب میں مسلمانوں نے مدینہ کے ارد گرد حندق کھود کر اپنا دفاع کیا تھا اور اس طرح مخالفین کا یہ گٹھ جوڑ ناکام ہو گیا تھا۔ البتہ اس غزوہ کے بعد اہل اسلام نے یہودیوں کے گٹھ جوڑ بنی قریظہ پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا، تمام باغ مردوں کو قتل اور عورتوں کو بچوں کو غلام بنالیا گیا۔ اس زمانہ کے عرب متبہنی کو حقیقی بیٹے والے حقیقی دیتے تھے جس کی تہدید کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ حضرت زینبؓ کے حضرت زیدؓ سے نکاح اور طلاق اور محاصرہ حضور علیہ السلام سے نکاح کا ذکر ہے۔ اس سورۃ میں نبی علیہ السلام کے بعض خانگی معاملات کا ذکر بھی ہے۔ ازواج مطہراتؓ نے ضرر بڑھانے کا مطالبہ کیا تو اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ آپ ان سے کہہ دیں کہ اگر تم دنیا کا مال چاہتی ہو

نہایت میں سے رہا ہوں اور کچھ نہ رہا۔ جسے جو کہ پہلی عمر میں مر گیا وہ
 صالحی بہت محنت کر کے اس میں بیٹھنے کے حکم بھی میں پیش کیا تا کہ
 بہت اہلی بیٹے کی تعمیر ہو کر تروت کا منہ بھی آتی ہو۔ لیکن نہ جانے کون سا
 کی خاطر قرار دیا کہ اس قدر غلطی کو میرے لیے عمو قریب بہت غور و
 فی فکر پر ترقی ہو سکتی وہ صاف بڑے سے کا کچھ کہہ سکتے ہیں بہت وقت
 چار سے پندرہ بیویوں کا مجموعی اعلاہ ہے اس کے کچھ بھی میں نہ کر سکتا
 پہنچانے پر محنت نہ پا کی وجہ بھی آتی ہے۔

سودہ صاحبہ ایک نئی قسم کا قیود کر کے ایک سے تین سے تین سے
 انشور کے قریب سودہ کی قریبی، انقطاع، صبر و شادی اور وہ کچھ کا
 کی ہے۔ جس سے صاف ہی قریب سے پھر وہ سے وہ ہی نہ آتی ہے۔
 جب ان کے حلقہ، یا قریب و بنا یا صبر و پیری کی تالیف کا عنوان ہے کہ
 وہ خود امانت کا کچھ بیان نہ کر سکتے ہیں بلکہ وہ انشور و قریب کی طرف سے
 نہیں ہی صحابہ سے ملتا ہے۔ صبر و شادی کے بعد ان کے اندر سے انشور پر
 وہ صبر و کجاست انشور کے حلقہ، تبا، ڈنڈا اور پھر ان کے بعد انشور کے
 کے دے عنایت کا ذکر ہے، ڈنڈا اور انشور کے قریب سے نہ جانے
 ان کے بعد انشور کے قریب سے انشور کے قریب سے انشور کے قریب سے
 کہ ان کے بعد انشور کے قریب سے انشور کے قریب سے انشور کے قریب سے
 انشور کے قریب سے انشور کے قریب سے انشور کے قریب سے انشور کے قریب سے
 انشور کے قریب سے انشور کے قریب سے انشور کے قریب سے انشور کے قریب سے
 انشور کے قریب سے انشور کے قریب سے انشور کے قریب سے انشور کے قریب سے

وہ صبر و شادی کے قریب سے انشور کے قریب سے انشور کے قریب سے
 انشور کے قریب سے انشور کے قریب سے انشور کے قریب سے انشور کے قریب سے
 انشور کے قریب سے انشور کے قریب سے انشور کے قریب سے انشور کے قریب سے
 انشور کے قریب سے انشور کے قریب سے انشور کے قریب سے انشور کے قریب سے

اور عزت کا سرچشمہ صرف ذات خداوندی ہے شیطان کے منکر و فریب سے آگاہ کیا گیا ہے۔ اللہ نے کفر اور ایمان کا تقابل بھی پیش کیا ہے۔ ہر قوم میں مندر بھیجے گا ذکر ہے اور نافرمان کو دائمی عذاب کی وعید سنائی ہے۔ مشرکین کو کہتے تھے کہ اگر کوئی مندر آگیا تو ہم دیارہ ہدایت پر ہوں گے۔ مگر جب اللہ کا آخری نبی آگیا تو یہی لوگ آپ کے دشمن بن گئے۔ اللہ نے یاد دلایا کہ تم سے پہلے لوگ تم سے زیادہ طاقتور تھے جن کا نام و نشان تک مٹا دیا گیا۔ مگر تم انہی کے نقش قدم پر چل کر بتیری کی توقع کیے کر سکتے ہو؟ تو اللہ کی مہرانی ہے کہ وہ فرما کر منت نہیں کرتا۔ ورنہ زمین پر کوئی بھی چلنے پھرنے والا جاندار باقی نہ رہتا۔

سورہ بقرہ ایک اہم سورہ ہے جس کو قرآن پاک کے دل سے تعبیر کیا گیا ہے اس سورہ کی رات کے وقت تلاوت کرنے سے اللہ کی طرف سے مغفرت کا اعلان ہو رہا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جس شخص کو اللہ کی رضا اور آخرت کا گھر مطلوب ہے وہ اس سورہ کی تلاوت کیا کرے۔ اپنے فرمایا۔ یہ سورہ میری امت کے ہر فرد کے سینے میں محفوظ رہنی چاہیے۔ مرض الموت میں برائے کے سر لٹانے پر سورہ پڑھنے سے اس کی روح آسانی سے نکلتی ہے اور اس کو ایمان نصیب ہوتا ہے۔ جیسے بھی زندگی کے اہم مواقع پر اس کی تلاوت کیے گا حکم رکھتی ہے۔ اس سورہ میں توحید و قرع قیامت اور محاسبہ اعمال کا ذکر نوثر پیرائے میں کیا گیا ہے۔ بخیرین کی بڑی اور ان کی سزا کا ذکر ہے جب کہ اہل ایمان کے لیے انعامات کی خوشخبری دی گئی ہے اس سورہ مبارکہ میں ایک بیتی کا ذکر بھی ہے جس میں رسول یا پیغمبر آئے مگر انہوں نے تکذیب کی۔ شہر کے دو کھڑکندے سے آکر ایک شخص نے بیتی ڈال دی کہ سمجھنے کی کوشش کی مگر انہوں نے اس کو بھی قتل کر دیا اور مرسلین کو بھی زچھوڑا پھر ایک بیخ آئی اور سارے بیتی ٹالے نابود ہو گئے۔ وقوع قیامت کے سلسلہ میں عورتانی، مردوں کے زندہ ہونے پانے رب کی طرف تیزی سے جانے اور دوبارہ بعثت پر نگاہ کی حیرت کا ذکر ہے۔ پھر اہل جنت کے انعامات کا ذکر ہے۔ مجبوروں کو علیحدہ

ہوئے کا حکم ہے، اللہ نے ہمیں ہی ترجیح دیا کہ وہ دوسرے کو میں نے نصیر
 ٹیڈھاں کو اتباع سے تیار کیا تھا مگر ہم سے اکثر کسی کے پیچھے پڑے جس سے
 ہم ہمہ تن ہو گئے۔

سوداہن کی حالت میں بڑا ہی خفاہ، سب کا عہدہ حضرت نورت دہا بہیم۔
 سرکار، لندن، انڈیا میں اور کسی عہدہ کا صاحب بھی ہو کر رہا۔ ان کے لئے شکر کیا
 کہ وہ اس عہدہ کو نہ دے کہ سب کے کو فرماتے ہو گا کہ یہاں کو بارہ میں خدا کی برائیوں
 ہیں ماسطور جنات کو خدا تہ ل کے سرنگ، ان کے کو شرکی عطا میں داخل کر کے
 وہی کی تردید کی گئی ہے، فقیر نے فرشتوں کو بھروسہ کرنے کا بھی انہی کو ملایا ہے۔
 مگر اتنے دھوکے کے محکم کی تعبیر کرتے ہیں اور اس کے حکم سے سرور کی حرکت
 میں نہ رہے ماسودہ میں خدا کے عہدہ بننے کے لیے اہل بیت کا ذکر ہے
 جنہوں نے کافرتوں کو جہنم میں داخل کر کے ان سے سرور کی دعا طلب کیا یا ان اور
 عہدہ بننے والی منزل کی چھٹی لہ بھی اس کو رہے ہیں مگر وہ ہیں۔

ان کو فرشتوں کی تقریر کی طرح صحت و صحت کا حکم حسب واقعہ یاد دہی
 ہے اور اس صحت و صحت کے ساتھ ساتھ اس کے عہدہ صحت پائی ہے مگر شرف
 کی خصوصیت صحت سے لڑنے ہے کہ یہ کلام بھی چند مزاج طلبہ میں پائے ہوئے
 کے ساتھ جیسے گا اور اس طرح قرآنی پاک کی تعبیر و تفسیر کا ایک جزو ضروری
 مشکل ہو جائے گا۔ تاریخی سے انہی سے کہ وہ مشورہ برحق صوفی مذہب کی
 صحت سے نہ لے کر لے کر اس کو اس میں صحت ملنے کا نام کہنا ان کے یہی
 فیروز کر کے کیا کر رہا۔

محقق علیہ

طبعی و علمی دین و ایمان

مستطاب کا نام، ۵۰۰ جلد

لے جیسے کہ لہذا قرآنی دوسری تقریریں ہیں جو ان میں سے ہر ایک پر مبنی ہے

۲۲

.

.

کامنیہ اور مقبول عام پروگرام کی شکل میں عوام کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ تاکہ لوگ قرآن مجید
 کے صحیح ترجمہ اور تفسیر سے باخبر ہو سکیں۔ بحالہ اعرافان کی چند صوبوں جلد آپ کے ہاتھوں
 میں ہے جو کہ سات سو درجہ پر مشتمل ہے۔ سورۃ النہج، سورۃ التہجد، سورۃ الاحزاب
 سورۃ سبا۔ سورۃ فاطر سورۃ یونس اور سورۃ الصافات کی مکمل تشریح اس کے اندر
 مذکور ہے۔ سابقہ جلدوں کی طرح اس جلد میں بھی انتہائی سادہ، ہموار، دو ای، ہلکے پھلکے اور
 اور دلنشیں انداز میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور احادیث صحیحہ و غلوہ
 و شریفہ کے تامل، مصباح کرم کے آثار، ائمہ شیعہ علیہ السلام کے اقوال و سلف صالحین کے ارشاد
 بالخصوص امام ولی اللہ محدث دہلوی کے حکمت و فلسفہ اور اکابر علماء دین و بندے کے مسائل
 مطرب کے مطابق تفسیری نکات کے فوائد کو عوام الناس کے سامنے کھولا گیا ہے
 ہر طبقہ کا آدمی اس کو سمجھ سکتا ہے خواہ وہ مولیٰ اشد و خزان ہویا متوسط پڑھا لکھا یا اعلیٰ تعلیم
 ہو قرآن کریم کو سمجھنے میں مکمل تعاون حاصل کر سکتا ہے چونکہ اس جلد میں سورتوں کی بہت
 سے مختلف و خصوصیات ہیں جس کے مطالعہ سے ذہن میں کسی قسم کا کوئی غلط فہمی یا پھیل
 باقی نہیں رہتی۔ اس جلد میں جملہ نظام ہائے زندگی پر بحث کی گئی ہے۔ خواہ وہ معاشیات
 سے متعلق ہوں یا اقتصادیات و سیاسیات سے جمہوری نظام ہو یا مطلقیت، و دیگر لٹریچر
 ہو یا مارشل لا، سربراہی ہو یا جاگیرداری تمام نظاموں کی خرابیوں کو طشت ادب میں کیا گیا ہے
 اور قرآن کریم کو بطور نظام زندگی پیش کیا گیا ہے اور اس کے تقابلیں میں جملہ مسائل
 نظام صحت کا ذکر کیا گیا ہے۔ قرآن کریم کے انقلابی پروگرام سے روگردانی اور اس کے
 بھیاں ک ناسخ کا ذکر ہے اور مسلمانوں میں پائے جانے والے جملہ لوگ از قسم لہو و لعب
 اسراف و تبذیر، تعیش و آرام طلبی، شراب نوشی و حرام کاری، نشہ خوری و بیکاری و اثرات
 سانی و زنا کاری، بلذت، بازی کسینہ نامی اور جملہ رسوائی باطل جیسے بیسودہ کاموں پر
 بے لگ تبصرہ کیا گیا ہے، مسلمانوں کے تنزل کے جملہ اسباب اور ان کا انکار کے ہاتھوں
 کٹھن تکی بنا اور ان کے ہر جائز و ناجائز کام میں مستقیم غم کرنا امریکہ و روس چین و برطانیہ
 فرانس، جرمن اور دیگر سپر پاورز سے جو یہ صنعت ایمان پر غلبہ و مغلوب ہونا اٹھائے

بچے غیب کے خزانے سے ان کی اشاعت کے لیے سالانہ پیدا فرمائے۔ آمین

خطبات سوائی ۱۔ قارئین کرام کے لیے ایک مژدہ جان فزایہ بھی ہے کہ دوسرے قرآن اور دروس الحدیث کی اشاعت کے ساتھ ساتھ حضرت صوفی صاحب مظلہ کے جو کہ خطبات کو بھی کیسٹ سے کاغذ پر منتقل کرنے کا ایک اہم کام شروع ہو چکا ہے۔ یہ خطبات بڑے بڑے علمی تحقیقی موضوعات پر مشتمل و درگزی ہیں۔ محترم دوست جناب نجم طیف نے عرصہ پندرہ سال قبل سے بڑی محنت گن اور شوق و ذوق سے تسلسل کے ساتھ تمام خطبات کو کیسٹوں میں محفوظ کر رکھا ہے۔ یہ ان کا بڑا قابل ذکر کارنامہ ہے اللہ تعالیٰ انہیں اس کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ ان خطبات کے شائع ہونے کے بعد جو لوگ ان سے استفادہ کریں گے انہیں ان خطبات کے بے حد بیشمار دینی، علمی، تحقیقی اور یہی معلومات حاصل ہوں گی۔ ۱۹۸۴ء کے سال کو منتخب کر کے اس کے خطبات کیسٹ سے کاغذ پر منتقل کرنے کا کام محترم بزرگ اکا ج محل دین صاحب نے شروع کر دیا ہے۔

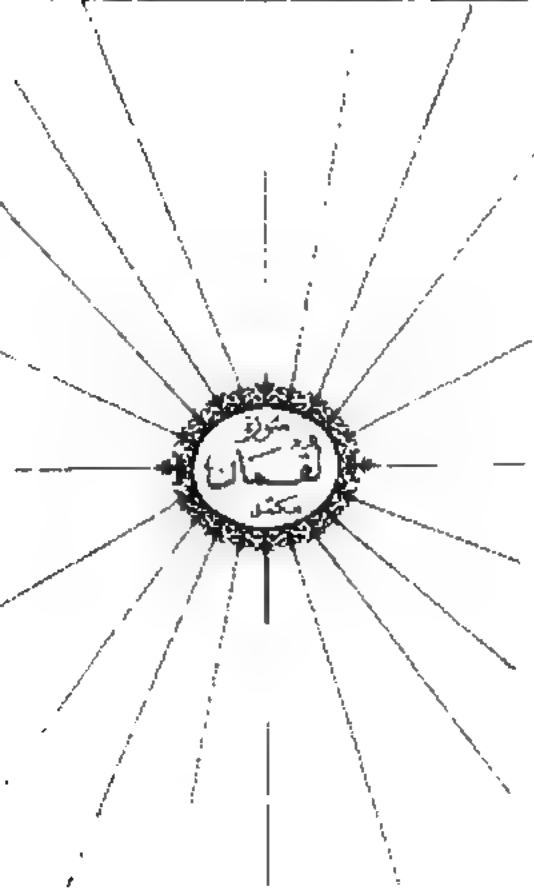
قارئین سے التماس ہے کہ اس کار خیر کی تکمیل کے لیے اللہ رب العزت کے حضور دعا فرمائیں کہ وہ اس کام کی اشاعت کے لیے آسانی پیدا فرمائے اور صاحب دوس حضرت صوفی صاحب مظلہ اور جلد آراکین انجمن اوجہ حضرات اس مشن میں دلس، جدے، قدے، سنے حصہ لے رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو استقامت علیٰ ائزیر نصیب فرمائے اور انحضرت کے لیے دُعا فرمائے۔ احقر کے ساتھ اس جلد کی پروف ریڈنگ میں حافظہ شریف یاسین گجراتی نے حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی اس کار خیر میں تعاون پر اجر جنیل عطا فرمائے۔ آمین۔ وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد وآله واصحابه اجمعين۔

احقر
محمد فیض خان

مستقيم مدرسه نوره العلوم گوجرانوالہ

۱۱ محرم ۱۴۱۵ھ - ۲۷ جون ۱۹۹۴ء

۱۔ خطبات سوائی کی اب تک چھ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ (لیاض)



لقمان ۳۱

آیت ۵۱

اتل ما آوی ۲۱

درس اول ۱

سُوْرَةُ لُقْمٰنٍ مِّمَّا تَوْحٰی الْوَحٰی وَ سَلٰوٰتُ الْاَیْمٰنِ وَ زَكٰوٰتُ

سورة لقمان کی ہے۔ یہ پچیس آیات اور چار رکوع پر مشتمل ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شرح کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

اَلَمْۤ اَیُّکَ اٰیٰتِ الْکِتٰبِ الْحَکِیْمِ ۙ ۱
 رَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِیْنَ ۙ ۲
 الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ
 وَ یُوْنُوْنَ الزَّکٰوةَ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوَفُّوْنَ ۙ ۳
 اُولٰٓئِکَ عَلٰی هُدٰی مِّنْ رَبِّهِمْ وَاُولٰٓئِکَ
 هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۙ ۴

ترجمہ:- اَلَمْۤ اَیُّکَ ۱ یہ آیات ہیں حکمت والی کتاب
 کا ۲ یہ ہدایت اور رحمت ہے نیک کرنے والوں کے
 لیے ۳ جو قائم رکھتے ہیں نماز کو اور ادا کرتے ہیں زکوٰۃ
 کو اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں ۴ یہی لوگ ہیں
 ہدایت پر اپنے رب کی طرف سے اور یہی لوگ ہیں فلاح
 پانے والے ۵

تمام اور کائنات اس سورۃ مبارکہ کا نام سورۃ لقمان ہے۔ یہ نام اس سورۃ کے دو حصے
 رکوع میں آمہ لفظ لقمان سے اخذ کیا گیا ہے۔ حضرت لقمان ایک نیک، صالح
 اور دانا انسان تھے۔ پرانی قوموں کے حال میں ان کے حال اور ان کی نصیحت آموز

گذشتہ سورۃ کی طرح اس سورۃ کا آغاز بھی حروف مقطعات سے ہوا ہے۔
 قرآن پاک کی کل انبیل سورۃوں کا آغاز مختلف حروف مقطعات سے ہوا ہے۔ اس
 سورۃ کے علاوہ سورۃ بقرہ، سورۃ عنکبوت، سورۃ روم، سورۃ بکھراہ سورۃ آل عمران کا
 آغاز بھی انہی حروف سے ہوا ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے کہ اے اللہ
 سے جبرائیل علیہ السلام اور تم سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور مضموم یہ ہے کہ یہ
 قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی جانب سے جبرائیل علیہ السلام کی وساطت سے حضرت محمد مصطفیٰ
 صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ اس مقام پر آئے مراد اللہ
 یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق خاص طور پر ان پر بے شمار
 نعمتیں نازل کی ہیں۔ اس لیے فرمایا فَذْكُرُوا اللّٰهَ الرَّحْمٰنَ ۝۶۹ اللہ تعالیٰ
 کی نعمتوں کو یاد کرو اور ان کا شکریہ ادا کرو، مگر قَوْلِیْ قٰمِنَ عِبَادِیَ الشُّكُوْرُ
 (سبا-۱۲) اللہ کے شکر گزار بندے بہت محفوظ ہیں۔ بعض فرماتے ہیں کہ آئے
 یٰ اٰیہِ اٰوْہَم سے تہجد اور ملکات مراد ہے۔ اور اس طرح مکمل مضموم یہ بنتا ہے کہ تمام نعمتیں خدا
 کی جانب سے ہیں اور ساری بزرگی اور عظمت اُس کے لیے ہے۔

نعمتیں دو قسم کی ہیں یعنی مادی اور روحانی۔ مادی نعمتیں تو ہر قوم، کافر و گمراہ،
 کائنات، پھر خدا، پروردگار اور مافردوں کو بھی حاصل ہیں، البتہ روحانی نعمتوں سے خاص لوگ
 ہی مستفید ہوتے ہیں۔ قرآن کریم روحانی نعمتوں میں سے سب سے اعلیٰ نعمت
 ہے۔ اسی لیے آئے اسی کا ذکر آ رہا ہے۔ اس کے بعد دوسری بڑی نعمت پیغمبر
 صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ ہے۔

بعض فرماتے ہیں کہ آئے اٰوْہَم سے اوزار، آئے سے لامع یعنی چمکدار اور آئے سے متوالی مراد
 ہے، مطلب یہ ہے کہ سب سے پہلے اوزار کا نظارہ کرتے ہیں تو اس سورۃ کو پڑھ

۱۔ تفسیر کبیر ص ۱۶۶ و تحفہ القیاس ص ۱۲۷ تہ تہ القیاس ص ۱۲۷ ایضاً ص ۱۶۶
 ۲۔ القرآن اردو پیشہ (نیاض)

لو کہیں کہ اس میں محبت کی جگہ پر یہ چیزیں حکم ہیں۔ اگر شاہ ولی اللہ اپنے اہل و عیال کو
 نکالتے تھے۔ طابق اس صورت کے تحقق ہوتے ہیں کہ بلاشبہ سے جو حقانیت
 رہا اور جادو میں پیچیدگی ہو گئی، وہ درگاہ کے کمرے سے خارج ہو کر اسی واسطے سے
 حاصل نکالتے تھے۔ یہ تو ان کی حقیقت واضح ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ وہ اس صورت
 مبارک میں نہ مل سکتے تھے۔ یہ تو ان کی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔

اگر بدل دیں، مسیحیوں کی اور بعض دیگر مسلمانوں کے لیے یہ کہ صرف یہ تھیں تھیں
 کے شعلہ نہیں کے ساتھ کہ نہیں کہ ساتھ، حضور پروردگار کے ذوق و رغبت
 کی ذمہ داریوں کی سے کہ وہ بھی سمجھ کر فرستیں ان کے تحقق اور واقعہ، ان کے
 اسی طرف توجہ کرتے تھے۔ حضرت علیؓ کے ساتھ وہ بھی ان کے محبت کے تحقق
 کے بعد ہو گئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ساتھ یہ بھی کہ یہ کیوں ہو
 تھے کہ اگر وہ طاق و لاد و سحر میں سے کہ کہ لہذا تعلقہ پسند ہو، جیسا کہ
 ان صورتوں کے بھی بلکہ کہ ان کی صورت میں ہے کہ ان کو ہم سمجھتے ہیں کہ ان کی
 ہے کہ ان صورتوں سے انہوں نے ان کی جو بھی بات ہے، انہوں نے اس میں یہاں ہے، یہ
 ان کی شریعت میں ہے کہ ان کے سلسلہ میں یہ بھی کہ یہ ہے۔

اسی طرح کہ یہ بظاہر ایسا ہے کہ ان کے تعلقہ، ان کے تعلقہ کی جگہ پر ان کے
 کہ ان میں سے، یہ بھی کہ ان کی جگہ پر ان کے تعلقہ کی جگہ پر ان کے
 یہ تعلقہ کی جگہ پر ان کے تعلقہ کی جگہ پر ان کے تعلقہ کی جگہ پر ان کے
 کے تعلقہ کی جگہ پر ان کے تعلقہ کی جگہ پر ان کے تعلقہ کی جگہ پر ان کے
 ہے کہ ان کے تعلقہ کی جگہ پر ان کے تعلقہ کی جگہ پر ان کے تعلقہ کی جگہ پر ان کے
 فقط ان کے تعلقہ کی جگہ پر ان کے تعلقہ کی جگہ پر ان کے تعلقہ کی جگہ پر ان کے

ان کے تعلقہ کی جگہ پر ان کے تعلقہ کی جگہ پر ان کے تعلقہ کی جگہ پر ان کے
 سے ان کے تعلقہ کی جگہ پر ان کے تعلقہ کی جگہ پر ان کے تعلقہ کی جگہ پر ان کے

حکمت اور دانائی مطلقہ ہے۔ اور جسے اُس نے حکمت عطا کر دی، اس کو غیر کثیر عطا کر دیا گیا۔ حکمت کو غیر کثیر سے تعبیر کیا گیا ہے جس کا مکمل نصاب قرآن کریم میں موجود ہے اس کے علاوہ چنبر کی زبان سے جو شریعہ بیان ہوتی ہے وہ سنت کہلاتی ہے اور وہ بھی حکمت میں داخل ہے۔

فرمایا، یہ ایسی کتاب حکیم کی آئینہ ہیں جو ہڈی و رَحْمۃٌ لِلْمُحْسِنِیْنَ
نیکی کرنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔ قرآن کریم میں بیانات اور ہدای دو
الفاظ آئے ہیں جیسے فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَمِیْعُوْنَ مَا اُنْذَلَتْ
وَمِنَ الْاٰیٰتِ وَالْهُدٰی (البقرہ۔ ۱۵۹) بیشک وہ لوگ جو ہماری نازل کردہ
بیانات اور ہدای کو چھپاتے ہیں۔ محققین فرماتے ہیں کہ بیانات سے مراد وہ واضح و نامحسوس
باتیں ہیں جو ہر عام و خاص آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ ان میں خدا تعالیٰ کی توحید، ذکر
شکر، صبر و فیروز چیزیں شامل ہیں اور ہدایت میں وہ چیزیں شامل ہیں جو استاد سے
یکے بغیر سمجھ نہیں آتیں۔ اسی لیے امام بخاریؒ فرماتے ہیں کَرَامَتًا اَلْوَلَدُ
بِالْمَعْلُوْمِ یعنی علم سیکھنے سے آتا ہے۔ کوئی شخص کن ہیں پڑھ کر خود بخود عالم
نہیں بن سکتا۔ اس قسم کی باریک بالوں کو ہدایت سے تعبیر کیا گیا ہے تو فرمایا، قرآن
کریم ایک توحیدیت ہے اور دوسری چیز رحمت ہے۔ جب کوئی شخص اللہ کی
طرف سے نازل شدہ ہدایت پر چلنے لگتا ہے تو اللہ کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہو
جاتی ہے۔ اسی لیے فرمایا اِنَّ رَحْمَۃَ اللّٰهِ قَبْلُیْبٍ مِّنَ الْاٰیٰتِ
(الاعراف۔ ۵۶) بیشک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہوتی ہے۔
ایمان اور عمل صالح کا نتیجہ رحمت کی صورت میں نکلتا ہے۔ جس شخص کا عقیدہ و رحمت
ہوگا، ایمان صحیح ہوگا۔ توحید پر استقامت ہوگی۔ اعمال و اخلاق ٹھیک ہوں گے۔
وہی شخص نیکی والا ہوگا۔ اللہ اللہ کی رحمت اس کے قریب ہوگی۔ بہر حال رحمت

۱۔ بخاری میں ہے : (فماض)

اعمال۔ مالِ گنہگار، صلاح الدین ایوبیؒ، ناصر الدین التمشؒ اور محمود غزنویؒ جیسے حکمران اسلامی تاریخ میں خال خال ہی نظر کرتے ہیں۔ یہ لوگ اسلامی تعلیمات سے واقف تھے۔ اور ان کا عمل بھی صحیح تھا۔ آج کے احکام تو نماز کا تسخیر اڑاتے ہیں اور نمازیوں کی تحقیر کرتے ہیں بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ یہ دو رکعت کے امام کیا جانیں افسوس کہ انہوں نے نماز کی حقیقت کو نہیں سمجھا، ورنہ نماز کا یوں مذاق نہ اڑاتے۔

فرمایا نیکی والے لوگوں کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ نماز کو قائم رکھتے ہیں اور دوسری یہ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ کہ وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ زکوٰۃ کا ذکر اس کی سورۃ میں آیا ہے حالانکہ زکوٰۃ ہجرت کے بعد سلمہ میں فرض ہوئی تھی امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ نماز کے ساتھ زکوٰۃ بھی ابتداء میں ہی فرض ہو گئی تھی۔ چنانچہ اس کا تذکرہ سورۃ منزل میں بھی ہے حالانکہ یہ سورۃ نبوت کے بعد پہلے سال ہی نازل ہو گئی تھی، البتہ زکوٰۃ کا نصاب سلمہ میں مقرر ہوا، جو کہ صاحب نصاب آدمی کے لیے چالیسواں حصہ ہے۔ نقد مال میں سے اڑھائی فیصد سالانہ، پانچ اونٹوں میں ایک بکری تیس گائے بھینسوں میں ایک کھٹرا، چالیس بکریوں میں ایک بکری، زمین کی پیداوار کا دو ال یا بیسواں حصہ، اور معدنی پیداوار کا پانچواں حصہ ادا کرنا لازمی قرار پایا۔ الغرض مکی زندگی میں زکوٰۃ کے طور پر کچھ نہ کچھ حصہ ادا کرنا ضروری تھا۔ پھر جب مدنی زندگی میں اسلامی ریاست قائم ہو گئی تو مال کا نصاب اور شرح ادائیگی بھی مقرر ہو گئی۔

فرمایا نیکی والوں کی تیسری علامت یہ ہے وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ

يُوقِنُونَ کہ وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ وقوع قیامت، مناسب اعمال اور جزا سزا پر ایمان لانا بھی مسلمان کے بنیادی عقائد میں شامل ہے، جو شخص نماز پڑھتا ہے، زکوٰۃ دیتا ہے مگر آخرت پر یقین نہیں رکھتا اس کی نماز و زکوٰۃ کا کچھ فائدہ نہیں۔ نیکی والے لوگوں کو یقین ہے کہ قیامت کا دن آنے والا ہے۔ اُس دن

زکوٰۃ کی ادائیگی

ایمان بالآخرت

مستحقان کے لئے مسودہ پیش کر کے اعلیٰ کورس میں کتاب کے بارے میں تقریریں
کیں۔ پھر ان کے لئے ایک ہفتے کی ایک ہفتہ کی تقریریں کی گئیں۔ یہ تقریریں
مختلف کورسوں سے درکار ہونے والی تھیں۔ ان کی ہفتہ کی تقریریں
ان کے حقوق اور فرائض کے بارے میں تھیں۔ ان کی تقریریں
میں سے بہت سے لوگ خدا کے فضل سے نکل کر رخصت ہو گئے۔ ان کے
میں سے بہت سے لوگ خدا کے فضل سے نکل کر رخصت ہو گئے۔ ان کے
میں سے بہت سے لوگ خدا کے فضل سے نکل کر رخصت ہو گئے۔ ان کے

اتل ما اوی ۲۱
درس دوم ۲

لقمن ۳۱
آیت ۷۶

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ
سَبِيلِ اللَّهِ بِفِرْعَوْنٍ عَلَيْهِ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولَٰئِكَ
لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ① وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا
وَلَهُ مُسْتَكْبِرًا كَانَ لَمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِي أُذُنَيْهِ
وَقَرَأَهُ فَبَشِّرُهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ②

ترجمہ :- اللہ لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو غریبے ہیں
کھیل کی باتوں کو تاکہ گمراہ کریں اللہ کے راستے سے بغیر علم
کے ۔ اللہ جانتے ہیں ان چیزوں کو ہنسی ۔ یہی لوگ ہیں جن
کے لیے ذلت ناک عذاب ہے ① اور جب پڑھی جاتی
ہیں اُس پر ہماری آیتیں تو پشت پھیرا ہے تلخ کرتے
ہم نے گویا اُس نے ان کو سنا ہی نہیں ۔ گویا کہ اُس
کے کانوں میں بوجھ ہے ۔ پس ایسے شخص کو خوشخبری دے
دیں کہ عذاب کی ②

ربط آیت

سورۃ کی ابتدائی آیات میں حکمت والی کتاب قرآن پاک کی حقانیت اور صداقت
کو بیان فرمایا ۔ نیز فرمایا کہ قرآن حکیم سرسراہایت ہے جس کو اختیار کرنے والے نیکو کاروں
کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور صراطی حاصل ہوتی ہے ۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نیکو والے
لوگوں کے اوصاف بھی بیان کیے کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں ، زکوٰۃ دیتے ہیں ، اور
آخرت پر پورا پراستین رکھتے ہیں ۔ فرمایا ایسے ہی لوگ ہدایت پر ہیں اور سب مسلام
پانے والے ہیں ۔

خوش طبعی والی چیزیں بتلاؤں۔ جن سے کم از کم تمہیں تفریح تو حاصل ہو۔ مقصد یہ تھا کہ لوگ
غریبات میں مصروف رہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتوں کی طرف توجہ نہ دیں
چنانچہ بعض کمزور ذہن کے لوگ اس شخص کی باتوں میں آکر اسلام کی دعوت کو نہ سمجھ پھیر لیتے
اسی لیے مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو دین اسلام سے ہٹانے والی،
احکام شرعیہ سے باز رکھنے والی یا کسی گناہ کا سبب بنتی ہو اور الحدیث میں شامل ہے
جو چیزیں فرائض سے روکتی ہوں وہ ناجائز اور حرام ہیں بعض چیزیں مکروہ تحریمی
کے درجے میں آتی ہیں۔ اسی لیے حدیث شریف میں آتا ہے کہ شکار میں اس قدر
دنگا کہ نہیں رکھنا چاہیے کہ اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے نماز ہی ضائع ہو جائے۔
ایسی صورت میں شکار حرام کے درجے میں آجائیکا۔ البتہ بعض کیل جائز بھی ہیں
جن سے کوئی دینی یا دنیاوی مقصد حاصل ہو۔ یا تفریح بلع ہی حاصل ہوتی ہو، اگرچہ
ایسی چیزوں کو پسند نہیں کیا گیا مگر ان سے منع بھی نہیں کیا گیا لہذا یہ مباح کے
درجے میں آتی ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ہر کیل کی چیز باطل ہے سوائے
عین حیروں کے یعنی گھوڑہ دھڑ، تیر اندازی اور تیر ہوی کے ساتھ دل لگی۔ مفسرین کرام
فرماتے ہیں کہ سابقہ یعنی دوڑ میں مقابلہ کرنا بھی مباح ہے یہ دوڑ خواہ پیدل ہو
گھوڑے، سائیکل یا گاڑی وغیرہ پر ہو مگر ایسی دوڑ شرط سے خالی ہونی چاہیے۔
اگر ساتھ شرط بھی ہوگی تو پھر یہ جھٹے میں شمار ہو کہ حرام ہو جائے گی۔ اس قسم کے
کیل تفریح کے لیے ہوں یا صحت کے قیام کے لیے یا بکھڑا فاعام کی خاطر حرام
تو پھر بھی جائز ہے، ان میں لڑائی، دھڑ، تیر اندازی، قناد بازی، کشتی اور تیراکی
وغیرہ بھی شامل کیے جاسکتے ہیں آلات ضرب و حرب کے استعمال میں مہارت پیدا
کرنا بھی مباحات میں شامل ہے۔

۱۔ ابن کثیر رحمہ اللہ روح المعانی ص ۳۶۳ و نظری ص ۳۶۴

(فیاض)

۲۔

۳۔

۴۔

[illegible]

تقریباً ۱۶ سو فوٹری بلندی پر پہنچا جہاں پہلے ایک کھوکھرا گھر تھا جس پر
بڑے محنت سے ایک سیڑھی لٹائی گئی تھی۔ وہاں ایک کمرہ تھا جس میں ایک
کھوپڑی اور غرضی اور کھٹک جیٹھی جاتی ہے۔ اسی کمرے میں دو دیوے جہاں غرض
جہاں دیوے اور دیوے کی تسلی ہے۔ جہاں غرضی جیٹھی جاتی ہے۔ جہاں غرضی
یہ ٹیبلٹ کی دکان ہے۔ وہاں ایک کمرہ ہے جس میں ایک کمرہ ہے۔ وہاں ایک
مستحق بعض روزانہ جیٹھی ہے۔ وہاں ایک کمرہ ہے جس میں ایک کمرہ ہے۔

نہ سالہ انیسویں سالہ و تیسویں

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں نے جہاں سے امام حسن بصریؒ وغیرہم اہل الحدیث سے سنا، انہیں اذیت دیتے ہیں۔

قریم لہانے میں رقص و سرود کے لیے لڑکیوں کی خدمات حاصل کی جاتی تھیں اور آزاد عورتیں یہ پیشہ اختیار نہیں کرتی تھیں۔ اس مقصد کے لیے لڑکیوں کو خاص طور پر ٹریننگ دی جاتی تھی اور وہ بھٹلوں میں تفریح کا سامان پیدا کرتی تھیں۔ مگر اس زمانہ میں نہ صرف آزاد بلکہ تعلیم یافتہ لڑکیوں نے ناچ گانے کو آمدنی کے طور پر اپنا لیا ہے۔ اس کے لیے تربیت لگائی گئی ہے تاکہ وہ بچہ ہی جہاں سے اس نام نہاد فن کی ڈگریاں ملتی ہیں، حضور کا فرمان قریم ہے کہ گانے بھانے والی لڑکیوں کی ضریرہ و فروخت بھی ناجائز ہے کیونکہ یہ فحاشی پھیلانے اور لوگوں کو غلط راستے پر ڈالنے کا سبب بنتی ہیں۔ حضور علیہ السلام نے ایسی لڑکیوں کی کھائی کو بھی حرام قرار دیا ہے مگر دیکھ لیں آج ہمارے ہاں کیا ہو رہا ہے؟ موجودہ دور کی ایک ٹریڈیں امیر ترین لوگوں میں شمار ہوتی ہیں۔ ایک ایک فلم سے لاکھوں روپے کما رہی ہیں اور ایک ایک گانے کی ریکارڈنگ کے لیے ہزاروں روپے وصول کرتی ہیں۔ لوگ ان کو بڑا مقام دیتے ہیں اور ان کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے ٹوٹے پٹے ہیں۔ یہ سب اہل الحدیث کا حصہ ہیں۔

گانے کے لیے استعمال ہونے والے آلات موسیقی بھی حرام ہیں۔ اسی لیے قرانی بھی جائز نہیں ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تعریف و تکریم یا نصرت کی صورت میں کی جائے تو جائز ہے بشرطیکہ اس کے ساتھ آلات موسیقی استعمال نہ ہوں۔ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے طغریات میں ہے کہ ان سے قرانی کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ قرانی جائز ہے۔ مگر اس کے بعض شرائط بھی ہیں کہ اس میں آلات موسیقی استعمال نہ ہو، گانے والی

اتلمنا ای ۲۱

درس سوئم ۳

لقمن ۳۱

آیت ۱۱۲۸

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتُ
النَّعِيمِ ۝ خَالِدِينَ فِيهَا وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا
وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ خَلَقَ السَّمَوَاتِ
يَنبُذُ عَمْدًا تَرَوْنَهَا وَقَالَتِ الْاَرْضُ
رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيهَا مِنْ
كُلِّ دَابَّةٍ ۝ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَانْتَبَثَا
فِيهَا مِنْ كُلِّ رَوْحٍ كَرِيمٍ ۝ هَذَا خَلْقُ
اللّٰهِ فَارْوُنِي مَاذَا خَلَقَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ ۝ سَبَلِ
الظَّالِمُونَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ۝

ترجمہ :- بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنوں نے
اچھے کام کیے، ان کے لیے باغات ہیں نعمتوں کے ۸
ہیش رہنے والے ہوں گے ان میں ۔ دھوہ جو چکا ہے
اللہ تعالیٰ کا سچا ۔ اور وہ نہدست اور حکمت والا ہے ۹
پیدا کیا ہے اُس نے آسمانوں کو بغیر ستاروں کے جن کو
تم دیکھتے ہو ۔ اور ڈال دیے ہیں اُس نے زمین میں برہیل
پھاڑ تاکہ وہ حرکت نہ کرے تھامے ساتھ ۔ اور پھیلا
دیے ہیں اس نے زمین میں طرح طرح کے جانور ۔ اور

ازدے سے اس بات کی تصدیق کرو کہ اللہ تعالیٰ وعدہ لا شرک ہے ، وہ واجب الوجود و خالق کل ، مدبر موجود برحق اور غیر مرتفی ہے ، غرضیکہ اس کی ذات اور تمام صفات پر ایمان لانا ضروری ہے ۔ اگر کسی چیز کے بارے میں دل میں خل پیدا ہو تو ایمان ضائع ہو جائے گا ۔ بعض اوقات ایمان کا معنی یقین بھی کر دیا جاتا ہے ۔ مگر یہ درست نہیں کیونکہ یقین تو کبھی اضطرابی حالت میں بھی ہو جاتا ہے ۔ مثلاً کوئی حادثہ پیش آجی تو کسی چیز کا یقین آگیا ۔ یہ مستقل یقین نہیں ہوتا حقیقت میں ایمان تصدیق کا نام ہے اپنے دل سے اپنے اختیار اور ارادے سے تصدیق کرے کہ اللہ تعالیٰ واقعی وعدہ لا شرک ہے ۔

ایمان کا ایک جزو تو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی تصدیق ہو گیا اور دوسرے کہ انسان فرشتوں پر بھی یقین رکھے کہ وہ اللہ کی مقدس اور لولہی مخلوق ہے چہ جائے اللہ نے بنی نوع انسان کی مصلحت کے لیے انسانوں کو بدائش سے اربعہ کھڑوں سال پہلے تخلیق کیا ۔ فرشتے **بَلَّ عِبَادٌ مَّكْرُومُونَ** (الانبیاء ۲۶) وہ خدا کے معزز بندے ہیں اور ہر وقت عبادت میں مصروف رہتے ہیں **وَهُمْ يَأْمُرُونَ بِعَمَلٍ كَرِيمٍ** (الانبیاء ۲۷) وہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کی تعمیل کرتے ہیں فرشتے ہماری طرح جسم اور اس میں روح رکھتے ہیں ۔ اس سے علاوہ مشرق والا ایمان مراد نہیں ہو سکتے ہیں کہ فرشتے کوئی مخلوق نہیں بلکہ انسان کی ایک اچھی قسمت کا نام ہے ۔ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی اپنی کتاب حجتہ اللہ الباقیہ میں وضاحت کی ہے کہ فرشتے وجود رکھتے ہیں اور ان کے جسم میں بھی روح ہے البتہ ان کے اجسام بہت لطیف ہیں ۔ علاوہ اعلیٰ سے نیکر ملاوہ سافل تک فرشتوں کے سات طبقات ہیں اور ان میں سے ہر ایک طبقے کا وہ تخلیق الگ الگ ہے ۔ فرشتوں کے علاوہ اللہ کی مخلوق جنات بھی وجود رکھتے ہیں ۔ البتہ

سے حجتہ اللہ الباقیہ ص ۱۱۱ و الخیر الکثیر ص ۱۱۱ (الماض)

جو شخص نیک اعمال انجام دے گا بشرطیکہ اس میں ایمان موجود ہو تو اس کی محنت
 رائیگاں نہیں جائے گی، اگر ایمان کی بجائے کفر اور شرک بھرا ہوا ہے تو اس کی کھپاڑوں
 جتنے بڑے بڑے عمل بھی ضائع ہو جائیں گے اور انسان مجموعہ بن کر دائمی جہنم کا مستحق سمجھ کر
 ۴۰ ایمان ہر نیک کی جزا اور نیا دہ ہے اسی لیے تمام انبیاء اور ان کے متبعین کو یہ داور
 بندہ گاہ دین سب سے پہلے ایمان کی درستگی کی تعلیم دیتے ہیں۔ آپ کسی بزرگ کی کوئی
 کتاب یا غرض الشفا کر دیکھ لیں، انہوں نے پہلا سبق ایمان کی درستگی کا ہی دیا۔ ہر نیک
 نے بھی یہی تعلیم دی قَالَ يَتَّقُوا اللَّهَ احِبُّوا اللَّهَ مَا كُفِّرُونَ بِاللَّهِ نَفْسِي
 (ہمد۔ ۸۴) اے میری قوم کے لوگو! صرف اللہ کی عبادت کرو کہ اس کے ساتھ
 کوئی معبود نہیں۔ پھر مال یہ سائے اجڑانے ایمان ہی جن کی تصدیق کرنا ضروری ہے
 وہ بڑا ایمان مکمل نہیں ہوگا۔

اعمال نیک
 اور انجام

فرمایا، وہ لوگ جو ایمان لائے وَحَسَبُوا الصَّالِحَاتِ اور انہوں نے نیک
 اعمال انجام دیے۔ نیک اعمال تو بے شمار ہیں تاہم بنیادی طور پر ان سے فرائض
 مراد ہیں، حضرت مہر العزت ثانی فرماتے ہیں کہ ایمان اور توحید کی درستگی کے بعد
 فرائض اور بعض عین نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج نیک اعمال ہیں۔ دیگر نیک اعمال میں
 جہاد، قربانی، صلہ رحمی، صدقہ، خیرات، صحت اخلاق وغیرہ شامل ہیں۔

تو فرمایا ایمان لانے کے بعد جن لوگوں نے اچھے اعمال انجام دیے۔ کہتے
 جَعَلْتُ النَّفْسَ يَتَّقُ اللَّهَ ان کے لیے نیتوں کے باغات ہیں خَلِيدِينَ فِيهَا
 وہ ان باغات میں ہمیشہ رہیں گے اور وہاں سے نکالے نہیں جائیں گے عام طور پر جنت
 کے ذکر کے ساتھ اللہ نے جَعَلْتُ عَذْنٍ تَجْزِي مَنْ تَحْتَهَا الْاَنْهَارُ
 (البیتہ۔ ۸) کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ سیارے رنگینی باغات ہوں گے جن کے سامنے
 نہریں بہتی ہوں گی۔ فرمایا وَهَذَا اللَّهُ حَقَّ يَرِ اللہ کا وہ ہر پہلو ہے جو بچا ہے۔

پرائی تحقیق کے مطابق دنیا کے بلند ترین پہاڑوں کی بلندی تین میل کے قریب ہے۔ زمین کی وسعت کے اعتبار سے اتنے بڑے پہاڑ کی شالی ایسی ہے۔ جیسے گنہ کے اوپر ایک ہجر کا ستر ہاں حصہ رکھ دیا گیا ہو۔ پہاڑوں کی بلندی کے متعلقے میں محدثوں کی گزرائی کہیں زیادہ ہے، مگر ارض کے ارد گرد چرہ کرڈر میں میل پر بلند پہاڑ ہیں اور انسانی لحد ہا لحد کی رہائش کے لیے مٹی کا حصہ صرف ایک چوتھائی کے قریب ہے، لہذا اچھے کھنڈ ارض میں توازن برقرار رکھنے کے لیے اللہ نے جو جبل پہاڑوں کو تخلیق فرمایا ہے

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آیت **لَیْسَ بِکَافٍ مَّطْلُوبٍ** لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں جگہ جگہ پہاڑ نصب کر کے میدانی لوگوں کو اضطراب سے محفوظ کر دیا ہے۔ پہاڑوں میں پیشہ ستر، درخت، جڑی بوٹیوں اور طرح طرح کی معدنیات ہوتی ہیں جن سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں مگر پہاڑ نہ ہوتے تو میدانی علاقوں کے رہنے والے لوگ بہت سی چیزوں سے محروم رہ جاتے جو ان کے لیے وجہ اضطراب بنتی۔ قریش صاحب فرماتے ہیں کہ زمین کے ڈولے کا مطلب یہ ہے کہ پہاڑوں کے بغیر زمین کے رہنے والے مضطرب ہو جاتے۔ اللہ نے پہاڑوں کو پیدا کر کے زمین کے اضطراب کو نہیں بلکہ لوگوں کے اضطراب کو دور کر دیا۔

اگے ارشاد ہوا ہے **وَبَقِيَ رَفِیْہَا جِبَتْ کَعْلًا ذَاتًا** اور اللہ نے زمین میں ہر قسم کے جانور پھیل دیے ہیں۔ برہنہ میں کہ تو اللہ نے خاص طور پر انسانوں کی خدمت کے لیے پیدا کیا ہے اور ان کے علاوہ بھی اللہ نے بہت سے جانور اور کثیرے سکڑے پیدا کیے ہیں۔ جو انسانوں کی خدمت پر مامور ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔

پھر فرمایا **وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً** اور ہم نے آسمان کی طوف سے پانی اتارا ہے۔ یہ بھی انسانوں اور جانوروں کو حیات کے لیے ضروری ہے۔ پانی نہ ہوتے جانداروں

جانور
پانی

لگا کہ اگر ہر چیز اللہ کی پیدا کردہ ہے تو بتلاؤ عیسیٰ علیہ السلام نے بھی کچھ پیدا کیا ہے؟
 پوری لاجواب ہو گیا کہ جو کوئی چیز پیدا کرنے پر قادر نہیں وہ خدا یا خدا کا بیٹا کیسے ہو گیا
 اس آیت کمزید کا بھی یہی مفہوم ہے کہ اگر تمہارے خود ساختہ معبودوں نے کچھ پیدا کیا ہے
 تو دکھا دو کون سی چیز پیدا کی ہے اور اگر کوئی چیز پیدا نہیں کی تو پھر وہ حاجت روا اور
 مشکل کشا کیسے ہو سکتے ہیں؟ پھر ان کو مصیبت کے وقت کیوں پکارتے ہو اور ان
 کے سامنے نذرانہ کیوں پیش کرتے ہو؟ وہ تو خود لاچار اور درماندہ ہیں۔ وہ خود ہر
 چیز اللہ سے طلب کرتے ہیں، بخلاف ان کے کیا توقع رکھتے ہو؟

فرمایا حقیقت یہ ہے بَلِ الْغَافِلُونَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ
 کہ ظالم یعنی مشرک لوگ ہی گھلی گھڑی میں پڑے ہوئے ہیں۔ یہ اتنی واضح دلیل ہے
 کہ جو شخص خود محتاج ہے وہ دوسرے کو کیسے سکتا ہے اور معبود کیسے بن سکتا ہے؟
 اللہ کا فرمان تو یہ ہے يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (الرحمن - ۲۹)
 آسمان و زمین کی ہر چیز اللہ ہی کے سامنے دست سوال دراز کرتی ہے مگر تم کہتے
 ہو کہ فلاں بھی رزق، اولاد، کاروبار وغیرہ دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دلیل
 کے ذریعے شرک کا رد بھی فرما دیا ہے۔

رشد

مجلس شورای اسلامی

ف. ق. ق.

1994

وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ أَنِ اشْكُرْ لِلَّهِ وَمَن يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ ۖ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ﴿٤١﴾

فرمانہ کہ اہل بیت خلیفہ دی جہ سے تمہارے کو خلیفہ دیکھو
 فکر ایسا کہ اکثر خلیفہ کے لیے۔ اور ہم خلیفہ قرار کرتے
 ہیں۔ وہ ہے ملک وہ ملک کہ گناہ ہے پہلے خلیفہ
 کے (دیکھو اسے) ہے۔ اور جو خلیفہ بخاری کرتا ہے وہ
 ہے ملک (تسبیح) ہے پھر وہ (فرطی) اور ہے (۱۷)

آپ میں کے رہنے والے آزاد آدمی تھے۔ بعض کا خیال ہے کہ حضرت لقمان عاوانیہ میں سے تھے۔ جب قوم عاد ہلاک ہو گئی تو حضرت ہود علیہ السلام پر ایمان لانے والے لوگوں سے چنے والی نسل عاوانیہ کہلائی، آپ اپنی لوگوں میں سے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ حمیر قبیلہ کے بادشاہوں میں سے ہوئے ہیں اپنی بادشاہوں میں بیچ نامی مشور بادشاہ بھی گزر رہے۔ بعض کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت لقمان شاد کے بھائی تھے۔ شاد تو بڑا عابد اور سید شخص تھا، تاہم اس کی ہلاکت کے بعد اقتدار لقمان کی طرف منتقل ہو گیا ذوالقرنین کی طرح آپ نہایت ہی صلح آدمی اور عادل بادشاہ تھے۔

حضرت لقمان کے زمانے کے متعلق بھی قدرے اختلاف پایا جاتا ہے۔ اگر آپ کو عاوانیہ سے تسلیم کیا جائے تو آپ کا زمانہ مسیح علیہ السلام سے تین ہزار سال قبل کا ہے، اور آپ کو بنی اسرائیل کا فرد تصور کیا جائے تو آپ کا زمانہ حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ ہے۔ اس دور میں حضرت داؤد، اور حضرت لقمان کی رفاقت کا ذکر بھی ملتا ہے بلکہ بعض کہتے ہیں کہ آپ اس زمانے میں قاضی تھے۔ بہر حال یہ زمانہ بھی حضرت مسیح علیہ السلام سے کم و بیش ایک ہزار سال قبل کا ہے۔ حضرت لقمان بنی اسرائیل اور عربوں میں یکساں طور پر مشہور تھے، بلکہ بنی اسرائیل کے پاس آپ کا ایک صحیفہ بھی تھا جس میں مندرج نسل کا اٹال لقمان کے نام سے مشہور ہیں۔ اس صحیفہ کی نقول یورپ کے بعض کتب خانوں میں اب بھی ملتی ہیں۔

جمہور مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت لقمان مومن، نیک آدمی اور اللہ کے ولی تھے، محمد بن اسحاق، امام شافعی اور بعض دیگر حضرات آپ کو نبی بھی تسلیم کرتے ہیں مگر یہ بات درست نہیں بلکہ اکثر و بیشتر مفسرین آپ کو صالح آدمی ہی مانتے ہیں۔ البتہ آپ بہت بڑے حکیم، دانشور اور محالہ فہم آدمی تھے اور اسی بنا پر آپ مذہب دنیا

بیوقوفی شریعت میں حضور علیہ السلام کا ارشاد موجود ہے **وَأَمَّا الْحُكْمُ فَمِنْ تَخَافَةِ اللَّهِ** یعنی حکمت کی مثال اور بنیاد اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔ بہر حال عام فہم الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ **وَأَمَّا الْحُكْمُ فَمِنْ تَخَافَةِ اللَّهِ** فراموشی اور فراموشی کا نام حکمت ہے، حکم اللہ حکمت میں یہ فرق ہے کہ حکمت ہمیشہ درست بات کی طرف منسوب کی جاتی ہے جب کہ حکم میں غلطی کا امکان بھی ہوتا ہے جیسے **مَا لَكُمْ كَيْفَ تَخْذَلُونَ أَنْفُسَكُمْ** تمہیں کیا ہر گز ہے کیسے غلط طریقے کرتے ہو۔ تاہم حکمت ہر شخص کو نصیب نہیں ہوتی بلکہ جس پر اللہ تعالیٰ کی کسے، اس کو عطا فرماتا ہے۔

حکمت کی ایک عام تعریف اس طرح بھی کی جاتی ہے **قَالُوا أَتَقْنُ الْعِلْمَ وَالْعَمَلَ يَقْدِرُ عَلَى قِتْمِ** یعنی یکم وہ شخص ہے جس نے اپنے علم اور عمل دونوں کو سنبھال کر لیا۔ دانشور بھی آدمی ہوگا جس کے علم کے ساتھ عمل بھی ہو، مگر نہ بے عمل آدمی، یکم نہیں ہو سکتا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے یہ حکمت یعنی فہم و فراست، دانائی اور عقلیت کا حضرت لقمان کو وافر مقدار میں عطا فرمائی تھی، جن کا ذکر تمام مفسرین اور مفسرین اور دانشور کرتے ہیں۔ ان کی عجیب و غریب مثالیں اور حکمت کی باتیں ان کے مجموعہ میں بھی موجود ہیں امام بیضاویؒ اور بعض دیگر مفسرین نے بھی اس کو نقل کیا ہے۔ کہ ایک موقع پر حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت لقمان سے کہا کہ بکری ذبح کر کے اس کے گوشت کا بہترین حصہ میرے پاس لاؤ۔ آپ نے تعمیل حکم کی، بکری ذبح کی اور اس کا دل اور زبان حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیا، کچھ وقفہ کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے پھر حکم دیا کہ ایک بکری ذبح کر دو اور اس کے گوشت کا بہترین حصہ میرے پاس لاؤ، حضرت لقمان نے بکری ذبح کی اور وہ بکری دفعہ بھی دل اور زبان کا گوشت ہی پیش کیا، حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے

حضرت لقمانؑ
کو چکنا چک
ہیں

بے بیوقوفی —————
 ۱۔ بیضاویؒ ۲۲۲ ۲۔ مطہریؒ ۳۶۶ ۳۔ معالم التنزیل ۱۵۵ (نیاض)
 ۴۔ بیضاویؒ ۲۲۲ ۵۔ مطہریؒ ۳۶۶ ۶۔ معالم التنزیل ۱۵۵ (نیاض)

جس کا بھائی نہیں، اس میں قوتِ بازو نہیں۔ جس طرح ماں کے بغیر شفقت اور باپ کے بغیر سرپرستی نہیں ہوتی، اسی طرح بھائی کے بغیر قوتِ بازو نہیں ہوتی۔

عروہ نامی نے یہ حکایت اپنے مشنری میں بیان کی ہے کہ حضرت لقمانؑ غلام تھے آپ کے آقا نے بعض دھوکہ ملاموں کے ہمراہ آپ کو اپنے باغ کی حفاظت پر مامور کیا۔ اس دوران باقی غلام تو باغ سے چل کر باغ سے چل کر کھاتے رہے مگر حضرت لقمانؑ نے بالکل کچھ نہ کھایا کیونکہ وہ اسے امانت میں خیانت سمجھتے تھے۔ ایک موقع پر آقا باغ میں آیا تو اسے چل کر کچھ گرا پڑا حصہ ملا۔ وہ یافت کرنے پر باقی غلاموں نے کہا کہ یہ چل لقا نے لڑ کر کھایا ہے۔ جب آپ کے دریافت کیا گیا تو آپ نے کہا، اے آقا! آپ ہم سب غلاموں کو گرم پانی پلا کر دھو دے لا محکم دیں تو آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ سب نے کھانے پر اسے چیل کی نشاندہی ہو گئی۔ صرف لقمانؑ کی تھی ایسی مٹی جس میں سے پانی کے سوا کچھ براہ نہ ہوا، اور مالک کو پتہ چل گیا کہ سائے غلاموں میں سے صرف آپ ہی امانتدار ہیں۔ شبہ ہے کہ لقمانؑ نے کہا کہ میں نے بہت سے بیویوں کی زیارت کی ہے بنی اسرائیل کے دور میں انبیاء کثرت سے آتے تھے اور خود لقمانؑ کی عمر بھی ایک ہزار سال تھی لہذا ان کی بہت سے انبیاء سے ملاقات بعد از قیاس نہیں فرماتے ہیں کہ ان انبیاء کے اقوال میں سے میں نے آٹھ باتوں کو خوب یاد کیا ہے، اور وہ یہ ہیں:-

- (۱) اگر رحمِ ناز کی حالت میں ہو تو دل کی حفاظت کرو۔
- (۲) اگر کھانے پر بیٹھے ہو تو خلق کی حفاظت کرو اور ضرورت سے زیادہ نہ کھاؤ۔
- (۳) اگر کسی خیر کے گھر میں جاؤ، تو آنکھوں کی حفاظت کرو۔
- (۴) اگر لوگوں کے درمیان بیٹھے ہو تو زبان کی حفاظت کرو۔
- (۵) ہر وقت اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو۔

(۸) پُروردی کہ مخالف کی ہے

(۹) لایحی چیزوں کو ترک کی ہے۔

حضرت لقمان کا یہ قول بھی مشہور ہے **مَرْبُوبُ الْوَالِدِ هَكَذَا السَّامِيُّ** یعنی والد کا بچہ کو تہیہ کے لیے انا بچے کے لیے بمنزلہ کھاد کے ہے بچے کو مرزوش کرنا بری بات نہیں بلکہ اس کے حق میں اچھی ہوتی ہے۔ مستحق صاحب کا قول بھی ہے ”مہر پرور سے مراد استاد بہتر ہے۔“

اساد کا مار والدین کی شفقت سے زیادہ اچھی ہوتی ہے۔ آپ کا یہ قول بھی ہے **يَا لَكَ وَالْمَدِينَةِ فَإِنَّهُ ذُو النِّهَارِ وَهَسَمَ الْبِلْدَيْنِ قَرْنِ** سے بچو کیونکہ یہ دین کی ذلت اور رات کی فکرمندی ہے۔

ایک دفعہ حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت لقمان سے پوچھا **كَيْفَ أَحْبَبْتَنِي** یعنی آپ کا کیا حال ہے کہ کہنے لگی **أَحْبَبْتَنِي وَفِي يَدِ بَغْيِي** میں اپنے آپ کو خیر کے احمقوں میں پاتا ہوں۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ بغیر افسوس سے مراد دوستی اور بدلہ ہے۔ حنیظہ بالذکر نے بھی کہا ہے۔

دیکھو اور گیلی دنیا ہے فانی

آل لگی ہے حسن میں

دل ہے ہائے بس میں

اسی طرح اگر کوئی امام یا کاتب سے پوچھا **كَيْفَ أَحْبَبْتَنِي** یعنی آپ کا کیا حال ہے، تو جواب دیتے **عَمُّو يَنْقُصُ وَكُلُّوْبُ ثَنِيْدُ** یعنی عمر گھٹ رہی ہے، اور گاہ بڑھ رہے ہیں۔

حضرت لقمان سے بھی منقول ہے کہ میں نے بہت سی کڑوی چیزوں کو چکھا ہے۔ مگر فقر سے زیادہ کڑوی چیز کڑی نہیں پائی۔ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی

فردا دوست کھنڈ کا ہے اللہ جیسا حقیقت ہے کہ میرے گھر سے اٹھ کر کسی کو
 اٹھتا ہوں ہے یا۔ کہ ضرورت وجہ ہے کسی کو اٹھ کر سے نہ اٹھائی کہ (کہ میری پارٹ
 صلا ۱۰۰) کہ یہ کہ ہم کو سب ہو گا افسر فرما لیں چاہیے ہے۔ اُسے کسی کے شہر۔ افسر
 کی کہ چڑھا نہیں۔ کہ ہر خاصہ میں ضرورتوں والا ہے۔ کوئی اس کا تعجب نہ کہتے۔
 کہہ۔ وہ نال حسدات کا ایک سے اس کی حالت میری سب اور غصہ ہے۔

وَإِذْ قَالَ لُقْمَنُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا
تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ⑬
وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَسَنَةً أُمَةٌ
وَهُمَا عَلَىٰ وَهْنٍ قَوَّصِلَةٌ فِي عَمَيقِنِ آتٍ
اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ⑭ وَإِنْ
جَاهَدَكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ
عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبُهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفَانِ
وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ
فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ⑮

ترجمہ :- اور (اس بات کو یاد کرو) جب کہ حضرت لقمانؑ
نے اپنے بیٹے سے اور وہ اس کو نصیحت کر رہے تھے ،
اے بیٹے ! نہ شرک کرنا اللہ کے ساتھ ۔ بیشک شرک البتہ
بہت بڑا ظلم ہے ⑬ اور ہم نے تاکید ہی حکم دیا ہے انسان
کو اس کے والدین کے بارے میں ۔ اٹھایا ہے اس کو
اس کی ماں نے صنعت پر صنعت پر برداشت کرتے ہوئے
اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہوتا ہے دہم نے
اس کو حکم دیا کہ شکر ادا کرو نیلر اور اپنے ماں باپ کا

اور کبھی بڑے عقائد و اعمال کے انجام سے ڈرایا جاتا ہے۔ بہر حال حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو اس طرح نصیحت فرمائی **يَا بُنَيَّ لَا تَشْرِكْ بِاللّٰهِ** اے میرے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنا۔ مفسرین کرام اس نصیحت کی بنیاد دو چیزوں کو قرار دیتے ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اُن کا بیٹا واقعی شرک میں مبتلا ہو اور آپ اُس سے ہٹانا چاہتے ہوں۔ دوسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بیٹا فی الوقت شرک میں ملوث نہ ہو مگر اس کی قباحت کے پیش نظر باپ اپنے بیٹے کے ساتھ نہایت ہی خیر خواہی کا برتاؤ کرتے ہوئے اُسے آئندہ کے لیے بھی اس کے قریب جانے سے منع کر رہا ہو۔ ظاہر ہے کہ باپ کو اپنے بیٹے سے بے پناہ محبت ہوتی ہے اور اس محبت کا تقاضا ہے کہ اُسے ہر اس چیز سے دور رکھنے کی کوشش کرے جو اُس کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہو۔ بہر حال آپ نے دوسرے لفظوں میں یہ نصیحت کی کہ بیٹا! توحید پر قائم رہنا، ایسا نہ ہو کہ تمہارا پاؤں پھسل کر شرک کی دلدل میں پھنس جائے اور یاد رکھو **إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ** بیشک شرک بہت بڑی بے انصافی کی چیز ہے۔

ظلم کا لغوی معنی ہے وضع الشيء في غير محله یعنی کسی چیز کو جگہ پر رکھ دینا۔ اس میں بڑے بڑے گناہ سے لیکر چھوٹے چھوٹے گناہوں اور لغزشوں تک آجاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کفر، شرک اور دیگر کبائر بھی ظلم کی تعریف میں آتے ہیں۔ قتل اور ناپاکی جیسے بڑے افعال بھی اسی میں آتے ہیں۔ معمولی لغزشوں میں مثلاً یہ ہے کہ کوئی شخص جو آپس میں مسجد میں چلا جائے یا مسجد میں داخل ہوتے وقت بایاں پاؤں پیچے اندر رکھ دے تو بظاہر یہ معمولی خطائیں ہیں مگر ظلم کی تعریف میں یہ بھی آتی ہیں۔ بہر حال جس طرح شرک جیسے کبیرہ گناہ کو ظلم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس طرح کفر کے متعلق بھی

مخلوق میں سے بھی کوئی نبی، ولی، فرشتہ یا جن ہر چیز کو جانتا ہے۔ یا اُس نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے تو ایسے شخص نے اللہ کی صفت میں غیر کو شریک کیا اور اس طرح شرک کا مرتکب بن گیا۔ اسی طرح صفت خلق بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے جیسے فرمایا اللہُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (الزمر - ۱۶۳) ہر چیز کا پیدا کرنا والا اللہ ہے۔ اب اگر کوئی شخص مخلوق میں سے کسی کے متعلق عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ بھی پیدا کر سکتا ہے تو ایسا شخص مشرک ہو جائے گا۔ کیونکہ اُس نے صفت خلق میں اللہ کا شریک ٹھہرایا۔ انتہائی درجے کی تعظیم قولی، فعلی یا جہانی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے کیونکہ معبود بہ حق اور نفع نقصان کا مالک صرف وہی ہے۔ اب اگر اسی نظریہ کے ساتھ کسی غیر کی تعظیم کی جائے کہ وہ بھی نفع یا نقصان پہنچا سکتا ہے تو یہ بھی شرک ہے، نذر و نیاز صرف مالک اور خالق حقیقی کے لیے مخصوص ہے۔ اگر غیر اللہ کے سامنے پیش کی تو شرک کا ارتکاب کیا۔ (غیر کا تقرب حاصل کرنے کے لیے جو نذر و نیاز دی جاتی ہے)

تدبیر بھی اللہ کی صفت خاصہ ہے یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ السَّمَآءِ اِلَیَّ
الْاَرْضِ (الاسر سجدہ - ۵) آسمان کی بلندیوں سے لے کر زمین کی پستیوں
تک ہر چیز کی تدبیر اللہ تعالیٰ کے آہے۔ تدبیر کا لفظ سورۃ النزلت میں فرشتوں
کے لیے بھی استعمال ہوا۔ جیسے فرمایا قَالَمْذٰی بَرَأْنَا مِنْ اٰیٰتِ (آیت - ۵)۔
یعنی وہ امور دنیا کی تدبیر کرتے ہیں۔ مگر وہ تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں۔ اللہ
نے دنیا کی جس ڈیوٹی پر لگا دیا ہے، وہ اس کو انجام دیتے ہیں اور از خود کوئی کام نہیں
کرتے، لہذا اُن کی تدبیر بھی اللہ ہی کی تدبیر کے تابع ہے۔ بغرضیکہ اللہ کے سوا
کسی چیز کی تدبیر بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی ایسا اعتقاد رکھے گا۔ تو وہ مشرکوں کی
صفت میں گھڑا ہو جائے گا۔

شرک کی بہت سی قسمیں ہیں اور اکثر و بیشتر لوگ کسی نہ کسی قسم میں ملوث ہو جاتے
ہیں۔ آج کل کے تعویذ گندے بھی اسی قبیل سے ہیں۔ ایسے تعویذوں میں بے اوقات

صرف اُسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ دیکھ لیں، یہاں بھی توحید باری تعالیٰ اور والدین کے حقوق کو اکٹھا بیان کیا گیا تو فرماتے ہیں کہ والدین سے نیک سلوک کا حکم حضرت لقمانؑ بھی اپنے بیٹے کو دے سکتے تھے، مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا کہ ایسا کہنے میں ذاتی غرض سامنے آتی تھی، لہذا والدین سے حسن سلوک کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے دیا۔

شاہ عبدالقادر دہلویؒ نے اس مقام پر بڑا قیمتی نوٹ لکھا ہے کہ حضرت لقمانؑ نے بیٹے کو باپ کا حق نہ بتلایا تھا کہ اپنی غرض معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے توحید کی نصیحت کے بعد اور دوسری نصیحتوں سے پہلے باپ کا حق فرمادیا کہ اللہ کے حق کے بعد والدین کا حق ہے۔ باپ نے بیٹے کو اللہ کا حق بتایا تو اللہ نے اُس کو باپ کا حق بتلادیا۔ باقی پیغمبر مرشد یا مادی کا حق بھی اللہ کے ذیل میں سمجھو کہ وہ بھی اُسی کے نائب ہوتے ہیں۔

بہر حال باقی انسانوں میں سے ماں باپ کا حق سب پر مقدم ہے۔ اس کے بعد دوسکھرانوں کے حقوق آتے ہیں۔ اسی لیے حدیث میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ میں کس کے ساتھ نیکی کروں، تو آپ نے تین دفعہ ماں کا نام لیا اور چوتھی دفعہ باپ کا ذکر کیا۔ اس کے بعد باقی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا۔ چنانچہ جیسا کہ آیت کے اگلے حصے میں اشارہ ملتا ہے ماں کے حق کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔

فرمایا ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ حسن سلوک کا تاکید حکم دیا اور خاص طور پر ماں کے ساتھ کیونکہ حَمَلَتْہُ اُمُّہُ وَهَنَ عَلٰی وَهْنِ اُس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری برداشت کر کے اُس کو اٹھایا یعنی دورانِ حمل ماں نے سخت تکلیف برداشت کی، اور جب بچہ پیدا ہو گیا وَفَضَّلَہُ رَفْعَ عَامَیْنِ اور اُس کا

ماں کا
خصوصی حق

پہلی آیت میں حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو شرک کی قباحت بیان کر کے اس سے منع کیا تھا۔ پھر درمیان میں اللہ نے والدین سے متعلق حسن سلوک اور ان کی اطاعت گزاری اور خدمت گزاری کا حکم دیا، مگر شرک کے متعلق فرمایا وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا كَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ اگر تیرے والدین تجھے مجبور کریں کہ تم میرے ساتھ ایسی چیز کو شرک بناؤ جس کا تمہیں علم نہیں فَلَا تَطِعْهُمَا تو ان کی بات نہ مانو۔

اس مقام پر اللہ نے صرف شرک کے معاملہ میں والدین کی اطاعت سے منع فرمایا ہے مگر صاحب تفسیر منظر شی اور بعض دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ اگر والدین شریعت کے کسی بھی حکم کے خلاف مجبور کریں تو ان کی بات نہیں مانی جائیگی۔ مثلاً والدین مجبور کریں کہ کسی فرض، سنت، مکرہ یا واجب کو ترک کر دو تو اولاد کے لیے حکم ہے کہ وہ والدین کی بات نہ مانیں، ہاں اگر کسی مباح عمل سے منع کریں مثلاً نفل پڑھنے کی بجائے اپنے پاس پہننے کا حکم دیں تو ایسی صورت میں نفل ترک کیے جاسکتے ہیں۔ اور اگر وہ کہیں نماز باجماعت کے لیے مسجد میں نہ جاؤ یا غیر اللہ کی نذر و نیاز دو تو ان کا یہ حکم ماننے کی اجازت نہیں ہے۔

والدین سے
حسن سلوک

فرمایا والدین کے غلط حکم کا انکار کر دو، البتہ وَصَاحِبُهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا دنیا میں ان کے ساتھ دستور کے مطابق رفاقت اختیار کرو۔ اگر والدین کافر بھی ہوں تو پھر بھی دنیاوی معاملات، لین دین اور خدمت گزاری کے سلسلے میں ان سے اچھا سلوک کرو۔ ہمارے بزرگوں میں سے حضرت مولانا حبیب اللہ سندھیؒ اس حکم کی زندہ مثال ہیں۔ آپ کی والدہ آخری دم تک ہندو مت پر قائم رہی۔ اگرچہ آپ بڑی عمر کے ہو چکے تھے مگر والدہ آپ کو پیٹ بھی لیتی تھی مگر آپ اُت تک نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ ماں نے ایک گلے کی قرعائش کی تاکہ وہ اپنے مذہب کے مطابق اُسے دان (خیرت) کر سکے۔ مولانا نے گلے خرید کر دی اور ماں کو راضی

فرمایا میری طرف رجوع نہ کیجئے ورنے کا اتنا بل کہہ دے لَسَوْفَ أَلْقِيَنَّكُمْ فِي سَمِّ
قَم سَب نے میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے فَأَيُّكُمْ يَمُنُّ بِمَا كُنْتُ نَعَزُّ
تَعْمَلُونَ پھر میں تمہیں بتا دوں گا جو کچھ تم دنیا میں کام کرتے ہو۔ قیامت
 ورنے دن تمہاری ساری کارگزاریاں تمہارے سامنے آجائے گی۔

يَا بَنِي إِسْرَءِيلَ إِنَّا جَعَلْنَا لَكَ مِنْ قَبْلُ نَبِيًّا
مُتَّبِعًا لَكَ فِي صَفْوَةِ الْأَوَّلِينَ السَّوَابِ
أَوَّلِي الْأَرْضِ يَأْتِي بِهَا اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ
خَبِيرٌ ① يَبْنِي أَمِيرَ الصَّلَاةِ وَأَمْرَ الْمَرْجُومِ
وَأَنَّهُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَصْبِرْ عَلَى مَا أَصَابَكَ إِنَّ
ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ② وَلَا تُصَوِّرْ خَدَّكَ
لِلنَّاسِ وَلَا تَتَّبِعْ فِي الْأَرْضِ مَرَجًا إِنَّ اللَّهَ لَافْتَحُ
كُلِّ الْخُتَالِ فَخُورٌ ③ وَأَقِمِ فِي مَسْجِدِكَ وَاعْمُرْ
مِنْ صَوَابِ دِينِ الْكَوَالِ صَوَابِ الصَّوَابِ الْحَمِيدِ ④ يَا

برہمہ المعجز ہے، چنگ محمد بن کعبہ الیہ السلام
کی راہ میں گزرتے ہیں۔ چنگ محمد بن کعبہ الیہ السلام
وہ کسی گنہگار ہے۔ چنگ محمد بن کعبہ الیہ السلام
محمد بن کعبہ الیہ السلام۔ چنگ محمد بن کعبہ الیہ السلام
ہر چیز کی غیر ممکن ہے۔ چنگ محمد بن کعبہ الیہ السلام
محمد بن کعبہ الیہ السلام۔ چنگ محمد بن کعبہ الیہ السلام
محمد بن کعبہ الیہ السلام۔ چنگ محمد بن کعبہ الیہ السلام
محمد بن کعبہ الیہ السلام۔ چنگ محمد بن کعبہ الیہ السلام

نہیں پسند کرتا ہر اترانے والے اور لڑائی کا اظہار کرنے والے شخص کو (۱۸) اور میاں دہی اختیار کرو اپنی چال میں اور پیٹ رکھو اپنی آواز کو۔ بیشک سب سے بڑی آواز گمے کی آواز ہے (۱۹)

گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان کی بعض نصیحتوں کا ذکر کیا جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کیں۔ ان میں سب سے پہلے آپ نے شرک کی قیامت بیان کر کے اس سے منع فرمایا۔ پھر اللہ کے والدین کے ساتھ جس سلوک کا حکم دیا آہم اگر والدین کفر و شرک یا کسی دیگر خلاف شرع کام کا حکم دیں تو ان کی حکم عدولی کی اہانت دی اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ دنیا میں ان کے ساتھ دستور کے مطابق اچھا سلوک کہتے رہو۔ اللہ نے ان لوگوں کی پیروی کا حکم دیا جو اس کی طرف ہرج سکتے ہیں اور واضح کو۔ یہ بالآخر ہم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اور وہ تمہارے سارے اعمال تمہارے سامنے رکھ دے گا۔

ربطیات

احمال کی پیشی

گزشتہ درس میں پہلے حضرت لقمان کی نصیحت تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ذالکرین سے عین سلوک کا حکم دیا۔ آپ آج کے درس میں حضرت لقمان کی طرف سے بیٹے کے حق میں باتیں نصیحتوں کا تذکرہ ہے۔ ارشاد ہوتا ہے لِيُبَيِّنَ لَهُ مَا يَكُفِّرُ بَنَدًا وَيَكْفُرُ بِهِ بَنَدٌ مُّؤْمِنًا۔ اگر کوئی چیز راہِ تقسیم کی یا بدی، ایک راہی کے دانے کے برابر بھی ہو کسی چھوٹی سے چھوٹی چیز کی مثال دینی ہو تو ذرہ یا رانی کے دانے کے ساتھ ہی جاتی ہے کیونکہ یہ دونوں بالکل چھوٹی چیزیں ہیں۔ تو فرمایا کہ اگر کوئی چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی ہو فتنہ کن فتنہ صغیر اور وہ بھی کسی پتھر کے اندر آؤ فتنہ السموات آؤ فتنہ الارض یا وہ آسمانوں کے کسی کنا سے پر یا زمین کے کسی گوشے میں ہو یا آیت جہا اللہ اللہ تعالیٰ اسے لے آئے گا، مطلب یہ ہے قیامت کو جب محاسبہ اعمال کی منزل آئے گی تو اللہ تعالیٰ ہر چھوٹے سے چھوٹے عمل کو جہاں کہیں ہو گا اسے حاضر کر دے گا۔ اور ایسا

مگر اللہ تعالیٰ کے یہ کچھ حکم نہیں کہ اگر وہاں ایک نیک شخص ہو تو وہ بھی
بہت دیکھ جائے گا۔ یہ بھی بہت دیکھ جائے گا۔

مگر اللہ تعالیٰ کے یہ کچھ حکم نہیں کہ اگر وہاں ایک نیک شخص ہو تو وہ بھی
بہت دیکھ جائے گا۔ یہ بھی بہت دیکھ جائے گا۔

مگر اللہ تعالیٰ کے یہ کچھ حکم نہیں کہ اگر وہاں ایک نیک شخص ہو تو وہ بھی
بہت دیکھ جائے گا۔ یہ بھی بہت دیکھ جائے گا۔

مگر اللہ تعالیٰ کے یہ کچھ حکم نہیں کہ اگر وہاں ایک نیک شخص ہو تو وہ بھی
بہت دیکھ جائے گا۔ یہ بھی بہت دیکھ جائے گا۔

دن سب سے پہلے اسی کے متعلق سوال ہو گا۔ کہ دنیا میں نماز قائم کی تھی یا نہیں
خارجی شاعری نے بھی کہا ہے۔

روز محشر کہ جان گداز برد

اولیں پکسنش نماز برد

نماز تقرب الی اللہ کا قوی ترین ذریعہ ہے۔ یہ ایسی جامع العبادات ہے جس میں روح و دماغ
زبان اور دیگر اعضا و جوارح اللہ کی تعظیم میں مشغول ہو جاتے ہیں، گویا ظاہری اور باطنی ہر ذریعہ
سے عبادت کا ذریعہ نماز ہے، نماز میں جو عبادات اور دعائیں کی جاتی ہیں ان میں تمام نیک
لوگ شامل ہوتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ جب کوئی نمازی نماز میں
اَلَسَّلَامُ عَلَیْکُمْ نَا وَ عَلَیْکُمْ عِبَادُ اللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ پڑھتا ہے تو اس کا اثر ارض و سما
میں ہر نیک بندے تک پہنچتا ہے، نماز میں تمام اہل ایمان و فرشتوں اور نیک جنات
کا حق ہوتا ہے۔ جو شخص نماز نہیں پڑھتا وہ تمام بندوں کا حق ضائع کر رہا ہے۔

نماز انفرادی عبادت بھی ہے اور اجتماعی بھی۔ یہ انفرادی عبادت اس لیے ہے کہ اس کے
لہذا یہی ہر نمازی کی ذاتی اصلاح ہوتی ہے۔ اور اجتماعی پڑھنا اس لحاظ سے ہے کہ نماز کا
قیام ہر اسلامی حکومت کے فرائض میں شامل ہے۔ شاہ ولی اللہ اپنی کتاب ازالۃ الخفاء
میں لکھتے ہیں کہ ہر سلطان خلیفہ پر فرض نماز ہوتا ہے کہ وہ مساجد تعمیر کرے، ان میں امام
مقرر کرے اور نماز باجماعت کو جمہور کا اہتمام کرے۔ دینی تعلیم کا بندوبست کرے
اور حصول انصاف کے لیے شرعی عدالتیں قائم کرے۔ حدود کو قائم کرنا، دین کی تبلیغ
کا انتظام کرنا، ملکی سرحدوں کی حفاظت کرنا وغیرہ بھی فرائض خلافت میں شامل ہیں۔
آج کل تو نظریہ بدل چکا ہے اور امور سلطنت اور امر دینی کو الگ الگ چیز سمجھا جاتا ہے
مگر حقیقت میں یہ سب ایک ہی چیز کے مختلف شعبے ہیں۔ جس طرح دیگر امور سلطنت
انجام دینا حکومت وقت کا فریضہ ہے اسی طرح نماز کا قیام بھی حکومت کے فرائض

لہذا ہم حق مسئلہ تمل ازالۃ الخفاء ص ۱۰۰ (خلاصہ)

یہ کام سرانجام دیں۔ اور عوام الناس کا فرض یہ ہے کہ وہ دل سے ہی نیکی کو اچھا اور برائی کو بُرا سمجھیں۔

علمائے حق نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ جویشہ ادا کیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں بڑی بڑی تکالیف برداشت کی ہیں۔ دنیا میں ایسے حکمران بھی گزرے ہیں کہ اگر کسی عالم نے یہ فریضہ ادا کیا تو حکم دیا کہ اس کے دانت اکھاڑ کر اس کے سر میں ٹھونک دو۔ کہنے ہی اللہ والے گزرتے ہیں جنہیں اس راستے میں جامِ شاد نوش کرنا پڑا۔ منکرات جاری سوسائٹی کا جزو بن چکے ہیں جن میں برائی کو برائی سمجھا ہی نہیں جاتا۔ آج ظلم اندیشی کے خلاف آواز بلند کرو، کون سنے گا؟ عراقی، فاطمی، عجمی قاربازی وغیرہ اپنے جروج پر ہیں مگر ان کی روکنے کی ہمت کس میں ہے؟ یہ تو حکومت کا فرض ہے کہ وہ ان قبیح چیزوں کا قلع قمع کرے مگر وہاں بھی مصطفیٰ آڑے آرہی ہیں۔ بہر حال حضرت ائمہ نے اپنے بیٹے کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی نصیحت بھی کی۔

عزیز صبر

انہوں نے بیٹے سے یہ بھی کہا وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ بِمَا أَنَا بِمَا أَصَابَكَ بِمَا أَصَابَكَ بِمَا أَصَابَكَ ہمیشہ اُردو تکلیف چمکھ کرنا۔ راہ حق میں لوگ تمہیں طعنے دیں گے، داریں پٹیں گے ذہنی تکلیف دیں گے مگر تم صبر کا دامن نہ چھوڑنا۔ دیکھو! خود صلی اللہ علیہ السلام اور آپ کے صحابہ نے دین کی راہ میں کس قدر تکلیف برداشت کیں مگر زبان پر ہر وقت شکایت نہ آیا۔ یہ بڑی کٹھن منزل ہے جس پر ثابت قدم رہنا اور حوصلہ نہ ہارنا۔ إِنَّ ذَٰلِكَ يَسْتَعِذُّ بِالْمُؤْمِنِينَ بِمَا يَخْتَلِفُ فِيهِ ان میں سے ہیں عزیمت الامور کا معنی یہ ہے کہ دین میں یہ نوک و گداز ہیں جن پر سختی سے کاربند ہونا ضروری ہے۔ اقامتِ صلوة، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور مصائب میں صبر کرنا، اکیڈمی احکام میں شامل ہیں۔ اس کا درد سراسر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بلیک یہ چیزیں جو صلے کی بات ہیں سے ہیں۔ ہر آدمی ان امور پر حاوی نہیں ہو سکتا، ان کاموں میں وہی پورا اُتھتے ہیں۔ جن کو اللہ توفیق دیتا ہے۔

سے، اے مگر تم ایسا نہ کرنا کیونکہ یہ سخت ناپسندیدہ چیز ہے۔ خود حضور علیہ السلام کی چال اگرچہ تیز ہوتی تھی مگر آپ آگے کی طرف جھکے ہوئے نظر آتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کسی ڈھلوان سے اتر رہے ہیں۔ آپ قدم کو گھسیٹ کر نہیں بلکہ اٹھا کر رکھتے تھے یہ آپ کی تواضع کی علامت تھی۔ طبیعت کے خلاف نہ بہت چیزیں چلتا اچھا ہے اور نہ بہت سست بلکہ میاں روی ہی بہتر ہے۔ خدا تعالیٰ کو عاجزی پسند ہے نہ کہ اکثر۔

سک السلوک ^۱ خطبے بزرگ لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ کو آپ پر چلتے ہوئے قدرے جھک کر جا رہے تھے، کسی نے دریافت کیا، اے علیؑ! کیا تماری پشت پر کوئی بوجھ رکھا ہے جو اس قدر تمھیں جا رہے ہو؟ فرمایا، میں جھک کر کیوں نہ چلوں کہ میری پشت پر اتنا بڑا بوجھ ہے جس کو اٹھانے سے زمین، آسمان اور پہاڑوں نے بھی انکار کر دیا۔ مگر حَمَلُهَا الْإِنْسَانُ (الاحزاب ۴۷) اسی بوجھ کو انسان نے اٹھالیا۔ یہ انسان کے شکست ہونے کا بوجھ تھا جو اس نے اٹھالیا۔ تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں شریعت کے فضا اور حضور علیہ السلام کی سنت کے مطابق جھک کر چلتا ہوں۔

حضرت لقمانؑ نے بیٹے کو چال میں میاں روی اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہا وَإِغْضُضْ رِجْلَكَ حَتَّى تَلْصُقَ بِأُذُنِكَ كَرِيءٌ۔ آواز کو بلا ضرورت بلند نہ کرنا سخت ناپسندیدہ فعل ہے۔ اللہ نے بطور تہنید فرمایا إِنَّ أَمْسَكَ الْأَصْوَاتِ لَاصْوَاتٌ لِّالْحَمِيئِينَ بیک آوازوں میں سے قہقہہ ترین آواز گدے کی ہے۔ جو آدمیوں کے لیے سخت مکروہ ہوتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب مرغ فرشتے کو دیکھتا ہے تو آواز نکالتا ہے۔ لہذا جب مرغ کی آواز سنو تو اللہ کا فضل مانگو۔ اور جب گرہا شیطان کو دیکھتا ہے تو سخت ناگوار آواز نکالتا ہے، لہذا ایسے وقت میں شیطان اور اس کے دواوس سے خدا کی ذات کے ساتھ پناہ پکڑا کرو۔ غرضیکہ انسان کو بلاوجہ

گواہی
پیشی

۱۔ روح المعانی ج ۱۰ ص ۱۰۰

۲۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۰۰ و تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۰۰ (فیما مضی)

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ
 وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ فِعْمَهُ ظَاهِرَةً
 وَبَاطِنَةً وَمِنَ النَّاسِ مَنۢ يُجَادِلُ فِي اللّٰهِ
 بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتٰبٍ مُّبِينٍ ﴿۲۰﴾
 وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا
 بَلۡ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلٰی اَبَآئِنَاۤ اَوَّلُكَانَ
 الشَّيْطٰنُ يَدْعُوهُمْۤ اِلَى عَذَابٍ سَعِيْرٍ ﴿۲۱﴾
 وَمَنۢ يُسَلِّمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ
 فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰىۤ اِلَیَّ وَالْمَلِكِ
 اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾ وَمَنۢ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنُكَ
 كُفْرُهُۥۤ اِلَیَّآۤ اِنَّا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمۤ بِمَا
 عَمِلُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذٰلِكَ الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾
 نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْۤ اِلَیَّ
 عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۲۴﴾

ترجمہ: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بیک اللہ تعالیٰ نے
 سخر کیا ہے تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں میں ہے

نعمتیں ہیں جن کے بغیر انسان جانوروں سے بھی بدتر بن جاتا ہے۔ اللہ نے ایسی ایسی کمال ظاہری اور باطنی نعمتیں عطا کی ہیں کہ انسان کسی ایک نعمت کا بھی شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ مگر یہ اس کی قیمتی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کا شکر گزار بننا ہے اور اس کی ذات، صفات اور شان کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا اور نہ ہی اس کی توحید کو مانتا ہے۔ بہر حال اللہ نے واضح کر دیا کہ میں نے تو انسان کو عطا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اب انسان ان چیزوں سے کس حد تک فائدہ اٹھاتا ہے، یہ اس کی اپنی مرضی پر موقوف ہے۔

دلائل توحید

ظاہری اور باطنی انعامات کا مقصد تو یہ تھا کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت حاصل ہو جائے مگر صورت حال یہ ہے وَمِنَ النَّاسِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُغْنِ عَنْهُمْ اللَّهُ وَرِثَتُهُمْ هَبْطًا ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَنِيًّا عَنِ الْعَالَمِينَ۔ بعض ایسے بھی ہیں مَن مَّيَّاءُ فِي الْوَادِيَةِ يَنْبَغِي عَلَيْهِمْ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٌ مُّزِينٌ جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بغیر علم، بغیر ہدایت اور بغیر روشن کتاب کے جھگڑا کرتے ہیں۔ اللہ نے اس مقام پر ان تین چیزوں کا ذکر فرمایا ہے کہ لوگ توحید خداوندی کا انکار کر کے شرک میں مبتلا ہوتے ہیں مگر علم، ہدایت اور روشن کتاب میں سے اپنے حق میں کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتے۔ پہلی چیز علم ہے جس سے عقلی دلیل مراد ہے کہ کافر اور مشرک شرک کے حق میں کوئی عقلی دلیل پیش کرے جس کی بناء پر وہ دوسروں کو خدا تعالیٰ کا شریک ٹھہرانے میں۔ پچھلے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے توحید کے اثبات اور شرک کی تردید میں بہت سے دلائل پیش کیے ہیں۔ ان میں ارض و سما کی تخلیق، پہاڑوں کو کاڑھ دینا، آسمان کو بغیر ستون کے کھڑا کرنا، جانوروں کو زمین میں بکھیر دینا، بارش اتار کر اس سے بارونق اور عمدہ قسم کے پھل، پھول اور اناج پیدا کرنا شامل ہے۔ یہ سب عقلی دلائل ہیں جن میں غور و فکر کر کے انسان توحید الہی کو سمجھ سکتا ہے مگر اس کے برخلاف شرک کے حق میں کوئی بھی عقلی دلیل پیش نہیں کی جاسکتی۔ دوسری چیز کے متعلق فرمایا کہ یہ لوگ بغیر ہدایت کے اللہ کی ذات و صفات کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں۔ ہدایت سے مراد عقلی دلیل ہے جو انبیاء کی ولایت

تقلید کہلاتی ہے۔ ایسے لوگ نہ کسی نبی کو ملتے ہیں اور نہ کسی کتاب کو اور نہ کسی نیک شخص کے اتباع کی ضرورت محسوس کرتے ہیں بلکہ اپنے باپ دادا کے طریقے کو ہی اول و آخر سمجھ لیتے ہیں، اور اُس کے خلاف کوئی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔

آباؤ اجداد کی تقلید اس صورت میں تو جائز ہے کہ وہ اللہ کے نبی یا نیک صالح اور اللہ کے لوگ ہوں۔ جیسے یوسف علیہ السلام نے قید خانے کے دوران کہا تھا
وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نَكْفُرَ بِاللَّهِ مِثْ شَيْءٍ (یوسف ۲۸) میں تو اپنے باپ دادا ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کا اتباع کرتا ہوں اور ہمارے لیے یہ کسی طرح بھی مناسب نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مٹھائیں وہ تو اللہ کے نبی اور لہدیٰ برحق تھے۔ ایسے لوگوں کے نقش قدم پر چلنا تو باعث فخر ہے، یہ تو عین سعادت ہے۔ لیکن اگر آباؤ اجداد شرکیہ، کفریہ اور معصیت والے راستے پر ہوں تو ان کا اتباع اندھی تقلید ہوگا۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا کہ تم کہتے ہو کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کا اتباع کریں گے ۱۱ وَلَوْ كَانَ الشَّيْطَانُ يَدْعُوهُمْ إِلَى عَذَابِ السَّعِيرِ اگرچہ شیطان ان کو دوزخ کے عذاب کی طرف بلاتا ہو، تو کیا پھر بھی انہی کے نقش قدم پر چلوں گے؟ یہ تو بڑی بد بختی کی بات ہے۔ سورۃ فاطر میں فرمایا کہ بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے اور اُسے دشمن ہی سمجھو اِنَّهَا يَدْعُوْا حِزْبًا لِّیْکُمْ کُوْنُوْا مِنْ اَصْحَابِ السَّعِیْرِ (آیت ۶) وہ تو اپنے گروہ کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں جمع کر کے جہنم کے عذاب کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔ لہذا بغیر سوچے سمجھے آباؤ اجداد کی تقلید نہ کسی عقلی دلیل سے ثابت ہے، نہ نقلی دلیل سے اور نہ کسی کتاب سے سورۃ بقرہ میں فرمایا کیا تم پھر بھی آباؤ اجداد کی تقلید کرو گے ۱۲ اَبَاؤُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْئًا وَلَا یَهْتَدُوْنَ (آیت ۱۷)

کافران بھی ہے۔ وَيُؤْمِنُ بِاللّٰهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ
 لَآ اَلْفَصَامَ لَهَا (البقرہ ۲۵۶) جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اُس نے گویا
 مضبوط کڑے کو پکڑ لیا جو ٹوٹے گا نہیں تو فرمایا کہ جس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ
 کے تابع کر لیا، اور اس کام میں انبیاء ہمیشہ پیش پیش ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم
 علیہ السلام کے واقعہ میں بھی آتا ہے اِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ
 لِرَبِّ الْعَالَمِينَ (البقرہ ۱۲۱) جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے
 اطاعت کا مطالبہ کیا تو انہوں نے عرض کیا، مولا کہیم! میں سہ تین مصلح اور مضر کار
 ہوں۔ تو جس کام کا حکم دے۔ میں بسر و چشم تعمیل کے لیے تیار ہوں۔ جب کوئی
 شخص اس حال میں اطاعت گزار بن جائے گا تو یقیناً کامیاب ہوگا۔ وَآلِی
 اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ اور سب کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے
 قیامت والے دن جب اللہ تعالیٰ کے حضور حجاب کتاب کی منزل آئیگی، تو ہر
 چھوٹا بڑا اور نیک و بد عمل حاضر کر دیا جائیگا اور پھر اپنی کے مطابق خدا تعالیٰ
 کی عزت میں فیصلے ہوں گے۔

کفر کا انجام

فرمایا وَصَّی کُفْرًا اور جس شخص نے کفر کیا یعنی توحید کا انکار کیا، رست
 اور کتب ساویہ کا انکار کیا اور روز جزا کو جھٹلایا، تو اُسے نبی علیہ السلام فَتَدَّ
 یَحْزَنُكَ کُفْرُهُ ایسے شخص کا کفر کرنا آپ کو زیادہ غم میں نہ ڈالے کیونکہ اَلْبَنَّا
 مَرْجِعُهُمْ اَنْ سَبَّ کُوْجَارِیْ ہر طرف لوٹ کر آتا ہے فَتَنْبِئُهُمْ بِمَا
 عَمِلُوْا اِیْنَ اَنْ کُوْجَارِیْ گے جو کچھ وہ کام کرتے تھے، اُن کی ساری کارگزاری
 سے ہم واقف ہیں کیونکہ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ بیشک اللہ تعالیٰ
 سینوں کے راز بھی جانتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ زبان پر آنے سے پہلے دل کی بات کو
 بھی جانتا ہے۔ وہ لوگوں کے انجام دیے ہوئے کاموں سے کیسے غافل ہوگا؟ وہ
 تمام مخفی چیزوں کو بھی جانتا ہے، لہذا ہر شخص کے عقیدے اور عمل کے مطابق ہی
 جزا اور سزا کا فیصلہ کریگا۔

وَلَيْنَ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ
لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٥﴾ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ اَنَّ مَا فِي
الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَوْ نَخْلٍ اَوْ اَفْلاَمٍ وَالْبَحْرِ يَمْدُهُ
مِنْ تَعْدِهِ سَبْعَةً اَمْثِلًا لَمَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ
اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٧﴾ مَا خَلَقَكُمْ
وَلَا بَعَثَكُمْ اِلَّا كُنُفٰسٍ وَّاحِدَةً اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ
بَصِيْرٌ ﴿٢٨﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوَلِّجُ الْبَلَّ فِي
النَّهَارِ وَيُوَلِّجُ النَّهَارَ فِي الْبَلِّ وَسَخَّرَ
الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ اِلَىٰ اَجَلٍ
مَّسٰوٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿٢٩﴾
ذٰلِكَ يَٰۤاَنَّا اللّٰهُ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ
مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ
الْكَبِيْرُ ﴿٣٠﴾

کا منہ ہی کھایا گیا ہے۔ چنانچہ سمۃ کے آغاز میں قرآن مجیم کی حاکمیت اور صداقت اور اس کے
 وحی اللہ ہونے کا بیان تھا۔ پھر حضرت عثمان کی بعض جہتوں کا ذکر ہوا جن میں حضرت
 شرک کی تردید ہے، اس کے بعد قریم کے عقلی اور نقلی دلائل بیان کیے، نیز یہ بھی
 کہ مشرکوں کے پاس نہ کوئی عقلی دلیل ہے، نہ کسی نبی یا بزرگ کا قول اور نہ کوئی
 روشن کتاب ہے جس سے وہ کفر پر اور شرک پر حقائق ثابت کر سکیں۔ اس کے
 بعد اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور لڑائی کا ذکر ہوا، اور یہ بھی کہ شیطان لوگوں
 کو گمراہ کرتا ہے۔ اکثر لوگ اپنے اباؤ اجداد کی رسومات پر چلتے سہتے ہیں۔ البتہ
 جو شخص اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے تابع نہ سمجھے اور نیکی کا راستہ اختیار نہ کرے
 ہے وہ گمراہ دین کے مضبوط کڑے کو پکڑ لیتا ہے۔ پھر اللہ نے اسی وحی کہ
 لوگوں کا کفر و شرک میں مبتلا ہوا آپ کو زیادہ غم میں ڈالے۔ سب نے ہمارے
 ہی پاس لوٹ کر آنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے سینوں کے رازوں کو بھی جانتا
 ہے، ان کے تمام حقائق و اعمال اس کے علم میں ہیں۔ فرمایا ہم تھوڑی مدت کے
 لیے ان کو دنیا میں فائدہ اٹھانے کی جہالت دیں گے، اور پھر گھسیٹ کر دوزخ
 کے سخت عذاب کی طرف لے جائیں گے۔

اب آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے عقیدہ قریم کے اثبات اور شرک
 کی تردید میں کچھ دلائل نوکر کیے ہیں، اور اپنی بعض صفات کمال کو بیان کیا ہے
 اور خدا پر ہے وَلَکِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّحَابَ وَالْأَرْضَ
 اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے لَيَقُولُنَّ
 اللَّهُ قَرِيبٌ لِّمَنْ يَدْعُوہُ کہ اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ یہ دلیل قرآن پاک میں بکثرت
 بیان کی گئی ہے کہ آپ کسی بھی مشرک سے ارض و سما کی تخلیق کے متعلق سوال
 کر کے رکھ لیں وہ اے اللہ کی طرف منسوب کیے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ گویا
 اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت تخلیق سے اپنی الوہیت کو ثابت کیا ہے کہ معبود بھی
 وہی ہو سکتا ہے جو خالق ہے۔ اور جو خالق نہیں وہ معبود نہیں ہو سکتا۔

دلائل قریم

کے لوگ تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا خالق بھی کوئی نہیں۔ غرضیکہ ان دو درجہ ہات میں سب کا اتفاق ہے۔

توحید کا تیسرا درجہ اللہ کی صفات تدبیر سے یعنی کائنات کی تدبیر میں اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ اس درجہ میں اکثر لوگ اختلاف کر کے شرک کے مرتکب ہو جاتے ہیں مثلاً ستاروں کا طہر جاننے والے نجومی ستاروں کو مؤثر مان کر ان کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں اور پھر ان کی عبادت بھی کرنے لگتے ہیں۔ یہی تو لوگ صبح علیہ السلام کو خدا کی صفات تدبیر میں شریک کرتے ہیں۔ یہودی عزیر علیہ السلام کو اور بعض دوسرے لوگ کسی ولی، بزرگ، جن یا فرشتے کو اس صفت میں شریک کر کے شرک بنتے ہیں۔ البتہ اہل ایمان کا پختہ عقیدہ یہ ہے کہ جس طرح خدا کے سوا واجب الوجود اور خالق کوئی نہیں۔ اسی طرح اس کے سوا مدبر بھی کوئی نہیں۔ وہ ہر چیز کی تدبیر خود بلا واسطہ کرتا ہے اور اس نے یہ اختیار کسی دوسری ہستی کو نہیں دیا۔ غرضیکہ بہت سے لوگ تدبیر میں آکر شرک کرنے لگتے ہیں، اللہ نے اس کا ذکر قرآن میں بکثرت کیا ہے۔

توحید کا چھٹا درجہ عبادت کا ہے۔ ایک آدمی کا عقیدہ تو یہی ہو گیا ہے کہ عبادت کے لائق صرف وہی ذات ہے جو واجب الوجود، خالق اور مدبر ہے۔ مگر بہت سے لوگ کسی نبی، ولی، بزرگ، یا فرشتے یا جن کو بھی عبادت میں شریک کرتے ہیں۔ اور بعض لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کی عبادت براہ راست درجہ قبولیت کو نہیں پہنچتی۔ جب تک وہ میان میں مقرر ہیں الہی کی عبادت نہ کریں۔ ان کا یہ عقیدہ خود قرآن نے بیان کیا ہے مَا تَخْبِئُ لَهُمْ إِلَّا لِيُقْبَلُوا إِلَهُكَ اللَّهُ زَلْنِي (الزمر: ۲۴) کہ ہم ان کی عبادت تقرب الہی حاصل کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ یہ اللہ کے مقبول بندے ہیں، ہماری عبادت ان کی عبادت کے ساتھ مل کر درجہ قبولیت کو پہنچتی ہے، یا یہ کہ ان ہستیوں کو ہم اللہ کے ملاں سفارشی بناتے ہیں۔

ان جن، فرشتے، غرضیکہ ساری صاحب شعور مخلوق ان قلموں اور سیاہی کے ساتھ
 لکھنا شروع کر دے، تو تمام قلمیں ٹوٹ جائیں گی، سیاہی ختم ہو جائیگی۔ مگر مَا نَقِذْتُ
 کَلِمَاتِ اللّٰهِ اللہ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے، سائنس دان کہتے ہیں، کہ
 دنیا میں صرف پردوں کی دس لاکھ سے زیادہ قسمیں ہیں اور درختوں کا تو شمار ہی
 نہیں ہے۔ ذرا اندازہ لگائیں کہ تمام پودے اور درختوں کی قلمیں بنالی جائیں اور
 تمام سمندروں کے پانیوں کو سیاہی میں تبدیل کر دیا جائے اور خدا تعالیٰ کے کلمات لکھنا شروع
 کر دیں تو یہ تمام چیزیں ختم ہو سکتی ہیں مگر پھر بھی اللہ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔ گویا
 اللہ تعالیٰ اتنے کالات اور وسعت کا مالک ہے

مفسرین کرام کلمات الہیہ کی تفسیر دو طرح سے کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ
 کی معلومات اس قدر وسیع ہیں جو ختم نہیں ہو سکتیں۔ اور دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ
 کی تعریف کے کلمات اور اس کی خوبیوں کو لکھنے لگیں تو سات سمندروں کی سیاہی
 لکھتے لکھتے ختم ہو جائے گی، مگر اللہ کی صفات ختم نہیں ہوں گی۔ خود حضور
 علیہ الصلوٰۃ والسلام دعائیں کہہ کر کہتے تھے اَللّٰهُمَّ لَا اُحْصِیْ شَآءًا
 حَلَمْتَ اَنْتَ کَمَا اَشْنِیْتُ عَلَیْ نَفْسِکَ اے اللہ! میں
 تو تیری تعریف کو شمار نہیں کر سکتا یعنی کا حق تعالیٰ تعریف کہہ ہی نہیں سکتا، تو
 ایسا ہے جیسے تو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ کی معلومات
 کی وسعت یا اس کی خوبیوں کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ
 حَکِیْمٌ بیشک اللہ تعالیٰ کمال قدرت کا مالک اور حکمت کا مالک ہے
 توحید اور صفات کمال کے مسئلہ کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے بعث
 بعد الموت کا مسئلہ بھی سمجھا دیا ہے ارشاد ہوتا ہے، وَکَیْفَ اِمَّا خَلَقَکُمْ
 وَلَا یَعْبَثُکُمْ اِلَّا کُنْفُسٍ وَّلِجْدَةٍ نہیں ہے تمہاری اولین تخلیق

بعث
 بعد الموت

خِیْبَتِ بَیْکِ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام اعمال سے باخبر ہے اور وہ انہی کے مطابق تمہیں بدلہ دے گا۔

فَرِیَا ذَٰلِکَ یَا اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْحَقُّ یَرِیْ سَبْکَہٗ اَسْ یَیْے ھُوَ کَاکَ اللّٰہِ ۛ
 ہی برحق ہے۔ اس کی ہر بات معنی برحقیقت ہے اور اُس کا ہر وعدہ پکا ہے
 وہ وعدہ لاشریک ہے۔ وَاَنْ مَّکَا یَدْعُوْنَکَ مِنْ دُوْنِہٖ الْبَاطِلُ
 اور اُس کے علاوہ جس کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ باطل ہے۔ ہر دوسری اللہ غالی ہے
 کرنی چیز قائم و دائم نہ ہونے والی نہیں۔ یہ لوگ جس نبی، ولی، بزرگ، طہر، مجبر، فرشتے
 یا جن کو حاجت روا یا مشکل کشا سمجھتے ہیں۔ سب غالی ہیں وَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ
 الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی بلند اور بڑا ہیوں کی
 مالک ہے، لہذا عبادت بھی صرف اُسی کی کرنی چاہیے کیونکہ اُس کے
 علاوہ ہر چیز باطل ہے۔

لَمْ تَرَ الْفُلَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِفَعْلِهِ
 مَلَكُ لِيُصِيبَكُمْ مِنْ آيَاتِهِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ
 لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿١٠١﴾ وَإِذَا غَشِيَهمُ
 مَوْجٌ كَالظُّلُمِ دَعَوْا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ
 فَلَمَّا بَلَغَهُمُ الْغُرُوبُ رَأَوْا إِلَهَُ رَبِّهمْ مُضْطَرِبِينَ
 وَمَا يَنجِعُهُمْ إِنِّي لَا أَغْنَى عَنْكَ كُفُودُ ﴿١٠٢﴾
 يَأْتِيهِمُ الْغَوَّاسُ أَتُوا رَبَّكُمْ وَأَغْشَوْا يَوْمَهُمُ
 يَجْنِبُونَ وَأَبْدَ عَنْ وَلَدِهِ وَلَا يَسْأَلُونَ هُجَاوَهُمْ
 عَنْ وَلَدِهِ مَلَكًا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَمَّا
 يُنْفَخُ الْعُرُوجُ الْعَرُودُ ﴿١٠٣﴾

تو جسے اس کی قوم نے نہیں دیکھا کہ پہلے کس نے پہنچا
 یہ عسکریوں میں ہند کے غلو سے ہوا وہ دیکھنے
 نصیر تھی قسمت کہ ظاہر میں سے ایک ہی
 میں بہتے لٹکیاں ہی ہر صبر کرنے والے اور شہر لڑائیں
 لئے کے لئے ﴿۱۰۱﴾ اور جب اچانک سے آگے کہ
 سورج مٹنے کی طرح تر پختہ ہے اللہ تعالیٰ کو ناسر

اُنہی کے اطاعت گزار بن کر۔ پھر جب وہ اُن کی نجات دیتا ہے خشکی کی طرف، پس بعض اُن میں سے درمیانی چال پر ہوتے ہیں اور جن میں انکار کرتا ہماری آیتوں کے ساتھ مل کر ہر وہ شخص جو عہد شکن اور ناشکر گزار ہوتا ہے ﴿۷۵﴾ اے لوگو! ڈرو اپنے پروردگار سے اور ڈرو اُس دن سے کہ نہیں کلام آئے گا کوئی باپ اپنے بیٹے کے لیے اور نہ کوئی بیٹا کفایت کرنے والا ہوگا اپنے باپ کے لیے کچھ بھی۔ بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے۔ پس نہ دھوکے میں ڈالے تمہیں دنیا کی زندگی اور نہ دھوکے میں ڈالے تم کو اللہ کے ساتھ بڑا دھوکہ ﴿۷۶﴾

رب آیات

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل بیان کیے گئے تھے اللہ تعالیٰ نے پہلے تخلیق کا مسئلہ سمجھایا اور اس کو الوہیت کی دلیل کے طور پر پیش کیا جب خالق اللہ کے سوا اور کوئی نہیں، واجب الوجود اور برہمنی وہی ہے تو پھر عبادت بھی اُنہی کی ہونی چاہیے، پھر اس میں دوسروں کو کیوں شریک بناتے ہو؟ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُست، دن، سورج اور چاند کے تغیرات کا مسئلہ بیان فرمایا کہ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہیں۔ خدا تعالیٰ کا علم اور قدرت لامحدود ہیں اس کی مثال اس طرح بیان کی گئی کہ اگر زمین کے تمام درخت اور پھوسے قلعیں بن جائیں اور بہشت اقیم کے سمندروں کے پانی سیاہی میں تبدیل ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق ان ٹکڑوں اور سیاہی کے ساتھ اُس کی معلومات یا حدوثنا کے کلمات کہنے لگیں تو فرمایا کہ قلعیں گھس گھس کر ٹوٹ جائیں گے، سیاہی کے تمام سمندر ختم ہو جائیں گے، مگر اللہ کی صفات ختم نہیں ہوں گی۔ اس چیز کو سعدی صاف لکھنے سے بھی بیان کیا ہے کہ

وَقَرَّ قَامُ گشت و بہ پایاں رسید و عمر نام چنان در اوّل وصف تو ماند ایم

نکلتے نکلتے تمام دفتر ستم ہو رہا تھا۔ خلق کی طرح جو چاہے جانے میں
 ستر تھالی کے کسی ایک رصفت کا خود ہی ادا میں ہر سکے گا۔ ہر حال غنیمت رہا
 کہ دفتر کی راست، امنشت میں دوسروں کو شکر کیا۔ یا یہ غیر دفتر کے ہوتے
 کہہ ایا اطل ہے۔ ہر چیز توفی ہے۔ حق اور بہت۔ صرف خدا کی ذات ہے
 دفتر تھالی اپنا راز اس کے کھانے میں بسر و قدر ہے۔ نہ صحت کے اعتبار
 سے بھی کیونکہ عظیم ہے۔ کہہ ہدایت بھی صرف اس کی ہمراہی پہنچے۔ اس کے
 دیکھ کسی کو دفتر میں نہیں بتا دیا ہے۔

مکمل
 ہر شافی

تو کج آیا ہے۔ دفتر تھالی کے اپنی بعض مناسبات کمال کا ذکر کیا ہے
 دفتر تھالی نے ان کے بعد ہر شام سے اس کے اپنے بعض خلق کو دیکر
 کہہ کے انہیں قوم کے دلاؤ کے لیے پرکھنے کی ہے۔ ہر شام ہر شام ہے۔
 اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعْلَمُ بِخَفَائِکَ جَزَاءُ اَلْخَبْرِ بِمُحَمَّدٍ النَّبِیِّ
 کیا کہنے نہیں دیکھا کہ یکایک مسدود ہیں گشتیں ہر دفتر تھالی کے خدایہ
 یعنی ہیں۔ جہاں اپنے لیے ہے جس کو چاہے کہ کوئی اور پر صرف ایک جو خدائی
 خلق سے جب کہ اس کے۔ کہہ چاہے کہہ۔ جمع میں یہ دانی بھی پائی ہے۔ ہر
 راجحہ ہے کہ کوئی دفتر تھالی کو صبر نہ دے۔ نہ اسے نہ دے۔ نہ دے۔ نہ دے۔
 اس کی ایک نہ بہت۔ ہر شام سے ہر شام کا دفتر تھالی کے دفتر تھالی کے دفتر
 اس میں صبر نہ دے۔ ہر شام سے ہر شام کا دفتر تھالی کے دفتر تھالی کے دفتر
 کے لیے تو حسد کو ہی۔ ہر شام سے ہر شام کا دفتر تھالی کے دفتر تھالی کے دفتر
 کے لیے ہر شام سے ہر شام کا دفتر تھالی کے دفتر تھالی کے دفتر تھالی کے دفتر
 میں تو کہہ لیں۔ دنیوی عباد کا وہ چلے۔ چلے۔ چلے۔ چلے۔ چلے۔ چلے۔ چلے۔ چلے۔
 نیا دے۔ چلے۔ چلے۔ چلے۔ چلے۔ چلے۔ چلے۔ چلے۔ چلے۔ چلے۔ چلے۔ چلے۔
 چلے۔ چلے۔ چلے۔ چلے۔ چلے۔ چلے۔ چلے۔ چلے۔ چلے۔ چلے۔ چلے۔ چلے۔
 مستحق کہہ لیں۔ کہہ لیں۔ کہہ لیں۔ کہہ لیں۔ کہہ لیں۔ کہہ لیں۔ کہہ لیں۔ کہہ لیں۔

کے پیش نظر ان کی حیثیت ایک تنگ سے زیادہ نہیں۔ جبہ موٹیں چلی ہیں، ہندوؤں میں طوفان برپا ہوئے ہیں تو بڑے بڑے جہاز بھی ہندوؤں پر تنکوں کی طرح تھپڑے کھاتے رہتے ہیں اور بعض اوقات تمام تر انتظامات کے باوجود طوفانی لہروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور غرق ہو جاتے ہیں۔ ابھی قریب زمانے میں ہندوؤں کا جہاز "ڈارا" ہندوؤں میں غرق ہوا تھا۔ اس پر پارہ سو صافر سوار تھے۔ باہر طوفان تھا اور اندر جہاز کے انجن میں دھماکہ ہوا، پھر کیا تھا، جہاز ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ڈوب گئی اور صرف دو ڈرائیو سوار آدمی بچائے جانے باقی سب لقمہ اجل بن گئے۔

ابھی چند سال کی بات ہے کہ فیصل آباد سے ایک صاحب اپنے رشتہ داروں سے ملنے کے لیے گوجرانولہ آئے اور کوئی مسئلہ دریافت کرنے کے لیے یہاں مسجد میں بھی پہنچ گئے۔ انہوں نے غور اپنا واقعہ بیان کیا کہ وہ اٹلی کے ایک مال بردار جہاز پر ملازم تھے۔ اسی ہزار ٹن وزنی یہ جہاز کچھ ترنارٹن لڑنے کے اٹلی سے امریکہ جا رہا تھا۔ اٹلی میں اٹلی کے آدمی تھے جن میں دو مسلمان اور باقی انگریز تھے۔ جہاز شدید طوفان میں پھنس کر ٹھہر گئی۔ اس وقت اللہ کی رحمت کے سوا تمام والی کام ہو چکے تھے جب بچنے کی کوئی امید نہ رہی تو انگریزوں میں سے بعض نے شراب پی کر ہندوؤں میں بھلائی لگا دی۔ کہتے ہیں کہ ہم دو مسلمانوں نے اللہ پر بھروسہ کر کے ایک چھوٹی کشتی کو ہندوؤں میں اتارنے میں کامیاب ہو گئے۔ ہم ہندوؤں لہروں کے تھپڑے کھاتے رہے۔ بھلا اتنے بڑے جہاز کے مقابلے میں چھوٹی کشتی کی کیا حیثیت تھی مگر ہم اللہ کی رحمت سے بالکل نہیں ہارے تھے۔ اتنے عرصہ میں باہر کی دنیا میں اس حادثے کی خبر پہنچ چکی تھی۔ کسی ملک کے ایلی کاپٹرنے ہمیں ہندوؤں سے زندہ نکال لیا اور بے جا کہ ہسپتال میں داخل کر دیا ہفتہ عشرہ کے بعد ہماری ہوش و حواس قائم ہونے تو وطن آنے کی اجازت ملی۔ بطلب یہ کہ ہندوؤں میں کشتیوں اور جہازوں کا چین محض اللہ کے فضل و کرم کا سرمدی منت ہے، اگر نہ وسیع و عریض ہندوؤں کی سطح پر ان کشتیوں اور

گیا، وہ انسان کہلانے کا حقدار ہی نہیں۔

توحید کی
دلیل

اگے اللہ نے ایک مثال کے ذریعے توحید پر عقلی دلیل قائم کی ہے مشرکوں کی حالت یہ ہے وَإِذَا غَشِيَهُمْ مَوَجٌ كَالظُّلُمِ جب ان کو سمندر کی موجیں بادلوں کے سائبان کی طرح ڈھانپ لیتی ہیں۔ سمندر میں طوفان اٹھ رہا ہو، کشتی چھوٹے کھارہی ہو اور اُس سے بادلوں نے سایہ تان رکھا ہو، ایسی حالت میں ہر آن ڈوبنے کا خطرہ سر پر منڈلا رہا ہو تو فرمایا هُوَ اللَّهُ تَحْلِيصِينَ لَهُ البتہ اس وقت مشرک لوگ نہایت ہی اخلاص کے ساتھ خدا تعالیٰ کو پکار رہے ہیں۔ جب بچ جانے کے تمام ظاہری اسباب منقطع ہو جاتے ہیں کسی مادی امداد کی امید ختم ہو جاتی ہے تو پھر آخر کار ساری نظریاتی اللہ کی رحمت کی طرف لگ جاتی ہیں کہ اب اُس کے سوا اس طوفان سے کوئی نہیں بچا سکتا، وہی ذات ہے جو ڈگمگاتی ہوئی کشتی کو کن رے تک لے جائے۔ لہذا اگر اٹھا کر اُسی سے مدد طلب کرتے ہیں۔

فرمایا پھر جِبِ الشَّعْبِ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کی نگاہ ڈالتا ہے فَلَمَّا تَجَمَّعُوا إِلَى الْكَلْبِ اور انہیں غشی کی طرف نہات دیتا ہے یعنی ان کی کشتی ساحل تک پہنچ جاتی ہے اور وہ ڈوبنے سے بچ جاتے ہیں فَلَمَّا تَجَمَّعُوا إِلَى الْكَلْبِ تو ان میں سے بعض میانہ روی پرستہ ہیں۔ یعنی اگرچہ ان میں مکمل خوف تو نہیں ہوتا، پھر بھی خدا تعالیٰ کی توحید اور اس کی صفات کا تصور دل میں ہو رہا ہے ظاہر ہے کہ توحید کو ماننے والا میانہ روی پر ہو گا۔ جب کہ کفر، شرک کا مرتکب نہ ہو۔ تاہم گزار آدمی اعتدال سے باہر نکلنے والا ہو گا۔ تو فرمایا کہ طوفان سے زندہ بچ سنے والے بعض لوگ تو میانہ روی پرستہ ہیں فَلَمَّا تَجَمَّعُوا إِلَى الْكَلْبِ خشتِ بے کھوپڑی اور ہماری آیتوں کا ہر وہ شخص انکار کر آئے جو عذرتیں اور شکر کرتے ہوئے ہیں۔ خوار کا معنی اُحد توڑنے والا ہوتا ہے۔ جب طوفان میں پھنس گئے تھے تو اللہ تعالیٰ کی خاص اجازت کا وہرہ کیا تھا، مگر جب جان بچ گئی تو پھر وہی

ہے۔ یہ حادثہ اتنا شدید ہو گا کہ کوئی قریب زریں رشتہ دار اور یار دوست ہی ایکس
 دوست کے کام نہیں آسکیں گے، بلکہ ہر شخص کو اپنی پٹی ہوئی اور وہ دوست
 کا پرمانی حال نہیں ہو گا، اللہ نے اسی غامت انگریزی یعنی بڑے واقعہ کا ذکر فرمایا
 ہے يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّ كَمَا لَمْ تُحِشُوا بِمَا لَكُمْ اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ۔
وَاخْشَوْا يَوْمًا اور اس دن کا خوف کھاؤ لَا يَخْبِي عَنْكُمْ والد عبت
 وکلیہ جس دن کوئی باپ اپنے بیٹے کے کسی کام نہیں آسکے گا۔ اسی طرح
وَلَا مَوْلَاؤُكُمْ هُوَ جَارٌ عَنْكُمْ والدہ شینٹا اور نہ ہی کوئی بیٹا اپنے
 باپ کی کذابت کر سکیگا۔ مطلب یہ کہ اگر کہیں بیٹا چلس گیا تو باپ نہیں
 چھڑا سکے گا اور باپ چنس گیا تو بیٹا کسی کام نہ آئے گا۔ اس وقت صرف
 توحید، ایمان اور نیکی ہی کام آئے گی۔ اسی لیے فرمایا کہ اس دن سے ڈر جاؤ جب
 کوئی رشتہ دار، کوئی یاروری اور کوئی یار دوست کسی کی مدد نہیں کر سکے گا۔ سورہ نعل
 میں فرمایا اس دن یہ حالت ہوگی يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْكَ غِنَاكَ (۳۴) وَأَنْتُمْ قَائِلُونَ (۳۵) وَصَاحِبِينَ (۳۶) کہ آدمی اپنے بھائی،
 ماں، باپ، بیوی اور بیٹے سے دور چلائے گا اور کسی کے کچھ کام نہ آئے گا۔
 ایک موصوفہ پر خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے گھر والوں سے خصوصی
 خطاب فرمایا۔ آپ نے اپنی پلیدی بیٹی فاطمہؓ، بیوی صفیہؓ، چچا عباسؓ کو مخاطب
 کر کے فرمایا کہ آخرت کی فکر کرو۔ میں دنیا کے مال کے ذریعے تو تمہاری مدد
 کر سکتا ہوں لیکن اگر توحید اور ایمان سے خالی ہوئے تو قیامت والے دن تم
 کو نہیں بچا سکوں گا۔ لہذا تم خود اپنی جانوں کو دوزخ کی آگ سے بچانے کی
 کوشش کرو۔

ارشاد ہوا ہے إِنَّا وَحَدَّ اللَّهُ حَقَّ الشَّرِّ كَمَا دَعَا بِأَكْلِ سِجَاہِ قِيَامَتِ
مَنْزُورِہَا ہوگی، حساب کتاب کی منزل آئیگی اور سب کو جہنم کے عمل سے دوچار ہونا
 پڑے گا۔ فَلَا تَكْفُرُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا پس اے لوگو! تمہیں دنیا

دنیا اور
 شیطان کا
 دھوکہ

کو نہ لگے دھوکے میں، ڈاکو لکھتے لہذا دیکھنا چاہئے جسٹس دھرم دتھ،
 کیس کی کتابت جسے جسٹس نے کر کے نہ تھا اس سے واقف ہو کر اپنا فریاد کیا۔ مایوس اور غافل
 جیتے۔ اس جی ہنس کر کہ اس جیتنے میں کوئی غلطی نہ ہو کہ جیتا ہو مگر یہ حلف تھا جس پر
 پڑے گا۔ ڈاکو نے اس کے ساتھ کہ یہ فیصلہ ان کے لئے جو نہ ہو کر لی دھوکے دہن میں
 ان کے لئے جس میں دھوکے میں وہ ڈاکو سے ۱۰ سالہ عرصہ میں کہ لفظ جسٹس نے
 فریاد کیا کہ جسٹس کے ساتھ، یہ ان کی جیت پر کیا ہے کہ ان کی کو دھوکے میں جسٹس
 کیسٹ سے جو دھوکہ دیا ہو، کوئی نہ ہو۔ جس جیت میں جو اس میں تھا ہے
 جو وہ سے جو جسٹس کے ساتھ ہے۔ یہ ان کی جیت میں ہے۔ یہ ان کی دھوکے میں
 نہ تو اس میں جسٹس میں جسٹس کے ساتھ ہے۔ یہ ان کی جیت میں ہے۔ یہ ان کی دھوکے میں
 مایوس اور غافل جسٹس کے ساتھ ہے۔ یہ ان کی جیت میں ہے۔ یہ ان کی دھوکے میں
 کہ کہ جسٹس کے ساتھ ہے۔ یہ ان کی جیت میں ہے۔ یہ ان کی دھوکے میں
 یہ جسٹس کے ساتھ ہے۔ یہ ان کی جیت میں ہے۔ یہ ان کی دھوکے میں
 جسٹس کے ساتھ ہے۔ یہ ان کی جیت میں ہے۔ یہ ان کی دھوکے میں

لقمۃ ۳۱

آیت ۳۴

انزل ما اوحی ۳۱

در سہم ۱۰

إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ
وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ
مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ
بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿۳۴﴾

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کے پاس ہی ہے قیامت
کا علم۔ اور اللہ تعالیٰ ہی وہ بارش داتا ہے جو کچھ زمینوں میں
ہے۔ اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ وہ کل کیا کائے گا۔
اور نہیں جانتا کوئی نفس کہ کس سرزمین میں وہ مرے گا۔
بیشک اللہ تعالیٰ ہی (سب کچھ) جاننے والا اور دہر چیر
کن (خبر رکھنے والا) ہے ﴿۳۴﴾

سورة لقمان میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قرآن پاک کی حاکمیت اور
صدقیت کا ذکر کیا، پھر توحید اور شرک کا مسئلہ بیان ہوا اور مثنیٰ رسالت کا ذکر بھی ہو
گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کمال اور بعض مشاہدات قدرت کا ذکر کر کے
انہیں اپنی توحید پر بطور دلیل پیش کیا۔ اس کے علاوہ وقوع قیامت، عذاب
احمال اور جزائے عمل کا ذکر بھی ہے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت مختصہ
عالم الغیب ہونے کو خاص طور پر بیان کیا ہے۔

ربط آیت

اس ضمن میں ان پانچ چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کا علم صرف خدا تعالیٰ کو ہے
اور کوئی دوسری ذات ان چیزوں کا تفصیلی اور واضح علم نہیں رکھتی۔ سورة الانعام
میں ان چیزوں کو معارج الغیب بھی کہا گیا ہے وَ عِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ

مفاتيح الغیب

قیامت بھی ہے اور اس مقام پر یہ لفظ انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔
 اور مطلب یہ ہے کہ وقوع قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس
 ہے۔ وقوع قیامت کے وقت کے متعلق سورۃ الاعراف میں ہے۔ لَا
 يُخَلِّفُهَا لَوْفَتِهَا إِلَّا هُوَ (آیت - ۱۸۰) اللہ تعالیٰ ہی قیامت
 کو اس کے وقت پر ظاہر کرے گا۔ سورۃ الزخرف میں فرمایا ہے هَلْ
 يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ
 لَا يَشْعُرُونَ (آیت - ۶۶) کیا یہ اس بات کے منتظر ہیں کہ قیامت
 اچانک آجائے اور انہیں خبر بھی نہ ہو؟ وقوع قیامت کی کچھ نشانیاں اور
 مابعد کے بعض واقعات تو اللہ نے اپنے پیغمبر کو بتلا دیے ہیں مگر اس کے وقوع
 کا عین وقت اللہ نے نہ کسی فرشتے کو بتایا ہے، نہ پیغمبر کو اور نہ کسی جن کو۔
 یہ علم صرف اس کی اپنی ذات تک ہی محدود ہے کہ قیامت کب واقع ہوگی۔
 فرمایا قُلْ لَّيْسَ لِيَ الْخَبْرُ وَأَمَّا الْخَبْرُ فَاِذَا نَزَلَ بِكُمْ تَبَيَّنَ
 تمک بارش کا تعلق ہے تو اس کی پیشین گوئی کسی حد تک کی جاسکتی ہے
 آج کل محکمہ موسمیات والے بیرومیٹر (BAROMETER) کے ذریعے
 ہوا کا رخ اور دباؤ معلوم کرتے ہیں اور پھر اس سے بارش کے نزول کا علاقہ
 اور وقت متعین کرتے ہیں۔ ان کی یہ پیشین گوئی بعض اوقات صحیح بھی ہوتی
 ہے اور بعض مواقع پر غلط ثابت ہوتی ہے کیونکہ بارش کے نزول کا علم
 بھی صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ مزید برآں یہ پیشین گوئی بارہ گھنٹہ،
 چوبیس گھنٹہ یا اس سے زیادہ عرصہ کے لیے ہوتی ہے کوئی بھی ماہر بارش
 کے نزول کا عین وقت نہیں بتا سکتا اور نہ ہی وہ عرصہ اضیٰ متعین کر سکتا ہے
 جس پر بارش متوقع ہے۔ یہ بھی کوئی نہیں بتا سکتا کہ فی الواقع کتنے بجے یا کتنی
 منٹ میں بارش ہوگی اور پھر یہ بھی کہ یہ مقامی طور پر بخیر ثابت ہوگی یا سیلاب
 کی صورت میں نقصان کا موجب ہوگی۔ یہ تمام تفصیلات نزولِ بارش کا حصہ

نزول
بارش کا علم

بھی خدا تعالیٰ کے پاس ہی ہے۔

جانے
موت کا علم

اسٹرنے پانچویں بات یہ فرمائی کہ مَاتِ ذَرِّیَّتِی نَفْسٌ؟ پائی اَرْضِ
قَسَمْتُتِ کوئی شخص نہیں جانتا کہ اُس کی موت کس سرزمین میں واقع ہوگی مطلب
یہ کہ اس چیز کا علم بھی اللہ تعالیٰ کی ذات تک محدود ہے۔ روزِ مرہِ شاہدہ میں آتا
رہتا ہے کہ انسان کی کلمہ کاج کے لیے نکلتا ہے تو اُس کی موت گھر، شہر اور
علاقے سے دور دراز جگہ پر واقع ہو جاتی ہے۔ حالانکہ ایسا ہونا اُس کے دھرم و گمان
میں بھی نہیں ہوتا۔ کتنے ہی لوگ ہیں جو بس اریل یا ہوائی جہاز کے حادثہ میں جاں
 بحق ہر جاتے ہیں اور کہتے ہی ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی لاش تک نہیں ملتی
سمندر میں ڈوب جانے والوں یا قی و دوق صحرا میں جان مینے والوں کے
متعلق کرن جانتا ہے کہ کس مقام پر موت کی آغوش میں چلے گئے۔ پاکستان کی
قوی کھیتی کا ہوائی جہاز گلگت سے راولپنڈی آتے ہوئے ایسا غائب ہوا کہ آج تک
اُس جگہ کا بھی تعین نہیں ہو سکا۔ جہاں وہ گر کر تباہ ہوا۔ لاش ترکھائے بڑے
جہاز کا ڈھانچہ تک نہیں ملا۔ اُس جہاز کے مسافر اور عملہ زخموں جانتے تھے کہ اُن کی
موت کہاں واقع ہوگی اور نہ ہی سپاہِ گان کہ آج تک اُن کی جانے موت کا علم
ہو سکا ہے۔

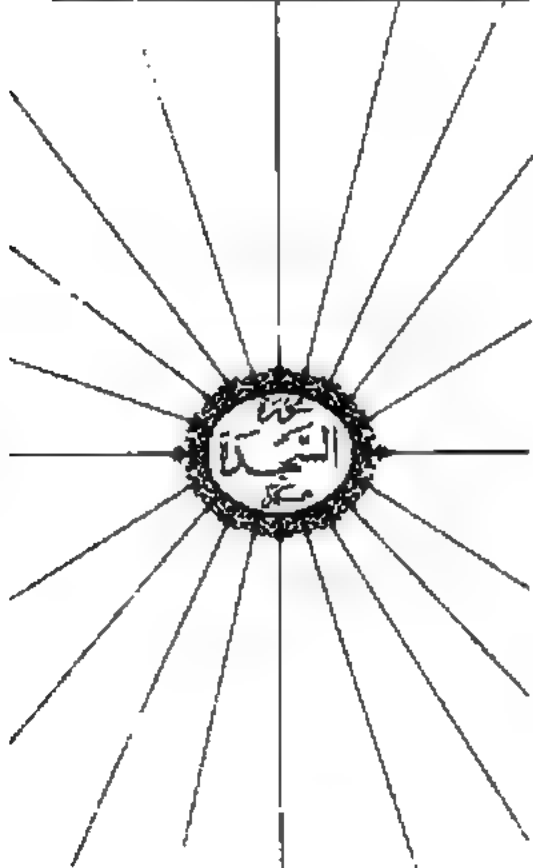
مفسرِ اِسْخود فرماتے ہیں کہ ایک برفیہ پر ملک الموت حضرت سلیمان علیہ السلام
کے پاس آئے۔ اُن کے پاس ایک شخص بیٹھا تھا جس کی طرف ملک الموت نے گھور
کر تجوہ دیکھا۔ وہ شخص ڈر گیا اور سلیمان علیہ السلام سے عرض کیا کہ مجھے یہاں سے دور
کیں ہندوستان کے کسی خطے میں بجاؤ۔ جنات اور ہزارِ سلیمان علیہ السلام کے
آہن تھے۔ آپ نے حکم کیا تو وہ شخص دور دراز علاقے میں پہنچ گیا۔ پھر آپ نے
ملک الموت سے پوچھا کہ آپ اس شخص کو گھور گھور کر کیوں دیکھ رہے تھے

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ یاد رکھنا چاہیے کہ غیب کی چیزوں کا تعلق یا تو احکام سے ہوتا ہے یا اکوان سے احکام سے مراد شرعی احکام ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء علیہم السلام کو بتلاتا ہے کہ فلاں چیز حلال ہے یا حرام، یا فلاں کام جائز ہے یا ناجائز۔ یہ احکام از قسم غیب سے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کا کلی علم اپنے پیغمبروں کو عطا فرمادیا۔ ہم دین کے کسی مسئلہ یا حکم کے متعلق نہیں کہہ سکتے کہ اس کا علم اللہ کے نبی کو نہیں دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو شرعی احکام کا تفصیلی علم دے دیا ہے یا وہ اصول بتلا دیے ہیں جن کی رو سے کوئی حکم نکالا جاسکتا ہے۔ سورۃ النجم میں بھی ہے عَلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا ۝ (۲۶) إِلَّا مَنْ رِضَىٰ مِنْ رَسُولٍ ۝ (۲۷) اللہ تعالیٰ کی ذات عالم الغیب ہے، وہ کسی پر اپنا غیب ظاہر نہیں کرتا، البتہ اپنے رسولوں میں سے جسے پسند کرتا ہے اُسے بذریعہ وحی بتلا دیتا ہے۔ جہاں تک اکوان یعنی اس کائنات میں واقع ہونے والے امور کا تعلق ہے تو یہ چیزیں یا تو مسکن سے متعلق ہوتی ہیں یا ماضی، حال یا مستقبل سے، ان کی جزئیات کا بے شمار علم اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بھی دیا ہے اور بعض دوسرے لوگوں کو بھی۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے خضر علیہ السلام کو بعض اکوانی چیزوں کا علم دے دیا جو اپنے جلیل القدر پیغمبر اور صاحب تورات رسول موسیٰ علیہ السلام کو بھی نہیں دیا۔ البتہ شرعی احکام کا علم اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو مکمل طور پر دیا جو حضرت خضر علیہ السلام کو نہیں دیا۔ بہر حال اس آیت میں مذکور پانچوں چیزوں کا تعلق اکوان یعنی زمان و مکان سے ہے، لہذا ان کا علم اللہ نے کسی کو نہیں دیا۔

اہل بدعت اور شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ پیغمبر، ولی اور امام بھی غیب جانتے ہیں۔ اس ضمن میں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ حقیقت میں غیب وہ

علم غیب
پر رسولی
بحث





سُوْرَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلَاثُونَ آيَةً وَثَلَاثُ رُكُوعَاتٍ

سورة سجدہ مکی ہے۔ یہ تیس آیات ہیں اور اس کے تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو سب سے مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

الْحَمْدُ ① تَنْزِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ
رَّبِّ الْعَالَمِينَ ② أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ
بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّا
أَتَتْهُمْ مِنْ نَذِيرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ
يَهْتَدُونَ ③ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ
ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ مَا لَكُمْ مِنْ
دُونِهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا شَفِيعٍ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ④
يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ
يَعْرِجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ
سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ⑤

اس سورۃ کے نام کی وجہ تفسیر یہ ہے کہ اس میں سجدہ تلاوت آتا ہے۔ مگر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سجدہ تلاوت تو بہت ہی سورتوں میں آتا ہے۔ پھر اس سجدہ کی کیفیت کیا ہے کہ اس کا نام ہی سجدہ کے نام پر رکھ دیا گیا ہے۔ اس کے جواب میں مفسرین کا بیان کرتے ہیں کہ اس سورۃ میں سجدے کا ذکر خاص انداز میں کیا گیا ہے کہ جب اہل ایمان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات پاک کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ فوراً سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے اس سورۃ کا نام ہی سورۃ السجدہ رکھ دیا گیا ہے۔ اس سورۃ کی تیسٹس آیتیں اور تین رکعات ہیں۔ یہ سورۃ تین سو تیس الفاظ اور ایک ہزار پانچ سو اٹھارہ (۱۵۱۸) حروف پر مشتمل ہے۔ اس سورۃ کا نازلہ نزول سورۃ لقمان کے قریب قریب ہی ہے یعنی یہ بھی مکی نذر کے درمیان یا اٹھری دہری کی سورۃ ہے۔

عزیز سورۃ لقمان میں حضرت لقمان کی بعض نصیحتوں کا ذکر کیا گیا تھا جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کی تھیں۔ ان میں سے ایک نصیحت یہ بھی تھی کہ اے اللہ کے رسول اللہ کہ اللہ کا شکر ادا کرو۔ اب اس سورۃ مبارکہ میں اللہ کا شکر ادا کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے اور وہ ہے اقامت صلوٰۃ۔ نماز پڑھنے والا آدمی گویا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ دہری سورتیں آپس میں مربوط ہیں۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ تیس آیات پر مشتمل ایک ایسی سورۃ ہے جسے ایک شخص نے پڑھا تھا۔ تو اس سورۃ نے اس آدمی کے حق میں ستر شخص کی اور اس شخص کو اللہ نے عذاب سے بچالیا۔ یہ وہی سورۃ السجدہ ہے۔ قرآن پاک میں تیس تیس آیات والی تین سورتیں ہیں یعنی سورۃ الحجۃ، سورۃ الملک، اور سورۃ القمۃ، عذاب قبر سے بچانے کے لیے ان تینوں سورتوں کی تلاوت مفید ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام سونے سے پہلے سورۃ الملک

سورۃ
سجدہ
رابطہ

فصل سورۃ

۵۴۔ در مختار ص ۱۶۱

۱۔ در مختار ص ۱۶۱ و فتح القدر ص ۲۴۱ و تفسیر الشافعی ص ۲۳ (فیاض)

کریں۔ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ مسلمان قوم جس کے پاس قرآن پاک عظیم و متورع
موجود ہے، وہ دیانت و مدار کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے کافر، مشرک اور
اشتراکیت زدہ ملک کو ریا کی طرف دیکھ رہا ہے۔ اسلام کے نام پہنچنے کے اس
ملک پاکستان کے لیے اس سے بڑی لعنت کیا ہو سکتی ہے۔ سورۃ الاعراف
میں اللہ کا فرمان ہے وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقَرْيَةِ اٰمَنُوا وَاَنْقَرُوا لَفَقَعْنَا
عَلَيْهِمْ بِرَكْبَتٍ وَاحِدَةٍ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَلَكِنْ كَذَّبُوا
فَاَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُوْنَ رایت - ۹۶ اگر بستیوں کے
ایمان اور تقویٰ کی راہ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان و زمین کی برکات کے دروازے
کھول دیتے۔ مگر ان لوگوں نے تکذیب کی تو ہم نے ان کی کھائی کے بدلے میں
ان کی کمرزادی۔ خدا نے تو ایمان اور تقویٰ کے ذریعے بستیوں کو مدد جانے کا حکم
دیا ہے مگر ہم ان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ دیانت اور شہرہ کی ترقی کے
لیے قرآن سے لڑتے کہہ کر ان سا پروردگار ہے کہ وہ اپنے قلمس اکھا دک در آئین
ہے۔ ایک مسلمان قوم کو چاہیے کہ وہ ایمان، تقویٰ اور عدل کی راہ اختیار کرے تو
ان کے لیے سارے مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔

اس سورۃ کی ابتدا ہی حروف مقطعات آتھا ہے ہوتی ہے۔ ان
حروف کے معانی گذشتہ سورۃ کی ابتدا میں اجمالی طور پر بیان کر دیے گئے تھے۔
جن کا بستر بن مضمون وہی ہے جو امام جلال الدین سیوطی نے بیان کیا ہے اللہ
اَعْلَمُ بِسَعَادَتِهِمْ بِذٰلِكَ اِنْ حُرُوفِ کِی مَرَدُ کِی اللہ تعالیٰ ہی بستر جانتا ہے۔
اَمَّا وَصَلُکَ فَتَا ہمارا اس پر ایمان ہے اور ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں
اِنْ تَمِیْنُ حُرُوفِکَ لَ اِلٰہِ اَوْ مَرِیْہِ وعلق کی انتہا سے نکلتا ہے۔ لعلق کی وسط
سے اور م کا مخارج ہونٹ ہیں ان حروف سے یہ نقطہ سمجھا گیا ہے کہ انسان جو

حروف
مقطعات

ایک عرب کی سرزمین پر کوئی نبی نہیں آیا تھا۔ اور اس لحاظ سے یہ لوگ مانتے ہوئے تھے۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے تو بہت سے انبیاء شام و فلسطین میں آتے رہے مگر یہاں تک کہ میں نے حضرت ہود اور صلح علیہما السلام بھی معروث ہوئے۔ مگر عرب کا علاقہ انبیاء کی آمد سے طویل عرصہ تک محروم رہا اور یہ لوگ وہی کے علم سے ناواقف تھے۔ اس لیے ان کا لقب اُمّی مشہور ہو چکا تھا۔ چنانچہ بعض مفسرین نے اس سورۃ کا نام سورۃ الایمیین بھی بتایا ہے بہر حال مطلب یہی ہے کہ بنی اسماعیل میں طویل عرصہ تک کوئی نبی نہیں آیا تھا، لہذا اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو نازل فرمایا ان لوگوں کی تعلیم کا بندوبست کیا تاکہ یہ لوگ اللہ کے مذاہب کے وہ کلمہ ہدایت کا راستہ اختیار کر لیں۔

استغفر
علی العرش

آگے اللہ تعالیٰ کی ایک صفت بیان کی گئی ہے **اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا يَوْمَ نَسُفُ الْاَيَّامِ** اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن کے وقفے سے پیدا کیا۔ تخلیق ارض و سما کا ذکر قرآن میں کئی مقامات پر آیا ہے۔ تو فرمایا کہ ان چیزوں کی تخلیق کے بعد **ثُمَّ اسْتَوٰی عَلٰی الْعَرْشِ** اللہ تعالیٰ عرش پر قائم ہوا اللہ کریم کا عرش پرستوی ہر منقبات میں سے ہے۔ اسی کا عرش پر قائم ہونا، اسی طرح ہے جس طرح اس کی شان کے لائق ہے۔ ہم اس استغفری کو عالم انسان کے کسی مومن یا چاہد پائی وغیرہ پر بیٹھنے پر قیاس نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات مادی اشیاء اور زمان و مکان کی قید سے پاک ہے۔ وہ ان چیزوں سے جدا و الودہ ہے۔ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اس کو کتب سے تعبیر کرتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تجلی اعظم کا عکس سب سے پہلے عرش پر پڑتا ہے، جس سے مادہ عرش زنجین ہو جاتا ہے۔ عرش کے نیچے **حلیۃ القدس** کی جماعتیں رہتی ہیں۔

ہے اور اُن کے نتائج اُپر چڑھتے ہیں۔ مطلب یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کوئی حکم نافذ کرنا ہے تو وہ نافذ ہوتا ہے اور پھر ہزار سال تک اُن پر عملدہم ہوتا ہے اور اُس کے نتائج بآدم ہو کر اُپر چڑھتے ہیں اور پھر دوسرے حکم نافذ ہو جاتا ہے۔ یہ مضمون دوسرے مقام پر بھی آتا ہے **وَإِنْ يَوْمًا عِشْرُونَ أَهْلًا كَانَتْ سَنَةً يَوْمًا فَتَمَّ النَّاسُ** (المعجہ - ۴۰) تمہارے پندرہ سال کے دن کا ایک دن تمہاری گنج کے حساب ایک ہزار سال کا ہوگا۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی فرماتے ہیں کہ بڑے بڑے امور اور استقامت سے متعلق حکم عرش سے جاری ہوتا ہے۔ پھر وہ نیچے کی طرف آتا ہے تو تمام مسمیٰ و منویٰ، ظاہری اور باطنی اسباب جمع ہو کر اُس حکم کی تعمیل میں لگ جاتے ہیں اور اللہ کی مشیت اور حکمت کے مطابق وہ حکم طویل مدت تک نافذ رہتا ہے اور اس کے بعد اُسے واپس لے لیا جاتا ہے اور دوسرے حکم جاری کر دیا جاتا ہے۔ اس کی مثال چلیبیروں کی بعثت ہے۔ اللہ کے جلیل القدر چلیبیروں کی تعلیم کا اثر قرون تک رہا۔ اس طرح بڑی بڑی قوموں اور نسلوں کی عملداری سینکڑوں اور ہزاروں سال تک چلتی رہی غرضیکہ فرمایا کہ اس دنیا کا ایک ہزار سال اللہ تعالیٰ کے دن کا ایک دن کے برابر ہے۔

دوسرے مقام پر ایک دن کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر بھی بتائی گئی ہے **تَعْرِجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ** (المعجہ - ۴۱) فرشتے اور جبریل امین ایک دن میں اُپر چڑھتے ہیں اور اس دن کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔ اس سے قیامت کا دن مراد ہے کہ اُس کی طوالت یہاں کہہ پچاس ہزار سال کے برابر ہو گی۔ گنہگاروں کے لیے یہ دن اگرچہ اتنا طویل ہوگا۔ مگر اہل ایمان پر یہ عرصہ جلد گزرے گا۔

جسے ۴۰۰ اجرتہ میزبانی پر لے لے دیا تو مہذبہ دیکھ کر ہر سال کے ساتھ ہی لکھتی
 ہے۔ مشہور عالم کی کہیں کہیں جاتے ہیں کہ سب سے بڑا سال کے برابر ہے، اصل میں
 سب سے بڑا سال کے ساتھ ہی ہر سال ہے، تو ہر سال کوئی کوئی دوسری سیلنگ
 ہمارے کرتے ہیں، ہر سال ہر سال کی دینی دہشتہ کے لئے ہی طرح سے رہتے ہیں
 ہر سال کے لئے ہی ہر سال کے لئے ہی ہر سال کے لئے ہی ہر سال کے لئے ہی ہر سال کے لئے ہی
 ہیں، ہر سال کی دہشتہ ہی آج کے لئے ہی ہر سال کے لئے ہی ہر سال کے لئے ہی ہر سال کے لئے ہی
 ہر سال کے لئے ہی ہر سال کے لئے ہی ہر سال کے لئے ہی ہر سال کے لئے ہی ہر سال کے لئے ہی

ذَٰلِكَ عَلَّمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ⑥
 الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ
 الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ ⑦ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ
 سُلَالَةٍ مِنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ⑧ ثُمَّ
 سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُوحِهِ وَجَعَلَ لَكُمُ
 السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۚ قَلِيلًا مَّا
 تَشْكُرُونَ ⑨ وَقَالُوا ۖ إِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ
 ثُمَّ إِنَّا كَيْفَىٰ خَلْقٍ جَدِيدٍ ۚ بَلْ هُمْ بِلِقَاءِ
 رَبِّهِمْ كَافِرُونَ ⑩ قُلْ يَتَوَفَّاكُم مَّلَكُ
 الْمَوْتِ الَّذِي وُضِعَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ
 تُرْجَعُونَ ⑪

ترجمہ:- وہی ہے جاننے والا پوشیدہ بات اور
 کھلی بات کو۔ کمال قدرت کا مالک اور نہایت رحم
 کرنے والا ⑥ وہ جس نے اچھا کیا ہے ہر ایک
 چیز کو جس کو اس نے پیدا کیا ہے۔ اور شروع کی
 ہے اس نے انسان کی پیدائش مٹی سے ⑦ پھر بنایا
 ہے اس کی لعل کو ایک حقیر پانی سے پھر ⑧

صفات کی نسبت جب اس جہان کی تخلیق کی طرف مائل ہوتے ہیں تو یہ کہ بعد دیگرے اس کی چار
 صفات مختصہ کا ظہور ہوتا ہے۔ اس کی پہلی صفت ابداع یا فطر ہے۔ قرآن میں
 اس صفت کا ذکر جگہ جگہ آتا ہے بِدِیْعِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (البقرہ - ۱۱۶)
 فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (فاطر - ۱) وہ خدا تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا پیدا
 کنندہ ہے۔ بدیع یا فاطر ایسی تخلیق کر سکتے ہیں جو بغیر کسی مادے، آئے یا نمونے کے
 کی گئی ہو۔ آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے نہ کوئی اس کے لیے مادہ تیار کیا گیا۔
 نہ ان کو بنانے کے لیے کسی مشینری یا لیسر کی ضرورت پڑی اور نہ ہی پہلے سے کوئی
 سمپل موجود تھے جس کی نقل کی گئی ہو، تو گویا آسمان و زمین کی تخلیق کے ضمن میں سب
 سے پہلے اللہ تعالیٰ کی صفت بدیع نے کام کیا۔

اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کی دوسری صفت خلق ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ
 کوئی چیز کسی دوسرے مادے سے تیار کی جائے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام
 کو بغیر مادے کے پیدا نہیں کیا بلکہ خَلَقَ مِنْ تُرَابٍ (آل عمران - ۵۹)۔
 اللہ نے ان کو مٹی کے مادے سے پیدا کیا۔ مطلب یہ کہ مٹی یا زمین کی تخلیق صفت ابداع
 کے مطابق بغیر مادے کے ہوئی تھی۔ آپ آدم علیہ السلام کی تخلیق اس مٹی کے مادے
 سے ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کی تیسری صفت تدبیر ہے، کسی چیز کا گھٹانا، بڑھانا، صحت، بیماری
 ترقی و تنزل، زندہ کرنا، مارنا، غرضیکہ تمام تغیرات و تصرفات اللہ کی صفت
 تدبیر کے تحت انجام پاتے ہیں۔ یہ ساری تدبیر بھی اللہ تعالیٰ خود کرتا ہے اور یہ
 کام بھی اس نے کسی دوسری ہستی کے سپرد نہیں کیا۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی چوتھی صفت تدلی ہے۔ جب
 انسان کی تخلیق ہوتی ہے تو اس کے قلب پر براہ راست اللہ تعالیٰ کی تجلی کا
 عکس پڑتا ہے، اسی کو تدلی سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس دنیا میں چونکہ لوگ حجاب
 مادیت، حجاب رسم و رواج یا حجاب سود و معزفت میں مبتلا رہتے ہیں۔ اس لیے

آگے اللہ تعالیٰ کی ایک اور صفت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ جس نے اپنی پیدا کردہ ہر چیز کو خوب بنایا ہے۔ اللہ کریم نے ہر شے کو ایسی کمالِ حکمت اور کمالِ مصلحت سے تخلیق کیا ہے کہ اس سے بہتر تخلیق ممکن ہی نہیں۔ امام غزالیؒ کا قول بھی ہے کہ کائنات میں خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ چیزوں سے بہتر تخلیق ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں درخت، پائڑ، چمچہ، پھندہ، پھل اور پھول وغیرہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کمالِ قدرت کے شاہکار ہیں۔ خاص طور پر انسان کے متعلق فرمایا، لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ (التین۔ ۴) ہم نے انسان کو بہترین سرشت میں پیدا کیا۔ انسان کی ظاہری شکل و صورت اس کا قدر، رنگت، بال، کھال، ہاتھ، پاؤں، حواسِ ظاہرہ اور باطنہ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے ہر عضو کو کمالِ صیغے کا بنایا ہے اور اس میں ضرورت کی ہر خوبی جمع کر دی ہے پھر فرمایا وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ اور انسان کی پیدائش کی ابتدا مٹی سے کی۔ انسان میں تمام تر خوبیوں کے باوجود اس کی اصل مٹی ہے جس سے آدم علیہ السلام کا پتلا تیار ہوا۔ اللہ کا فرمان ہے خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ (آل عمران۔ ۵۹) اللہ نے آدم علیہ السلام کو مٹی کے مادے سے تخلیق فرمایا۔ الغرض! اولین انسان کی تخلیق مٹی سے کرنے کے بعد ثُمَّ جَعَلْنَا نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِمَّنْ مَّا وَ مِهْنٍ اس کی نسل کو ایک حقیر قطرہ آب کے خلاصے سے چلایا۔ اب نسل انسانی قطرہ آب سے چل رہی ہے۔ یہ قطرہ عذت کے رحم میں پہنچ کر بچے کی پیدائش کا ذریعہ بنتا ہے اور اس طرح نسل انسانی کا سلسلہ چل رہا ہے۔

فرمایا ثُمَّ سَوَّاهُ پھر رحم مادر میں بچے کے اعضاء و جوارح کو درست کیا۔ ہر عضو کو اپنے ٹھکانے پر رکھا، اس میں حواسِ ظاہرہ اور باطنہ پیدا کیے جب ثُمَّ خَلَقَ نَحْلَهُ ہو گیا وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُوحِهِ تو پھر اس میں اپنی

جو مقام کا نہایت کے انسانوں اور دیگر جانداروں کی روحیں قبض کرنے پر مامور ہے سورۃ الانعام میں ہے حَتّٰی اِذَا جَاؤْا اَحَدَکُمْ الْمَوْتُ تَوَلّٰی سُوۡمًا مِّنْکُمْ (آیت - ۶۱) جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو ہمارے نیچے ہوئے فرشتے اُس کی جان کو قبض کر لیتے ہیں۔ مفسرین کرام اُس کی تشریح اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب کسی کی موت کا وقت قریب آجاتا ہے تو عزرائیل علیہ السلام کے ساتھی فرشتے متعلقہ شخص کی جان کو اس کے جسم حقیقی کہ اس کے ناخون اور بالوں سے سمیٹ لیتے ہیں۔ فَکُوۡلًا اِذَا بَلَغَتِ الْحُلُوۡمَ (الواقعة - ۸۳) حقیقی کہ جب وہ بالکل خلق میں آجاتی ہے تو ملک الموت اُس کو لے لیتا ہے اور پھر وہ اس کو آگے لے جاتے ہیں۔

حدیث میں ایک انصاری صحابیؓ کا واقعہ آتا ہے حضور علیہ السلام اس کی نزع کی حالت میں اُس کے پاس گئے۔ وہاں ملک الموت موجود تھے۔ آپؐ نے اُس سے فرمایا۔ اے ملک الموت! میرے صحابی کے ساتھ جان کنی میں نرمی اختیار کرو۔ اس نے جواب دیا، اے محمد! خدا کی قسم میں تو ہر مومن کے ساتھ نرمی کا سلوک کرتا ہوں میں تو اللہ تعالیٰ کے حکم کا پابند ہوں اور اس کے حکم کی تعمیل میں تلاش کرتا رہتا ہوں کہ کس شخص کی جان کو کس وقت اور کس مقام پر قبض کرنا ہے حقیقت یہ ہے کہ میں ایک پھیر کی جان بھی اپنے ارادے اور قدرت سے نہیں نکالتا میں تو صرف خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔ مجھے بھی عین وقت پر ہی بتلایا جاتا ہے کہ فلاں شخص کی جان فلاں، وقت اور فلاں مقام پر قبض کرنی ہے۔ پھر حال فرمایا کہ ملک الموت مقرر ہے جو تمہاری جانوں کو قبض کر لیتا ہے۔

فرمایا جب کسی شخص کی روح قبض کر لی جاتی ہے تَوَلّٰی سُوۡمًا مِّنْکُمْ

مغز و دلت

وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الْمَجْرُمُونَ نَاكِسُوا رُءُوسِهِمْ
عِندَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا
نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ ﴿۱۳﴾ وَلَوْ شَاءْنَا
لَأَتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدًىٰ وَلَكِنْ حَقَّ
الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْغِيَاثِ
وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿۱۴﴾ فَذُوقُوا بِمَا نَسِيتُمْ
لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا إِنَّا نَسِيتُكُمْ وَذُوقُوا
عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۵﴾
إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا
خَعَرُوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ
وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿۱۶﴾ تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ
عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا
وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿۱۷﴾

ترجمہ :- اور اگر آپ دیکھیں (اس حالت کو) جب
کہ مجرم لوگ اپنے سر نیچے کیے ہوئے ہوں گے
اپنے پروردگار کے سامنے (اور کہیں گے) اے ہمارے

پھر دیکھا کہ ایک بڑا بھگوان بیٹھ رہا تھا۔ میں نے کہا: "اے بھگوان، میں نے
 تم کو دیکھا ہے۔" وہ نے کہا: "میں نے تم کو دیکھا ہے۔" (۱۲)
 پھر وہ نے کہا: "میں نے تم کو دیکھا ہے۔" (۱۳)
 پھر وہ نے کہا: "میں نے تم کو دیکھا ہے۔" (۱۴)
 پھر وہ نے کہا: "میں نے تم کو دیکھا ہے۔" (۱۵)
 پھر وہ نے کہا: "میں نے تم کو دیکھا ہے۔" (۱۶)
 پھر وہ نے کہا: "میں نے تم کو دیکھا ہے۔" (۱۷)
 پھر وہ نے کہا: "میں نے تم کو دیکھا ہے۔" (۱۸)
 پھر وہ نے کہا: "میں نے تم کو دیکھا ہے۔" (۱۹)
 پھر وہ نے کہا: "میں نے تم کو دیکھا ہے۔" (۲۰)

اس سرور تھا کہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔ (۲۱)
 اس سرور تھا کہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔ (۲۲)
 اس سرور تھا کہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔ (۲۳)
 اس سرور تھا کہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔ (۲۴)
 اس سرور تھا کہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔ (۲۵)
 اس سرور تھا کہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔ (۲۶)
 اس سرور تھا کہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔ (۲۷)
 اس سرور تھا کہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔ (۲۸)
 اس سرور تھا کہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔ (۲۹)
 اس سرور تھا کہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔ (۳۰)

اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا انکار کرنے والے ہیں۔ درمیان میں اعتقاد کے ساتھ پیغمبر علیہ السلام کو خطاب کیا کہ آپ ان سے کہہ دیں کہ تمہاری جانوں کو ملک الموت قبض کرتے ہیں، پھر قسم اپنے پروردگار کی طرف لڑائے جاؤ گے جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو سہلی دفعہ پیدا فرمایا تو اب دوبارہ پیدا کرنا اس کے لیے کیسے مشکل ہو سکتا ہے۔ اس کا فیصلہ ہے کہ وہ سب کو ضرور زندہ کر کے اپنے سامنے لا کر رکھ لیا، اور پھر حساب کتاب اور جزائے عمل کی منزل آئے گی۔

دنیا میں جو باؤ
آسمان کی آفتاب ہیں

اب اللہ تعالیٰ نے منکرین قیامت کی دوبارہ زندگی کا کچھ حال بیان فرمایا ہے۔ آج تو یہ لوگ اس چیز کو ناممکن خیال کرتے ہیں مگر قیامت والے دن جب وہ فی الواقعہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر کیے جائیں گے تو ان کی پشیمانی قابلِ دید ہو گی۔ فَرَأَىٰ فَلَانٌ تَرَىٰ إِذْوَ الْعُجْبِ مَوْنًا كَسُوْا زُرُوْا فِیْ سِحْرِ عَوْنَةٍ رَفُوْهُ اور اگر آپ دیکھیں ان مجرموں کو جنب کہ وہ اپنے پروردگار کے سامنے بیوقوف حاضر ہوں گے، تو نیست اور نہ امت کے ساتھ عرض کریں گے وَبَشِّرَٰ أَبْصَرْنَا اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا وَسَبَّحْنَا اپنے کافروں سے سن لیا۔ اب ہم یقین آچکے ہیں کہ جس چیز کو ہم بعید خیال کرتے تھے۔ وہ ہمارے سامنے ہے۔ لہذا اب ہماری درخواست یہ ہے۔

فَاَنْجِعْنَا فَعَمَلُ حَسَالِیْنَا کہ ہمیں دنیا میں واپس پھیر دے۔ اب کہ دفعہ ہم نیک اعمال انجام دیں گے۔ اِنَّا مُوقِنُوْنَ بیشک ہم یقین آگیا ہے کہ تیرا وعدہ برحق ہے۔ تو نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے جو جو پیغام بھیجے۔ وہ ہر سمت ثابت ہوئے ہیں۔ اب ہم تیرے عطا کردہ اعمال کو ترک کر کے اپنے عطا کردہ اعمال اختیار کریں گے۔ سُوْرَةُ الشُّعَرَاءِ میں مجرموں کا یہ بیان آتا ہے فَلَوْ اَنَّ لَنَا كُوْنٌ فَنَسْکُوْنُ مِنْ الْمُؤْمِنِيْنَ (آیت ۱۰۲) اگر ہم دنیا میں واپس جانے کا ایک موقع مل جائے تو ہم قطع قیامت اور جزائے عمل پر ایمان لے آئیں گے۔ تیرے انبیاء اور کاتبوں کو تسلیم کر لیں گے اور نہایت

اُس کی اپنی پسند ناپسند یہ ہے

فرمایا اگر ہم چاہتے تو سب کو راد راست پر لے گئے وَلٰكِنْ حَقَّ

الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ

اجنوں میں منگھ میری طرف سے حق بات یہ ہے کہ میں جنوں اور انسانوں میں سے

جنم کو بھر دوں گا۔ جنوں اور انسانوں میں سے جو بھی کفر، شرک اور معاصی کے راستے

پر چلے گا، سب کو جنم رسید کروں گا۔ جب شیطان نے اللہ کے بندوں کو گمراہ

کرنے کی قسم اٹھائی تھی تو اللہ نے اُس کے بارے میں بھی یہی الفاظ استعمال

کیے تھے لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ وَهُمْ

اجنبین (مس۔ ۸۵) میں تجھے اور تیرے پیروکاروں سے جنم کو بھر دوں گا۔

مجھے کسی چیز کی پروا نہیں ہے۔

بیگانگی کا
عذاب

فرمایا اب تمہاری دنیا میں وہابی کی خواہش پوری نہیں ہو سکتی، اب تو صرف

دنیا کی زندگی کا بدلہ ملے والا ہے۔ فَذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَرْجِعُونَ

ہذا پس اب عذاب کا مزہ چکھو اس وجہ سے کہ تم نے آج کے دن کی طلاق

کو فراموش کر دیا تھا۔ اُس وقت تو کہتے تھے کہ نہ کوئی قیامت ہے، نہ حساب

کتاب کی منزل اور نہ ہی جزائے عمل۔ دراصل فراموش شدہ چیز کا تذکرہ نہیں کیا جاتا

بلکہ اس کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے مطلب یہی ہے کہ تم نے دنیا کی زندگی میں وہ

آخرت کی زندگی کو نظر انداز کر دیا۔ لہذا اب اس کا مزہ چکھو اِنَّا نَسِيتُكُمْ

آج ہم بھی تمہیں نظر انداز کر دیں گے۔ آج تمہاری کوئی درخواست قبول نہیں کریں

گئے بلکہ اپنی رحمت سے دور کر دیں گے اب تمہارے ساتھ یہی سلوک کرنے

والا ہے وَذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ اب

اپنے اعمال کی پاداش میں ہمیشہ کا عذاب چکھو۔ عقیدہ بھی ایک، دالٹی چیز ہے

جسے انسان اپنے ذہن و قلب اور روح میں جمالینا ہے۔ پھر جب یہ عقیدہ ہی

باطل ہو جائے، انسان کفر اور شرک کو اپنے آپ پر حاوی کر لے تو اس کی سزا

اور اگر مجلس کی تبدیلی کے بعد دوبارہ یہی آیت پڑھی جاسی گئی تو دوبارہ سجدہ کرنا لازم ہو جائے گا۔

تکبیر کی پیدائش

فرمایا ہماری آیتوں پر ایمان لانے والے لوگ آیات کو سن کر سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید بیان کرتے ہیں، فَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ تکبر نسبت بڑی خصلت ہے، جو انسان کو گمراہی کی طرف لے جاتی ہے۔ شیطان تجریم کی وجہ سے مردود نظر۔ بزرگان دین فرماتے ہیں کہ دیگر قباحتوں کی نسبت تکبر کو دل سے نکالنا زیادہ مشکل ہے۔ چنانچہ بیعت کا مقصد انسان کی تربیت اور اصلاح ہے۔ محض رسومات از قیم عرس، قرانی وغیرہ کو اپنا توہمیت کا مقصد نہیں ہے۔ مرشد کا کام تو یہ ہے کہ وہ اپنے مرید کی اس طرح تربیت کرے کہ اس کی تمام بُری خصلتیں دور ہو کر اچھی خصلتیں پیدا ہو جائیں۔ حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ بہت بڑے بزرگ، عالم دین، مفتی اور پیر می تھے۔ سلوک کے موضوع پر آپ کی کتاب ”تربیت الہاکم“ وغیرہ پڑھیں۔ آپ کے سر پر خطوط کے ذریعے اپنے اشکال پیش کرتے تھے اور آپ ہر اشکال کا علاج تجویز فرماتے تھے اور واضح کرتے تھے کہ فلاں خصلت کہ اس طرح دور کرنا ہے اور اس کے مقابلہ میں فلاں عمل کرنا ہے۔ آپ سے قدیم اور جدید تعلیم یافتہ ہر قسم کے لوگوں نے اصلاح کا سلسلہ قائم کیا اور درجہ کمال تک پہنچے۔ ابھی حال میں محرمی کے ڈاکٹر عبدالحی قوت ہوئے ہیں آپ علی گڑھ کے تعلیم یافتہ تھے اور وکیل تھے۔ انہوں نے حضرت تھانویؒ سے بیعت کر کے علم اور تربیت دونوں چیزیں حاصل کیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی کایا ملٹ دی اور انہیں کمال درجے کا مرشد بنا دیا۔ بہر حال تکبر کے متعلق پرانے بزرگ فرماتے ہیں نَعْلُ الْجِبَالِ اِيسِدُ مِنْ اَخْرَاجِ السَّكَبِ مِنَ الْقُلُوبِ یعنی سوئی کے ذریعے پہاڑوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا تکبر کو دلوں سے نکالنے کی نسبت آسان کام ہے۔

حضرت علیہ السلام کے بعض ارشاد سے بھی ثابت ہے کہ اس آیت کریمہ میں جس نماز کا ذکر ہے، وہ تکیہ کی نماز ہے۔ آپؑ کا ارشاد مبارک ہے کہ جنت میں ایسے بہترین مہلات ہوں گے کہ اندر سے باہر کا اند باہر سے اندر کا بخوبی نفاذ ہو سکے گا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا حضور! یہ مہلات کن لوگوں کی قسمت ہیں ہوں گے؟ فرمایا جو روزہ رکھیں گے، عزیابو مساکین کو کھانا کھلائیں گے اور ایسے وقت میں نماز ادا کریں گے۔ وَاَتَا سُنَّيْنَا رَبِّكَ جَبَّكَ لَوْكَ سَوْنِيْ هُوْنِيْ هُوْنِيْ گے اور اس سے تہجد کی نماز ہی مراد ہے۔

اور باقی رہی یہ بات کہ اہل ایمان اپنے پروردگار کو خوف اور ایمان کے ساتھ پکارتے ہیں تو ظاہر ہے کہ ایمان میں یہ دونوں چیزیں شامل ہیں بلکہ اَلْاِيْمَانُ مَبْنِيٌّ عَلَى الْخَوْفِ وَالْاِيْمَانُ اِيْمَانُ اَذَى كَالْاِيْمَانِ خَوْفٌ اور امید کے درمیان ہوتا ہے، اُسے خدا تعالیٰ کے جلال و عظمت اور اُس کی گرفت کا خوف ہوتا ہے حتیٰ کہ اللہ کے جیل القدر انبیاء بھی اُس کے خوف سے لرزتے ہیں۔ اسی لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا اِنَّا نَقِصُّكَ لِيْ حَبِيْثِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ (الشعراء: ۸۲) پروردگار اقبال سے ملنے دین میری نغز شوں کو معاف فرما دینا۔ کہیں میری گرفت نہ بھولے۔ دوسری طرف مومن اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ پر امید رہتے ہیں کہ وہ انہی نغز شوں کو معاف فرما کر نعمتوں سے سرفراز فرمائے گا۔ کیونکہ اُس کی رحمت اُس کے قریب غالب ہے۔

فرمایا اہل ایمان کی ایک صفت یہ بھی ہے وَفِيْمَا اَنْذَرْتُمْهُمْ يَنْهَوْنَ وَاِيْمَانِيْ رُوْزِيْ مِيْنَ خُسْرِيْ کرتے ہیں۔ فریضہ زکوٰۃ ادا کرنے کے علاوہ صدقات و خیرات کرتے ہیں۔ عنبر باد مسکین

لے قرطبی ص ۱۴۱ و غازی ص ۲۲۳

(خلاصہ)

لے معالم التنزیل ص ۱۵۹ و غازی ص ۲۲۵

کامیابی تکھے ہیں، ہمارے لیے جو کامیابی کے لیے ہر قسم کی کوششیں ہیں۔ یہ بڑا
 ایسا کام ہے جس کے لیے ہم نے آج تک ہر کام کر دیا ہے اور چاہتے ہیں

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخِیَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ
 أَعْيُنٍ ۚ جَزَاءُ لِّبِمَا كَانُوا یَعْمَلُونَ ﴿۱۴﴾
 أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا
 لَا یَسْتَوْنَ ﴿۱۵﴾ اَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا
 الصَّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنَّٰتُ الْاٰمَٰوِیْ نُزُلًا
 لِّبِمَا كَانُوا یَعْمَلُونَ ﴿۱۶﴾ وَاَمَّا الَّذِیْنَ
 فَسَقُوا فَمَأْوِیَّهُمُ النَّارُ كُلَّمَا اَرَادُوا اَنْ
 یَخْرُجُوْا مِنْهَا اُعِیْدُوْا فِيْهَا وَقِیْلَ لَهُمْ
 ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ
 تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَنذِیْقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ
 الْاَدْنٰی دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ
 یَرْجِعُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآٰیٰتِ
 رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ۚ اِنَّا مِنْ الْمُجْرِمِیْنَ
 مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۱۹﴾

ترجمہ :- پس نہیں جانتا کوئی نفس جو پرشیدہ رکھی
 گئی ہے اُن کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک۔ بدلہ اُس کا

جو کچھ وہ محل میں کرتے تھے (۱۹) صلاہ وہ غلطی جو
 پہلی بار ہو گیا اس سے باہر ہر گز جہانوں سے !
 باہر نہیں ہر گز (۲۰) مہمانی وہ لوگ جو ایمان مند
 مرد بیویوں سے بچے کام کیے ، پس ان کے بچے
 بہشت میں رہے گئے ہیں ، جو ایمانی اس کے بچے
 میں جو کچھ وہ کیا کرتے تھے (۲۱) مرد ہر حال وہ
 لوگ جنہوں نے ہر گز کی ، جو کچھ ، لغو کا کمال
 ہے ، وہ آپ اور کر رہے گئے کہ اس سے نکل جائیں
 تو انہی میں سے ہیں جن کے اس کے اور جو اور اس سے
 نکل جائے گا ، مگر ان کا غلاب ، وہی ہیں جو کہ
 جہنم میں تھے (۲۲) اور بہتر ہو سکتا ہے ، بلکہ بہتر گئے ہیں
 کہ مقتدر ، ماقبیلہ کا غلاب ہے ، غلاب سے بچے
 نہ کہ یہ لوگ آئیں (۲۳) اور اس سے بچے کہ غلاب
 کوں ہے جس کو یہ دکانی جائے اس کے پروردگار
 کی آفتیں ، چہرہ وہ ان سے جو نہ کر سکتے ، جیسا
 ہم کہوں سے انتقام لینے چاہتے ہیں (۲۴)

بہارِ

پہلے ہفتے میں کہیں کہیں قیامت کا روزہ (۲۵) وہ لوگ جو
 کا ذکر کیا اس کے ساتھ ساتھ ان میں سے کہیں کہیں قیامت کا روزہ
 کی باتیں یہ دکانی میں قیامت کا روزہ ہے ، یہ ہر حالت میں اور ہر وقت
 کہ ہر گز کے ہفتے کا ہر گز ، اعلیٰ کر رہے ہیں ، اسات کے ہفتے ان کے
 چہرہ ہفتوں سے بد ہو جائے ہیں وہ اعلیٰ کر رہے ہیں ، اعلیٰ کر رہے ہیں ، اعلیٰ کر رہے ہیں
 کرتے ہیں ، ان کے بدلے ان کے غلاب سے جو ہر گز اور وہ اس کی نسبت
 سے پر امید ہوئے ہیں ، نیز جو کہ وہ اعلیٰ کر رہے ہیں ، اعلیٰ کر رہے ہیں ، اعلیٰ کر رہے ہیں

میں پانی کی نہریں جاری ہوں گی اور درختوں ہر طرح کے پھل موجود ہوں گے۔ فرمایا یہ سب کچھ لَنْزِلَ إِلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً يَغْسِلُوكُم بِهِ اُن کی مہمان نوازی کے طور پر ہوگا اُن اعمال کے بدلے میں جو وہ دنیا کی زندگی میں انجام دیتے تھے۔

اہل جنت کو یہ نعمتیں بغیر مشقت کے حاصل ہوں گی کیونکہ یہ اُن کی مہمان نوازی کے طور پر ہوگا۔ اپنے گھر میں انسان ہر طرح کی نعمتیں حاصل کر سکتے ہیں مگر اس کے لیے محنت و مشقت کرنا پڑتی ہے تب جا کر مطلوبہ چیز حاصل ہوتی ہے۔ اس کے باوجود نعمت کے ختم ہو جانے کا ہر اُن امکان ہوتا ہے، خود بخود دنیا کی زندگی دور درواز رہتی ہے اور آخر ایک نہ ایک دن ختم ہو جاتی ہے اور تمام نعمتیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں، موت سے پہلے طرح طرح کی بیماریاں اور حوادث پیش آتے رہتے ہیں۔ جن کی وجہ سے انسانوں کو پریشانی لاحق ہوتی ہے۔ مگر جنت میں نہ تو زندگی ختم ہوگی اور نہ کسی نعمت کے ختم ہونے کا خطرہ ہوگا۔ اہل ایمان کی یہ مہمان نوازی دیکھی ہوگی اور یہ اس لیے کہ وہ دنیا میں اچھے اعمال انجام دیتے تھے۔

اس کے بالمقابل کفار کے متعلق فرمایا وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا

کفار کا انجام

بہر حال وہ لوگ جنہوں نے نافرمانی کا ارتکاب کیا۔ فسق کا اطلاق انسان کی مختلف حالتوں پر ہوتا ہے۔ یہ لفظ مطلق گنہگار کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جب کہ اس کا لغوی معنی املاحت سے باہر نکل جانا ہے۔ اللہ نے مشرکوں کے متعلق فَسَقُوا وَأَكْثَرُهُمْ فَسِيقُونَ (التوبہ - ۸) اُن میں سے اکثر فاسق ہیں اور کتاب کے متعلق بھی فرمایا وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِقُونَ (آل عمران - ۱۱۰) اُن کی اکثریت فاسقوں پر مشتمل ہے۔ منافقوں کے متعلق بھی یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے إِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فَاسِقِينَ (التوبہ - ۵۳) تم اس مقام پر فاسق سے مراد کافر ہیں کیونکہ یہ لفظ ایمان کے مقابلہ میں لایا گیا ہے۔ بہر حال فرمایا کہ جنہوں نے کفر اور نافرمانی کا راستہ اختیار کیا فَمَا لَهُمْ بَالٌ أَن يَخْتَارُوا ان کا ٹھکانا اور رخ کی آگ ہوگا۔ اور وہ ایسا بُرا ٹھکانا ہے جسے کما اَرَادُوا أَن يَخْتَارُوا

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حجتہ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
مجرمین کو دنیا میں اس دنیوی نظام کی موجودگی میں بھی بعض جرائم کی سزا دیتا رہتا ہے۔
کوئی بیاری انگلی، مادہ پیشکش، لٹی، جان، مال یا اولاد کا نقصان ہو گیا، غلط پڑ گیا
یا جنگ مسلط ہو گئی۔ یہ سزا ہی کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں جو اللہ تعالیٰ لوگوں کی
تنبیہ کے لیے وقتاً فوقتاً بھیجتا رہتا ہے۔ اس کے نتیجے میں سعادت مند لوگ
سمجھ جاتے ہیں اور وہ جرائم سے باز رہ جاتے ہیں مگر جو ناجائز قسم کے لوگ ہوتے
ہیں وہ تنبیہ کا کچھ اثر قبول نہیں کرتے اور اعمال جہ میں مہلک پہنچتے ہیں۔ اور
پھر آخر کار بڑے مذہب کے ستمی بن جاتے ہیں۔ شاہ صاحبؒ یہ بھی فرماتے ہیں۔
کہ بعض اوقات لوگ سزا کے ستمی بن جاتے ہیں مگر بعض اسباب کی وجہ سے وہ
سزا کی رہتی ہے۔ پھر جب وہ اسباب رفع ہو جاتے ہیں تو سزا سزا طوفان
کی طرح یکدم دُور ہو جاتی ہے۔

آیات اللہ
سے اعراض

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کافروں اور مشرکوں کا شکوہ بیان کیا ہے۔
وَقَدْ أَفْلَحَ مَن تَنَجَّىٰ ذِكْرًا بَيِّنًا رَّبِّہٖ اُوْرْہٖ سَے بڑا اَلْمُکْرَم
ہے کہ جب اُس کے سامنے اُس کے پروردگار کی آیتوں کا ذکر کیا جاتا ہے، اور
اسے بتایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ احکام نازل فرمائے ہیں یا اُس نے اپنی وحدانیت
کے یہ دلائل پیش کئے ہیں تَبٰرَکَ تَعَالٰی عَنَّا تو پھر وہ شخص اُن سے
اعراض کر جاتا ہے۔ آیات اللہ کی طرف توجہ ہی نہیں کرتا بلکہ ہر چہی بات ہی اُن
سے مٹ کر دیتا ہے۔ اللہ نے اعراض کی یہ صورت بھی بیان فرمائی ہے۔ عَصَا
مُکْرَمٌ عَمَّیْ وہ اذہم، بہرے اور گوسٹے بن جاتے ہیں۔ حق بات سے
منہ موڑ لیتے ہیں۔ اے لوگوں کے متعلق فرمایا اِنَّا وَكَلْنَا الْمُحْسِنِیْنَ
مُتَّقِیْنَ بے شک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔ ظاہر ہے

کو جزوہ ۲۰ چھوڑ کر سیکڑا کو چھوڑ دیا۔ اس کے استعصاف کی نہیں تھا۔ اور
 ماہولی مشرف فرماتے ہیں کہ اس شخص کی سزا موت تھی۔ ہرگز تو کئی صدمہ ٹکرائی نہ
 کھتی۔ محض جو عرصہ نہ میں سر سے لٹکائے نہ بپ نظر منے کے نہ کہ نہ کرنا نہ
 ہر حال میں تپ۔ حدیث بھی۔ تب کہ محض جزوہ کی سزا موت کے خلاف سے
 چھوڑ دی گئی تھی۔ ہرگز اس طرح کو نہ لٹک کر نہ تھپ۔ قطعاً اس کے دیکھ
 دیکھتے ہیں کہ ہرگز ماہولی کہہ سکتے ہیں۔ اپنا ذات الی کرنا نہ چاہی ہو اس لئے
 لکھی ہے۔

امام ابن حجر نے حضرت عاصمؓ کے روایت بیان کیا ہے کہ وہ
 عاصمؓ کے سر استر تھا۔ وہاں سے جو شے پڑتی ہے

۱۔ علی کی اخصت کر دیا یہی میں سر کا سفر تھا۔ آپ دو روایت
 کرتے ہیں کہ وہ کھڑا تھا کہ وہ عرصہ لٹکا کر کہ حکام میں کی صورت نہ کی
 کہتے ہیں۔ اس کی تہہ وار نہ لٹکے ہیں۔ حق و حقیقت یہی ہے کہ وہ عاصمؓ
 کے حوالہ میں سب سے پہلے اس پر ثابت کیا گیا کہ وہ عاصمؓ کے حوالہ میں
 عاصمؓ کے حوالہ میں سب سے پہلے اس پر ثابت کیا گیا کہ وہ عاصمؓ کے حوالہ میں
 عاصمؓ کے حوالہ میں سب سے پہلے اس پر ثابت کیا گیا کہ وہ عاصمؓ کے حوالہ میں
 عاصمؓ کے حوالہ میں سب سے پہلے اس پر ثابت کیا گیا کہ وہ عاصمؓ کے حوالہ میں

۲۔ اس پر روایت ہے کہ اس کے حوالہ میں سب سے پہلے اس پر ثابت کیا گیا کہ وہ عاصمؓ کے حوالہ میں
 عاصمؓ کے حوالہ میں سب سے پہلے اس پر ثابت کیا گیا کہ وہ عاصمؓ کے حوالہ میں
 عاصمؓ کے حوالہ میں سب سے پہلے اس پر ثابت کیا گیا کہ وہ عاصمؓ کے حوالہ میں
 عاصمؓ کے حوالہ میں سب سے پہلے اس پر ثابت کیا گیا کہ وہ عاصمؓ کے حوالہ میں
 عاصمؓ کے حوالہ میں سب سے پہلے اس پر ثابت کیا گیا کہ وہ عاصمؓ کے حوالہ میں
 عاصمؓ کے حوالہ میں سب سے پہلے اس پر ثابت کیا گیا کہ وہ عاصمؓ کے حوالہ میں

نہ

تہ نصیبی ہو۔ "ہرگز اس شخص کی سزا موت تھی۔ ہرگز تو کئی صدمہ ٹکرائی نہ
 کھتی۔ محض جو عرصہ نہ میں سر سے لٹکائے نہ بپ نظر منے کے نہ کہ نہ کرنا نہ
 ہر حال میں تپ۔ حدیث بھی۔ تب کہ محض جزوہ کی سزا موت کے خلاف سے
 چھوڑ دی گئی تھی۔ ہرگز اس طرح کو نہ لٹک کر نہ تھپ۔ قطعاً اس کے دیکھ
 دیکھتے ہیں کہ ہرگز ماہولی کہہ سکتے ہیں۔ اپنا ذات الی کرنا نہ چاہی ہو اس لئے
 لکھی ہے۔"

الغرض : ان تین قسم کے جرائم کی سزا دینا میں ہی مل جاتی ہے۔ اسی لیے
 فرمایا کہ اس سے بڑا ظالم کوئی ہے کہ جس کے سامنے اُس کے رب کی آیات
 دکھ کر کی جائیں۔ اور وہ اعراض کر جائے۔ اٹھریلے مجرموں سے ضرر انتہا م
 ے گا۔

الحجۃ

تاریخ دہلی

۱۹۰۰ء

دیس برصغیر

وَلَقَدْ بَعَثْنَا مُوسَىٰ الْكَاتِبَ فَلَا سَكْرَ
 فِي مِرْيَتِهِ قَبْلَ لِقَائِهِ وَجَعَلْنَاهُ هَدًى
 لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ ⑤ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ آيَةً
 يَتَذَكَّرُونَ يَا مَعْرِبُ اسْمُكَ صَبْرٌ وَكَانُوا
 بِآيَتِكَ يُؤْفِكُونَ ⑥ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ يُفَصِّلُ
 لِيَوْمِهِمْ يَوْمَ تُنْفَخُ الصُّرُفُ فَاتَّقُوا اللَّهَ
 يَخْشَوْا ⑦ أَوَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ عَذَابٌ
 أَهْلَكْتُم مِّن قَبْلِهِمْ مِّن نَّكْرٍ وَمَن يَنْتَرِ
 فِي مَنَاسِكِهِمْ إِلَىٰ فِي الْهَيْكَلِ لَا يَكُنْ
 يَسْمَعُونَ ⑧

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کو لکھنے والا بھیج دیا

اور اس کے دل میں کوئی سکر نہ تھا اور ہم نے اس کو

راہِ ہدایت سے جو ہے اس کی کتاب کو ہدایت دی اور

اس کے لیے ⑤ اور ہم نے ان میں سے ایک آیت بنائی

تاکہ یاد رکھیں کہ صبر اور بردباری سے

جسے کہ انہوں نے صبر کیا اور اس کے لیے یہ بھی ہے

یہ بھی ہے کہ ⑥ اور ہم نے ان میں سے ایک آیت بنائی

تاکہ یاد رکھیں کہ صبر اور بردباری سے

جسے کہ انہوں نے صبر کیا اور اس کے لیے یہ بھی ہے

یہ بھی ہے کہ ⑦ اور ہم نے ان میں سے ایک آیت بنائی

تاکہ یاد رکھیں کہ صبر اور بردباری سے

جسے کہ انہوں نے صبر کیا اور اس کے لیے یہ بھی ہے

یہ بھی ہے کہ ⑧ اور ہم نے ان میں سے ایک آیت بنائی

تاکہ یاد رکھیں کہ صبر اور بردباری سے

کے گا اُن کے درمیان قیامت کے دن ان باتوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے تھے (۲۵) کیا ان لوگوں کے لیے یہ بات واضح نہیں ہوئی کہ ان سے پہلے ہم نے کتنی ہی جماعتیں ہلاک کی ہیں جن کے ٹھکانوں میں یہ چلتے ہیں۔ بیشک اس میں البتہ نشانیاں ہیں کیا یہ سنتے نہیں؟ (۲۶)

ربط آیات

اس سورۃ کی ابتدا میں قرآن کی حقانیت اور صداقت بیان ہوئی۔ پھر اللہ نے توحید کا مسئلہ سمجھایا۔ اس کے بعد وقوعِ قیامت اور جزائے عمل کا ذکر ہوا۔ پھر منکرینِ قیامت کا رد ہوا اور قیامت میں پیش آنے والے بعض واقعات کا تذکرہ ہوا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان اور فاسق کرنے والوں کا انجام بیان فرمایا اور بطور تنبیہ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ قیامت کے بڑے عذاب سے پہلے ہم دنیا میں کمتر عذاب بھی بھیج دیتے ہیں تاکہ لوگ بڑے عذاب و اعمال سے باز آجائیں پھر اللہ نے منکرین کے متعلق فرمایا کہ جو لوگ آیاتِ الہی کو سن کر ان سے اعراض کرتے ہیں، ایمان اور نیکی کا راستہ اختیار نہیں کرتے ان سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے؟

نزولِ تورات

آج کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نزولِ تورات کا ذکر فرما کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیروکاروں کو تسلی دی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ الْبَيِّنَاتِ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عطا فرمائی۔ ظاہر ہے کہ اس سے مراد تورات ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر پرنازل ہوئی جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو تورات کی تعلیم و اشاعت میں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، اسی طرح حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ کی آخری کتاب قرآن حکیم کی تعلیم، تبلیغ اور اشاعت پر بے شمار مصائب برداشت کرنا پڑیں گی۔ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام

کوئی دیکھ کر وائے اشتقاق القرآن میں لے کر خلیفہ نبی
 ہاتھوں پر چاک آج کر کے پیر و پاد کی طرف سے کہ جس کو کہ جس نے ہاتھ
 آپ کے جنت میں لے کر آئے ہیں وہی ہے ان کے ساتھ سے شہ
 میں سے اشتقاق ہے وہی ہے جو ہر طرح پر ہر طرح سے کہ جس کو کہ جس نے ہاتھ
 آپ کی جنت میں لے کر آئے ہیں وہی ہے ان کے ساتھ سے شہ

ہندو
 کے
 ہندو

۱۰۰۰ میں سے ہر ایک ہندو کو کہ جس کو کہ جس نے ہاتھ
 خیر بخت ہے میں نے ہندو کو کہ جس کو کہ جس نے ہاتھ
 کہ جس کو کہ جس نے ہاتھ میں لے کر آئے ہیں وہی ہے ان کے ساتھ سے شہ
 ہندو کو کہ جس کو کہ جس نے ہاتھ میں لے کر آئے ہیں وہی ہے ان کے ساتھ سے شہ
 میں سے ہندو کو کہ جس کو کہ جس نے ہاتھ میں لے کر آئے ہیں وہی ہے ان کے ساتھ سے شہ
 ہندو کو کہ جس کو کہ جس نے ہاتھ میں لے کر آئے ہیں وہی ہے ان کے ساتھ سے شہ
 ہندو کو کہ جس کو کہ جس نے ہاتھ میں لے کر آئے ہیں وہی ہے ان کے ساتھ سے شہ
 ہندو کو کہ جس کو کہ جس نے ہاتھ میں لے کر آئے ہیں وہی ہے ان کے ساتھ سے شہ

۱۰۰۰ میں سے ہر ایک ہندو کو کہ جس کو کہ جس نے ہاتھ
 خیر بخت ہے میں نے ہندو کو کہ جس کو کہ جس نے ہاتھ
 کہ جس کو کہ جس نے ہاتھ میں لے کر آئے ہیں وہی ہے ان کے ساتھ سے شہ
 ہندو کو کہ جس کو کہ جس نے ہاتھ میں لے کر آئے ہیں وہی ہے ان کے ساتھ سے شہ
 میں سے ہندو کو کہ جس کو کہ جس نے ہاتھ میں لے کر آئے ہیں وہی ہے ان کے ساتھ سے شہ
 ہندو کو کہ جس کو کہ جس نے ہاتھ میں لے کر آئے ہیں وہی ہے ان کے ساتھ سے شہ
 ہندو کو کہ جس کو کہ جس نے ہاتھ میں لے کر آئے ہیں وہی ہے ان کے ساتھ سے شہ
 ہندو کو کہ جس کو کہ جس نے ہاتھ میں لے کر آئے ہیں وہی ہے ان کے ساتھ سے شہ

۱۰۰۰ میں سے ہر ایک ہندو کو کہ جس کو کہ جس نے ہاتھ
 خیر بخت ہے میں نے ہندو کو کہ جس کو کہ جس نے ہاتھ
 کہ جس کو کہ جس نے ہاتھ میں لے کر آئے ہیں وہی ہے ان کے ساتھ سے شہ
 ہندو کو کہ جس کو کہ جس نے ہاتھ میں لے کر آئے ہیں وہی ہے ان کے ساتھ سے شہ
 میں سے ہندو کو کہ جس کو کہ جس نے ہاتھ میں لے کر آئے ہیں وہی ہے ان کے ساتھ سے شہ
 ہندو کو کہ جس کو کہ جس نے ہاتھ میں لے کر آئے ہیں وہی ہے ان کے ساتھ سے شہ
 ہندو کو کہ جس کو کہ جس نے ہاتھ میں لے کر آئے ہیں وہی ہے ان کے ساتھ سے شہ
 ہندو کو کہ جس کو کہ جس نے ہاتھ میں لے کر آئے ہیں وہی ہے ان کے ساتھ سے شہ

پیش کیجئے کہ آپ کی قوم نے اس عظیم کتاب سے اعراض کیا۔ سورۃ الفرقان میں ہے ۔
 وَقَالَ الرَّسُولُ يُرَبِّ اِنْ قَوْمِي اخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا ۝
 (آیت ۳۰) اللہ کا رسول کہے گا، پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو پس پشت
 ڈال دیا یعنی اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت قتادہؓ نے ایک تیسری تفسیر بیان کی ہے
 وہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ موسیٰ علیہ السلام سے اپنی ملاقات کے
 متعلق کسی شک میں نہ پڑیں۔ حضور علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تین ملاقاتوں
 کا ذکر احادیث میں ملتا ہے۔ واقعہ معراج والی حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا کہ میرا گزیر ایک سرخ ٹیلے کے پاس ہوا جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام دفون
 ہیں، تو میں نے دیکھا رَأَيْتُ مُوسَىٰ قَائِمًا يُصَلِّي فِي قَبْرِهِ کہ
 موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ پھر جب آپ علیہ السلام
 بیت المقدس پہنچے تو وہاں تمام کے تمام انبیاء کو موجود پایا جن میں موسیٰ علیہ السلام
 بھی شامل تھے اور آپ نے سب کو نماز پڑھائی۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام
 سے تیسری ملاقات چھٹے آسمان پر ہوئی۔ اللہ نے آپ کی امت کے لیے
 چھاس نمازیں مقرر فرمائیں مگر جب موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے
 حضور علیہ السلام کو مشورہ دیا کہ ان میں کمی کر لیں کیونکہ آپ کی امت اتنی مشقت
 برداشت نہیں کر سکے گا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام بار بار اللہ کے حضور درخواست
 پیش کرتے۔ الغرض! اللہ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملاقات کے متعلق
 کسی شک میں نہ پڑیں کیونکہ آپ نے بعینہ موسیٰ علیہ السلام سے ہی ملاقات کی
 تھی۔ جو کہ جسم اور روح کے ساتھ تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ معراج کے موقع پر انبیاء

۱۔ تہذیب المقیاس من تفسیر ابن عباسؓ ص ۲۲۸

۲۔ عازن ص ۲۲۶ و نظری ص ۲۹۵ ۳۔ سلم ص ۲۶۸ و نانی ص ۲۳۱ و منذ احمد ص ۱۴۸ (فیاض)

کے اجر ملے گا۔ گویا ہر کامیابی صبر ہے۔ سورۃ اسراء میں موجود ہے کہ جب بنی اسرائیل کو سخت ترین مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تو سرسبز طیارہ السلام نے ان کو صبر کی تلقین کی۔ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوا اِنَّ اَكْرَبَ سَبِيلٍ لِّقَوْمٍ هَٰذَا سَبِيلُ الْغَاثِ وَالنَّاسِطِ (آیت ۱۲۸)

اچھا انجام متقیوں کا ہی ہو گا۔

امامت کے لیے دوسری شرط یقین ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کے تمام احکام اور ان کے نتائج پر یقین ہو۔ اللہ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے جو اصول وضع فرمائے ہیں سب کو دل و جان سے تسلیم کرے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسالت پر یقین ہو، وقوع قیامت اور جنائے علی پر یقین ہو، اللہ کی جنت اور دوزخ پر یقین ہو۔ اگر کوئی شخص متروک ہے گا۔ اور ان چیزوں پر یقین نہیں کرے گا۔ تو وہ امامت کا مستحق نہیں بن سکتا۔

امام سفیان ثوری کی روایت میں آتا ہے کہ اُن سے حضرت علیؑ کے اس قول کے متعلق پوچھا گیا اَلْعَبْدُ مِنْ اِلٰهِ كَانَ بِمَنْزِلَةِ الرَّاسِ مِنَ الْجَسَدِ یہی صبر کا ایمان کے ساتھ وہی تعلق ہے جو سر کا جسم کے ساتھ ہے۔ اگر سر نہ ہو تو جسم بیکار ہے۔ اسی طرح اگر صبر نہیں تو ایمان ناممکن ہے۔ اس پر امام ثوریؒ نے فرمایا کہ جب بنی اسرائیل نے اس بنیادی چیز کو چھوڑ دیا تو اللہ نے ان کو دنیا میں امامت عطا فرمائی۔ سورۃ الفرقان میں اللہ کے نیک بندوں کی دعا بھی ہے۔ وَجَعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ اِمَامًا (آیت ۷۴) مولا کریم! ہمیں نیک لوگوں کا پیشوا بنائے جو ہماری اقتدا کریں۔ غرضیکہ جب صبر اور یقین جیسی چیزیں حامل ہوں گی تو اللہ تعالیٰ منصب امامت پر فائز کرے گا۔

مسلمان آج دنیا کی امامت سے محروم ہیں جسکی وجہ یہی ہے کہ یہ صبر اور

مسلمانوں کی
محوری

ہمارے عوامی نمائندے کہتے ہیں کہ ہر بے زمین کاشتکار کو زمین اور ہر بے گھر
خاندان کو مکان کے لیے پلاٹ دیے جائیں گے۔ یہ تو جی ہو سکتا ہے۔ سبب یہ خود
اپنی زمینوں کو چھوڑ دیں۔ اگر یہ اپنی جاگیریں چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تو باقیوں
کو تقسیم کرنے کے لیے زمین کہاں سے آئے گی؟ یہ سب دھوکہ ہے۔ جب تک
تم خود جڑی معیار اختیار نہیں کر رہے، عوام کا معیار کیسے بلند ہو سکتا ہے! جو لوگ
اعلیٰ ترین رائٹس اختیار کرتے ہیں۔ اعلیٰ ترین ہٹل میں کھانا کھاتے ہیں، بہترین
کار استعمال کرتے ہیں، دیگر تمام مراعات حاصل کرتے ہیں انکی کو عوامی مسائل سے
کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟

بہر حال الشریعہ اصول کے طور پر بتا دیا کہ بنی اسرائیل نے ممبر کیا، ہماری
آیتوں پر یقین کیا تو اللہ نے دنیا کی امانت ان کے سپرد کر دی۔ اگر مسلمان بھی دنیا کی
راہنمائی کرنا چاہتا ہے تو انہی اصولوں کو اپنانا چاہئے گا اور اس کے لیے سب سے
پہلے خود کو تبدیل کرنا ہوگا۔ وگرنہ موجودہ اتحادی اور سربراہ دار نظام کی موجودگی میں تو
اصلاح کی کوئی صورت ممکن نظر نہیں آتی۔

فرمایا آپ مخالفین کی ایذا رسانیوں پر صبر کا دامن نہ چھوڑیں وَنَزَّاهُ
هُوَ قَبِيلٌ يَخْتَلِفُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُ تَمِيرًا يَوْمَ دُكَّارِ قِيَامَتِ
وَنَازَّاهُ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا فِيهِمْ سَاحَاكُونَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ، ان
مخالفات میں جن میں یہ لوگ اختلاف کرتے تھے۔ یہ لوگ حق کی مخالفت کرتے تھے
اور باطل کو رائج کرنا چاہتے تھے، اللہ کے انبیاء اور صلحیوں کو ایذا میں پہنچاتے تھے
قیامت ان جبرائے علی کا انکار کرتے تھے، ان کا اعلیٰ فیصلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے
دن فرمائے گا۔ دنیا میں تو اللہ نے ہدایت اور گمراہی کو بالکل واضح کر دیا تھا ہدایت
کو فرمایا قَدْ تَبَيَّنَ الشُّدُّ مِنَ الْغَيِّ (المعقودہ - ۲۵۶) اس وضاحت
کے باوجود جنہوں نے غلط راستے کا انتخاب کیا ان کے متعلق دو لوگ فیصلہ قیامت
کے دن ہو جائے گا۔

قیامت کے
دن فیصلہ

أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَسُوقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ
الْجُرُزِ فَنَخْرِجُ بِهِ نَبَاتًا تَأْكُلُ مِنْهُ
أَنْعَامُهُمْ وَانْفُسُهُمْ أَفَلَا يُبْصِرُونَ ﴿۲۷﴾
وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْفَتْحُ إِنْ كُنْتُمْ
صَادِقِينَ ﴿۲۸﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ
الَّذِينَ كَفَرُوا إِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿۲۹﴾
فَلَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرِ إِنَّهُمْ مُنْتَظَرُونَ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے کہ پانی ہم
چلاتے ہیں پانی کو خشک زمین کی طرف۔ پس ہم نکالتے
ہیں اس کے ساتھ کھیتی کہ کھاتے ہیں اس سے ان
کے مویشی اور یہ خود بھی۔ کیا یہ دیکھتے نہیں؟ ﴿۲۷﴾
اور کہتے ہیں یہ لوگ کہ کب ہو گا یہ فیصلہ،
اگر تم سچے ہو؟ ﴿۲۸﴾ آپ کو دیکھا کہ فیصلہ کے
دن نہیں خاتمہ دے گا کفر کرنے والوں کو ان کا
ایمان لانا، اور نہ ان کو جنت دی جائیگی ﴿۲۹﴾ پس
وٹے پیغمبر! آپ ان سے اعراض کریں اور انتظار
کریں، بیشک یہ بھی انتظار کرنے والے ہیں ﴿۳۰﴾
گذشتہ آیت میں تاریخی واقعات کی طرف اشارہ تھا کہ کیا

قرآن پاک میں اکثر مقامات پر اللہ نے پانی کے نزول کا ذکر اس طرح کیا ہے
وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً (البقرہ ۲۲۰) ہم نے آسمان کی طرف سے
پانی نازل فرمایا۔ ظاہر ہے کہ نزول آب سے مراد نزول بارش ہے جو براہ راست
کسی خطہ ارض میں برس کر دیاں کی خوشحالی کا پیش خیمہ بنتی ہے۔ تاہم اس مقام پر
اللہ نے پانی کو چلائے گا کہ فرمایا ہے کہ ہم پانی کو خشک زمین کی طرف چلاتے
ہیں۔ اس چلانے سے بادلوں کا چلنا بھی مراد ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ کے حکم سے
کسی چٹکی زمین کی طرف چل کر بارش برساتے ہیں۔ تاہم اس سے مراد یہ بھی ہو سکتا
ہے کہ ہم پانی کو ایسی جگہوں تک چلا کر لے جاتے ہیں جہاں براہ راست بارش
نہیں ہوتی، یا اگر ہوتی ہے تو مفید نہیں ہوتی۔ اس کی واضح مثال پیازوں پر ہونے
والی بارش کی ہے کہ بارش کا پانی پیازوں سے نیچے ندی نالوں کی صورت میں
بر نکلتا ہے اور اس سے میدانی علاقے سیراب ہوتے ہیں۔ ان میں ایسے علاقے
بھی ہوتے ہیں۔ جہاں بارشیں بالکل نہیں ہوتی یا ہوتی ہے تو کم یا بے وقت ہوتی
ہے اور لوگ اس سے کما حقہ مستفید نہیں ہو پاتے۔ پھر جب پیازوں پر ہونے والی
بارش یا پیازوں پر پڑنے والی برف کا پانی دریاؤں اور نہروں کے ذریعے دور دراز
علاقوں تک پہنچتا ہے تو لوگ ہر موسم میں حسب ضرورت اس کو استعمال کرتے
ہیں اور اس سے کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ پانی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ تک
چلانے کی ایک صورت بھی اللہ نے قرآن میں بیان فرمائی ہے اَلَمْ نَكُنْ
اَنَّ اللّٰهَ اَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْاَرْضِ
(النمر ۲۱) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی نازل فرماتا ہے اور
ایسے زمین میں چشمے بنا کر چلا تا ہے۔ گویا زمین و دریاؤں کے ذریعے پانی ایک
جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتا ہے اور پھر لوگ ٹیمپ دیروں اور کنوؤں کے ذریعے
پانی نکال کر زمین کو سیراب کرتے ہیں، خود بھی استعمال کرتے ہیں اور جانوروں
کو بھی چلاتے ہیں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے پانی کو دلیل قدرت کے طور پر پیش کیا ہے

اور خون پر ہی انسانی جسم کا دار و مدار ہے، لہذا پانی ہر جاندار کے لیے نہایت ہی ضروری ہے۔ اللہ نے اسی لیے یہ آسمان چلایا ہے کہ ہم پانی کو جبر زمین کی طرف چلاتے ہیں، پھر اس سے کھیتی اگاتے ہیں جو انسانوں اور جانوروں کی خوراک بنتی ہے۔

حیوانات اور نباتات کے لیے پانی کی جس قدر زیادہ ضرورت ہے، اللہ نے اسی قدر اس کی بہم رسانی کا بھی فری انتظام فرمایا ہے۔ قدرت کا مہیا کردہ ذخیرہ آبِ حیاتِ کلِ مہنت ہے، البتہ اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے لیے کبھی کم اور کبھی زیادہ محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ انسانی زندگی کے لیے ہڈیاں (جسٹ) پانی سے بھی زیادہ ضروری ہے اس لیے اللہ نے اس کو بالکل ہی فری مہیا کیا ہے ہوا ہر جگہ اور ہر وقت موجود ہے جسے حاصل کرنے کے لیے کسی محنت و مشقت کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ اسی طرح پانی کی پلائی بھی بالکل فری ہوتی چاہیے، اور اس پر کسی قسم کا ٹیکس نہیں عائد ہونا چاہیے۔ ہر حکومت کا فرض ہے کہ وہ ملک کے کونے کونے میں حسب ضرورت پانی مہیا کرنے کا انتظام کرے۔

فرمایا ہم نے پانی کو چلا کر اس سے سبزی، پھل اور اناج پیدا کیے ہیں، اور اسے انسانوں اور جانوروں کی خوراک بنایا ہے۔ اگلا یہ بھی سنو کہ یہ لوگ قدرت کی اس نشانی کو دیکھتے نہیں۔ اللہ نے اپنی قدرت کی ایک ایسی زندہ مثال پیش کی ہے جو ہر روز مشاہدہ میں آتی ہے، لوگوں کے سامنے بارش برہتی ہے، زمین میں ہریالی پیدا ہوتی ہے۔ فصل پختی ہے اور پھر وہ جانداروں کی خوراک بنتی ہے۔ کیا یہ دلیل ان کے لیے کافی نہیں؟ گزشتہ درس میں تاریخی واقعات کا ذکر کئے کہ اللہ نے فرمایا، کیا یہ سنتے نہیں؟ ظاہر ہے کہ واقعات کا تعلق سماعت سے ہی ہو گیا ہے اور اب مشاہداتی مثال بیان کر کے فرمایا ہے، کیا یہ دیکھتے نہیں؟ مطلب یہ کہ دونوں مثالیں غور و فکر کا مطالبہ کرتی ہیں تاکہ لوگ بعض باتیں سن کر اور بعض چیزیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لے آئیں اور کفر والی ابدی

والہ کی قدرت
کا مشاہدہ

کہ اُس دن ہر چیز اپنی آنکھوں سے دیکھ کر ایمان لانا ہرگز نہ معفیہ نہیں ہوگا۔ وَلَکُمْ
 هُمْزٌ يَنْظُرُونَ اور نہ ہی ان کو مزید مہلت دی جائے گی کہ دنیا میں واپس
 جا کر اپنے عتاپ اور اعمال کو درست کریں۔ دیکھ رہے ہیں کہ دنیا میں گزر چکا ہے
 کہ جب مجرم لوگ خدا سے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو کہیں گے، رَبَّنَا
 اَقْبَسْنَا وَنَسِيتْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوقِنُونَ
 (آیت ۱۲۰) اے ہمارے پروردگار ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا، اب ہمیں دنیا
 میں واپس بھیج ہم اچھے کام انجام دیں گے اور تیری باتوں پر یقین کریں گے۔
 مگر اُس وقت کوئی درخواست قبول نہیں ہوگی اور ایسے مجرموں کو کوئی مہلت
 نہیں دی جائے گی۔ اللہ فرمائے گا اب عمل کا وقت ختم ہو کر جزائے عمل کا
 وقت شروع ہو چکا ہے۔ اُس وقت ان کی حالت یہ ہوگی فَيَقُولُ هَيْدَا
 يَتَّبِعُ الْبَيْتَ فَلَا تَمُوتُوا مَعِدَرَةً هُمْ لَا هُمْ يَسْتَعْبِقُونَ
 (القمر - ۵۷) کہ اُس دن ظالموں کو ان کی مہلت کچھ معفیہ نہیں ہوگی اور نہ ہی
 انہیں خدا تعالیٰ کو منانے کا موقع ملے گا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔
 فَاصْبِرْ صَبْرًا وَّاسِعًا وَأَنْتَظِرُ آبِیْنَ بَنَاتٍ اِذَا رَسَايُوهَا
 دگر نہ کریں، اُن کی طرف دھیان نہ دیں اور جزائے وقت کا انتظار کریں۔
 کہ اللہ تعالیٰ ان کی ایذا رسانیوں اور تھکے صبر کا کیا نتیجہ نکالے گا ہے۔ اہل ایمان
 کو دنیا و آخرت ہر دو جگہ پر کامیابی حاصل ہوگی، جب کہ کافر اور مشرک ذلیل و
 خوار ہی ہوں گے۔ آج تو یہ دیکھ رہے ہیں کہ کبھی بعد مسلمان کامیابی حاصل نہیں کر
 سکیں گے مگر انہیں جلدی ہی پتہ چل جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی مددکن کے ساتھ
 ہے اور وہ کسی طرح اہل ایمان کے حق میں قیامت کا تسہیل فرمائے گا۔
 چاہے کبھی بھی انتظار کرنے والے ہیں۔

یہ تین رکوع کی تیس آیات والی سورۃ ہے۔ سورۃ الملک کی بھی تیس
 فضائل ہوگی

تجارتِ امتدادیہ۔ رائے مظفریہ جو کہ ایک سزا جلائیہ برقی فیصلہ ہے آتی ہے۔
 مضمون پر اس وقت اور دوسرے سے پہلے اس کی دوسری طرف کی طرف ایک دفعہ
 کر کے دیکھیں۔ یہ سزا ہے۔ اس کے لئے ایک اور سزا ہے۔ اس کے لئے ایک اور
 کی خدمت کے لئے ایک سزا ہے۔ اس کی سزا ہے۔ اس کی سزا ہے۔ اس کی سزا ہے۔
 کھڑی ہو کر۔ اس کے لئے ایک سزا ہے۔ اس کے لئے ایک سزا ہے۔ اس کے لئے ایک سزا ہے۔
 کی طرف سے۔ اس کے لئے ایک سزا ہے۔ اس کے لئے ایک سزا ہے۔ اس کے لئے ایک سزا ہے۔
 اس کے لئے ایک سزا ہے۔ اس کے لئے ایک سزا ہے۔ اس کے لئے ایک سزا ہے۔ اس کے لئے ایک سزا ہے۔
 اس کے لئے ایک سزا ہے۔ اس کے لئے ایک سزا ہے۔ اس کے لئے ایک سزا ہے۔ اس کے لئے ایک سزا ہے۔
 اس کے لئے ایک سزا ہے۔ اس کے لئے ایک سزا ہے۔ اس کے لئے ایک سزا ہے۔ اس کے لئے ایک سزا ہے۔

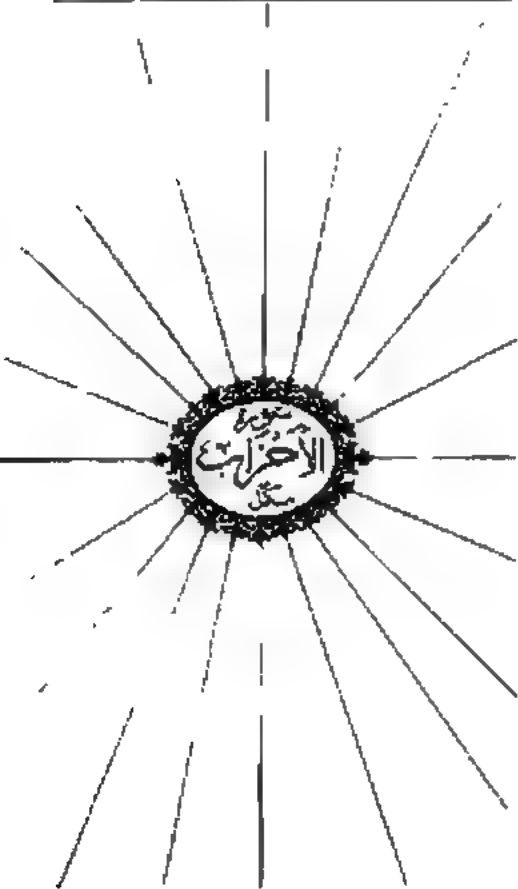
نورانی قادیانیہ

نورانی قادیانیہ

نورانی قادیانیہ

KA

.



الاحزاب ۲۳

آیت ۲۱

اقل ما اوصیٰ ۲۱

درس اول ۱

سُورَةُ الْاَحْزَابِ مَدَنِيَّةٌ قُرْآنُهَا ثَلَاثٌ وَسَبْعُونَ آيَةً وَقُلُوبُهَا ثَلَاثٌ
سورة احزاب مدنی ہے۔ یہ تہتر آیتیں ہیں، اور اس کے نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا يُطِيعِ الْكُفْرَيْنِ
وَالْمُنَافِقِينَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ①
وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ إِنَّ اللَّهَ
كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ② وَتَوَكَّلْ
عَلَى اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ③

ترجمہ: اے نبی! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیے، اور
نہ کہنا، نہ آپ کافروں اور منافقوں کا۔ بیشک
اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے ①
اور پیروی کریں آپ اُس چیز کی جو وحی کی جاتی
ہے آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی جانب سے
بیشک اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کام کرتے ہو اس کی خبر
رکھنے والا ہے ② اور آپ عبودہ رکھیں اللہ تعالیٰ

ختم کیا گیا ہے۔ حور قروں کے متعلق مطلق لفظ حدیث کے مسائل بیان ہوئے ہیں۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نزول مطہرات کی خصوصیات اور عام مومنہ حور قروں کے بعض مسائل بیان ہوئے ہیں۔ مشرکین بتیجی یعنی منہ پر سے بیٹے کو مستحق بیٹھے کے حقوق دیتے تھے، جب کہ اللہ نے اس کا تذکیہ ہے۔ خاص طور پر بتیجی کی بیماری سے نکلنے کا مسئلہ بھی آگیا ہے۔ حور قروں کے لیے پردے کے احکام بذیل کیے گئے ہیں، جعل تعزیری احکام بھی آگئے ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کا ذکر توحید اور ختم نبوت کا مسئلہ بیان ہوا ہے۔ منافقین کی مذمت بیان کی گئی ہے۔

قیامت اور محاسبہ اعمال کا ذکر بھی آگیا ہے۔ اس سورۃ مبارکہ کا ایک خاص موضوع پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آداب ہیں، آپ کی تعظیم و توقیر کا خصوصی ذکر ہے آپ کے خاتم النبیین ہونے کا تذکرہ ہے، آپ کے لیے چارے زیان پہنچ کرنے کی اجازت کا ذکر ہے اور آپ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اس سورۃ مبارکہ کی سابقہ سورۃ التحدید کے ساتھ یہ کناعت ہے کہ سابقہ سورۃ کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور عام مومنین کے لیے تسلی کا مضمون بیان کیا تھا کہ آپ اپنے مخالفین کے پر اپیگنڈہ اسے متاخر ہوں جبکہ صبر کا دامن تھامے رکھیں، اپنا کام کرتے رہیں اور نتائج کا انتظار کریں اب اس سورۃ کی ابتداء ہی اللہ تعالیٰ نے تسلی کے مضمون سے کی ہے۔

سابقہ سورۃ کے ساتھ ربط

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان نوز کو مختلف طریقوں سے خطاب فرمایا ہے جہاں عام مومنوں سے خطاب مطلوب ہوتا ہے وہاں یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا کے الفاظ آتے ہیں اور جہاں پوری بنی نوع انسان کی توجہ مطلوب ہوتی وہاں یَا أَيُّهَا النَّاسُ کہہ کر خطاب کیا جاتا ہے۔ البتہ جہاں خصوصی احکام بیان کرنا مقصود ہوتا ہے یا تسلی دینا مطلوب ہوتا ہے تو وہاں پر خاص طور پر بھی طلبہ السلام کو خطاب کیا جاتا ہے۔ اس معنی میں یہ بھی مناسب ہے علیہ السلام کو خصوصی خطاب ہے یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ ائْتِ بِبَيِّنَاتٍ مِنَ اللَّهِ

شرف خاتم النبیین

الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ اور کافروں اور منافقوں کا کہا نہ نہیں۔ وہ جس
 شیخ پر آپ کو عیلا چاہتے ہیں۔ آپ اس سے بچتے رہیں اور تقویٰ پر قائم رہیں
 نبی کی ذات سے یہ تفریق نہیں کی جاسکتی کہ وہ کسی وقت خوفِ خدا سے خالی
 بھی ہوگا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو مخاطب
 کر کے فرمایا اَلَمْ يَنْزِلْ مِنْ آسَاسٍ كُنْتَ لَتَجْعَلُنَّ عِزْلًا (النمر - ۶۵) اگر
 آپ نے بھی شرک کا ارتکاب کیا تو مائے عمل ضائع ہو جائیں گے کہ شرک اتنی بڑی
 چیز ہے۔ یاں بھی وہی بات ہے بھلا اللہ کے نبی سے شرک کی کیسے توقع کی
 جاسکتی ہے۔ جب کہ اس کا اولین منصب ہی یہ ہے کہ لوگوں کو شرک سے باز
 رکھے۔ مطلب یہی ہے کہ جس طرح آپ پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر
 قائم ہیں اسی طرح اس پر قائم رہیں۔ یاں بھی خوفِ خدا پر مداومت اختیار رکھنے
 کا حکم ہے۔

امام ابن کثیرؒ اور بعض دوسرے مفسرین نے ایک بزرگ بزرگ ابن حبیبؒ
 سے تقویٰ کا یہ معنی نقل کیا ہے اَنْ تَعْمَلَ بِطَاعَةِ اللّٰهِ عَلَى نَوِيٍّ
 مِنْ نَوِيٍّ اللّٰهِ وَتَوَجُّوا ثَوَابَ اللّٰهِ وَتَتَزَكَّوْا مَعْرِضَةً اللّٰهِ
 عَلَى نَوِيٍّ مِنَ اللّٰهِ عَنَافَةِ عَذَابِ اللّٰهِ کہ اللہ کی عطا کردہ روشنی
 کے تحت اللہ کی اطاعت پر عمل کرتے رہیں، اللہ سے ثواب کی امید رکھیں
 اور اللہ کی محبت کو ترک نہ کریں اس نور ایمان اور نورِ مہریت کے ذریعے جو
 اللہ نے عطا کیا ہے، اور خدا کے عذاب سے باز رہیں۔ بہر حال اللہ
 نے فرمایا کہ آپ اللہ سے ڈرتے رہیں اور کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانیں۔
 مکی زندگی میں کفار و مشرکین حضور علیہ السلام سے سودے بازی نہ چاہتے تھے
 اور ان کی یہ پیکش مکی زندگی کے ابتدائی دور میں بھی ہوتی رہی کہ آپ اپنے دین

مداومت
 کی ضمانت

نہ کوئی سفارش کر سکتا ہے۔ یہ سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ دین کے معاملہ میں کسی کافر، مشرک اور ملحد کی بات نہیں مانی جاسکتی، نہ ان سے مشورہ لیا جاسکتا ہے کیونکہ وہ اس کے اہل ہی نہیں مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں قانون سازی کے لیے غیر مسلموں، عیسائیوں اور یہودیوں اور دہریوں سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ تو تمہیں اپنا ہی قانون بتائیں گے اور اس طرح تمہیں اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ دیکھو! اسلام نے سورہ کو قطعاً حرام قرار دیا ہے۔ مگر ہماری ساری حکمرانی سودی نظام پر چل رہی ہے جب بھی سودی نظام کو ختم کرنی کی آواز بلند ہوتی ہے۔ تو پھر مشورہ غیر مسلموں سے ہی لیا جاتا ہے کہ بتاؤ ہم سودی نظام کو اسلامی نظام میں کیسے تبدیل کریں۔ یہی تو خرابی ہے جو ہمیں اسلامی قوانین رائج کرنے میں پیش آرہی ہے۔ ہاں البتہ عام و بنوی لین دین، تجارت اور انتظامی امور کے متعلق ہر چھی رائے کو قبول کیا جاسکتا ہے خواہ وہ کسی طرف سے آئے مگر دین کے معاملے میں کوئی رعیت نہیں ہے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اٹھائے دین چار ہیں جن میں سے دو ظاہری ہیں اور دو باطنی، ظاہری دشمن تو یہی کافر اور منافق ہیں جن سے اس آیت کیلئے میں بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ کافر کھلم کھلا اسلام دشمنی کرتے ہیں۔ جب کہ منافق دہرہ اسلام کے خلاف ریشہ دو انیاں کرتے ہیں۔ دین کے باطنی دشمنوں میں پہلے نمبر پر شیطان ہے جو نظر تو نہیں آتا۔ مگر انسانی دل و دماغ میں دوسرے ڈال کر اس کے ایمان پر ڈاکہ ڈالتا ہے۔ اس نے اللہ کے سامنے عہد کیا تھا کہ میں تیرے بندوں کو آگے پیچھے اور دائیں بائیں سے آکر بہکاؤں گا۔ میں ان کو دین کے معاملہ میں گمراہ کروں گا۔ ان کے بُرے اعمال ان کی نظروں میں مزین کر کے دکھاؤں گا۔ اور دنیوی معاملات میں ان کو بہکا پھلا کر برائی کی طرف مائل کروں گا۔ ایسے دشمن سے

چار اعدائے
دین

ہے تو یہ نام نہاد لیڈر طرح طرح کے سبز باغ دکھا کر عوام کو اپنے پیچھے لگا کر ووٹ حاصل کرتے ہیں اور پھر اسمبلیوں میں بیٹھ جاتے ہیں۔ اسلام کے یہ نام لیوا بھلا کون سا اسلامی قانون لائیں گے، یہ تو اسلام کی مبادیات سے بھی واقف نہیں۔ پارلیمنٹ کا ممبر تو وہ آدمی بننا چاہیے جو اللہ کی کتاب، اس کے رسول کی سنت اور خلفائے راشدین کے عمل کو جاننے والا ہو۔ ان چیزوں سے بے بہرہ لوگ اسلام کی کیا نمائندگی کریں گے اور کون سا قانون پاس کریں گے؟ ممبری کے قابل تو وہ شخص ہے جو دین کے اساسی قانون سے واقف ہو اور پھر اپنے اندر قربانی کا جذبہ بھی رکھتا ہو۔ ذاتی اغراض کو پس پشت ڈال کر اجتماعی مفاد کے لیے کام کرے اگر یہ چیز نہیں ہے تو پھر عوام سے فراڈ ہی ہوتا ہے گا۔ لوگ پراپیگنڈا کے زور پر یقین کر لیتے ہیں کہ واقعی فلاں آدمی یا جماعت ہماری نجات دہندہ ثابت ہوگی مگر وہ سرسردھن کہہ سکتے ہیں مارشل لا کے دور میں ہم نے کتنی بار کہا تھا کہ اب تمام اختیارات فرد واحد میں مرکوز ہو چکے ہیں۔ نام نہاد عوامی نمائندوں سے جان چھوٹ چکی ہے لہذا اب بلا حیل و حجت قرآن کا قانون نافذ کر دیا جائے اور اس کے مخالفین کو تختہ دار پر چڑھا دو پھر دیکھیں کون مخالفت کرتا ہے۔ مگر ہماری یہ آواز بھی بیکار ثابت ہوئی۔ اسلام کے نام پر ریفرنڈم کر لیا تھا اس کا کیا نتیجہ نکلا؟ کیا واقعی اسلام نافذ ہوا؟ اصل بات یہ ہے کہ نفاذ اسلام کا ارادہ ہی نہیں۔ ورنہ اس سے بہتر موقع کوئی نہیں آ سکتا تھا مگر وہ بھی ہاتھ سے جاتا رہا۔ اب پھر وہی نام نہاد جمہوریت کا رگ الاپا جا رہا ہے جس میں ووٹ خریدے جاتے ہیں اور پھر اسمبلی میں بیٹھ کر سب سے پہلے الیکشن کے اخراجات کا ڈگنا چوگنا اکٹھا کیا جاتا ہے اور باقی وقت ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے میں صرف ہو جاتا ہے۔ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہتا ہے اور اسلام کا محض نعرو ہی رہ جاتا ہے، اسے نافذ کرنے کی کوئی مخلصانہ کوشش نہیں کرتا کیونکہ ایسا کرنے سے خود ممبروں کے مفاد پر زور پڑتی ہے۔ مقصد یہ کہ خود ہمارے لیڈر ہی ہمیں گمراہ کر رہے ہیں مگر نہ عوام میں تو کہیں نہ کہیں ایمان موجود ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا (آیت ۹۰) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں
 لہذا کامیاب رہیں اسی کو رکھو۔ وہی بگڑی بنائے گا کہ سارا اختیار اسی کے پاس ہے۔ قرعہ
 خالص کو اپناؤ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی صورت میں شرک نہ کرو۔ اٹھیں کی ذات
 پر عبور نہ کرو گے جو اپنے پروردگار کو یاد رکھو۔

مَا جَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ
 جَوْفِهِۦ ۚ وَمَا جَعَلَ أَزْوَاجَكُمُ الْاُنْثَى
 تُظَاهِرُوْنَ مِنْهُمْ اُمَّهَاتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ
 اَدْعِيَاءَكُمْ اَبْنَاءَكُمْ ۚ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ
 بِاَفْوَاهِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقُّ وَهُوَ يَهْدِي
 السَّبِيْلَ ۝۵ اَذْفَوْكُمْ لِبَاەءِكُمْ ۚ هُوَ اَقْسَطُ
 عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا اَلَاَءُفْكُمْ
 فَاَغْلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَوَالِدِيْكُمْ وَلِيْسَ
 عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِیْهَاۤ اَنْ تَخْطَاۤهُ بِهٖ ۚ وَلٰكِنْ
 مَا قَسَمْتُ لَكُمْۙ فَاَنْتُمْ لَكُمْ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَظِيْمًا
 رَّحِيْمًا ۝۵

ترجمہ: نہیں ضرورے اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے لیے
 دو دل اس کے پیٹ میں۔ نہ عین بنایا اس نے لہذا
 بیوی کو اس سے تمہارا کہتے ہو، تمہارا باپ اور
 نہیں باپ اس کے پیٹ میں۔ جو ہے بیوی کو کہہ
 جیٹو، ایش ہے تمہاری ہے کہہ دے۔ اور
 اللہ تعالیٰ تم سے کہتا ہے اور وہ پہنچا کر ہے

راتے کی ④ پکارو ان کو ان کے باپوں کی طرف نسبت کر کے۔ یہ بات زیادہ انصاف والی ہے اللہ کے نزدیک۔ پس اگر تم نہ جانتے ہو ان کے باپوں کو پس۔۔ تو ایسے بھائی ہیں دین میں، اور تمہارے ساتھی ہیں۔ اور نہیں تم پر گناہ اُس چیز میں جو تم نے خطا کی، لیکن گناہ اس میں ہے جو تمہارے دلوں نے پختہ ارادہ سے کیا اور اللہ تعالیٰ بخشے والا مہربان ⑤

سورۃ کہ ابتدائی آیات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خطاب کیا گیا۔ اللہ نے فرمایا کہ آپ کا فرض اور منافقوں کی بات نہ انہی بلکہ وحی الہی کا اتباع کریں، اور اللہ تعالیٰ کی راستہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے اپنے پروگرام کو جاری رکھیں۔ کفار، مشرکین اور منافقین کے غلط پراپیگنڈا کا سکار نہ بھولیں اور زمانہ جاہلیت کی غلط باتوں پر دھیان نہ دیں۔ اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کی تین باتوں کا ذکر کیا ہے۔ جو زمانہ جاہلیت میں رائج تھیں اور اپنے نبی کو ان کے مقابلے میں صحیح باتوں کو اختیار کرنے کی نصیحتیں کی ہیں۔

زمانہ جاہلیت میں یہ ایک عام اثر پایا جاتا تھا کہ اگر کوئی شخص غیر معمولی طور پر ذہین، سمجھدار اور معاملہ فہم ہو، اس کے متعلق کہا جاتا کہ اس شخص کے سینے میں دو دل ہیں۔ ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام زمانہ میں بھول گئے تو بعض منافق کہنے لگے کہ آپ کے دو دل ہیں۔ ان میں سے ایک دل کے ساتھ ہماری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور دوسرا دلوں کے ساتھ مخلص مومنوں کی طرف، اللہ نے اس بات کی تردید فرمائی ہے کہ کسی شخص کے سینے

ربط آیات

دو دلوں کی نفی

ہتے ہیں اور ساتھ ساتھ گفتگو بھی کرتے ہتے ہیں، اس طرح اُن کے دل کی توجہ دل کی طرف اور باتوں کی طرف بیک وقت کیے ہو سکتی ہے؛ ظاہر ہے کہ ایک وقت میں یاد کرے ہوگا یا دیگر باتیں۔ تو ایسا کرنا محض دھوکہ ہے۔ کوئی شخص ایک ہی وقت میں ذکر کے ساتھ ساتھ دنیاوی باتیں کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ جو شخص ایسا کرتا ہے وہ گفتگو میں تو مصروف ہوتا ہے۔ مگر ذکر سے خالی ہوتا ہے۔ بہر حال فرما کہ کسی شخص کے سینے میں اللہ نے دو دل نہیں بنائے۔ دل ایک ہی ہوتا ہے جو یا تو کفر کی طرف مائل ہوگا یا اطاعت کی طرف

ظہار کا
مسئلہ

اب دوسرا مسئلہ اللہ نے بیویوں سے ظہار کرنے کے متعلق بیان فرمایا ہے ظہار کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنی ماں کی پشت، پیٹ، یا ران یا کسی دیگر اعضاء سے مستورہ سے تشبیہ دے جس کا دیکھنا بھی حرام ہے۔ یا وہ اپنی بیوی کو اپنی ماں، بہن یا دیگر محرمات ابدیہ میں سے کسی کے برابر قرار دے۔ ایسا کہنا اگرچہ ناجائز اور سخت ناپسندیدہ ہے مگر اس سے بیوی قطعی طور پر حرام نہیں ہو جاتی بلکہ شریعت کا مقرر کردہ کفارہ ادا کر کے مرد اور عورت ازدواجی زندگی پر قرار رکھ سکتے ہیں۔ کفارہ کا مسئلہ سورۃ مجادلہ میں بیان کر دیا گیا ہے یعنی ظہار کرنے والا شخص ایک غلام آزاد کرے یا دو ماہ کے متواتر روزے رکھے یا ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے زمانہ جاہلیت میں یہ تصور پایا جاتا تھا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ ظہار کا اعلان کر دیتا تھا تو پھر وہ اس کے لیے ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی تھی اللہ نے اسی بات کی تردید فرمائی ہے وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمْ اِلٰہٰی قُلُوبُکُمْ مِنْہُمْ اُمَّہَاتُکُمْ اللہ تعالیٰ نے تمہاری اُن بیویوں کو تمہاری ماںیں نہیں بنادیا جن سے تم ظہار کرتے ہو یعنی اُن کو اپنی ماں کی پشت کے ساتھ تشبیہ دے دیتے ہو۔

ظہار کا لفظ ظہر کے نام سے ماخوذ ہے جن کا معنی پشت ہوتا ہے۔ یعنی اپنی بیوی کو اپنی ماں کی پشت کے ساتھ تشبیہ دینا دراصل پشت کے ساتھ تشبیہ

ان کے لیے کوئی اچھا سا غلام خرید لانے میں سے روزمرہ ضروریات زندگی میں خدمت لے سکیں۔ جب وہ منڈی میں گئے تو ان کی نظر حضرت زیدؓ پر جم گئی جو اس وقت چھوٹے بچے تھے اور بڑے ذہین معلوم ہوتے تھے۔ حضرت زیدؓ حقیقت میں غلام نہیں تھے بلکہ بڑے دسین قبیلے کوہ کے پٹنم چراغ تھے۔ اتفاق سے یہ اپنے ماموں کے ہاں گئے ہوئے تھے کہ وہاں ڈاکر پڑا تو ڈاکو باقی چیزوں کے ساتھ زیدؓ کو بھی لوٹ کر لے گئے اور غلام بنا لیا اور اس طرح آپ بحیثیت غلام حکاکا ٹک منڈی میں پہنچ گئے۔ بہر حال حکیم ابن حزمؒ نے حضرت زیدؓ کو خرید کر حضرت خدیجہؓ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ پھر حبیب بنہود علیہ السلام کا نکاح حضرت خدیجہؓ سے ہو گیا تو آپ نے حضرت زیدؓ کو اپنے لیے طلب کر لیا جو حضرت خدیجہؓ نے بخوشی منظور کر لیا اور اس طرح حضرت زیدؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحویل میں آکر آپ کی خدمت پر سامع ہو گئے۔

جب حضرت زیدؓ بڑے ہو گئے تو آپ کو تجارت کے سلسلہ میں شام کے سفر پر جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں ان کو ان کے والد حادثہ اور چھانے پہچان لیا کہ یہ تو ہمارا بچہ تھا ہوا بچہ ہے، انہی کو یہ بھی علم ہو گیا کہ آپ خاندان قریش میں غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ چنانچہ جب حضرت زیدؓ سفر سے واپس آ گئے۔ تو آپ کے والد اور چچا بھی سکے پہنچے اور حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ ہمارا بچہ ہے، کسی وجہ سے غلامی کے چکر میں پھنس گیا ہے۔ آپ نے چھوڑ دیں، ہم اس کا تاولن ادا کرنے کے لیے تیار ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، کہ مجھے تاولن کی ضرورت نہیں ہے، اگر زیدؓ جانا چاہتا ہے تو میری طرف سے کئی اعزازت ہے۔ اس وقت تک حضور علیہ السلام غضبِ بڑت پر بھی فائز ہو چکے تھے اور حضرت زیدؓ آپ کے اخلاق کو گریبانہ سے اچھی طرح واقف ہو چکے تھے۔ آپ غلاموں میں سب سے پہلے حضور پر ایمان لانے والے ہیں۔ جب آپ کے والد اور چچا نے اپنے ساتھ چلنے کو کہا تو حضرت زیدؓ نے انکار کر دیا اور کہا کہ

میں نے ملازم کے لئے ایک کمرہ بنوا دیا اور اس کے لئے ایک کمرہ بنوا دیا۔ وہ ایک
 صحت مند اور خوش حال شخص تھا۔ اس نے اپنے اعلان فرار کے بعد کسی
 زیادہ تراد کر کے اس کے لئے ایک کمرہ بنوا دیا۔ اس نے اپنے اعلان فرار کے بعد کسی
 اس کے لئے ایک کمرہ بنوا دیا۔ اس نے اپنے اعلان فرار کے بعد کسی
 بھی بات کو اس کے لئے ایک کمرہ بنوا دیا۔ اس نے اپنے اعلان فرار کے بعد کسی

میں نے ملازم کے لئے ایک کمرہ بنوا دیا اور اس کے لئے ایک کمرہ بنوا دیا۔ وہ ایک
 صحت مند اور خوش حال شخص تھا۔ اس نے اپنے اعلان فرار کے بعد کسی

میں نے ملازم کے لئے ایک کمرہ بنوا دیا اور اس کے لئے ایک کمرہ بنوا دیا۔ وہ ایک
 صحت مند اور خوش حال شخص تھا۔ اس نے اپنے اعلان فرار کے بعد کسی
 زیادہ تراد کر کے اس کے لئے ایک کمرہ بنوا دیا۔ اس نے اپنے اعلان فرار کے بعد کسی
 اس کے لئے ایک کمرہ بنوا دیا۔ اس نے اپنے اعلان فرار کے بعد کسی
 بھی بات کو اس کے لئے ایک کمرہ بنوا دیا۔ اس نے اپنے اعلان فرار کے بعد کسی

میں نے ملازم کے لئے ایک کمرہ بنوا دیا اور اس کے لئے ایک کمرہ بنوا دیا۔ وہ ایک
 صحت مند اور خوش حال شخص تھا۔ اس نے اپنے اعلان فرار کے بعد کسی
 زیادہ تراد کر کے اس کے لئے ایک کمرہ بنوا دیا۔ اس نے اپنے اعلان فرار کے بعد کسی
 اس کے لئے ایک کمرہ بنوا دیا۔ اس نے اپنے اعلان فرار کے بعد کسی
 بھی بات کو اس کے لئے ایک کمرہ بنوا دیا۔ اس نے اپنے اعلان فرار کے بعد کسی

کے لیے اپنے تہائی مال تک کی وصیت کر سکتا ہے جس کا وہ حقدار ہوگا باقاعدہ وارث نہیں بنے گا۔

حقیقی باپ
کی طرف
نسبت

اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ تعلیم بھی دی ہے أَدْعُوهُمْ لَكُمْ
بِأَبَائِهِمْ اپنے بے پالک بیٹوں کو ان کے حقیقی باپوں کی طرف منسوب کر کے
پکارو، نہ کہ اُس شخص کی طرف جس نے اُسے بیٹا بنالیا ہے فرمایا هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ
التر کے نزدیک یہ بات زیادہ انصاف والی ہے کہ تم ایسے لوگوں کی نسبت
اُن کے حقیقی باپوں کی طرف کرو۔ صحابہ کرام بیان کرتے ہیں کہ ان آیات کے نزول
سے پہلے ہم حضرت زیدؓ کو زیدؓ ابن محمدؓ کہہ پکارتے تھے۔ اس کے بعد ہم زیدؓ
ابن حارثہ کہنے لگے۔ حضور کا یہ فرمان بھی ہے مَنْ ادَّعَى الرَّحْلَ عَیْرَ
أَبِيهِ فَقَدْ كَفَرَ جس شخص نے کسی کی نسبت غیر باپ کی طرف کی اُس
نے کفر کا ارتکاب کیا، بلکہ ایک روایت میں اُس کے لیے جنت کے حرام ہونے
کا ذکر بھی آتا ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ منہ بولے بیٹوں کو اُن کے باپوں کی طرف
منسوب کر کے پکارا کرو۔

فرمایا فَإِنْ لَّمْ تَقْلَمُوا آبَاءَهُمْ اگر تم اُن کے باپوں
کو نہ جانتے ہو فَإِنْ حَوَانَكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ پس وہ دین میں تمہارے
بھائی اور تمہارے ساتھی ہیں۔ مطلب یہ کہ اگر کسی کے باپ کا علم نہ ہو تو ایسے
لوگوں کو بھائی یا رفیق کہہ کر پکارو مگر غیر باپوں کی طرف نسبت بالکل نہ کرو۔ بعض
روایات میں آتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت زیدؓ سے کہا أَنْتَ
أَخُونَا وَمَوْلَانَا تم ہمارے بھائی اور ہمارے ساتھی ہو۔ اس طرح گویا آپ
نے اس آیت مبارکہ کی عملی تفسیر پیش کر دی۔

ذہن تو قیاس سے غلبہ ہو کر جس طرح اپنے اندر اپنے اندر چلے گا۔ یہ چیزیں تو یہ کوئی
 گناہ جیسے ہے جس پر ہم نے غصہ کیا۔ یہ تو اگر کسی غلطی کو کہا۔ یہ یہ جہول کر
 کہیں تو جہول ہے۔ اسے غصہ نہ کر۔ تو یہ میں کوئی غصہ نہیں۔ جس پر غصہ نہ کرنا
 کا قول کسی سے نہ کرتے تھے یہی سمت کے علم۔ یہاں کے کہ نہ کہ گناہ سے
 اپنے نفس پر غصہ نہ کر۔ کوئی کہہ جائے۔ ہاں! اپنے دماغ میں رہے۔ بعض مقام
 و قہر برآئے۔ یہ خطو اگر دیکھ کر دے دے۔ صلی کے ایک من میں تو یہ نہ
 ہاں۔ یہ ہر جگہ کا میں کہ غصہ ہاں ہی رہے۔ اگر کوئی غصہ میں ہوگا۔ وہی ہاں اگر کسی
 کے نفسی دماغ پر غصہ سے صبر کرے۔ ہاں نہ کہ نہ کرنا۔ نہ اس پر بھی کوئی غصہ نہیں ہو
 تو یہ تو جو میں نے جی جان کے صبر کے کوئی غصہ نہ کرنا۔ نہ کہ نہ کرنا۔
 کوئی غصہ نہ کرنا۔

فردا اگر غصہ سے تو نفس کو غصہ کہ جو یہ سمجھ کر نہ تو غصہ نہیں کرنا
 تو یہ غصہ نہ کرنا۔ غصہ نہ کرنا۔ غصہ نہ کرنا۔ غصہ نہ کرنا۔ غصہ نہ کرنا۔
 کے کہ نہ کرنا۔ یہ کہ نہ کرنا۔ یہ کہ نہ کرنا۔ یہ کہ نہ کرنا۔ یہ کہ نہ کرنا۔
 تو یہ غصہ نہ کرنا۔ غصہ نہ کرنا۔ غصہ نہ کرنا۔ غصہ نہ کرنا۔ غصہ نہ کرنا۔
 وہ صاف نہ کرنا۔ نہ کرنا۔ نہ کرنا۔ نہ کرنا۔ نہ کرنا۔ نہ کرنا۔

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ
أُمَّهَاتُهُمْ وَأُولَئِذَا أَتَى الْأَرْحَامَ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ
بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا ابْنَ تَعْلُوًّا إِلَىٰ أَوْلِيَائِكُم
مَّعْرُوفًا كَانَ ذَلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ⑥

ترجمہ :- اللہ کے نبی کو زیادہ تعلق ہے ایمان والوں
کے ساتھ ان کی جانوں سے ۔ اور نبی کی بیویاں ان
(مومنوں) کی مائیں ہیں اور قرابت دار بعض زیادہ تعلق رکھتے
ہیں بعض کے ساتھ اللہ کی کتاب میں ایمان والوں اور ہجرت کرنے

والوں سے ۔ مگر یہ کہ تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ کوئی احسان
کرنے چاہو ۔ یہ بات کتاب میں لکھی ہوئی ہے ⑥

سورۃ احزاب کے بنیادی مضامین اللہ کے نبی کا ادب و احترام اور
عورتوں سے متعلق بعض احکام ہیں ۔ گذشتہ درس میں اللہ نے فرمایا تھا کہ کسی شخص
کے سینے میں دو درل نہیں ہوتے ۔ نیز یہ کہ اگر تم اپنی بیویوں کو طہار کے طریقے
پر مال کہ دو توروہ مائیں نہیں بن جاتیں ۔ یہ محض تمہارے منہ کی باتیں ہیں جن میں حقیقت
نہیں ہے ۔ پھر فرمایا کہ جس کو تم منہ بولا بیٹا بنا لیتے ہو وہ تمہارا حقیقی بیٹا نہیں ہوتا
لہذا اس کو اس کے حقیقی باپ کی طرف ہی نسبت کر کے پکارنا چاہیئے اور اگر
ایسے کسی شخص کے باپ کا نام پتہ معلوم نہ ہو تو پھر وہ تمہارے دینی بھائی اور ساتھی

رابطہ آیت

ہیں کہ اگر غور سے دیکھا جائے تو مومن آدمی کا ایمان آفتابِ نبوت کی ایک شعاع ہے۔ ابریز والے بزرگ اگر چہ اعلیٰ تھے مگر بڑے علم و فہم والے اور صاحبِ کشف بزرگ تھے، ان کے ملفوظات ان کے ایک مرید نے ایک عظیم کتاب کی صورت میں جمع کیے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ پیغمبر کے قلب مبارک سے ایک نرسا نکل کر ہر اہل ایمان کے قلب کے ساتھ آکر مل جاتا ہے۔ اگر تار یعنی تعلق ٹوٹ جائے، تو انسان سعادت سے محروم ہو جاتا ہے۔ یہ کشفی بات ہے مگر درست ہے۔ اسی لیے بزرگ فرماتے ہیں کہ اگر مومن غور کرے تو اسے معلوم ہو گا کہ ایمان حقیقت میں اللہ کے نبی کے قلب مبارک کی شعاع کا نتیجہ ہے۔ پیغمبر علیہ السلام آفتابِ نبوت ہیں، لہذا اگر کوئی شخص حقیقت ایمان کو سمجھنے کے لیے فکری حرکت شروع کرے گا تو ایمان کی حقیقت پانے سے پہلے اسے پیغمبر کی معرفت حاصل کرنا پڑے گی۔ کیونکہ ایمان تو پیغمبر کے واسطے ہی آتا ہے۔ غرضیکہ نبی کا وجود مسعود ہم سے ہماری ہستی سے بھی زیادہ نزدیک ہے۔

نبی بمنزلہ
باپ

نبی کے ساتھ اس روحانی تعلق کی بنا پر ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام مومنوں کے حق میں بمنزلہ باپ کے ہیں۔ حضرت سلمان فارسی کی روایت میں آتا ہے کہ کفار و مشرکین حضور علیہ السلام کے متعلق طرح طرح کی بیہودہ باتیں کرتے تھے۔ اور مختلف قسم کے اعتراض کرتے تھے، مگر ہمارا جواب یہی ہوتا تھا کہ پیغمبر علیہ السلام ہمارے لیے بمنزلہ باپ کے ہیں بلکہ باپ سے بھی زیادہ شفیق ہیں۔ انہوں نے ہمیں ہر چھوٹی سے چھوٹی لمود میسی سے بڑی بات کی تعلیم دی ہے حتیٰ کہ استنجا پاک کرنے کا طریقہ بھی سمجھایا ہے۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے اَنَّا لَكُمْ مَرْجِسٌ زَلَّةٍ الْوَالِدِ یعنی میں تمہارے لیے بمنزلہ باپ ہوں۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت جابرؓ کی روایت کے مطابق قرآن کی بعض قراتوں میں یہ الفاظ بھی

۱۔ ابن کثیر ص ۲۶۷ ج ۲

۲۔ درمنثور ص ۱۸۳ ج ۵ و روح المعالی ص ۱۵۲ و مدارک ص ۲۹۳ و احکام القرآن للجبلی ص ۲۲ (فیاض)

اللہ کے نبی کو یہ حق اس لیے حاصل ہے کہ وہ اللہ کا نائب ہے۔ تصرف کی مثال یہی طرح ہے کہ کوئی بھی شخص اپنے آپ کو آگ میں ڈالنا پسند نہیں کرتا۔ لیکن اگر اللہ کا نبی حکم دیدے کہ تم ایسا کرو۔ تو امتی پر ایسا کرنا فرض ہو جائے گا۔ لہذا معلوم ہوا کہ نبی کو ہماری جانوں اور روحوں پر بھی تصرف حاصل ہے۔ اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے لَا تُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اُس کے والدین، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔ نبی کو امتی کے ساتھ زیادہ لگاؤ اور تعلق کا یہی معنی ہے۔

اگر ہمارا نفس بُرا ہے تو وہ بری بات کی ہی تلقین کرے گا، مگر اللہ کا نبی ہمیشہ اچھی بات کی تلقین کرے گا۔ لہذا ثابت ہوا کہ نبی کو ہمارے ساتھ خود ہمارے نفسوں سے بھی زیادہ ہمدردی ہے۔ اور اگر انسان کا نفس اچھا بھی ہے تو یہاں وہ انسان کی مصلحتوں کو نہیں سمجھتا اور ہو سکتا ہے کہ وہ کسی وقت غلط فیصلہ کر بیٹھے مگر یہ اللہ کے نبی کی شان ہے کہ وہ اپنے امتی کے حق میں ہمیشہ صحیح فیصلہ کریگا۔ اُس کے پیش نظر ہمیشہ امتی کی خیر خواہی ہی ہوگی۔ اپنی جان بھی اپنے ساتھ وہ ہمدردی اور شفقت نہیں کر سکتی جو اللہ کا نبی امتی کے ساتھ کرتا ہے۔ لہذا اُسے امتی کے ساتھ اُس کی اپنی جان سے بھی زیادہ لگاؤ ہے۔

نیز یہ بھی وَازُوا حَبْلَ امْتِهَاتِهِمْ کہ نبی کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں یہ مسئلہ آگے بھی آ رہا ہے۔ جہاں نبی کی بیویوں سے نکاح کا مسئلہ بیان ہوا ہے۔ بہر حال ازواج مطہرات کو دو وجوہ سے مومنوں کی مائیں قرار دیا گیا ہے۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ حضور کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد آپ کی بیویوں کا

ازواج مطہرات
مومنوں کی
مائیں

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ
وَمَنْ نُوْحٌ وَإِبْرَاهِيْمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ابْنُ
مَرْيَمَ ۖ وَأَخَذْنَا مِنْهُم مِّيثَاقًا غَلِيظًا ﴿٨٢﴾
لِيَسْأَلَ الصَّادِقِينَ عَنْ صَدَقِهِمْ ۖ وَاعِدُ
لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٨٣﴾

ترجمہ :- اور اس بات کو دیکھو میں ملاؤ جب
کہ ہم نے نبیوں سے اُنی کا عہد لیا اور دھماں طور
پر آپ سے ۔ اور نوح علیہ السلام سے اور ابراہیم علیہ السلام
اور موسیٰ علیہ السلام سے ، اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام
سے ۔ اور ہم نے اُنی سے پختہ عہد لیا ﴿۸۲﴾ ، کہ پرچہ
اللہ تعالیٰ چوں سے اُن کی سچائی کے بارے میں اور
تیار کیا ہے ۔ اُنی نے کافروں کے لیے دردناک عذاب ﴿۸۳﴾
گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نبی کو مومنوں کے ساتھ ان کی
جانوں سے بھی زیادہ تعلق اور لگاؤ ہے ، نبی کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں ، اللہ
نبی کا اتباع اور ادب و احترام ضروری ہے ۔ اور دوسرے اللہ نے قرابت
داروں کے متعلق فرمایا کہ عام مومنوں اور مہاجرین کی نسبت قرابتداروں کا اور ان
میں حق فائق ہے ۔ البتہ دوسرے لوگوں سے عین سلوک اور احسان کیا جاسکتا ہے
اس سے پہلے آیت میں یوسف علیہ السلام کا ترجمہ آپ کا احوال و اکرام بیان ہوا تھا ۔
نبی علیہ السلام کو بغیر خواہی اور چہرہ دی بنی نوح انسان سے بالعموم اور اہل ایمان کے
ساتھ بالخصوص ہے ، وہ کسی دوسری ذات میں نہیں ۔ جس قسم کی حریت آپ

عذاب آیت

تفصيل

مردان کی مانند رہیں، انھوں نے جو کچھ ضرور کہہ کر خطاب کر کے فرمایا، وہ نہ بقیہ
 کا قیام کیا، انھیں دے دیے۔ غیبت آپ کے چند لوگوں کی غیبت سے
 آپ پر توڑی، انہوں نے کہا کہ آپ کے حکم کا جو حکم ہے، عام لفظ یہاں سے
 سیدھی ہی جی ٹی مگر ہے کہ وہ دعوے کو کہہ دینا نہ کر رہا، اور بچنے کا ذکر نہ کرنا ہے
 وہ انھوں نے ہی فرمایا، کہ ان کے لئے اور ان کے کچھ اور بھی ہو رہا ہے۔ آپ ان
 کے دوسری امرتھالی دے، انھیں جو کچھ لازم ہے، ان کے لئے ضرور دے گا کہ ان کے لئے ہے۔
 رہنا کہ جو کہ ہے، قرآن و حدیث، ان کے لئے ہے، ان کے لئے ہے، ان کے لئے ہے۔
 اور ان کی حالت کو طرحت کر رہا کہ وہ کہہ کر ان کے لئے ضرور دے گا کہ ان کے لئے ہے۔
 یہاں ان کے لئے ہے، ان کے لئے ہے، ان کے لئے ہے، ان کے لئے ہے، ان کے لئے ہے۔
 اور ان کے لئے ہے، ان کے لئے ہے، ان کے لئے ہے، ان کے لئے ہے، ان کے لئے ہے۔
 انھیں میرا ہی دلا، انھیں میرا ہی دلا، ان کے لئے ہے، ان کے لئے ہے، ان کے لئے ہے۔
 میرا ہی دلا، انھیں میرا ہی دلا، ان کے لئے ہے، ان کے لئے ہے، ان کے لئے ہے۔
 غیبت ان کے لئے ہے، ان کے لئے ہے، ان کے لئے ہے، ان کے لئے ہے، ان کے لئے ہے۔
 ان کے لئے ہے، ان کے لئے ہے، ان کے لئے ہے، ان کے لئے ہے، ان کے لئے ہے۔
 ان کے لئے ہے، ان کے لئے ہے، ان کے لئے ہے، ان کے لئے ہے، ان کے لئے ہے۔
 ان کے لئے ہے، ان کے لئے ہے، ان کے لئے ہے، ان کے لئے ہے، ان کے لئے ہے۔

قریب ایک سو پانچ ایک حصہ جان کا ذکر آیا ہے۔ ایک سو چار حصہ ہے جس کا ذکر سورۃ الاحزاب میں آیا ہے۔ یہ حصہ خلیفہ مولا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے لایا گیا تھا۔ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے لایا گیا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے لایا گیا تھا۔

بڑی مدین اور چکدار تھیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کے متعلق دریافت کیا، تو آپ کو بتلایا گیا کہ یہ آپ کی اولاد میں سے نبی یا رسول یا نبیائت ہی بنی ڈالے لوگ ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر بھی آتا ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے ان کے متعلق دریافت کیا تو اللہ نے فرمایا کہ یہ آپ کی اولاد میں سے آخری دور کے نبی ہیں۔ پھر دریافت کیا کہ انکی عمر کتنی ہے، کہا ساٹھ سال۔ اس پر آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ میری عمر میں سے پالیس سال ان کو دے دیے جائیں تاکہ ان کی عمر سو سال ہو جائے۔ آپ کی یہ درخواست قبول کر لی گئی۔ روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ایک ہزار سال تھی۔ جب اٹھ میں سے پالیس سال باقی رہ گئے تو اللہ تعالیٰ کا حکم آگیا۔ آپ نے کہا ابھی تو میری عمر کے پالیس سال باقی ہیں۔ فرمایا گیا کہ یہ عمر آخر تم نے اپنے بیٹے داؤد علیہ السلام کو دیدی تھی۔ مگر آپ وہ بات عبور نہ کیجئے تھے لہذا انکار کیا جس طرح آدم علیہ السلام بھوئے تھے اسی طرح آپ کی اولاد بھی بولتی ہے۔ اسی لیے اللہ نے اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے معجزات کو تحریر کرنے کا حکم دیا ہے۔ تاکہ بعد میں کوئی انکار نہ کر سکے۔

بعض فرماتے ہیں کہ یہ عمر حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد ہوا تھا۔ جب تک کہ زمین پر آکر دیا گیا تو عمر ناست کے قریب ڈوبی نعمان میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے لگن کی اولاد کی ساری رگوں کو نکالا یہ رگوں چوڑائیوں کی مانند بالکل چھوٹی چھوٹی تھیں۔ بعض دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے آدم علیہ السلام کے دائیں کندھے پر ہاتھ رکھ کر اہل ایمان کی رگوں کو برآمد کیا اور پھر انہیں کندھے پر ہاتھ رکھ کر کفار و مشرکین کی رگوں کو نکالا۔ ہر حال یہ حیدر است کہلا آ ہے اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی تمام رگوں کو فطرت

لیا تھا کہ اگر تمھارے دمانے میں دوسرا نبی آجائے یا نبی آخر الزمان آجائیں تو ان کی تائید نصرت کرنا۔

شیخ ابن عمرؓ یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ محمد خدا تعالیٰ کی توحید پر کار بند ہونے ، ادا کئے رسالت اور لوگوں کو دین کی طرف دعوت دینے کا تھا اور پختہ عہد لیا تھا کہ تم اس فریضہ کو پورے طریقے سے ادا کرو گے ، اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرو گے۔

حضور علیہ السلام
کی خصوصیت

یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام انبیاء کے بعد مبعوث ہوئے مگر اس آیت کریمہ میں آپ کا ذکر باقی انبیاء سے پہلے کیا گیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ امام ترمذیؒ نے ایک روایت بیان کی ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ آپ کے لیے نبوت کب واجب ہوئی تو آپ نے فرمایا میں اس وقت بھی نبی تھا و آدم بین الروح والجسم جس وقت آدم علیہ السلام کے جسم میں روح بھی داخل نہیں ہوئی تھی اور حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں تخلیق میں سب سے پہلے اور بعثت میں سب انبیاء کے بعد ہوں مطلب یہ کہ آپ کی تخلیق عالم ارواح میں بھی سب سے پہلے عمل میں آئی۔ اسی لیے اکثر بزرگان دین فرماتے ہیں کہ اس جہاں میں نبی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے ذریعے اللہ نے باقی انبیاء کی ارواح کی بھی تربیت فرمائی اور اس طرح آپ کو اس عالم میں بھی شرف اور مرتبہ حاصل تھا۔

امام ابن عمرؓ اور بعض دیگر محققین فرماتے ہیں کہ کائنات کی تخلیق کا باعث بھی حضور علیہ السلام کا وجود مبارک ہے اور سب سے مقدم ذریعہ فیضان بھی آپ

۱۔ تفسیر الشیخ اکبر ص ۳۱ ۲۔ ترمذی ص ۵۱۹

۳۔ ظہری ص ۱۲۵ و ابن کثیر ص ۲۶۹ و معالم التنزیل ص ۱۶۲ و درمنثور ص ۱۸۴

۴۔ تفسیر الشیخ اکبر ص ۳۱ (فیاض)

کہ لوگو! کل قیامت کے دن میرے بارے میں تم سے سوال ہوگا تو کیا جواب دو گے؟ سب نے کہا۔ تَشْهَدُ أَنْتَ قَدْ أَدَّيْتَ الْأَمَانَةَ وَ بَلَغْتَ إِلَيْنَاكَ وَ نَصَحْتَ الْأُمَّةَ ہم اللہ کے حضور گواہی دیں گے کہ آپ نے امانت ادا کر دی، تبلیغ کا حق ادا کر دیا اور امت کے لیے خیر خواہی بھی کر دی۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام نے اپنی انگشت شہادت۔ آسمان کی جانب اٹھائی اور لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین دفعہ فرمایا، حسد یا گواہ رہنا۔

بہر حال قیامت والے دن اللہ تعالیٰ سچے لوگوں سے ان کی سچائی کے بارے میں سوال کرے گا۔ اس بات کا ذکر سورۃ المائدہ میں بھی آتا ہے اِنَّ هَذَا يَوْمٌ مِّنْ يَّنْفَعُ الشَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ (آیت - ۱۱۹) اُس دن سچے لوگوں کو ان کی سچائی ضرور فائدہ ملے گی۔ اور سچے لوگوں میں سر فرست انبیاء کی جماعت ہے جنہوں نے پوری سچائی کے ساتھ دین کو قبول کیا، اُس پر عمل کیا اور اس کی اشاعت و بقا کا بندوبست کیا۔ اس کے بعد جن لوگوں نے دین حق کو مانا اور اس پر عمل پیرا ہوئے وہ بھی سچوں میں شمار ہوں گے، اور قیامت کے دن ان کی سچائی کے متعلق سوال ہوگا۔ اور وہ اللہ کی رحمت کے مقام میں پہنچیں گے۔ ان کے برخلاف جنہوں نے دین کو حید کو تسلیم نہ کیا اور کفر، شرک اور معصیت کا ارتکاب کرتے رہے، فرمایا وَاعْدُ الْكَافِرِينَ عَذَابًا اَلِيْمًا ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب بھی تیار کیا ہو اسے جس کا وہ ٹھکار ہوں گے، حقیقت میں ایسے لوگوں نے اُس عہد کا پاس نہ کیا جو اللہ نے ان سے لیا تھا کہ وہ انبیاء کے لئے ہوئے دین کو قبول کریں گے اور ان کی تأیید و نصرت کریں گے ایسے لوگوں نے اپنے انبیاء کی تکذیب کی اور ان کے لئے ہوئے دین کو ٹھکرادیا اور بالآخر دردناک عذاب میں پھنس گئے۔

کہ گلوں تک آجے تھے، اور تم گمان کہتے تھے طرح طرح کے گمان ⑩ اُس وقت آزمائے گئے مومن اور وہ سخت متزلزل کئے گئے ⑪ اور جب کہتے تھے

منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے کہ نہیں وعدہ کیا ہم سے اللہ اور اُس کے رسول نے مگر دھوکہ ⑫

گزشتہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے اُس ميثاق النبیین کا ذکر فرمایا، جو

رابطہ آیات

اُس نے اپنے انبیاء سے عالم ارواح میں لیا تھا۔ ان میں سے پانچ اولوالعزم انبیاء کا ذکر اللہ نے خاص طور پر کیا۔ ان سب سے یہ پکا عہد لیا گیا تھا کہ اگر پہلا نبی ہیکھلے نبی کا زمانہ پائے تو اُس پر ایمان لائے اور اس کی تائید کرے۔ اللہ مجموعی طور پر تمام انبیاء کا پختہ عہد یہ تھا کہ وہ نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے اور ان کی نصرت کریں گے۔ ظاہر ہے کہ جب انبیاء نے یہ عہد کر لیا تو سہرا امتی پر بھی یہ فرض عائد ہو جاتا ہے کہ وہ آخری نبی پر ایمان لائے اور اُس کی تائید و نصرت کرے۔ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ ہم نے یہ عہد اس لیے لیا تھا تاکہ سچے لوگوں کی سچائی اور کافروں کا کفر واضح ہو جائے اور پھر سچے لوگوں کو ان کی سچائی کا بدلہ جنت کی صورت میں دیا جائے اور کافروں کو دردناک عذاب کا مزہ چکھایا جائے۔

اب آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے جنگ احزاب کے بعض واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے اور اہل ایمان کو مخاطب کر کے انہیں اپنی نعمت کی یاد دہانی کرائی ہے جو اُس نے اس موقع پر مسلمانوں پر کی اور جس کی بدولت مسلمانوں کو کفار کے غلبے سے محفوظ رکھا۔ ان آیات کا گزشتہ آیات کے ساتھ ربط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس سچائی، خلوص اور دین داری کو جانچنے کا اشارہ گزشتہ آیات میں کیا تھا۔ جنگ احزاب کے موقع پر اُس کا امتحان ہو رہا تھا کہ کون دین حق کے ساتھ مخلص اور سچا و فادار ہے اور کون منافق اور کافر ہے۔

علیہ السلام کے بعض معجزات بھی ظاہر ہوئے۔ قافہ کی حالت میں لوگ پیٹ پر پتھر باندھ کر خندق کھودتے رہے۔ اتنے میں دشمن بھی خندق تک پہنچ گیا۔ اور مسلمانوں کا یہ دفاعی منصوبہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ وہ اس خندق کو عبور نہیں کر سکتے تھے۔ اگر کسی نے کوشش کی تو جان سے ہاتھ دھونے پڑے۔ یہ محاصرہ پچیس دن یا ایک ماہ تک جاری رہا مگر کفار اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔

اس دوران میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد دو طریقوں سے کی۔ ایک تو ان کی امداد کے لیے فرشتوں کا لشکر بھیج دیا اور دوسرا سخت ہوا بھیجی۔ جس سے کافروں کے خیمے اکسڑ گئے، بانڈیاں الٹ گئیں، اونٹ بھاگ کھڑے ہوئے اور اس طرح وہ محاصرہ اٹھانے پر مجبور ہو گئے۔ فرشتوں کا لشکر اللہ نے میدان بدر میں مسلمانوں کی مدد کے لیے بھیجا تھا۔ فرشتے براہ راست جنگ تو نہیں لڑتے مگر اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے مسلمانوں کے دل مضبوط کر دیتا ہے۔ پھر جس شخص کو اعتماد ہو کہ اُس کے ساتھ فرشتوں کی جماعت موجود ہے۔ اس کا حوصلہ بڑھ جائے گا۔ اور مسلمانوں کے دلوں میں اطمینان پیدا ہو جائے گا۔ بہر حال کافروں کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور مسلمان ان کے شر سے مامون رہے۔

الغنائم البیہ
کا تذکرہ

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اسی انعام کا تذکرہ فرمایا ہے۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ كُنَّا وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْإِيمَانِ وَاللَّهُ
اللَّهُ تَعَالَىٰ كِي اُس نعمت کو یاد کرو اِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ جِبِ کہ تمہارے
اوپر ہر طرف سے دشمن کے لشکر چڑھ آئے تھے۔ فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجَالًا
پس ہم نے اُن پر ایک تیز ہوا بھیجی جس نے اُن کے سارے نظام کو درہم برہم
کر دیا۔ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے اَهْلَكَتْ عَادٌ بِالْأَبْوَسِ وَ
فَهَرَّتْ بِالصَّبَاحِ یعنی اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کو مغرب کی طرف سے

نے پیٹ کر حملہ کر دیا تو مسلمانوں نے یہ دعا پڑھی تھی حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ یعنی ہمارے لیے اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

فرمایا، اس وقت تمہاری حالت یہ تھی وَكُنْطُوتٌ بِاللَّهِ الظُّنُونَا اور تم طرح طرح کے گمان کر رہے تھے، خاص طور پر منافقین اور کمزور دل لوگوں کے دلوں میں بہت سے دوسرے آہستہ تھے کہ پتہ نہیں اب کیا ہوگا۔ کیا مسلمان بالکل ہی ختم ہو جائیں گے؟ مصیبت کے وقت خوف پیدا ہو جانا طبعی ہمارے اور یہ کمالی کے منافی نہیں۔ سامنے دشمن کا لشکر جبار نظر آ رہا تھا، مسلمانوں کی تعداد بھی بالکل قلیل تھی اور سامانِ حرب بھی تھوڑا تھا۔ اور اُدھر عہد میں اور بچے غیر محفوظ نظر آتے تھے۔ ان حالات میں خوف دہراس اور وسوس کا پیدا ہونا فطری امر تھا۔

فرمایا هَئِذَاكَ ابْنُكَ الْمُؤْمِنُونَ اس وقت مومنوں کو آزمایا گیا کہ اس قدر مشکل وقت میں یہ کس حد تک ثابت قدم رہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی گھبراہٹ کو سکون میں تبدیل کر دیا۔ اس کے برخلاف منافقوں پر دہشت طاری ہو گئی۔ فرمایا وَزُلْزِلُوا زَلْزَلًا شَدِيدًا اور مومن اچھی طرح متزلزل کیے گئے مگر وہ اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہے جس کی وجہ سے کفار کو شہر میں داخل ہونے کی جرأت نہ ہوئی۔

فرمایا اس وقت کو بھی یاد کرو وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ جب کہ منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں دُک تھا کہ ہے تھے مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا کہ ہم سے نہیں وعدہ کیا اللہ اور اس کے رسول نے مگر دھوکے کا۔ غزوہ احد کے موقع پر جب دشمن دوبارہ حملہ نہ کر سکا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ انشاء اللہ آئندہ ہم کامیاب ہوں گے، اسی بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے منافق کہنے لگے کہ ہمارے ساتھ جھوٹا وعدہ کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ خندق کھودتے

منافقوں
کی بکواس

وقت حضرت جبریل علیہ السلام نے ایسی جہنم کی باتیں کہیں جو نہ انی نہیں کہ انہیں قہر انہیں ہوا
 چاہے چھوڑ کر کہہ دیا کہ وہ گا، کہ نہ کہ کہنے کی کڑی سے نہ کہنے کی ایک کلمہ نہایت
 پر کھلے داتا تو فرمایا، اللہ اکبر! جگہ جگہ قہر کی کہیں، وہی کہیں ہیں، میں اس وقت
 وہاں کے شریف کلمہ کہہ رہا ہوں، ہاں ہوں، چھوڑ پڑے دوسری ضرب کا لے تو
 چلے گا کہ ایک نئے وطن پر آؤ، آپ نے فرمایا اللہ اکبر! لگے تھیں یہاں گیا ہے
 وہ تھیں اس وقت میں نے فرمایا کہ اسید محل روکو، ہاں ہوں، پھر آپ نے ترنہ شروع
 لکھی اس طرح اس ترنہ تکبر کی کہ میں کہہ کیاں دی گئی ہیں، میں اس وقت حسنہ
 کے پاس گیا، دیکھ رہا ہوں، اس طرح کہ پیش میں گزریں بھی نہ تھیں کہ انہیں
 تھیں، کہنے لگے آپ اس طرح کہہ رہے ہیں کہ تم کہہ رہے ہیں، اور اس طرح
 حالت یہ ہے کہ ہم لوگ دربار کے پہلے کی چیزیں نہیں لے سکتے، اسی حالت
 میں سلطان اللہ نے فرمایا کہ میں تم کو کہنے سے کہہ رہا ہوں کہ اس طرح کہہ رہے ہیں کہ
 چھوڑ دے کہ یہ ہے کہ میں نے کہا ہے کہ وہی، ہاں ہوں، تم تو نہ کہہ رہے ہو کہ
 میں کہہ رہے ہوں، میں یہاں سے کہہ رہا ہوں کہ میں نے کہہ دیا ہے کہ یہ ہے کہ
 کہہ رہے ہو کہ میں نے کہہ دیا ہے کہ میں نے کہہ دیا ہے کہ میں نے کہہ دیا ہے کہ
 کہہ رہے ہیں کہ میں نے کہہ دیا ہے کہ میں نے کہہ دیا ہے کہ میں نے کہہ دیا ہے کہ

وَاِذْ قَالَتْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا هَٰذَا ثَرْبٌ
لَّا مَقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيقٌ
مِّنْهُمْ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بَيُوْتَنَا عَوْدَةٌ
وَمَا هِيَ بِعَوْدَةٍ اِنْ يُرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ۝۱۳
وَلَوْ دَخَلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ
سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَآتَوْهَا وَمَا تَبَثُّوْا بِهَا
اِلَّا يَسِيْرًا ۝۱۴ وَلَقَدْ كَانُوا عَاهَدُوا اللّٰهَ
مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۚ وَكَانَ عَهْدُ
اللّٰهِ مَسْئُوْلًا ۝۱۵ قُلْ لَنْ يَنْفَعَكُمْ الْفِرَارُ اِنْ
فَرَرْتُمْ مِنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذَا لَآ
تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۱۶ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي
يَعِصِيْكُمْ مِّنْ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا
اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۚ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ
دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيْرًا ۝۱۷ قَدْ يَعْلَمُ
اللّٰهُ الْمُعْوِقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَائِلِيْنَ

لِأَحَدِهِمْ هَلُمَّ الْبَنَاءُ وَلَا يَأْتُونَ الْبَنَاءَ
 إِلَّا قَلِيلًا ⑤ أَشْعَثَ عَلَيْكُمْ فَأَذْجَاءَ
 الْخَوْفَ رَأَيْتُمْ يَنْظُرُونَ رَيْدٌ مَدُورٌ
 أَخْلَفَهُمْ كَالْوَيْ يُعْشَى عَلَيْهِمْ
 أَمُوتَ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَفَكُمْ
 يَأْتِسُّ بِهِ إِذْ أَشْعَثَ عَلَى الْخَيْرِ وَبِئْسَ
 لَكُمْ دُورُوتُوا فَاحْبِطُوا أَعْمَالَهُمْ يَكُونُ
 دَهْشَ عَلَى الْمَوْتِ بَيْدًا ⑥ يَحْشَوْنَ رَحْمَتَ
 لَمْ يَذْهَبُوا وَإِنْ يَأْتِ الْأَعْرَابُ يَوَدُّوا لَوْ
 أَنَّهُمْ بَادُونَ فِي الْأَعْرَابِ يَكُونُونَ
 حَنَنَ سَبَّابِكُمْ وَلَوْ كَانُوا فِيكُمْ مَكَا
 فَتَلَوْا إِلَّا قَلِيلًا ⑦

ترجمہ :- ہر ایک سے کہو کہ بچے نہ آئیں اور نہ ہی وہاں سے
 کچھ لوگ آئے ہیں نہ اس وجہ سے کہ وہاں سے کچھ لوگ
 آئے ہیں نہ اس وجہ سے کہ وہاں سے کچھ لوگ آئے ہیں
 میں لوٹ جاؤں اور اس وجہ سے کہ وہاں سے کچھ لوگ
 آئے ہیں نہ اس وجہ سے کہ وہاں سے کچھ لوگ آئے ہیں
 میں لوٹ جاؤں اور اس وجہ سے کہ وہاں سے کچھ لوگ
 آئے ہیں نہ اس وجہ سے کہ وہاں سے کچھ لوگ آئے ہیں
 میں لوٹ جاؤں اور اس وجہ سے کہ وہاں سے کچھ لوگ

اللہ اگر شہر میں اس کے اطراف سے کوئی فوج داخل کر دی
 جائے، پھر ان لوگوں سے فقہ برپا کرنے کا مطالبہ کیا
 جائے تو فوراً اس میں شامل ہو جائیں گے۔ اور نہ ٹھہریں گے
 اس کے بارے میں مگر بہت تھوڑا (۱۷) اور البتہ تحقیق
 انہوں نے معاہدہ کیا تھا اللہ سے اس سے پہلے کہ
 پشت نہیں پھیریں گے۔ اور اللہ کے وعدے کے متعلق سوال
 کیا جائے گا (۱۸) (اے پیغمبر!) آپ کہ دیجئے، ہرگز
 نہیں ناکدہ رہے گا تم کو بھگانا اگر تم بھگانا چاہو گے موت
 سے یا قتل کیے جانے سے۔ اور اس وقت تم کو ناکدہ
 نہیں دیا جائے گا مگر بہت تھوڑا (۱۹) آپ کہ دیجئے
 کہن ہے جو بھگانا ہے تمہیں اللہ سے اگر ناکدہ کرے
 وہ تمہارے ساتھ برائی کا یا ارادہ کرے تمہارے ساتھ
 برائی کا۔ اور نہ پائیں گے وہ اپنے لیے اللہ کے سوا
 کوئی حاکم اور نہ مددگار (۲۰) تحقیق جانتا ہے اللہ تعالیٰ
 ان لوگوں کو جو روکتے ہیں تم میں سے اللہ ان کے
 والوں کو بھی جو اپنے بھائی بندوں سے کہتے ہیں کہ ہمارے
 طرف چلے آؤ۔ اللہ وہ نہیں چلنے لڑائی میں مگر بہت
 تھوڑا (۲۱) وہ نہیں ہیں تمہارے آدمی۔ جب آجائے خون
 تر دیجے گا ان کو کہ وہ نکلتے ہیں۔ آپ کی طرف
 گھومتی ہیں ان کی آنکھیں اس شخص کی طرح جس پر غشی
 طاری ہوتی ہے موت کی دھمک۔ پس جب خون چلا
 جائے تو پھر وہ کاٹتے ہیں تمہیں تیر زبانوں سے۔
 دیریں ہیں وہ مال کے۔ یہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائے

پس اشر نے ان کے احوال کو ملاحظہ کر لیا ہے۔ امد
 ہ ایست مژدہ آفتاب ہے (۹) گھر گھر کے ہیں ۔
 فرمواں سے اترے تہ کہ ۱۱ نیلے دایہ میرے ۔ اور
 اگر آئیں گے کہ وہ فرمیں قرۃ پس گھر کے ۔ کاوش
 کے ہر مہارت میں ہی ہوئے اور پرچنے غصہ غلغلہ
 کے ہلکے میں امد گھر کے لوگ کھانے روزانہ دے
 فرما دیتے مگر بہت سخت (۱۰)

مگر خزانہ دولت میں جس طرح اسباب کو گزر جاتا تھا جس پر یہ غصہ غلغلہ کے
 وہ جو وہاں رہتے تھے ان کے لئے یہ ضروری تھا کہ ان کے لئے وہاں رہنے والے ہوں گے۔ اسی
 خصوصاً اشر خانہ کے آج وہاں کی کسی کے لئے یہ فرستیں گے ان کے لئے یہ فرستیں گے۔
 یہ مژدہ قرۃ ہے۔ مژدہ قرۃ ہے۔ مژدہ قرۃ ہے۔ مژدہ قرۃ ہے۔ مژدہ قرۃ ہے۔
 دایہ کو کہہ دیا کہ وہاں رہنا چاہتے تھے مگر اشر نے اس پر یہ فرمایا ۔
 آہ مژدہ قرۃ وہاں رہنا چاہتے تھے مگر اشر نے اس پر یہ فرمایا ۔
 مژدہ قرۃ کہہ دیا کہ وہاں رہنا چاہتے تھے مگر اشر نے اس پر یہ فرمایا ۔
 کہ یہ اشر ہی اس مسئلہ کی کارکن ہیں۔

صلی نور دے دے کہ کی حالت میں یہ مسئلہ منقطع ہو جائے کہ کہ
 مژدہ قرۃ میں یہ مسئلہ منقطع ہو جائے کہ کہ مژدہ قرۃ میں یہ مسئلہ منقطع ہو جائے کہ کہ
 مژدہ قرۃ میں یہ مسئلہ منقطع ہو جائے کہ کہ مژدہ قرۃ میں یہ مسئلہ منقطع ہو جائے کہ کہ
 مژدہ قرۃ میں یہ مسئلہ منقطع ہو جائے کہ کہ مژدہ قرۃ میں یہ مسئلہ منقطع ہو جائے کہ کہ
 مژدہ قرۃ میں یہ مسئلہ منقطع ہو جائے کہ کہ مژدہ قرۃ میں یہ مسئلہ منقطع ہو جائے کہ کہ
 مژدہ قرۃ میں یہ مسئلہ منقطع ہو جائے کہ کہ مژدہ قرۃ میں یہ مسئلہ منقطع ہو جائے کہ کہ
 مژدہ قرۃ میں یہ مسئلہ منقطع ہو جائے کہ کہ مژدہ قرۃ میں یہ مسئلہ منقطع ہو جائے کہ کہ

كُنْتَ قَلِيلًا يُحَدِّثُكَ اللَّهُ بِمَا الْبَعْدُ
لَا بَأْسَ بِالْمَوْتِ إِذَا كَانَ الْأَحَبُّ

کاش کہ بتوڑا سا موقع مل جائے جس میں میرا اونٹ میلان جنگ کے پہنچ جائے، اور
پھر اگر موت ہی آجائے تو کچھ پروا نہیں۔ ظاہر ہے کہ موت تو ہر صورت آتی
ہے اور اگر یہ اسلام کے دفاع میں آجائے تو اس سے زیادہ خوش قسمتی کیا ہو سکتی
ہے۔ اس موقع پر حضرت سعدؓ کی والدہ نے آپ کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا کہ
بیٹا! تاخیر نہ کرو بلکہ جلدی کرو اور اللہ کے رسولؐ جہاں بھی ہوں ان کے پاس فرما دیجیے
مسلمانوں میں تو اس قدر عرش و جبر پائا جاتا تھا مگر منافقوں کا حال یہ تھا
کہ وہ بدول ہو رہے تھے اور جیسا کہ گذشتہ درس میں گزر چکا ہے، کہنے لگے
کہ اس جنگ سے پہلے اللہ کے نبیؐ نے ہمیں یقین دلایا تھا کہ آئندہ اللہ تعالیٰ
مسلمانوں کو ہی کامیاب و کامرائی کرے گا۔ پھر جب شہر کا پوری طرح محاصرہ ہو گیا
تو وہ مجاہدین کی حوصلہ شکنی کرنے لگے۔ وَاذْكَا لَتْ مَّا بَيْنَهُمْ
اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا يَا أَهْلَ بَيْتِ قُرَيْبٍ لَا مَقَامَ
لَكُمْ اے بزرگ کے بھنے والو! بیاں دشمن کے مقابلے میں مورچہ بند ہو کر
رہنا تمہارے لیے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ بیاں تو نہی تباہی اور بربادی
ہے۔ دشمن کی کثیر تعداد اسلحہ سے لیس تمہارے مقابلے میں ہے۔ تمہاری تعداد
بھی قلیل ہے، سر و سامان کا فقدان ہے حتیٰ کہ تمہاری غوراک کا بھی کوئی
بندوبست نہیں اور تمہیں نلے پر نلے آسے ہیں۔ ان حالات میں تم
دشمن کا کیسے مقابلہ کر سکو گے۔ غزوہ احد کے موقع پر بھی منافق اسی قسم کی
بات کہہ کر مسلمانوں سے علیحدہ ہو گئے تھے کہ قریش کی کثیر تعداد کے ساتھ
مقابلہ کرنا تو اپنے آپ کو بلا کہتے ہیں ڈالنا ہے، لہذا ہم تمہارے ساتھ اس تباہی
میں شریک نہیں ہو سکتے۔ کہنے لگے حالات اب بھی ناموافق ہیں اور دس ہزار کے
ہزار لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکو گے لہذا فَارْجِعُوا اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ اور

منافقوں کی
طرف سے
حوصلہ شکنی

رکھیں گے بلکہ وَمَا تَلْبَسُوْنَ بِهَا اِلَّا يَوْمًا نَبِئْتُمْ اَنْتُمْ مِمَّنْ لَمْ تَلْبَسُوْهُ لَكُمُ الْعَذَابُ وَاَنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ
 دشمن کے ساتھ شریک ہو جائیں گے مالا نکر وَلَقَدْ كَاٰتُوا عَاٰهَدًا وَاَلَلَّهُ مِمَّنْ
 قَبْلُ لَا يُوَلِّوْنَ الْاَدْبَارَ اس سے پہلے یہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عہد کر
 چکے ہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں برابر شریک رہیں گے اور پشت نہیں
 پھیریں گے مگر ان کی حالت یہ ہے کہ جب کوئی دشمن ان سے اہل ایمان کے
 خلاف مدد طلب کرتا ہے تو فوراً تیار ہو جاتے ہیں، مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ دیتے
 ہیں اور اس طرح عہد شکنی کے مرتکب ہوتے ہیں غزوہ واحد کے موقع پر بھی منافقوں
 نے ایسی ہی خیانت کا اظہار کیا تھا مگر جب اللہ کی طرف سے سخت وعید آئی تو انہوں
 نے معافی مانگی۔ اس جنگ میں اگرچہ مسلمانوں کا جانی نقصان ہوا مگر ایک لحاظ سے
 اپنی کاملہ بھاری رہا کیونکہ دشمن تعاقب نہ کر سکا بلکہ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کر کے
 انہیں بھگا دیا۔ اُس وقت انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ اُنہ مسلمانوں کے ساتھ غزوی
 نہیں کریں گے مگر غزوہ احزاب کے موقع پر انہوں نے پھر عیوں زبانوں سے
 یہی کام کیا، حالانکہ اللہ سے عہد کر چکے تھے کہ ہم پشت نہیں پھیریں گے۔ اللہ
 نے فرمایا کہ اِن کو علم ہونا چاہیے وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا اللّٰہ سے کیا
 ہوا عہد رائیگاں نہیں جائے گا بلکہ اس کے متعلق اِن سے سوال ہوگا کہ تم نے
 عہد شکنی کیوں کی؟ اس کے برعکس اللہ کا نبی اور ایمان والے سخت تکالیف برداشت
 کر کے بھی دشمن کے سامنے سینہ سپر ہیں۔ غزوہ خندق ہی میں سختی کا ایک دن ایسا بھی
 آیا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سارا دن مورچہ زن رہے حتیٰ کہ ظہر، عصر اور مغرب
 کی تین نمازیں بھی قضا ہو گئیں۔ پھر آپ نے عشاء کے وقت میں یہ نمازیں قضا کر کے
 پڑھیں۔ نماز عصر کی فریادگی پر حضور علیہ السلام نے سخت افسوس کا اظہار کیا اور فرمایا
 قرآنی، کہ اللہ تعالیٰ اِن کافروں کی قبروں کو آگ سے بھر دے کہ ان کی وجہ سے

لَا خَوَافَ لَهُمْ هَهُنَا أَيْسَنَا اور اُن کو بھی خوب جانتا ہے جو اپنے بھائی بندوں سے کہتے ہیں کہ ہماری طرف آجاؤ اور جنگ میں شریک نہ ہو۔ اُس زمانہ میں غلصہ مسلمان اور منافق ملے جلے تھے۔ اگر ایک بھائی پکا مسلمان ہے تو دوسرا منافق ہے تو ان حالات میں منافق اپنے بھائی بندوں کو جنگ میں شرکت سے روکنے کی کوشش کرتے تھے۔ جب کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچتی یا وہ شہید ہو جاتا، تو منافقوں کو غلط پراپیگنڈا کرنے کا موقع مل جاتا کہ اگر ہمارے ساتھ رہتے تو یہ تکلیف نہ پہنچتی۔ دوسری جگہ اللہ کا یہ فرمان موجود ہے کہ اگر تم مضبوط قلعوں میں بھی بند ہو جاؤ تو موت سے بچ نہیں سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ وہاں سے نکال کر اُسی مقام پر تم پر موت طاری کر دے گا۔ بہر حال مسلمانوں کے ساتھ شریک جنگ ہونے سے روکنے والوں کے متعلق فرمایا وَلَا يَأْتُوكَ الْبَاسُ إِلَّا قَلِيلًا کہ وہ خود لڑائی میں گم رہ جاتے ہیں اور اکثر حیلے بہانے سے اعتراض ہی کہتے ہیں۔

منافقین کی
پکڑ داری

فرمایا أَشِحَّةً عَلَيْكُمْ وہ تم پر بڑے بھیل ہیں۔ تمہاری مدد کرنے اور مال خرچ کرنے میں اتھالی کڑی کا اظہار کرتے ہیں اور حیلے بہانے سے بچت چاہتے ہیں۔ فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ پس جب خوف آئے یعنی خطرہ درپیش ہو۔

رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَىٰ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ تو آپ دیکھیں گے کہ یہ منافق لوگ آپ کی طرف تکتے ہیں اور اُن کی آنکھیں اس طرح گھومتی ہیں جس طرح کسی شخص پر موت کی غشی طاری ہو۔ اُس وقت یہ لوگ بڑے حیران اور دہشت زدہ معلوم ہوتے ہیں فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ اور جب خوفزدگی دور ہو جائے متلقوہکم بِالْإِسْنَةِ جِدَادٍ تو آپ کو تیز زبانوں سے کاٹتے ہیں، طعن اور ملامت کرتے ہیں اور مسلمانوں کی مذمت کرنے لگتے ہیں۔ پھر فرمایا أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ یہ لوگ مال کے بڑے حرص میں ہیں۔ جہاد میں تو شریک نہیں ہوتے مگر جب مسلمانوں کو فتح نصیب ہوتی ہے اور مال غنیمت حاصل ہوتا ہے

کے متعلق خبریں پہنچتے پہنچتے کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوا ہے۔ وہ تو غلصہ مسلمانوں کی شکست اور مالی و جانی نقصان کی خبر سننے کے منتظر رہتے۔ یہ اتنے بزدل لوگ ہیں کہ جو اپنی دشمن قریب آئے یہ خوفزدہ ہو کر تباہ کرنے لگتے ہیں کہ وہ شر کی بجائے دیانت میں ہوتے تو مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہوتا پڑا۔

فرمایا منافقوں کا جنگ سے گریز ایک لحاظ سے اچھا ہے کیونکہ **قُلُوْا کَانَ** **وَفِیْہِمْ کُوْکُورٌ** اگر وہ تمہارے درمیان بھی ہوں **مَآ فَاکُنْکُمْ اِلَّا اَقْلٰیۃٌ تَرٰجِسٌ** میں نہیں شریک ہوں گے مگر سب فتوراً۔ مطلب یہ کہ تمہارے ساتھ رہنے کا فائدہ بھی کچھ نہیں جب انہوں نے نہ صرف غرور جنگ سے اعراض کرنا ہے بلکہ اپنے بھائی بندوں کو بھی لڑائی سے علیحدہ کرنے کی ترغیب دینا ہے۔ اس لحاظ سے ایسے لوگ تمہارے درمیان رہ کر نقصان کا باعث ہی نہیں گے۔ بہتر ہے کہ یہ دور دور ہی رہیں تاکہ ان کی غیبت بھی آشکارا ہوتی ہے اور مسلمان ان کے زیادہ خبردار بھی رہیں اور پھر اپنے لیے کوئی بہتر تدبیر اختیار کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے منافقین کی سازشوں اور ان کی بزدلی کو ظاہر کر دیا تاکہ غلصہ مسلمان ان کی سازشوں کا شکار نہ ہوں۔

فَلَمَّا رَأَىٰ
رَسُولُهُ

الْمُؤْمِنِينَ
أَمَّا ٢٤

لَقَدْ كَذَّبَ لَكُمْ فِي رَسُولِيٍّ إِذْ هُوَ آتِيكُمْ
لَعَلَّكُمْ تَرْجُوا اللَّهَ وَلْيُؤْمَرُ الْآخِرُ وَذَكَرَ
اللَّهُ كَثِيرًا ۝ وَلَمَّا رَأَىٰ الْمُؤْمِنُونَ الرَّسُولَ
قَائِلًا هَذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ
وَرَسُولُهُ وَمَا زَنَاهُمْ وَلَا رَابِعًا وَتَلِيًّا ۝
مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ
فَإِنْهُمْ مِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ
مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا بَدِيلًا ۝ لِيَجْزِيَ
اللَّهُ الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ
إِنْ شَاءَ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا
رَّحِيمًا ۝ وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِخِطَابِهِمْ
لَمْ يَكُنْ لَهُمْ خَيْرٌ وَكَفَىٰ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ
الْقِتَالَ وَكَرَّ اللَّهُ قَوْلًا عَرَبِيًّا ۝ وَأَنْزَلَ الَّذِينَ
ظَاهَرُوا مِنْهُمْ مَنْ أَهْلُ الْأَنْتِكِحَةِ مِنْ
صَاحِبِهِمْ وَقَدْ رَأَىٰ لُؤْلُؤَهُمُ الرَّغْبَةَ

قَرِيبًا تَفْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ قَرِيبًا ﴿٢٢﴾
وَأَوْرَثَكُم أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ
وَأَرْضًا لَمْ تَطُورُهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرًا ﴿٢٣﴾

ترجمہ :- البتہ تحقیق تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ایک
اچھا نمونہ ہے اس شخص کے لیے جو اُمید رکھتا ہے
اللہ تعالیٰ سے، اور قیامت کے دن کی اللہ اُس نے
ذکر کیا اللہ کا کثرت سے ﴿٢٢﴾ اللہ جب دیکھا ایمان
والوں نے شکروں کو تو کہنے لگے اور یہی ہے وہ چیز جس کا
وعدہ کیا تھا ہم سے اللہ اللہ اس کے رسول نے اور کچھ فرمایا ہے
اللہ اور اس کے رسول نے، اللہ نہ زیادہ کیا اس بات نے
اُن کے لیے سچے ایمان اور اطاعت کو ﴿٢٣﴾ مومنوں میں
سے کچھ مرد ایسے ہیں جنہوں نے کچھ کہہ دکھلایا اُس چیز
کو جس پر انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا۔ پس بعض
انہی میں سے وہ ہیں جنہوں نے اپنا عہد پورا کیا ہے۔
اللہ بعض انہی میں سے وہ ہیں جو انتظار کر رہے ہیں
اللہ نہیں تبدیل کی انہوں نے کسی قسم کی تبدیلی ﴿٢٣﴾ تاکہ
بدلہ دے اللہ تعالیٰ سچوں کو اُن کی سچائی کا اور
سنرا دے اللہ تعالیٰ منافقوں کو اگر پاس ہے یا تو یہ قبول
کندے ان کی۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت بخشش کرنے
والا مہربان ہے ﴿٢٣﴾ اللہ کو دیا اللہ تعالیٰ نے ان
لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا ان کے غصے کے ساتھ نہ

بتائی ہے جس کے مقابلے کے لیے مسلمانوں کے پاس صرف تین ہزار آدمی تھے جو دفاع کرنے کے قابل تھے۔ باقی محمد بنی، بچے اور بوڑھے تھے جو دفاع میں حصہ لینے کے قابل نہیں تھے۔ پھر مال فرمایا کہ اہل ایمان نے کفار کے لشکر کو دیکھ کر کہا کہ اللہ اور اس کے رسول کا وعدہ سچا ثابت ہوا ہے۔ اور کفار کے حملہ سے خوفزدہ ہونے کی بجائے وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ان کی آمد نے سچے مسلمانوں کے ایمان اور اطاعت میں اضافہ ہی کیا اہل ایمان کو اللہ اور اس نے رسول کے وعدے پر کامل یقین تھا، لہذا انہوں نے اللہ کی فرمائش پر بھروسہ کرتے ہوئے دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

ایسے ہی لوگوں کے متعلق فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ تَعَالَى اللہ تعالیٰ کے خوف سے بعض وہ نہیں کہ جس بات کا انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا اسے سچ کر دکھایا۔ عہد یہ تھا کہ آخر وہ تکلف اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے۔ فرمایا فَيَسْتَفِزُّنَ الْفِتْيَةَ ان میں سے بعض وہ ہیں کہ جنہوں نے اپنی نذر پوری کر لی ہے یعنی شہادت کا وعدہ کر دیا ہے مثلاً غزوہ اُحد کے موقع پر حضرت انس بن نضیر کا واقع ہے کہ وہ میدان جنگ کی طرف جا رہے تھے، کسی نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ کہنے لگے، اُحد پار کے اسی طرف مجھے جنت کی خوشبو آ رہی ہے، میں اُدھر جا رہا ہوں۔ میدان جنگ میں پہنچ کر دشمن کا خوب مقابلہ کیا۔ آپ کے جسم پر اتنے زخم آئے کہ شناخت نہیں ہو رہی تھی۔ آخر کار انگلیوں سے ان کی شناخت ہوئی۔ اس طرح انہوں نے جام شہادت پیا کہ اپنے عہد کو پورا کیا۔ ترجمہ کا معنی عہد و پیمان اور نذر ہوا ہے۔ اور مزید اس سے زندگی بھی ہو سکتی ہے کہ ان میں سے بعض مومنین وہ ہیں جنہوں نے

ایمان
عہد

۱۔ منہجی ص ۲۴۲ ج ۱
۲۔ ابن کثیر ص ۲۴۵
۳۔ احکام القرآن للجصاص ص ۲۵۶ ج ۲
(قیام)

کا اعلان فرمایا۔ پھر حضرت سعدؓ سے فرمایا کہ ان بھروسوں کے لیے جو مناسبت مگر سزا تجویز کرو۔ انہوں نے یہ فیصلہ دیا کہ بنی قریظہ کے تمام باغ مردوں کو قتل کر دیا جائے، ان کی عورتوں اور بچوں کو لونڈیاں اور غلام بنایا جائے اور ان کی زمینوں پر مسلمان قابض ہو جائیں۔ چنانچہ اس فیصلے پر عمل درآمد کیا گیا اور بنی قریظہ کے تمام باغ مرد جن کی تعداد چار اور عید سو کے درمیان تھی قتل کر دیے گئے۔ حضرت سعدؓ کے اس فیصلے کے متعلق حضور علیہ السلامؐ نے فرمایا کہ اے سعدؓ! تم نے یہ فیصلہ سنی کہاؤں کے مطابق کیلئے ہے۔ کلمات میں یہ حکم موجود ہے کہ غلامی کرنے والوں کی سزایہ ہے کہ ان کو حکم قابل جگہ مردوں کو قتل کر دیا جائے، عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنایا جائے اور ان کی جائیدادوں پر قبضہ کر لیا جائے۔

اسی واقعہ کے پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَأَنْزَلَ الْذِينَ
فَكَفَرُوا بِهِمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاغِهِمْ
 لے کافروں کو مدد کرنے والے اہل کتاب کو ان کے قلعوں سے اتار دیا اور وہ
 شکست تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے۔ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الشَّكَّ
 اللہ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا اور مسلمان ان پر غالب آئے۔
 اس کے نتیجے میں فرمایا: فَرِيقًا نَقَضْنَا كَيْدَهُمْ اور ان میں سے ایک گروہ یعنی
 باغ مردوں کو قتل کرتے ہوئے وَأُخْرَىٰ سَرَفْنَا قِيَدَهُمُ اور ایک گروہ کو قیدی
 بناتے ہوئے مسلمانوں نے یہودیوں کی عورتوں اور بچوں کو لونڈیاں اور غلام بن کر
 آپس میں تقسیم کر لیا۔ اللہ نے فرمایا کہ مسلمانوں کو یہ فائدہ بھی ہوا۔ وَأَوْرَثَهُمُ
أَرْضَهُمْ کہ ان کی زمینوں کا وارث بنا دیا۔ وَوَدَّ يَارَهُمْ وَآمَنَ بِأَقْدَمِهِمْ
 تم ان کے گھروں اور مالوں کے بھی مالک بن گئے۔ اگرچہ اس موقع پر باقاعدہ جنگ
 کی کربت گزرنے آئی مگر مسلمانوں کو مالی لحاظ سے بڑی قوت حاصل ہو گئی۔

فرمایا: وَأَرْضَنَا لَكُمْ اللہ نے تمہیں اس سرزمین کا
 وارث بھی بنایا جس کو تم نے ابھی تک پامال نہیں کیا۔ یہ کون سی سرزمین ہے؟

فتح مجبور

بِآيَتِهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تُؤَدُّونَ
 الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزَيِّنْتُمَا فَمَعَٰلَيْنِ اُمْتِعْكُمْ وَ
 اَسْرِحْكُمْ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝۲۸ وَاِنْ كُنْتُمْ
 تُرِدُّنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ
 اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنِيْنَ مَنَٰكِبًا ۝۲۹
 لِّنِّسَاءِ النَّبِيِّ مَنۢ يَّآتِيَنَّ مِنْكُمْ بِفَٰحِشَةٍ
 مُّبِيْنَةٍ يُضَاعَفُ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ
 وَاِنْ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝۳۰ وَمَنْ يَقْدُتْ
 مِنْكُمْ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَنَعَمَلْ صَالِحًا ثَوْبُهَا
 اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ۝۳۱

ترجمہ: اے پیغمبر! آپ اپنی بیویوں سے کہہ دیں کہ اگر
 تم چاہتی ہو دنیا کی زندگی اور اس کی زینت پس آؤ میں تمہیں
 فائدہ پہنچاؤں اور رخصت کر دوں تم کو اچھے طریقے سے
 رخصت کرنا ۝۲۸ اور اگر تم اللہ کو حق ہو اللہ تعالیٰ
 اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کا پس بیٹھ
 اللہ نے تیار کیا ہے تم میں سے نیکی والیوں کے لیے
 بڑا اجر ۝۲۹ اے پیغمبر کی بیویو! جو تم میں سے کھلی

حضور علیہ السلام نے اس مطلب کے اس مددک بڑا سنا یا کہ آپ نے اپنی تمام
 اذواج سے ایک ماہ کے لیے ایلا کر دیا یعنی عید کی اختیار کر لی۔ آپ مسجد نبوی
 کے قریب ہی ایک بالاخانے میں تشریف فرما ہو گئے۔ عام مشہور تھا کہ حضور علیہ السلام
 نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ ان حالات میں انذواج طہارت کا پریشان
 ہونا تو فطری امر تھا۔ تمام مسلمانوں کو بھی سخت تشویش لاحق ہو گئی۔ سب سے
 زیادہ پریشانی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمرؓ کو پیش کیونکہ ابن دونوں کی بیٹیاں
 حضور علیہ السلام کے نکاح میں تھیں۔ کوئی شخص اس معاملہ میں مداخلت کی جرأت نہیں
 کر سکتا تھا۔ بالآخر حضرت عمرؓ نے جرأت کر کے اس عہد کو قریش کے کوشش کی اور
 حضور علیہ السلام سے حاضر ہونے کی اجازت طلب کی جو دے دی گئی۔ حضرت
 عمرؓ نے حاضر ہو کر کھڑے کھڑے عرض کیا کہ کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے
 دی ہے؟ آپ نے فرمایا، نہیں۔ اس پر انہوں نے کہا اللہ اکبر۔ حضرت عمرؓ
 کی کچھ ڈھارس بندھی تو انہوں نے حضور علیہ السلام سے بیٹھنے کی اجازت چاہی۔
 آپ کا مقصد یہ تھا کہ کوئی دل لگی کی بات کر کے حضور علیہ السلام کو خوش کیا جائے
 چنانچہ اجازت لینے پر آپ حضور علیہ السلام کے پاس بیٹھ گئے اور بات شروع
 کر دی کہ مکہ میں تو ہم اپنی عورتوں پر غالب تھے اور کوئی ہمارے سامنے چل چڑھ نہیں
 کرتی تھی مگر مدینہ میں اگر ہماری عورتوں نے بھی یہودی عورتوں کی دیکھا دیکھی اپنی کا
 رنگ ڈھنگ اختیار کر لیا ہے۔ ایک دفعہ خود میری بیوی نے مجھ سے زائد
 خرچہ کا مطالبہ کیا تو مجھے بڑا غصہ آیا اور میں نے اس کی گردن پر مکے مارنے شروع
 کر دیے۔ یہ سن کر حضور علیہ السلام مسکرائے اور اس طرح کچھ دیر تک گفتگو ہوتی رہی
 اور مسجد میں مسلمان بڑے پریشانی بیٹھے تھے کہ یہ نہیں حضور علیہ السلام نے کیا
 فیصلہ کیا ہے، کہیں واقعی اپنی بیویوں کو طلاق تو نہیں دے دی؟ اتنے میں حضرت

لگا سکتا۔ اور یہی حال آپ کی ازواج مطہرات کا بھی تھا۔ انہوں نے بھی حضور علیہ السلام
 کے اتباع میں آخرت کی زندگی کو دنیا کی زندگی پر ترجیح دی اور ہمیشہ فخر و فاقہ کو پسند کیا
 بہر حال جب نبی علیہ السلام کی ازواج مطہرات نے آپ سے آسودہ حالی کا
 مطالبہ کیا تو آپ کو یہ بات پسند نہ آئی۔ اَحْصِرَ اللّٰهُ تَعَالٰی نے بھی یہ آیات نازل فرما کر
 حضور علیہ السلام کی تائید فرمادی اور آپ کو حکم دیا يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ
لِأَنِّي وَالْأَجَلُ أَهْلِي عَلَى الصَّلَاةِ وَالسَّعَادَةِ أَهْلِي اسی انداز سے کہہ دیں۔ اِنَّ
كُنْتُمْ تُحِبُّونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزَيَّنَّا لَكُمُ الدُّنْيَا اگر تم دنیا کی زندگی اور
 اس کی زیب و زینت چاہتے ہو، عیش و عشرت اور آسودہ حالی کی طلبگار ہو، تو کیا تم
 اُمّتِ محمدیہؐ کو آؤں میں تمہیں فائدہ پہنچا دوں۔ جب کوئی شخص اپنی عورت کو طلاق
 دے دیتا ہے۔ اور وہ امر بھی ادا کر چکا ہے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ عورت
 کو رخصت کر دے۔ وقت حسب استطاعت ایک جوڑا کپڑے دے کر اسے
 رخصت کر دے۔ اگر ایسی عورت جتنا عمر مقرر نہیں ہوا تھا تو اس کے لیے ایک
 جوڑا کپڑے دینا واجب ہو جاتا ہے۔ فائدہ پہنچانے سے یہی مراد ہے۔ مُسْتَرَدًّا
 اگر دنیا چاہتی ہو تو میں تمہیں فائدہ پہنچاؤں وَأَسْرَحْتُكُمْ مسرّاحاً جیسا کہ
 اور تمہیں اپنے طریقے سے رخصت کر دوں میں طلاق دے کر یا مکمل فارغ کر دوں۔
 پھر فرمایا كَانَ كُنْتُمْ قُرْبَنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَالْأَنْحَارِ
 اللہ اگر تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی رضا چاہتی ہو اور آخرت کے گھر کو پسند
 کرتی ہو، دنیا کی آسودگی کو ترک کرنے پر آمادہ ہو تو پھر خوب سن لو فَإِنَّ
اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنِينَ مِنْ كُنْ أَنْجُزًا عَظِيمًا کہ اللہ تعالیٰ
 نے تم میں سے ایسی عورتوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔ جو دنیا کی عیش و
 عشرت کو ترک کر دیں گی، اللہ تعالیٰ اس کو آخرت میں دائمی آرام و راحت کا عطیہ
 عنایت فرمائیں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ تصویر کا دوسرا رخ بھی تھلا دیا يَا أَيُّهَا
النَّبِيُّ أَسْأَلُكَ بِرَبِّكَ أَمَنْ يَأْتِي مِنْ كُنْ جَنَّاتٍ مُّجْبِيَةٍ

دنیا کی آخرت
 میں چھوٹا

گی تو تمہاری صفت دینی ہو گی۔ اس لفظ کے مختلف معانی آتے ہیں مثلاً اس کا اطلاق بدزبانی، بے حیائی اور بخل پر بھی ہوتا ہے مگر یہاں پر اس لفظ سے زنا یا بدکاری مراد نہیں ہے کیونکہ اللہ کے پاک نبی کی بیویوں سے ایسا ممکن ہی نہیں۔ بعض روایات میں آتا ہے مَا ذَنْتَ امْرَاۃً نَبِیِّ فَقَدْ لَیْسَ لَکَ بِیَہِیْ زَنًا کا ارتکاب نہیں کیا۔ بعض انبیاء کی بیویوں نے کفر کا ارتکاب تو کیا ہے مگر بے حیائی کسی سے سرزد نہیں ہوئی۔ مقصد یہ کہ یہاں پر غش سے بے ادبی، گستاخی یا بدزبانی وغیرہ جیسی لغزش تو مراد لی جا سکتی ہے، از ثبیبہ فعل کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

نیک کا دُعا
اب

گزشتہ سے پیوستہ آیت میں نبی علیہ السلام کی بیویوں سے فرمایا تھا کہ اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی رضا اور آخرت کا گھر پسند کرتی ہو تو اللہ نے تمہارے لیے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔ اب اگلی آیت میں اُن کی پارسائی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے وَمَنْ یَقْضُ مِنْکُمْ لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہِ اور تم میں سے جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گی۔ وَتَعْمَلْ صَالِحًا اور نیک اعمال انجام دے گی نُؤْتِہَاْ اَجْرَهَا مَرَّتَیْنِ ہم اس کو اُچھے بھی دے گا دیں گے۔ جس طرح مقدس مقام، مقدس مینے اور مقدس وقت میں عمل کا اجر بڑھ جاتا ہے۔ اس طرح اگر کوئی بلند مرتبت ہستی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گی تو اُس کے اجر و ثواب میں اضافہ ہو جائیگا۔ جس طرح حرمت والے مہینوں، مقاماتِ مقدسہ اور پچھلی رات کے اوقات میں اجر و ثواب بڑھ جاتا ہے، اسی طرح مقدس مہینوں کے اعمالِ صالحہ کا اجر بھی بہت بڑھ جاتا ہے

اس کے علاوہ فرمایا وَاعْمَلُوا لَہَا رِزْقًا کَثِیْرًا ہم نے اس سبب عزت کی روزی بھی تیار کر رکھی ہے دنیا میں عزت کی روزی وہ ہے جو حلال راستے سے آئے جس سے اطمینانِ قلب حاصل ہو اور جس کے استعمال سے عبادت کا جذبہ قوی ہو اور اس میں دل جمعی پیدا ہو۔ اور آخرت میں رزقِ کریم سے مراد یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو خاص مقام حاصل ہوگا، انتہائی باعزت روزی نصیب ہوگی۔ اور ہمیشہ کے لیے

کئی کمیست لکھیں گے، جرحانہ سنہ سے ہے کہ اس کا پہلا ذکر تحریر میں نہیں ہے۔
 دوسرا طریقہ یہ ہے کہ صحیفہ کو پڑھا جائے اور اس میں جو کچھ ہے اس کا جواب دیا جائے۔

يُنِسَاءَ النَّبِيِّ لَسُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ إِنِ
 اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي
 قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۝۳۳ وَقَرْنَ
 فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ
 الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ
 اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ
 الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝۳۴
 وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ
 اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ۝۳۵

ترجمہ :- اے نبی کی بیویو! نہیں ہو تم عام عورتوں کی طرح
 اگر تم ڈرتی رہو تو نہ دب کہہ بات کہو، پس لالچ کھے
 گا وہ شخص جس کے دل میں بیماری ہے۔ اور کہو بات
 دستور کے مطابق ۳۳ اور قرار پکڑو اپنے گھروں میں
 اور نہ کھلے طریقے پر باہر پھرو جیسا کہ عورتیں پہلی
 جاہلیت کے زمانہ میں کھلی پھرتی تھیں۔ اور قائم رکھو
 نماز کو اور دیتی رہو زکوٰۃ۔ اور اطاعت کرو اللہ اور
 اس کے رسول کی۔ بیشک ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ

ہوگی تو تمہیں تمام عورتوں پر فضیلت ہے۔ تمہاری اس برتر حیثیت کا تقاضا ہے فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ کہ کسی اجنبی آدمی سے دب کر بات نہ کرو بلکہ کلام میں درستگی اختیار کرو۔ کیونکہ نرم لہجے میں بات کرنے سے فَيَطْمَعِ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ دل کا روگی آدمی لالچ کرے گا۔ دل کے روگ سے مراد نفاق، خواہشات نفسانیہ اور شہوانی میلان ہے۔ اس لیے حکم دیا کہ اگر کسی اجنبی آدمی سے بات کرنی پڑے تو روکھا پن ظاہر کرو، تاکہ کسی بد باطن آدمی کے دل میں کوئی خیال نہ آ سکے۔ شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں کہ اس آیت کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی بیویوں کو ادب سکھایا ہے کہ غیر مرد سے بات کرتے وقت اس طرح بات کرو جس طرح اپنے بیٹے سے کی جاتی ہے وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا اور بات بھی دستور کے مطابق بھلی اور معقول ہونی چاہیے۔

تبرقہ جاہلیت

اللہ نے امات المؤمنین کو یہ حکم بھی دیا وَقُلْنَ كُنَّ کہ اپنے گھروں میں ٹھہری رہو، بلا وجہ گھر سے باہر نہ نکلو کیونکہ گھروں میں رہنا ہی عورتوں کی اصل وضع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں میں تقسیم کار کر دیا۔ مرد کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ محنت مشقت کر کے کمائی کرے اور عورتوں کا کام یہ ہے کہ وہ امور خانہ داری کو انجام دیں۔ بچوں کی پرورش، کھانا پکانا، کپڑے دھونا اور گھر کی صفائی کرنا عورت کے فرائض ہیں۔ یہ سب کام گھر کی چار دیواری کے اندر انجام دیے جاتے ہیں۔ اسی لیے اللہ نے نبی کی بیویوں کو حکم دیا ہے کہ وہ گھر میں مقیم رہیں وَلَا تَبْرَحْنَ شَرَجَ الْبَاهِلِيَّةِ الْاُفْلَحِ اور جاہلیہ اولیٰ کی عورتوں کی طرح اپنے آپ کو کھلے طور پر نہ دکھانی پھیریں مطلب یہ کہ گھر میں رہ کر امور خانہ داری انجام دیں اور اگر اشد ضرورت کے تحت گھر سے باہر جانا پڑے تو پھر جاہلیت اولیٰ کے زمانے کی طرح بے پردہ نہ جائیں۔

جاہلیت نہ تھی کہ۔۔۔ ان کے متعلق حضرت ابراہیمؑ اپنے بہت پر محبت
 سے اپنے حضرت لون عزیز سردار حضرت ابراہیمؑ پر مشورہ کے لئے لوگوں کو اپنے
 گھر لے آئے۔ مگر وہ بدعتی تصور پر اس قدر کشت سے اپنے عزیزوں کا روتھا۔
 یہ کہہ کر کہ یہ عیسائی۔ کھڑکھڑاتے کہ یہ بت دینے والے عورتوں میں سے ہیں۔
 وہ نہ اٹھا۔ کہے کہ یہ ہندو کھڑکھڑاتے کہ یہ بت دینے والے ہیں۔ یہ کہہ کر جاہلیت دینی
 ۱۲ ہجری آج کے بدعتی کی طرح لوگوں کی عیسیٰ کو سے پہلے سے جڑا رہا ہے۔

57
274

[illegible]

۱- تفسیر منی مسطورہ مجلی مطبوعہ دہلی
۲- جہاں بیگز رسالہ

رابطہ

لیا جاسکتا ہے۔ بہر حال پردہ ہونا چاہیئے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ جو عورت گھر میں رہ کر
 اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گی اور نیکی کے کام انجام دے
 گی، ایمانی سے بچے گی، اللہ تعالیٰ اس کو مجاہدین جیسا اجر عطا فرمائے گا۔ عورت کا بلا
 اجازت باہر جانا مکروہ تحریمی ہے۔ اگر مسجد میں بھی جانا چاہیں تو خاوند یا سرپرست
 کی اجازت لے لے کر جائیں۔ مردوں کو بھی فرمایا کہ اگر عورتیں مسجد میں جانے کی اجازت طلب کریں تو
 دیدیا کرو بشرطیکہ راستہ پر امن ہو یعنی فساد و فحار سے کوئی خطرہ نہ ہو۔ حضور علیہ السلام
 نے یہ بھی فرمایا کہ عورت کا گھر کی کوٹھڑی میں نماز پڑھنا، بڑے کمرے میں نماز
 پڑھنے سے افضل ہے۔ اور صحن کی نسبت بڑے کمرے میں پڑھنا افضل ہے۔
 عورت جتنا چھپ کر نماز پڑھے گی اتنا اجر زیادہ ہوگا، مسجد میں جانے کی صرف
 اجازت ہے فضیلت نہیں ہے۔ کیونکہ عورتوں کی اہل وضع گھر میں قرار پکڑنا
 ہے۔ بناؤ سازگار کر کے، زیورات اور بیکریا لباس پہن کر عورتوں کا بے حجابانہ باہر
 نکلنا عورتوں کی وضع کے خلاف ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے کہ
 اگر عورت مسجد میں نماز کے لیے بھی جائے تو معمولی لباس پہن کر جائے اور غرضبو
 نہ لگائے کہ یہ فتنے کا باعث بن سکتی ہے۔ حضور علیہ السلام کا یہ بھی فرمان ہے کہ
 عورت ستر ہے، جب یہ باہر نکلتی ہے تو شیطان جھانک کر دیکھتا ہے، اور
 لوگوں کو اس طرف متوجہ کرتا ہے جس سے بے حیائی کے لوازمات پیدا ہوتے ہیں
 موجودہ عربی و انگریز اور بے دین لوگوں کی پیدا کردہ ہے جو عورت کو مردوں کے
 شانہ بشانہ لانے کو ترقی کا زینہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ قرآن کے خلاف جاہلیت کی
 طرف قدم ہے۔ اگر کوئی عورت مجبور ہے تو اس کو اجازت ہے کہ باپردہ باہر

ایک گروہ وہ ہے جو اس آیت کے مطابق صرف ازواج مطہرات کو اہل بیت میں شمار کرتا ہے اور حضور علیہ السلام کی اولاد اور آپ کے خاندان کے لوگوں کو اہل بیت کے افراد نہیں مانتا۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو مذکورہ حدیث کے مطابق صرف حضور علیہ السلام کے خاندان اور اولاد کو ہی اہل بیت سمجھتا ہے اور ازواج مطہرات کو اس میں شامل نہیں کرتا۔ یہ دونوں شیعہ اور ارفضی ہیں اور گمراہ ہیں۔ جو لوگ صرف پنج تن کو اہل بیت کہتے ہیں وہ بھی گمراہ ہیں۔ کیونکہ یہ نظریہ نص قرآنی کے خلاف ہے۔ دوسری طرف حدیث بھی صحیح ہے اس سلسلے میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ حقیقتاً قرآن اور حدیث میں تضاد نہیں ہے صرف سمجھنے کی بات ہے۔ نص قرآنی عام ہے اور اس کے مطابق اہل بیت میں ازواج بھی شامل ہیں اور اولاد بھی۔ ہم اپنی زبان میں اہل بیت کا متبادل لفظ ”گھر والے“ بولتے ہیں۔ اور جب ایسا کہتے ہیں تو اس سے مراد نہ تو صرف ازواج ہوتی ہیں اور نہ صرف اولاد، بلکہ ازواج اور اولاد دونوں مراد ہوتے ہیں۔ لہذا نہ تو ازواج کو اہل بیت سے خارج کیا جاسکتا ہے اور نہ اولاد کو حدیث میں صرف اولاد کو اہل بیت کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ میری انفاق تو اہل قرآنی کے مطابق اہل بیت میں شامل ہیں، میری یہ اولاد بھی اہل بیت میں شامل ہے۔ ان سے بھی گندگی کو دور کر کے انہیں پاک صاف کر دے۔

مسلم شریعت میں زید بن ارقمؓ کی روایت ہے کہ آپ سے شاگردوں نے پوچھا کیا حضور کی ازواج اہل بیت نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں ازواج مطہرات اہل بیت ہیں مگر حضور علیہ السلام کے اہل بیت وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِأَهْلِ مُحَمَّدٍ بیشک صدقہ نہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال ہے اور نہ آپ کے اہل بیت

کرو یا۔ اہمات المؤمنین حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد چالیس پچیس سال
 تک عین حیات رہیں اور امت کی کما حقہ تربیت کرتی رہیں۔ اُن کو تقویٰ، طہارت
 عبادت اور تعلیم میں اعلیٰ درجے کی حیثیت حاصل رہی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا لطف و
 تمنا۔ اسی لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بہت مہربانی کرنے والا اور ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔

اسوہ حسنہ کا ذکر فرمایا اور اُن مومنین کی تعریف فرمائی جو اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں، یومِ آخرت میں اُن کا یقین ہے اور اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرتے ہیں۔ ایسے لوگ اللہ اور اُس کے رسول کے وعدے پر مکمل یقین کرتے ہیں۔ اور اُن کی تصدیق کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے سچے لوگوں کی سچائی کا اجر اور منافقین کے انجام کا ذکر بھی کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو انہیں سزا دے دے یا اگر چاہے تو انہیں توبہ کی توفیق دے کر اُن کا انجام بھی بہتر کر دے۔

پھر گزشتہ درس میں اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواجِ مطہرات کا ذکر فرمایا اور نبی علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ اُن سے بر ملا کہہ دیں کہ اگر تم دنیا کا مال و دولت اور زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں اچھے طریقے سے رخصت کر دوں اور اگر تمہیں اللہ اور اس کے رسول کی رضا اور آخرت کے گھر کی تلاش ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارے لیے اجرِ عظیم بھی موجود ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ازواجِ مطہرات کے مرتبہ کے پیش نظر اُن کو حکم دیا کہ وہ زمانہ جاہلیت کی طرح بے پردہ باہر نہ نکلیں اور اپنے بناؤ سنگار کا اظہار نہ کریں بلکہ شریفانہ طریقے پر اپنے گھروں میں قیام کریں کہ اسی میں اُن کی عزت و آبرو ہے اور اللہ تعالیٰ انہیں اسی طریقہ سے پاک و صاف رکھنا چاہتا ہے۔

اب آج کی آیت میں مومن مردوں اور مومن عورتوں کا اکٹھا ذکر کر کے اُن کی بعض صفات بیان کی گئی ہیں اور انہیں اجرِ عظیم کی بشارت بھی سنائی گئی ہے احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی موقع پر ازواجِ مطہرات اور بعض دوسری مومن عورتوں نے حضور علیہ السلام کے سامنے عرض کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مردوں کا ذکر خیر تو کثرت سے کیا ہے مگر عورتوں کی خیر و خوبی کا ذکر بہت کم ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں مردوں اور عورتوں

[illegible][illegible]

توفیق ہو تو بسیت اللہ کا حج کرے۔ جب کوئی شخص یہ اعمال انجام دیتا ہے تو دوسرے
دیکھ کر کہتے ہیں کہ یہ شخص مسلمان ہے۔

اہل ایمان
مرد و زن

پھر فرمایا وَالْمُؤْمِنَاتِ اور ایماندار مرد اور ایماندار عورتیں۔
ایمان کا تعلق تصدیق قلبی کے ساتھ ہے جو نظر نہیں آتی۔ اسی حدیث جبریل
میں حضور علیہ السلام نے ایمان کی تعریف یہ فرمائی أَنَّ تَوَكُّمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ
وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتَوَكُّمَنَ بِالْقَدَرِ خَيْرٌ
وَشَرٌّ کہ تو اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں
پر، آخرت کے دن پر ایمان لائے اور خیر و شر کی تقدیر کو حق جانے۔ گویا ایمان کا
تعلق دل کی تصدیق سے ہے جو بظاہر نظر نہیں آتی۔ تو اللہ تعالیٰ نے مسلمان
مردوں اور مسلمان عورتوں اور ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کا ذکر کیا ہے، جو
مذکورہ صفات کے حامل ہیں۔

اطاعت گزار
مرد و زن

آگے فرمایا وَالْقَانِتِينَ اور اطاعت کرنے والے مرد
اور اطاعت کرنے والی عورتیں۔ قنوت کا معنی اپنی رضا و رغبت کے ساتھ
خدا تعالیٰ کی اطاعت کو قبول کرنا ہے۔ جب کوئی شخص کسی کی اطاعت
کا دم بھر لیتا ہے تو پھر اس پر لازم ہے کہ وہ مطاع کے ہر حکم کی تعمیل بھی کرے۔
تو قانتین اور قانتات کا یہی مطلب ہے کہ ایسے مرد و زن جو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ
کے احکام کی تعمیل کرنے والے ہوں اور کسی جیلے بہانے سے اس کی اطاعت سے
باہر نہ نکلیں۔ دیگر احکام الہی کی تکمیل کے ساتھ ساتھ پوری اجتماعی اور اطمینان کے
ساتھ اللہ کی عبادت کرتا بھی اطاعت میں شامل ہے۔

سچے مرد و زن

پھر فرمایا وَالصَّادِقِينَ اور سچے مرد اور سچی عورتیں
اس سے مراد وہ مرد و زن ہیں جو زندگی کے ہر موڑ پر سچائی کو اپنا شعار بنالیں۔ سچ
کا مفہوم بڑا وسیع ہے۔ نیت، عقیدے اور ارادے میں سچے ہونا، اعمال و کردار
اور اخلاق میں سچے ہونا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ ہو تو خلوص نیت کے ساتھ

نے ایسے لوگوں کی کامیابی کی گارنٹی دی ہے۔

عاجز مردوں

آگے فرمایا وَالْخَشِيعِينَ وَالْخَشِيعَاتِ اور عاجزی کرنے والے مرد اور
عاجزی کرنے والی عورتیں۔ اللہ کے سامنے خستہ و خوار یعنی عاجزی کا اظہار کمال درجے
کی صفت ہے اور ہر انسان سے مطلوب ہے اللہ نے اپنے انبیاء کے متعلق
بھی فرمایا ہے خُشِعِينَ لِلَّهِ وہ اللہ کے حضور نہایت عاجزی اور نیاز مندی
کا اظہار کرتے ہیں۔ ایسے عام انسانوں کے ساتھ بھی خستہ و خوار کا مطلب یہ ہے کہ ان
کے ساتھ غرور و تکبر سے پیش نہیں آنا چاہیے۔ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ اللہ
نے مجھ پر وحی نازل فرمائی ہے أَنْ تَوَاضَعُوا وَلَا يَفْخَرُ بَعْضُكُمْ عَلَى
بَعْضٍ ہر ایک کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ اور ایک دوسرے کے سامنے
بڑائی کا اظہار نہ کرو کہ یہ ناپسندیدہ فعل ہے۔ بہر حال اس مقام پر اللہ نے عاجزی
کرنے والے مردوں اور عاجزی کرنے والی عورتوں کا بھی ذکر کیا ہے۔

سختی مردوں

آگے فرمایا وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ اور صدقہ خیرات
کرنے والے مرد اور صدقہ خیرات کرنے والی عورتیں۔ اللہ کی راہ میں غریب، مساکین،
یتامی، بیوگان کی مالی اعانت اور کمزور طبقات کی دستیگری بھی ملت کا اہم اصول ہے
بھوکے کو کھانا کھلانا، ننگے کو کپڑا پہنانا، بیمار کا علاج، تعلیمی اخراجات پورے
کرنا اور دیگر جائز ضروریات کے لیے مال خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل
کرنے کا نام ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے۔ إِنَّ الصَّدَقَةَ
لَتُطْفِئَ غَضَبَ الرَّحْمَنِ وَتَدْفَعُ صَيِّئَةَ السُّوءِ یعنی صدقہ
اللہ تعالیٰ کے غصے کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری سوت کو دفع کرتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے بعض صحابہ کا بیان ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

محذرت کی اس قدر پردہ داری مقصود ہے کہ اس کے لیے صرف لحیظت کا لفظ
 آیا ہے، یاں **فَوَجَّهْنِ** کو خدشہ کہہ دیا گیا ہے۔ اسی سے ظاہر ہوتا ہے۔
 کہ عورت کے حق میں کس قدر احتیاط کی ضرورت ہے۔ پردہ کی اس قدر تاکید کی گئی
 ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے **وَلَا تَنْتَظِرِ الْمَرْءَ فَتَخْذِ
 حَتَّىٰ وَبَيَّتْ** کسی زہد یا مردہ کی ران کی طرف بھی دیکھنا حرام ہے چہ جائیکہ کوئی مرد
 زنا یا لواطت میں مبتلا ہو۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے حفاظت ناموس کو بھی اسلامی اقتدار
 میں داخل کیا ہے اور اس کی پابندی کرنے والے مردوں اور عورتوں کی تعریف فرمائی ہے
 اور اپنے بندوں کی دسویں صفت اللہ نے یہ بیان کی ہے **وَالَّذِينَ**
كَبُرُوا الذِّكْرَ اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں۔
 حصن حصین والے بزرگ حضرت جبریلؑ لکھتے ہیں **كُلُّ مُطِيعٍ لِلَّهِ فَهُوَ**
ذِكْرٌ جو شخص اللہ کی اطاعت کے کام میں مصروف ہے، وہ اللہ کو یاد کرنے
 والا ہے۔ ویسے ہر شخص کے لیے نہ بانی ذکر ہی آسان ترین ذکر ہے۔ باقی عبادت
 کی تو مقدار مقرر ہے۔ مگر ذکر کی کوئی حد نہیں مقرر کی گئی، کوئی جس قدر چاہے اللہ
 کا ذکر کر سکتا ہے۔ آگے اسی سورۃ میں آ رہا ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا**
اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا (الاحزاب ۴۱) اے ایمان والو! اللہ کا کثرت
 سے ذکر کیا کرو۔ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جو شخص رات کو اٹھتا ہے۔ اور
 اپنی بیوی کو بھی بیدار کرتا ہے۔ پھر وہ دونوں نماز ادا کرتے ہیں تو انکے نام **ذاکرین**
 اور **ذاکرات** کے رجسٹر میں درج ہو جاتے ہیں۔ فرمایا یہ مرتبہ اس وقت تک حاصل
 نہیں ہو سکتا جب تک آدمی کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہر حالت میں ذکر کر لے
 والا نہ بن جائے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی روایت میں آتا ہے۔ **كَانَ**

ذاکرین مرد
 و زن

مَنْ شَاءَ مِنْكُمْ فَلْيُفْرِكْهُ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ ثَلَاثِينَ مَرَّةً وَلَا يَحْطِمْ عَصَاهُ

گو حضرت علیؓ صبح و شام تیسرا دعا کہے جس سے اگر کوئی مرنے لگے ۔

دُعا سے خود توبہ نہ کرے ۔ بیسویں دفعہ سر کے گلے تک پہنچا

و استغفر۔ یہ دعا اگر پڑھ لے گا تو اس کی ہر گز ہرجا نہ ہوگی۔

دُعا اگر پڑھ لے گا تو اس کی ہر گز ہرجا نہ ہوگی۔

دُعا اگر پڑھ لے گا تو اس کی ہر گز ہرجا نہ ہوگی۔

دُعا اگر پڑھ لے گا تو اس کی ہر گز ہرجا نہ ہوگی۔

دُعا اگر پڑھ لے گا تو اس کی ہر گز ہرجا نہ ہوگی۔

دُعا اگر پڑھ لے گا تو اس کی ہر گز ہرجا نہ ہوگی۔

دُعا اگر پڑھ لے گا تو اس کی ہر گز ہرجا نہ ہوگی۔

دُعا اگر پڑھ لے گا تو اس کی ہر گز ہرجا نہ ہوگی۔

دُعا اگر پڑھ لے گا تو اس کی ہر گز ہرجا نہ ہوگی۔

دُعا اگر پڑھ لے گا تو اس کی ہر گز ہرجا نہ ہوگی۔

دُعا اگر پڑھ لے گا تو اس کی ہر گز ہرجا نہ ہوگی۔

دُعا اگر پڑھ لے گا تو اس کی ہر گز ہرجا نہ ہوگی۔

دُعا اگر پڑھ لے گا تو اس کی ہر گز ہرجا نہ ہوگی۔

دُعا اگر پڑھ لے گا تو اس کی ہر گز ہرجا نہ ہوگی۔

دُعا اگر پڑھ لے گا تو اس کی ہر گز ہرجا نہ ہوگی۔

دُعا اگر پڑھ لے گا تو اس کی ہر گز ہرجا نہ ہوگی۔

دُعا اگر پڑھ لے گا تو اس کی ہر گز ہرجا نہ ہوگی۔

دُعا اگر پڑھ لے گا تو اس کی ہر گز ہرجا نہ ہوگی۔

دُعا اگر پڑھ لے گا تو اس کی ہر گز ہرجا نہ ہوگی۔

دُعا اگر پڑھ لے گا تو اس کی ہر گز ہرجا نہ ہوگی۔

دُعا اگر پڑھ لے گا تو اس کی ہر گز ہرجا نہ ہوگی۔

دُعا اگر پڑھ لے گا تو اس کی ہر گز ہرجا نہ ہوگی۔

دُعا اگر پڑھ لے گا تو اس کی ہر گز ہرجا نہ ہوگی۔

دُعا اگر پڑھ لے گا تو اس کی ہر گز ہرجا نہ ہوگی۔

دُعا اگر پڑھ لے گا تو اس کی ہر گز ہرجا نہ ہوگی۔

دُعا اگر پڑھ لے گا تو اس کی ہر گز ہرجا نہ ہوگی۔

دُعا اگر پڑھ لے گا تو اس کی ہر گز ہرجا نہ ہوگی۔

دُعا اگر پڑھ لے گا تو اس کی ہر گز ہرجا نہ ہوگی۔

دُعا اگر پڑھ لے گا تو اس کی ہر گز ہرجا نہ ہوگی۔

دُعا اگر پڑھ لے گا تو اس کی ہر گز ہرجا نہ ہوگی۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ
وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ
مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا ۝ (۳۶) وَإِذْ تَقُولُ
لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ
أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي
نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ
وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِنْهَا
وَطَرًا زَوْجَهَا لَوْ كَانَ عَلَيْهِ
الْمُؤْمِنِينَ خَرَجَ فِي آزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ
إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ
مَفْعُولًا ۝ (۳۷)

ترجمہ :- اور نہیں ہے کسی مومن مرد اور نہ کسی مومن
عورت کا کام کہ جب فیصلہ کر دے اللہ اور اس کا
رسول کسی معاملے کا تو ان کو کوئی اختیار باقی رہ جائے
اُن کے معاملے میں ۔ اور جو شخص نافرمانی کرے گا اللہ
اور اس کے رسول کی ایسے بے شک وہ گمراہ ہوا

قائم کے پاس کوئی اختیار باقی رہ جائے۔ مطلب یہ کہ اسٹار اور رسول کے فیصلے کے بعد کسی مومن مرد و زن کے لیے کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ وہ اپنی مرضی سے اپنے فیصلے قبول کر لے یا رد کر دے۔ بلکہ اسے تو بہ حالت میں اللہ اور نبی کے فیصلے کو پرچہ جان کر اس پر عمل کرنا پڑے گا۔ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَتِهِمْ غَنَاءٌ كَثِيرٌ اور جو شخص اللہ اور رسول کے حکام کرے گا فقہاً مَنْ عَمِلَ صَالًا مِّنْ بَيْنِ يَدَيْنَا تو وہ عزیز و غمراہی میں جا پڑے گا۔ اسے غلام نصیب نہیں ہو سکتی۔

شان نزول

شان نزول کے اعتبار سے یہ آیات حضرت زیدؓ اور حضرت زینبؓ کے بارے میں ہیں۔ حضرت زیدؓ کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ درس ۱۱ میں اسٹار کا یہ فرمان گزر چکا ہے کہ منہ بولے بیٹے کو اس کے حقیقی باپ کی طرف منسوب کہہ کے پکارو۔ اور اگر اس کے باپ کا ائمہ پر مشتمل معلوم نہ ہو تو اسے اپنا بھائی یا رفیق کہہ کر پکارو۔ حضور علیہ السلام نے حضرت زیدؓ کو منہ بولایا بنا لیا تھا اور لوگ انہیں زیدؓ ابن محمدؐ کہہ رہے تھے مگر مذکورہ آیات کے نزول کے بعد انہیں زیدؓ بن حاتم کہا جانے لگا۔ درس نمبر ۱ میں ہی یہ تفصیل بھی بیان ہو چکی ہے کہ حضرت زیدؓ کو حضرت خدیجہؓ نے عکاظہ کی منہ می سے بطور غلام خریدا تھا۔ پھر جب آپ کا نکاح حضور علیہ السلام کے ساتھ ہو گیا تو اسٹار نے یہ غلام حضور علیہ السلام کو ہمہ کر دیا تھا۔ اس کے بعد حضرت زیدؓ کے والد اور چچا کو آپ کا علم ہوا تو وہ آپ کو لینے کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معاوضہ ادا کر کے بچے کو لے جانا چاہا مگر آپ نے فرمایا کہ اگر یہ خود جانا چاہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں مگر زیدؓ نے حضور کے اخلاق کو یاد کی بدولت آپ کے ہاں سے جانے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضور علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ آج سے میں نے زیدؓ کو آزاد کر دیا ہے اور یہ میرا منہ بولایا ہے۔ اس اعلان پر حضرت زیدؓ کے والد اور چچا خوش ہو کر واپس چلے گئے۔

حضرت زیدؓ کے حضرت زینبؓ سے نکاح کے متعلق بھی درس نمبر ۲ میں اشارتاً ذکر آچکا ہے۔ جب حضرت زیدؓ آزاد ہو گئے تو حضور علیہ السلام نے ان کے

زیدؓ کا نکاح

زینبؓ سے

ہیں، وگرنہ اکثر لوگ نافرمانی کے کاموں میں ہی لگے ہوئے ہیں اور ہر معاملے میں احکام شریعت کو پس پشت ڈال کر میں مافی کر رہے ہیں۔ بیاہ شادی کا معاملہ ہو، کوئی کھیل تماشے کی بات ہو یا کاروباری معاملات ہوں۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ اکثر اہل اس کے رسول کا فیصلہ موجود ہے مگر اس کے باوجود ہم اس کی طرف توجہ کرنے کی بجائے غلط رسم و رواج کے پیچھے چل رہے ہیں اور اللہ راہ اس کے رسول کے حکم کی خلاف ورزی کو ہی اپنے لیے باعث عزت سمجھتے ہیں۔

زیادہ اور زینب
جو محترم
مناہت

بہر حال اس آیت کریمہ کے حکم کے مطابق حضرت زینب کا نکاح حضرت زینب سے ہو گیا مگر ان دونوں کے مزاج میں ہم آہنگی پیدا نہ ہو سکی۔ حضرت زینب دیکھے مزاج کے آدمی تھے۔ اس کے برخلاف حضرت زینب کے مزاج میں تیزی تھی۔ حضرت زینب ایک نیک سیرت خاتون تھیں انہی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں جب حضرت عائشہ صدیقہ پر ہمت لگی تو بعض مخلص سلمان مرد اور عورتیں بھی غلط پرائیمنڈ کا شکار ہو گئیں۔ ان میں حضرت زینب کی سب سے بھی شامل تھیں اور ان پر حد بھی جاری کی گئی۔ مگر جب اس ہمت کا ذکر حضرت زینب کے سامنے کیا گیا، تو انہوں نے کان پکڑ لیے اور کہنے لگیں، چاہ بھڑا! بھلا ایسا بھی ہو سکتا ہے؟ انہوں نے ام المومنین عائشہ کی تعریف کی اور انہیں اس الزام سے بھی التماس قرار دیا۔ بایں ہر آپ کے مزاج میں حدت تھی۔ لہذا حضرت زینب کے ساتھ نہاد نہ ہو سکا۔ بات بات پر اٹھنا چھوڑنے لگا۔ تو حضرت زینب نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں ان حالات کا تذکرہ کیا اور کہا کہ ہم میاں بیوی کے مزاج میں مطابقت پیدا نہیں ہو سکی۔ لہذا میں نے طلاق سے دینا چاہتا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر چہ حضرت زینب کو کہہ جاتے ہیں کہ عہدہ نہ کرو اور حتی الامکان نباہو کی کوشش کرو۔

اللہ تعالیٰ نے اگلی آیت میں اسی بات کا ذکر کیا ہے وَاِذَا تَقَوْلُوهٗ لِلَّذِي
اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْہِ

اور جب آپ اس شخص سے کہہ رہے تھے میں پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے۔ اس

دے گا۔ آپ کو اس بات کا خوف تھا کہ اس بارے میں لوگ کیا کہیں گے۔ کہ جو نکاح انہوں نے زور سے کر لیا تھا اس میں نباہ نہ ہو سکا۔ اور بعض یہ بھی فرماتے ہیں کہ آپ کو یہ بھی غش تھا کہ حضرت زینبؓ کو ان کی مرضی کے خلاف نکاح پر مجبور کیا گیا۔ اس کے بعد اگر نوبت طلاق تک آگئی تو ایک آزاد کردہ غلام سے طلاق کا داغ قریش خاندان کی ایک عورت پر لگ جائے گا۔ یہ چیز حضور کے لیے تکلیف دہ تھی کہ اس طرح زینبؓ کی پرزیش معاشرے میں مزید خراب ہو جائے گی یہ چیز تھی جس کا حضور علیہ السلام کو خوف تھا مگر اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر کر دیا تھا۔

بالآخر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کافی غور و فکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچے، کہ زینبؓ کی دل شکنی کی تلافی صرف اسی صورت میں ممکن ہے۔ کہ اگر زینبؓ سے طلاق دے دی جائے تو میں خود اس سے نکاح کر لوں گا۔ اس طرح زینبؓ کو نبی کی زوجیت کا شرف حاصل ہو جائے گا اور طلاق کے صدمہ کو مہول جانے لگی۔ پھر آپ کو یہ بھی خیال آتا تھا کہ اگر میں نے زینبؓ سے نکاح کر لیا تو لوگ پھر اعتراض کریں گے کہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے نکاح کر لیا ہے، اور اس بات کو عرب لوگ ناجائز سمجھتے تھے۔ ان حالات میں کافروں، مشرکوں اور منافقوں۔ نیز یہود و نصاریٰ کی طرف سے تکلیف دہ پراپیگنڈہ کا خطرہ بھی تھا، لہذا آپ خوف محسوس کرتے تھے، مگر اللہ نے فرمایا کہ لوگوں سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

زینبؓ سے طلاق
اور حضور
سے نکاح

بالآخر وہی بات ہوئی جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ جب حضرت زینبؓ اور زینبؓ میں مخالفت کی کوئی صورت باقی نہ رہی تو انہوں نے حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَلَمَّا قَضَىٰ

زَيْنَبُ مِّنْهَا وَطَرًا پس جب حضرت زینبؓ نے حضرت زینبؓ سے اپنی غرض کو برآ کر لیا یعنی کچھ عرصہ ازدواجی زندگی کے طور پر گزار لیا تو اللہ نے فرمایا فَوَجَّهْنَا تو ہم نے اس کا نکاح آپ سے کر دیا، اور اس سے مقصود آپ کے دل کی غش کو دور کرنا تھا کہ لوگ کیا کہیں گے کہ بتنی کی مطلقہ سے نکاح

کہ وہ ہے۔ اَلْاَوَّلُ مَبْعُوثٌ عَلٰی الْمُؤْمِنِيْنَ حَتّٰی يَفْتَحَ
 تِلْكَ اَرْضَ اِيْطَلِيَّا فَتُخْلَقَ لَهَا سُلْطٰنٌ وَّعَلٰى اَمْرٍ اِيْسَاسِيٍّ
 وَاِذَا تَمَّكَتْ اَرْضُ اِيْطَلِيَّا بِوَكْرِهِ سَوَّاهٌ يَطْلُوْنَ كِيْطْلُوْنَ سَمْعُ حَرْفٍ
 جَبَّ تَنْزِيْهِ تَرْجُوْنَ اِيْ يَوْمِ غَوْضٍ اَمَّا كَرْتِكُمْ اَمَّا تَعَالٰی سَمْعُ حَرْفٍ
 اَمَّا كَرْتِكُمْ اَمَّا تَعَالٰی سَمْعُ حَرْفٍ اَمَّا تَعَالٰی سَمْعُ حَرْفٍ
 وَاَمَّا كَرْتِكُمْ اَمَّا تَعَالٰی سَمْعُ حَرْفٍ اَمَّا تَعَالٰی سَمْعُ حَرْفٍ
 اَمَّا كَرْتِكُمْ اَمَّا تَعَالٰی سَمْعُ حَرْفٍ اَمَّا تَعَالٰی سَمْعُ حَرْفٍ
 اَمَّا كَرْتِكُمْ اَمَّا تَعَالٰی سَمْعُ حَرْفٍ اَمَّا تَعَالٰی سَمْعُ حَرْفٍ
 اَمَّا كَرْتِكُمْ اَمَّا تَعَالٰی سَمْعُ حَرْفٍ اَمَّا تَعَالٰی سَمْعُ حَرْفٍ

مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا
فَرَضَ اللَّهُ لَهُ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا
مِنْ قَبْلُ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَقْدُورًا ۝۳۸
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَتِ اللَّهِ وَخَشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ
أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ ۚ وَكَفَى بِاللَّهِ حَسِيبًا ۝۳۹ مَا كَانَ
مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ
اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ
شَيْءٍ عَلِيمًا ۝۴۰

۵

ترجمہ: نہیں ہے اللہ کے نبی پر کوئی حرج
اس چیز میں جو اللہ نے اس کے لیے مقرر فرمائی
ہے۔ یہ دستور ہے اللہ کا اہل لوگوں میں جو اس
سے پہلے گزرے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا حکم مقرر کیا
ہوا ہوتا ہے ۝۳۸ وہ لوگ جو پہنچاتے ہیں۔ اللہ
کے پیغامات اور ڈرتے ہیں اسی سے، اور نہیں
ڈرتے کسی سے سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ اور کافی ہے
اللہ تعالیٰ کفایت کرنے والا ۝۳۹ نہیں ہیں محمد باب
کسی ایک کے تمہارے مردوں میں سے، لیکن وہ اللہ
کے رسول ہیں اور انبیاء کو ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ

نہیں کہنا چاہیے اور لوگوں کے اعتراضات اور طعن و تشنیع کو خاطر میں نہیں لانا چاہیے۔ فَرَأَىٰ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الذِّينِ حَكَوْهُ قَبْلُ
یہ پہلے گزے ہوئے لوگوں میں اللہ کا دستور ہے۔ پہلے ادوار میں بھی لوگ
انبیاء علیہم السلام پر اسی طرح اعتراض کیا کرتے تھے مگر انہوں نے جائز کام کو
کرنے میں کسی پس و پیش کا اظہار نہیں کیا بلکہ ایسے کام بے دھڑک کر گزریے آج
لوگ تعدد الذہن پر اعتراض کرتے ہیں کہ ایک مرد کو چار عورتیں بچکنے کی اجازت
کیوں ہے۔ حالانکہ حقیرت والہ علیہ السلام کی سوسے بھی زیادہ بیویاں تھیں۔ حضرت
ابو اییم علیہ السلام کی بھی متعدد بیویاں تھیں اور ان سے اولاد بھی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ
کی جائز کردہ چیز پر طعن کرنا اللہ تعالیٰ پر طعن کرنے کے مترادف ہے، لہذا
اگر کوئی اعتراض کرنا ہے تو کرتا ہے، آپ اس کی قطعاً پرواہ نہ کریں اور اپنا کام
کرتے رہیں۔ فَرَأَىٰ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ فَدَمَّرًا مَّقْضًى وَرَأَىٰ اللَّهُ كَمَا
معاد تو مٹا رہا ہے۔ اُس میں کون ذل اندازی کر سکتا ہے؟

فَرَأَىٰ الذِّينَ يَبْتَغُونَ رِيسَالَتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَ اللَّهَ
نہی جو اُس کے عیادت لوگوں تک پہنچاتے ہیں، وہ اُسی سے ڈرتے ہیں۔ وَلَا
يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ اَمَّا اللّٰهُ اَمَّا اللّٰهُ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ اُن کو صرف
اسی بات کا خوف رہتا تھا کہ کہیں اللہ کی نافرمانی کا کوئی کام نہ ہو جائے۔ انہوں نے
اپنے نبی کو قتل دیتے ہوئے فرمایا وَكَفَىٰ بِاللّٰهِ حَسِيبًا اَمَّا اللّٰهُ کافی ہے اللہ تعالیٰ
کفایت کرتے والا مطلب یہ کہ معتزین کے طعن و تشنیع کا توڑ اللہ ہی کرے گا
وہ ایسے لوگوں کو ذلیل و خوار کر کے چھوڑے گا۔

بعض چیزوں کے جواز کا محض حکم دے کر چھوڑ دیا جاتا ہے اور بعض جائز
امور پر اللہ تعالیٰ لوگوں سے عمل کروا کر اُس کے جواز کو مندرجہ پختہ کر دیتا ہے۔ اس

فرمایا، میں اللہ کا رسول بھی ہوں اور ساتھ ساتھ وَحَاشَہُ النَّبِیُّنَ تمام
نبیوں کو ختم کرنے والا بھی ہوں۔ یہ لفظ حَاشَہُ اللہ حَاشَہُ رسولوں طرح آتا
ہے مگر رسولوں کا معنی ایکسا ہی ہے یعنی ختم کرنے والا۔ خاتم مر کہہ سکتے ہیں، ایسی
یہ امام ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام مبراہ مر کہے ہیں۔ جب کسی چیز یا مسئلے
کو بند کر دیا جاتا ہے تو اس پر مر لگا دی جاتی ہے تاکہ کوئی مزید چیز اس میں داخل نہ
ہو سکے۔ اللہ نے انبیاء کی بعثت کا سلسلہ بھی ختم کر کے اس پر حضور علیہ السلام کے
ذریعے مر لگا دی ہے تاکہ کوئی اور شخص انبیاء کی جماعت میں داخل نہ ہو سکے۔ مشاہدہ
حجۃ الصادقؑ بھی یہی ترجمہ کرتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول اور سب نبیوں پر مر ہیں۔ کہ
آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اللہ نے سلسلہ نبوت آپ پر ختم کر دیا ہے۔
اور اگر خاتم بطور داخل لیا جائے تو معنی ختم کرنے والا ہوگا۔ مطلب وہی ہے
کہ آپ سب کے آخر میں تشریف لائے اور آپ کے ذریعے سلسلہ نبوت
ختم ہو گیا۔ بخاشی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا
لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَ سَیَکُونُ خَلْفَیْ یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔
بلکہ خلفاء ہوں گے جو نبیوت کا فریضہ انجام دیں گے۔ خلفاء میں سے اچھے
بھی ہوں گے اور بُرے بھی مگر نبی کوئی نہیں ہوگا۔ حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا
کہ میری مثال ایک قصر کی ہے جو مکمل ہو چکا ہے مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی
ہونا باقی ہے۔ لوگ دیکھ کر تعجب کرتے ہیں کہ محل تو رُخا عالی شان ہے۔ مگر

کے آخری نبی میرے اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے ذریعے جاہلیت کے باطل نظریے کو رد کر دیا۔ فَمَكَانَ اللَّهِ يَحْكُمُ شَيْءٌ وَيَكْلِفُ مَا سُبِّحَ بِاسْمِ اللَّهِ تَعَالَى کے علم میں ہیں۔ جو شخص بھی اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی مخالفت درزی کہے گا وہ بیعت کے لیے خائب و خاسر بن جائے گا۔

رومن یکتا TP

الأحزاب الإسلامية

آپ کا نام

ایکسپریس میگزین

[illegible]

پھر حضرت زینبہ امہ زینبہؓ کے درمیان طلاق امہ حضور علیہ السلام کے ساتھ حضرت زینبہؓ کے نکاح کا ذکر کیا۔ پھر اللہ نے حضور علیہ السلام کو تسلی دی کہ اس ضمن میں مخالفین کے پراپیگنڈہ کو خاطر میں نہ لیں۔ یہ نکاح ہم نے خود کرایا ہے تاکہ اہل ایمان پر یہ مسئلہ واضح ہو جائے کہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے نکاح بالکل درست ہے۔ فرمایا یہ دستور مابعدہ اور اس سے چلا کر رہا ہے اور اللہ نے اپنے اخبار کے لیے جو چیزیں صلیح قرار دی انہوں نے اس پر عمل کرنے میں کسی علامت کفہہ کی پروا نہیں کی وہ خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم میں سے کسی مرد بشمول حضرت زینبہؓ کے پسند نہیں ہیں، بلکہ آپ تو تمام انبیاء اور رسل کے خاتم ہیں۔ آپ کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا، نہ کتاب اور نہ کوئی نئی شریعت۔ لہذا جاہلیت کی رسوم کو ختم کرنے کے لیے ضروری تھا کہ آپ کے ذریعہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح اعلیٰ طور پر پیش کر دیا جائے تاکہ آئندہ کیلئے یہ باقی لوگوں کے لیے دستور العمل بن جائے۔

ذکر الہی کی
ضیلت

چونکہ کافر، مشرک اور منافق اسلام اور اللہ کے نبی کے خلاف غلط پراپیگنڈہ کرتے تھے جس سے حضور علیہ السلام اور اہل ایمان کو سخت ذہنی پریشانی ہوتی تھی، تو اس پریشانی کا حل اللہ تعالیٰ نے یہ تجویز فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا اے ایمان والو! اللہ کا کثرت سے ذکر کرو۔ اگر مخالفین یہودی بائبل اور عیسائی کتابیں دیکھتے ہیں تو تم اس کا ترک نہ ترک کی جواب نہ دو بلکہ اللہ تعالیٰ کا زیادہ سے زیادہ ذکر کرو کہ اس میں تمہارا فائدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لیے خاص اوقات اور خاص مقدار مقرر فرمائی ہے مگر ذکر الہی ایک ایسی عبادت ہے جس کی کوئی تحدید نہیں ہے۔ اس کے لیے ذکر کوئی وقت مقرر ہے نہ جگہ اور نہ مقدار۔ جس وقت اوجھاں چاہو اور جتنا چاہو اللہ کا ذکر کر سکتے ہو۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت میں آتا ہے کہ

(قیامض)

سبح اللہ الحمد لله

[illegible][illegible][illegible]

ہو۔ فرمایا منافقین کی تکلیف وہ باتوں کا جواب ذکر الہی سے دو کہ یہ چیز تھامے لیے تقویت کا باعث بنے گی کیونکہ اللہ کا فرمان ہے **الَّا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَقْوٰمٌ** **الْقُلُوْبُ** (الرعد - ۲۸) آگاہ رہو کہ دل کا سکون اللہ کے ذکر کے ذریعے حاصل ہوتا ہے ذکر الہی سے انسان کی غفلت دور ہوتی ہے اور اسے قرب الہی حاصل ہوتا ہے گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس کے درجات بلند ہوتے ہیں۔

فرمایا، ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرو **وَسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً** **وَّاَصِيْلًا** اور اُس کی تسبیح بیان کرو صبح کے وقت بھی اور پچھلے پہر بھی تسبیح کا معنی تشریح ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب، نقص اور ضعف سے پاک ہے جب کوئی شخص اپنی زبان سے سبحان اللہ ادا کرتا ہے، تو اس کا عتیدہ واضح ہو جاتا ہے کہ وہ اُس ذات خداوندی پر ایمان رکھتا ہے، جس کی ذات ہر عیب اور آلودگی سے پاک ہے۔

تسبیح خدا تعالیٰ کی بہترین تعریف ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ اس سے فجر اور عصر کی نمازیں مراد ہیں۔ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے **مَنْ صَلَّى الْبُرْدَيْنِ** **دَخَلَ الْجَنَّةَ** جو شخص ان دو نمازوں کی پابندی کرے گا۔ وہ جنت میں داخل ہو گا، اور اُسے اللہ کا دیار نصیب ہو گا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تم مغلوب نہ ہو ان دو نمازوں پر مدد و مسد اختیار کرو۔

بعض فرماتے ہیں کہ تسبیح سے مطلقاً ذکر مراد ہے، ذکر سے تو انسان کا کوئی لمحہ بھی خالی نہیں ہونا چاہیے۔ مگر یہ دو واقعات ایسے ہیں جن میں اللہ کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ نماز فجر اور عصر کے وقت فرشتوں کی ڈیوٹیاں تبدیل ہوتی ہیں۔ ان اوقات میں لوگوں کے اعمال اللہ کی بارگاہ میں پیش ہو جاتے ہیں۔ لہذا اُس وقت اللہ کا زیادہ سے زیادہ ذکر کرنا چاہیے تاکہ فرشتے اللہ کے حضور جا کر گواہی دے سکیں

تسبیح کی
تاکید

مجمع البیان والے اس کا مطلب اس طرح بیان کرتے ہیں کہ خداوند قدوس تمہیں
جہالت سے نکال کر معرفت کی طرف، نفاق سے نکال کر اخلاص کی طرف لانا
ہے۔ کفر، شرک، نفاق، بدعت، معصیت سب اندھیرے ہیں۔ ان کی وجہ سے
انسان میں روحانی تاریکی پیدا ہوتی ہے، جو دلوں، دماغوں اور مدخل میں چھایا جاتی ہے
جب تک انسان ان چیزوں سے توبہ نہ کرے وہ حقیقت کو نہیں پاسکتا۔ یہ سب
ناپاک چیزیں ہیں اور باطنی طہارت اس وقت نصیب ہوتی ہے جب کوئی شخص خلوص
نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کرے اور اس میں جذبہ اطاعت
موجود ہو۔ تو فرمایا کہ خدا تعالیٰ نزول رحمت فرماتا ہے، فرشتے اس کے لیے دعائیں کہتے
ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئے۔

فرمایا وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے
ساتھ بڑا مہربان ہے۔ اہل ایمان پر اس کی خصوصی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اپنے
فضل و کرم سے اللہ تعالیٰ ان کی عبادت اور ریاضت کو قبول فرماتا ہے اور
ان کی غلطیاں اور کوتاہیاں معاف کرتا ہے۔ یہ اس کی رحمت و بخشش کی علامت ہے
ایسے ہی لوگوں کے متعلق اللہ نے فرمایا تَجِبَتْ لَهُمُ يَوْمَ تَقُومُ السُّعُورَةُ
سُكْرًا جس دن وہ اپنے پروردگار کے سامنے پیش ہوں گے اس دن
ان کی دعا سلام ہے۔ دو مسلمانوں کی ملاقات کے وقت بھی ایک دوسرے
کو سلام کیا جاتا ہے۔ امام ابو بکر جصاص اور بعض دوسرے مفسرین فرماتے ہیں۔
کہ یہ لفظ چاہتا ہے کہ جب دو مسلمان آپس میں ملیں تو ان کی دعا سلام ہی ہونی
چاہیئے السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ یعنی دو مسلمان ملاقات پر ایک
دوسرے کے لیے خیر و سلامتی کی دعا کہیں۔ آدم علیہ السلام سے لے کر ہر نبی کے
دور میں سلام و دعا کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ پھر جب دو مومن جنت کے اندر

دعا بطور
سلام

آپ کو خدا میں ملے تو وہاں پر آپ کی دعا سزا دی ہوگی۔ جب فرشتہ مقرر ہوا
 پانی میں ملے تو وہاں بھی آپ کو سزا دی ہوگی۔ پھر جب پانی کو لے کر
 میرٹھ میں ملے تو وہاں بھی آپ کو سزا دی ہوگی۔ پھر جب پانی کو لے کر
 فرسٹسٹ ۱۸۰۰ میل سے لے کر ۱۸۰۰ میل تک پہنچے تو پھر بھی آپ کو سزا
 دی جائے گی۔ وقت میں ملے تو وقت میں ملے گا۔ وقت میں ملے گا۔
 کہ فرشتہ سے بھی سزا دی ہوگی۔ سزا دی ہوگی۔ سزا دی ہوگی۔ سزا دی ہوگی۔
 سزا دی ہوگی۔ سزا دی ہوگی۔ سزا دی ہوگی۔ سزا دی ہوگی۔ سزا دی ہوگی۔
 ان کے معاف ہونے میں ملے گا۔ ان کے معاف ہونے میں ملے گا۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا
وَنَذِيرًا ۝ (۴۵) وَدَاعِبًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا
مُنِيرًا ۝ (۴۶) وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُمْ
مِّنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا ۝ (۴۷) وَلَا تُلَاحِظْ
الْكُفْرَيْنَ وَالْمُنَافِقِينَ وَدَعْ أَذَاهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى
اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا ۝ (۴۸)

ترجمہ:- اے نبی! بیشک ہم نے بھیجا ہے آپ کو
شام بنا کر اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا ۝ (۴۵)
اور بلانے والا اللہ کی طرف اُس کے حکم سے اور روشن
چراغ ۝ (۴۶) اور آپ خوشخبری دیں ایمان والوں کو کہ بیشک
ان کے لیے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے ۝ (۴۷)
اور آپ نہ بات مانیں کفر کرنے والوں کی اور منافقوں
کی، اور چھوڑ دیں آپ ان کی طرف سے ایذا رسانی، اور
بھروسہ کریں اللہ کی ذات پر۔ اور کافی ہے اللہ تعالیٰ
کام بنانے والا ۝ (۴۸)

ربط آیات

گزشتہ درس میں پہلے اہل ایمان کو کثرت سے ذکر الہی کرنے کا حکم
دیا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر اپنی ہر باتوں کا تذکرہ کیا کہ وہ خود رحمت
نازل کرتا ہے اور فرشتے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں۔ نیز فرمایا کہ

چونکہ شاہد کا لقب دیا گیا ہے لہذا اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور اسی بنا پر قیامت کے روز اللہ کی بارگاہ میں گواہی دیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ لفظ شاہد کا معنی حاضر و ناظر اس لیے نہیں کیا جاسکتا کہ خود اللہ تعالیٰ نے اس کی کئی مقامات پر نفی کی ہے مثلاً سورۃ قصص میں ہے کہ جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف حکم بھیجا تو آپ طور کے مغربی جانب قہ نہیں تھے وَمَا كُنْتُ مِنَ الشَّاهِدِينَ (آیت ۴۰) اور نہ ہی آپ دیکھنے والوں میں تھے یعنی آپ وہاں حاضر و ناظر نہیں تھے۔ اس کے برخلاف وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ (البیروج - ۹) ہر مقام اور ہر چیز پر حاضر و ناظر تو صرف اللہ کی ذات ہے۔ یہ صفت مخلوق میں سے کسی میں نہیں پائی جاتی۔

اللہ کی
وحدانیت
کی گواہی

مفسرین کرام بیان کرتے ہیں کہ شاہد کا معنی گواہی دینے والا بھی درست ہے۔ اور اس کا اطلاق حضور علیہ السلام کی ذات مبارکہ پر کیا جائے تو جیلے کا معنی یہ ہوگا کہ اے نبی! ہم نے آپ کو اللہ کی وحدانیت کی گواہی دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اس معنی کی تائید حضور علیہ السلام کی ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے سے دو جانے گزرے۔ ایک میت کے متعلق صحابہ کرام نے بتایا کہ یہ نیک اور اچھا آدمی تھا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اس پر واجب ہوگی۔ پھر دوسرے جانے کے متعلق صحابہ نے کہا کہ یہ مجرا آدمی تھا تو حضور نے فرمایا کہ واجب ہوگئی۔ صحابہ کرام نے عرض کیا، حضور! کیا چیز واجب ہوگئی؟ فرمایا جس شخص کے متعلق تم نے اچھائی کی گواہی دی۔ اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ اور جس کے لیے بُرائی کی گواہی دی اُس پر دوزخ واجب ہوگئی۔ پھر آپ نے تین دفعہ فرمایا اَنْتُمْ شَهِدَاؤُ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ یعنی تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو

میں بھی موجود ہے۔ حضور علیہ السلام کو فریہ و زور ہوں گے اور لوگوں کو پانی پلا رہے ہوں گے۔ پھر کہ لوگ آپ کے پاس پہنچنا چاہیں گے مگر اللہ کے فرشتے ان کے ڈنٹے میں مزارحم ہوں گے۔ حضور علیہ السلام فرمائیں گے کہ فرشتو! ان کو آنے دو کہ یہ میرے مسافعی معلوم ہو رہے ہیں مگر وہ جواب دیں گے إِنَّكَ لَا تَذَرُنِي مَا أَهَدَلْتُكَ بَعْدَكَ آپ نہیں مانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیسا بگاڑ پیدا کیا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے سُبْحٰنَا سُبْحٰنَا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدُنِي اِنْ لَوْگوں کو عجب سے وعدے جلا جنوں نے میرے بعد دین میں تغیر پیدا کر دیا۔ مطلب یہ کہ نبی علیہ السلام کو ساری امت کے اعمال کا علم تو نہیں۔ آپ اسی قدر گواہی دیں گے جتن آپ کو علم ہے یا اگر اللہ سب کے متعلق مطلع ہوئے گا۔ اوسب کے متعلق شک نہ رہا ہے۔

احمال است سے لاطمی کی تصریح صیح علیہ السلام کے واقعے سے جی ہوتی ہے
قیامت والے دن اللہ تعالیٰ آپ سے دریافت کرے گا کہ کیا تو نے لوگوں کو کما
تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو مسجود بنا کر تو آپ بارگاہ رب العزت میں جواب
دیے گئے کہ مولا کویم! میرے لائق یہ بات ہرگز نہیں کہ میں وہ بات کروں جس کا مجھے
حق نہیں پہنچا۔ میں نے انہیں ہمیشہ توحید کی دعوت دی وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ
شَهِيدًا اَمَّا وَنُفْتُ فِيْهِمْ (الساۓدة - ۱۷) جب تک میں ان لوگوں
کے درمیان رہا، ان کے اعمال کو دیکھتا رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھایا تو تو ہی
ان کا نگبان تھا اور تو ہی ہر چیز کو دیکھنے اور جاننے والا ہے۔

قیامت والے دن صفائی کے گراہ بھی پیش ہوں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک حدیث لائے ہیں جس کا مضمون یہ ہے کہ قیامت والے دن اللہ کریم بنیاد علیہم السلام سے پوچھیں گے کہ میں نے تمہیں انت دے کر بھیجا تھا۔ تم نے

گڑاچہ

معیت سے پرہیز کریں گے، اعمالِ صالحہ انجام دیں گے، اخلاقِ حسنہ کا مظاہرہ کریں گے، تمام حقوق ادا کریں گے، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے محنت کریں گے، انہیں ان کی کامیابی پر بشارت دی جاتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے مقام میں پہنچیں گے اور انہیں مرتبہ عالیہ حاصل ہوں گے۔ اس لحاظ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام امت کے لیے بطورِ مبشر ہیں۔ اس کے برخلاف جو شخص کفر، شرک، انفاق اور بدعت کا راستہ اختیار کرے گا۔ علیٰ طورِ پھر قسم کی برائی کو اختیار کرے گا۔ وہ بلاخود خدا تعالیٰ کی گرفت میں آئے گا۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے حضور نبی کریم علیہ السلام ڈر سننے والے ہیں۔ آپ ان کو بڑے انجام سے آگاہ کرتے ہیں۔ شاید کہ وہ راہِ راست پر آجائیں۔

واعلیٰ اللہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حیثیت داعی الی اللہ کی بھی ہے آپ لوگوں کو اللہ کی طرف بلا تے ہیں۔ اسی لیے یہاں فرمایا ہے **وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ** آپ لوگوں کو اللہ کی طرف بلا تے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ لوگوں کو اللہ کی کتاب اور اس کے احکام پر مقرر کرتے ہیں اور یاد دلاتے ہیں، کہ نیکی کا انجام بخیر اور برائی کا نتیجہ بہت بُرا ہوگا۔ دعوت الی اللہ بہت بڑی نیکی کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَتَحْيَا صَلَاحًا** (حکۃ السجدہ - ۲۴) اس شخص سے اچھی بات کس کی ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے اور نیک اعمال انجام دیتا ہے۔ معترض حضور علیہ السلام داعی الی اللہ بھی مگر یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔ اللہ نے آپ کو یہ منصب عطا کیا ہے تو ساتھ آسانی بھی پیدا کر دی ہے۔

سراجِ منیر

پھر فرمایا **وَسِرَاجًا مِّنْ نِّوَارِہُمْ** ہم نے آپ کو روشن چراغ بھی بنا کر بھیجا ہے۔ اس سے مراد ہدایت کا روشن چراغ ہے۔ آپ کا قلب مبارک مرکزِ ہدایت اور آپ کی ذات مبارکہ سراجِ منیر ہے۔

بعض فرماتے ہیں کہ سراجِ منیر سے مراد سورج ہے جس کی آفتاب و قمر

نے عزروں کو کہی تھو ہندو مرتبے پر پہنچا یا کہ ساری دنیا کے معلم بن گئے۔ اللہ نے ساری دنیا کی سیاست کو اُن پڑھو عربوں کے ہاتھ میں دیدیا۔ اللہ نے قرأت میں آپ کے متعلق یہ بھی فرمایا کہ آپ میرے بندے اور رسول ہیں اللہ میں نے آپ کا نام توکل رکھا ہے۔ آپ نہ بدگو اور فحش کلام کہنے والے ہیں اور نہ بازو ازل میں شور و شر کرنے والے آپ بڑائی کو بڑائی سے نہیں ملتے بلکہ وہ گزر کر رہے ہیں اور محاف کرتے ہیں۔ سبس آخری نبی کہ اللہ تعالیٰ نہیں اٹھائے گا یہاں تک کہ ٹیڑھی ملت کو درست نہ کر دے اور لوگ اپنی زبانوں سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھنے لگیں جس سے اندھی آنکھیں روشن ہو جائیں اور بہرے کان سننے لگیں اور بندوں کھل جائیں۔ حضور علیہ السلام کے یہ تمام اوصاف قرأت میں بیان کیے گئے ہیں۔

شیانہ
کہ شاد

مفسر قرآن امام ابن ابی حاتم کی روایت (جسے امام ابن کثیر نے بھی نقل کیا ہے) میں آتا ہے کہ حضرت وہب ابن منبہ فرماتے ہیں کہ نبی اسرائیل کے ایک نبی حضرت خضیا علیہ السلام پر خدا تعالیٰ نے وحی کی کہ اپنی قوم بنی اسرائیل میں کھڑے ہو جاؤ، میں تمہاری زبان کو وحی کے ساتھ گویا کروں گا اور تم لوگوں کو یہ باتیں سنادو کہ خدا تعالیٰ کا فرمان ہے اَبْعَثْ اَوْصِيَاءَ هَٰؤُلَاءِ الْاَوَّلِينَ کہ میں امیروں میں سے ایک امی نبی کو بھیجتے والا ہوں۔ وہ درشت مزاج اور سنگدل نہیں ہوگا۔ باندھوں میں شور و شر کرنے والا نہیں ہوگا۔ اتنے سکون والا ہوگا کہ چراغ کے پاس سے گھرے تو اس کو بجھائے نہیں اگر سرکنڈوں کے اوپر پاؤں رکھ کر چلے تو ان کی آواز تک نہ آئے۔ میں اس کو بستر اور نذیر بنا کر بھیجوں گا، وہ کوئی فحش بات نہیں کرے گا۔ میں اس کے ہدیے اندھی آنکھوں کو کھول دوں گا۔ اور بہرے کانوں کو سنوادوں گا۔ میں اس کے لیے ہر امر جمیل کو درست کر دوں گا۔ اور اُسے غنیمت حاصل عطا کروں گا۔ میں سکینت اور اطمینان کو اس کا لباس بنادوں گا، شیخ اس کا شعار ہوگا۔ اور تقویٰ اُس کے ضمیر کی بات ہو

کرے گا۔ میں اس کو عزت دوں گا۔ اور جو ان کے لیے دعا کرے گا۔ میں اس کی تائید کروں گا۔ اور گردش ان کے مخالفوں پر ڈال دوں گا، اور انہیں اپنے نبی کا وارث بناؤں گا۔

فرمایا جس طرح وہ نبی داعی الی اللہ ہے اسی طرح اس کی امت کے لوگوں میں بھی داعی الی اللہ ہوں گے۔ جو نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ ادا کریں گے اور عہد کو پورا کریں گے۔ میں ان کا انتقام بھی اسی سبزی پر کروں گا جس سے اُجی کی ابتدا کی گئی تھی اور پھر آخر میں فرمایا ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ، یہ میرا فضل ہے جس کو چاہوں عطا کروں میں فضلِ عظیم کا مالک ہوں۔

اہل ایمان کے
لیے بشارت

حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف بیان کرنے کے بعد اللہ نے دیگر اہل ایمان کا ذکر بھی کیا اور فرمایا وَالْبَشِيرِ الْمُؤْمِنِينَ آپ ایمان والوں کو بشارت سنا دیں يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اللہ کا فضل کب تک رہے گا۔ اے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔ اللہ نے اس امت کو تمام سابق امتوں پر فضیلت بخشی ہے۔ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ ہم سب آخر میں آئے ہوئے ہیں مگر سب سے پہلے جنت میں جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت ہر جگہ اس امت کو فوقیت عطا فرمائی ہے۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے، لوگو! اللہ نے تمہیں غیر الامم بنایا ہے، لہذا اس کی شہادت کو بھی پورا کرو۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض ادا کرتے رہو اور دین کے تمام میں وفاداری بھی رکھاؤ۔

مشن پر
انتقامت

حضرت علیہ السلام نے آپ کی امت کے فضائل بیان کرنے کے بعد فرمایا وَلَا تَطْلِعُ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ آپ کافروں اور منافقین کی بات نہ مانیں وہ تو آپ کو آپ کے مشن سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ طعن و تشنیع اور مجبورنا پرہیزگار کرتے ہیں مگر آپ ان کی باتوں پر توجہ نہ دیں وَدَعْ أَذُنَهُمْ

جوانی میں وہاں بھین بھین سے بے بی ان کو جھڑپوں پر پہنچے مگر پرتو ہماری کی فزائیک
 تھکی، اٹھو! وہ اٹھ کر پھر وہاں آگئیں لیکن کھانا تو وہاں سے نہیں مل رہا تھا۔ وہ تھک کر
 ہر شے سے کھانا نہیں کھا۔ وہ کوئی ہاتھ نہ دیکھ سکتا تھا۔ اٹھو! اٹھو! وہاں سے
 وہ کھانا نہ کھا کر کئی دنوں میں وہاں سے نہ کھا سکتا تھا۔ وہاں سے کھانا نہ کھا سکتا تھا۔
 وہاں سے کھانا نہ کھا سکتا تھا۔ وہاں سے کھانا نہ کھا سکتا تھا۔

الاحزاب ۳۳

آیت ۳۹

ومن یقتل ۲۳

در سن ہجری ۱۵

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَكَهَّمُوا الْمُؤْمِنَاتِ
ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ
فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَةٍ تَعْتَدُونَهُنَّ
فَتَمِيتُوهُنَّ وَسَيَّرْجُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۝۳۹

اے ایمان والو! جب تم نکاح کردہ عورتوں کے ساتھ، پھر تم ان کو طلاق دے دے قبل اس کے کہ تم ان کو طلاق دے دو، پس نہیں ہے تمہارا۔۔۔ بے ان پر کوئی عتد جس کو تم ان عورتوں سے بڑا فراڈ پس فائدہ پہنچاؤ ان کو کہ وہ رخصت کرو۔ ان کو رخصت کرنا اچھے طریقے سے ۝۳۹

گزشتہ آیات میں جنگی کی مطلقہ سے نکاح کا مسئلہ بیان ہوا۔ پھر حضور ﷺ والسلام کے مرتبہ عالیہ اہل آپ کے خاتم النبیین ہونے کا ذکر ہوا۔ اس کے بعد مومنوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نزول اور فرشتوں کی طرف سے دہلے رحمت کا بیان ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اپنے آخری پیغمبر کو شاہد، مبشر، نذیر، داعی الی اللہ اور سرای منیہ بنا کر بعث فرمایا۔ پھر آخری امت کی فضیلت کا ذکر بھی ہوا۔ حضور علیہ السلام کو تسلی دی گئی کہ آپؐ مخالفین کی ایذا و رسانوں کی طرف توجہ نہ کریں بلکہ اپنا مشن دیکھیں گے ساتھ جابہی رکھیں۔ نیز اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہر دوسرے رکھیں کہ حقیقی کارساز ہی ہے۔

گزشتہ دروس میں حضرت ذیادہ حضرت زینبؓ کے نکاح، پھر ان کے

ایضاح

مستحق

یہ ایسی عورتوں پر کوئی حدت نہیں ہے جسے ہم پورا کرتے ہیں۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے مومنہ عورتوں سے نکاح اور پھر قبل از مجلس طلاق کا ذکر کیا ہے جو کہ محض مومنہ کی شرف و فضیلت کے لیے ہے، اور اگر نہ اگر کوئی شخص کسی کا یہ عہدت سے بھی نکاح اور پھر اسے غلوت سے قبل طلاق دے دے تو اس کے لیے بھی حکم ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیان پر **لَمَّا تَوَقَّعُ الْفُتُورَ** کا لفظ استعمال کیا ہے جس کا معنی محض مومنہ کو نہ یا بائند لگانا ہوتا ہے۔ مگر مطلب محض بائند لگانا نہیں بلکہ مباشرت کرنا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حدت کو جماعت کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔ کیونکہ جب میاں بیوی آپس میں بیٹھے ہیں، تو عمل قرار پانے کا امکان ہوتا ہے۔ اللہ نے تین چیزوں کی حدت ہی کے لیے مقرر کی ہے تاکہ اچھی طرح قسلی ہو جائے کہ حدت حاضر نہیں ہے اور نکاح ثانی کی صورت میں نسل میں غلط طعن نہ ہو۔ اور اگر عمل موجود ہے تو حدت کی حدت دمتح عمل بھی اسی نظریہ کے تحت رکھی گئی ہے۔ باقی ہر اہم البکر حنیفہ غلوت سمجھو کہ بھی مباشرت کے قائم مقام قرار دیتے ہیں۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ اگر میاں بیوی کو نکاح کے بعد ایسی غلوت حاصل ہو جائے کہ مباشرت میں کوئی چیز داخل نہ ہو، اور اس کے بعد طلاق واقع ہو جائے تو اس غلوت کو مباشرت کے قائم مقام سمجھا جائے گا اور عہدت کے لیے حدت پوری کرنا ضروری ہو جائیگا۔

دوران حدت بھی عورت کے لیے بعض احکام لاگو ہوتے ہیں۔ مثلاً اللہ کا فرمان ہے کہ عورت طلاق قبل عاودہ کے ساتھ جس مکان میں رہتی تھی، وہ اُنکی مکان میں حدت گزارے اور عاودہ اس کے راجعین کو حکم دیا ہے کہ وہ مطلقاً بیوہ کنیز و بی بی اس مکان سے نہ نکالیں، ہاں اگر کوئی ایسی غیر معمولی صورت حال پیدا ہو جائے کہ اُنکی گھر میں حدت پوری کرنا ممکن نہ ہو تو پھر وہ دوسری جگہ بھی جا سکتی ہے۔ البتہ

مدخل حدت
کے احکام

اسلام ایک سچا مذہب ہے جس کے اصول دائمی اور قابل عمل ہیں۔ اسلام نے نکاح کو مرد و زن کی عزت و حرمت کی تحکیم اور بقائے نسل انسانی کے لیے ضروری قرار دیا ہے اور اس عقدِ حلال کو قائم رکھنے کی ترغیب دی ہے۔ اس کے باوجود اگر عداوت کا تقاضا ہو تو پھر اس سے مگر غلطی کی گنجائش بھی رکھی ہے۔ اللہ کا فرمان ہے، کہ اگر مایاں بیوی کا آپس میں نباہ نہ ہو سکے تو وہ طلاق یا طبع کے ذریعے علیحدگی اختیار کر سکتے ہیں مگر طلاق کو غیر پسندیدہ فعل قرار دیا گیا ہے تاکہ حق الاملاک طلاق تک نہ پہنچے۔ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے ابغضوا المباحات الحلال اللہ الحلال یعنی اللہ کے نزدیک مباح چیزوں میں بغض ترین چیز طلاق ہے۔ اہم اگر زوجین کی زندگی میں مزید خرابیاں پیدا ہونے کا خطرہ ہو تو طلاق کی اجازت ہے۔

الاحزاب ۳۰

آیت ۳۰

مومن بنفست ۳۰

درسی نفاذ ۳۰

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَعْلَمُ لَكَ الْفُجَاءَ إِلَى
 أَنْتَ أَبْجُودَهُمْ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ بِمَا
 أَفَلَّ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَلَغَ عَلَيْكَ وَبَلَغَ عَمَلُكَ
 وَبَلَغَ خَلَاثَ وَبَلَغَ خَلَّتْ الْبُحْرَانُ
 مَقَلَّ وَالْمَرْءُ مُؤْمِنُهُ رَنَ وَهَبَتْ لَهَا
 النَّبِيُّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَلْزِمَهَا خَلَصَهُ
 لَكَ مِنْ دُولِ الْمُؤْمِنِينَ أَقْدَ عَمَلَتْ مَا
 قَرَضَتْ عَلَيْهِمْ فِي أَنْزِلَهِمْ وَمَا مَلَكَتْ
 أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ عَجْرَجٌ
 وَمَكَانَ اللَّهُ عَفْوَكَ رَجَعْنَا ⑤

ترجمہ :- اے پیغمبر! ہم نے معلوم کیا ہے کہ
 آپ کے لیے اب کو وہ چیزیں جو آپ کے لیے
 کمر لیں ہیں اور وہ جو آپ کے لیے کمر لیں
 ہیں آپ پر لڑائی ہیں اور آپ کی جہاد جو آپ کو
 اور وہ جو آپ کو لڑائی ہے اور وہ جو آپ کو
 اور وہ جو آپ کو لڑائی ہے اور وہ جو آپ کو
 اور وہ جو آپ کو لڑائی ہے اور وہ جو آپ کو

رہ کر احکام دین سیکھیں اور پھر ان کی زیادہ سے زیادہ سے اشاعت کر دینا چاہیے تمام
ازواج مطہرات عالمہ فاضلہ اور نہایت پاکیزہ تھیں، لہذا انہوں نے تبلیغ دین کے لیے
بڑا کام کیا۔ اس کام میں ان کا حصہ بعض اوقات مردوں سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

کثرت ازدواج کا دوسرا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کے دلوں میں اسلام کے
خلافتِ نصرت کو حقیقی الامکان قرار کیا جائے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بہت حد تک
کامیابی بھی ہوئی۔ ابوسنیان اگرچہ قریش خاندان سے تھے مگر حضور علیہ السلام کو دین
کے سخت دشمن تھے، مگر جب ان کی بیٹی ام حبیبہ کا نکاح حضور کے ساتھ ہو گیا
تو ابوسنیان کی دشمنی بہت حد تک کم ہو گئی تھی۔ یاد رہے کہ آپ پہلے ہی اسلام لائے
تھیں اور مہاجرینِ حبشہ میں بھی شامل تھیں۔ وہیں آپ کا نکاح حضور علیہ السلام کے
ساتھ قابلہ بنہ طور پر ہوا تھا۔ حضرت صفیہ بطور لڑکی آپ کے پاس آئی تھیں مگر آپ نے
انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ اس طرح یہودیوں کی نصرت بھی کم ہو گئی۔
اسی نکاح کی وجہ سے یہودیوں کو حضور علیہ السلام کے قریب آنے کا موقع ملا۔ اور ان
میں سے بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے، عربوں میں یہ عام دستور تھا کہ
جس خاندان میں کسی شخص کا نکاح ہو جائے وہ سارا خاندان اس شخص کو اپنا دلا دیکھتا۔
اور حقیقی الامکان اس سے جن سلوک سے پیش آتا۔ یہ بھی ایک وجہ تھی کہ کثرت
ازواج کی وجہ سے آپ کی دشمنی بہت کم ہو گئی۔ اسی طرح باقی حکاموں کی وجہ
سے بھی اسلام کو بہت فائدہ پہنچا۔

حضور علیہ السلام کی پہلی خصوصیت قرآن نے یہ بیان فرمائی کہ آپ کو
کثرتِ ازدواج کی اجازت فرمادی۔ اور آپ کی دوسری خصوصیت یہ ہے فَمَا
مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ اور وہ لڑکیاں بھی آپ
پر ہم نے حلال قرار دی ہیں جو اللہ نے آپ پر لڑائی میں۔ مثلاً حضرت صفیہ
کا تعلق یہودی خاندان سے تھا اور وہ آپ کے ہاں بحیثیت لڑکی آئی تھیں۔
یہودیوں کی ایک اور عورت ریحانہ بھی بطور لڑکی آپ کی تحویل میں آئی تھی۔ اسی

لڑکیوں
کی علت

سجلہ کی جاتی ہے ، لہذا اہل ہجر محمدی میں غزوہ بدر ہجرت کا احتمال بہت کم تھا ۔
ہجرت نے ساقی مشروط کرنے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ جس عورت نے آپ
کے ساتھ ہجرت کی ہوگی اس کو دین کی تعلیم و تربیت کا بھی زیادہ موقع ملا ہوگا ۔ اور
زیادہ عورتوں سے نکاح کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اسلام کی زیادہ سے زیادہ اشاعت
ہو لہذا اللہ نے ہجرت کی یہ شرط عائد کر دی ۔

اللہ نے حضور علیہ السلام کی جو حق خصوصیت یہ بیان فرمائی ہے ۔ وَأَمَّا آتُ
مُؤْمِنَةٍ إِنْ كُنْ تَهَبْتُمْ نَفْسَهَا لِلْمَرْغُوبِ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا
اللہ ہم نے وہ جو منہ عورت بھی آپ کے لیے حلال کر دی ہے جو اپنے نفس کو جی
کے لیے بخش دے ۔ اگر اللہ کا جی اس سے نکاح کا ارادہ رکھتا ہے بطلب
یہ ہے کہ اگر کوئی عورت از خود بغیر ہر کے نبی علیہ السلام سے نکاح پر رضا مند ہے
تو اس کی بھی اجازت ہے مگر حضور علیہ السلام کو بغیر ہر کے بھی نکاح کی اجازت
دی ہی گئی ۔ جب کہ عام امتیاز کے لیے ہر کی ادائیگی ضروری ہے ۔ جیسا کہ سورۃ النساء
میں وَاحِدًا كَكُوفًا وَذَلِكَ ذَلِكُمْ أَنْ تَسْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ
روایت ۱۲۴۳ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے ہر عورت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ ان
کے علاوہ باقی عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں بشرطیکہ تم مال خرچ کر دینی انہیں حق ہر
اداکر ۔ یہ ادائیگی اس قدر ضروری ہے کہ اللہ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے نکاح کے
بعد مباشرت نہیں کی فَنَصَبْتُ مَكَانَهُنَّ لَكَ (البقرہ ۲۳۴) تو ہر بھی اُسے
نصف ہر ادا کرنا ہوگا ۔ اہم اللہ نے نبی علیہ السلام کو ہر کی ادائیگی کے بغیر بھی نکاح کی اجازت
دی ہی ۔ جب کہ کوئی عورت از خود ایسا کہنے پر رضا مند ہو ۔ حضور علیہ السلام کو امتیاز کی طرف
سے یہ اجازت تو مل گئی ۔ مگر آپ کی حیات مبارکہ میں ایسا کوئی موقع نہیں آیا کہ آپ نے
اس سہولت سے فائدہ اٹھایا ہو ۔ ایک خاتون نے اپنے آپ کو حضور کی خدمت
میں پیش کیا تھا ۔ مگر آپ نے یہ چل کٹ قبول نہیں فرمائی تھی بلکہ اس عورت کا نکاح
اپنے ایک صحابی سے کر دیا تھا ۔ یہ بھی حضور علیہ السلام کی خصوصیت ہے ۔ اللہ نے

بغیر ہر کے
نکاح کی اجازت

تَرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤَيِّ إِلَيْكَ مَنْ
 تَشَاءُ وَمِنْ ابْتِغَايَتِ مَنْ عَزَلْتَ فَلَا
 جُنَاحَ عَلَيْكَ ذَلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ تَقْرَءَ عَنِهُنَّ
 وَلَا تَحْزَنَ ۚ وَيُضِلُّنَّ بِمَا اتَّيْتَهُنَّ
 مَعْلُومٌ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ
 وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَلِيمًا ۝ لَا يَحِلُّ
 لَكَ الْبَسَاءُ مِنَ الْيَسَاءِ وَلَا أَنْ تَسْأَلَ
 بِهِنَّ مِنْ أَنْفَاجٍ وَلَوْ أَتَجَنَّبَكَ فَحَسَبُهُنَّ
 لِأَمَّا مَلَكَتْ يَمِينُكَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ
 كُلِّ شَيْءٍ رَقِيبًا ۝

ترجمہ: آپ بھیجے ہٹا دیں اپنی بیویوں میں سے جس
 کو چاہیں اور جگہ دیں اپنے پاس جس کو چاہیں۔ اور جس
 کو آپ تلاش کریں اُن میں سے جو کہ آپ نے اللہ
 کو دیا ہے، تو آپ پر کوئی حصر نہیں ہے یہ
 بات زیادہ قریب ہے کہ ٹھنڈی ہوں اُن کی کہ آنکھیں
 اور وہ غم نہ کھائیں، اور وہ راضی ہوں اس چیز پر جو
 آپ اُن کو دیں۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تمہارے

ملکہ میں سے وہ منہ نہائی سب کچھ جانتے و۔
 ہمدرد سے (۵۱) تین سلطان تاج کے چلے اسی طرح
 جی نہیں جی جتے ہیں۔ وہ تا یہ کہ سب تینوں طرف
 رہ گئے یہ کہ میں ہمدرد جی نہیں کہہ سکتا
 ہزارہ میں تھے۔ مگر وہ کہ کہیں وہ تاج کا دایہ اندر
 وہ منہ نہائی مریچیز پر نگاہیں سے (۵۲)

۱۲۱۲

کہ ملکہ میں سے وہ منہ نہائی سب کچھ جانتے و۔
 ہمدرد سے (۵۱) تین سلطان تاج کے چلے اسی طرح
 جی نہیں جی جتے ہیں۔ وہ تا یہ کہ سب تینوں طرف
 رہ گئے یہ کہ میں ہمدرد جی نہیں کہہ سکتا
 ہزارہ میں تھے۔ مگر وہ کہ کہیں وہ تاج کا دایہ اندر
 وہ منہ نہائی مریچیز پر نگاہیں سے (۵۲)

برائے
 ہر
 شے

میں میں یہ ہمدرد میں ہمدرد کی ہمدرد میں ہمدرد
 تاج کے چلے اسی طرح جی نہیں جی جتے ہیں۔
 وہ تا یہ کہ سب تینوں طرف رہ گئے یہ کہ میں
 ہمدرد جی نہیں کہہ سکتا ہزارہ میں تھے۔ مگر وہ
 کہ کہیں وہ تاج کا دایہ اندر وہ منہ نہائی
 مریچیز پر نگاہیں سے (۵۲)

لئے دین اسلام کی تعلیم کو عام کیا جائے۔ نبی کی بیویاں نبی کی صحبت میں رہ کر زیادہ سے زیادہ دین حاصل کریں گی۔ اور پھر اسے آگے بٹھائیں گی، مادہ یہ فریضہ وہی عہدت الہام دے سکتی ہے جو خود ایمان دار ہو۔ اگر عہدت یہودیہ یا نصرانیہ ہوگی۔ تو وہ نہ تو اسلام کی تعلیم حاصل کریں گی۔ اور نہ اسے آگے بٹھائیں گی، لہذا اللہ نے یہ شرط عاید کر دی کہ اگر کوئی عہدت خود کو نبی کے لیے ہبہ کرے اور نبی اس سے بغیر سر کے نکاح کرنا چاہے۔ تو اس عہدت کا مؤمن نہ ہو، ضروری ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی دینی مدرسہ میں کوئی کافر استاد مقرر کر دیا جائے۔ ایسا استاد مسلمانوں کو کیا تعلیم دے گا؟ بغیر سر کے گھر کر ایک دینی مدرسہ کی حیثیت حاصل ہوتی ہے، لہذا اس گھر میں آنے والی مومنہ خاتون ہی دین کی کما حقہ خدمت انجام دے سکتی ہے۔ البتہ سر کے ساتھ کما بیسے نکاح کر نیکی امانت اہل ایمان کے لیے عام ہے۔ اللہ تعالیٰ کافروں سے وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ (المائدہ - ۵) الی کتاب دیود و نصاریٰ کی پاکدامن عورتوں کے ساتھ بھی تم نکاح کر سکتے ہو۔ اِذَا اتَّخَذْتُمُوهُنَّ

میں عہدت
کاجاہت

آگے اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی چھوٹی خصوصیت یہ بیان فرمائی ہے تو ہمیں مَن تَشَاءُ مِنْهُمْ آپ اپنی بیویوں میں سے جسے چاہیں دیکھ کر ہٹ دیں وَتَوَخَّأ إِلَيْكَ مَن تَشَاءُ وَادَّخَلَ جُنُوبَهُنَّ قَرِيبًا لِّسْ. مطلب یہ ہے کہ آپ کے لیے بیویوں کے درمیان رہائش رکھنے میں مساوات قائم رکھنا ضروری نہیں ہے۔ اس کے برخلاف عام مسلمانوں کے لیے حکم ہے کہ اگر کسی شخص کی متعدد بیویاں ہیں تو ان کے درمیان مساوات کا قیام ضروری ہے یعنی ایسا شخص جتنے روز کے لیے خود دولرش اور عتبہ بائیں ایک بیوی کے ہاں اقلیدہ کرے گا اتنے ہی روز دوسری بیوی کے لیے اختیار کرے گا، مگر یہ غیر علیہ السلام کو اس پابندی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے، اگر آپ اپنی بیویوں کے پاس ہم دیشس وقت گزار سکتے ہیں۔ اس استثنیٰ میں یہ مصلحت ہے کہ غیر علیہ السلام پر مساوات کے مسئلے

کا اختیار کرنی خوشی کی بات نہیں تھی۔ اصل بات یہ تھی کہ جب اہل ایمان المؤمنین کو معلوم ہو گیا کہ نبی علیہ السلام پر مساوات کا قیام ضروری نہیں ہے، اس کے باوجود آپؐ اپنی طرف سے حق الامکان مساوات کا سلوک فرماتے تھے۔ تو یہ بات ان کیلئے باعث مسرت تھی۔ ظاہر ہے کہ جب کوئی شخص کسی چیز پر اپنا حق سمجھے اور پھر وہ اُسے نہ ملے تو وہ ناراض ہو گا۔ مگر نبی کی بیویوں کا مساوات کا حق تو اللہ نے نہیں دیا اس کے باوجود حضور علیہ السلام کی طرف سے جہربانی کا سلوک اہل ایمان المؤمنین کے خوشی کا سبب تھا۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا کہ مساوات کے قانون سے آپؐ کا پیشانی آپ کی بیویوں کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک اور غم سے نجات کا باعث ہو گا۔

اور پھر آپؐ اپنی مرضی سے ان کے ساتھ جو بھی سلوک کریں گے۔ وہ اُس پر راضی ہوں گی۔ فرمایا وَاللّٰهُ يَفْعَلُ مَا خِيفَ قُلُوبُكُمْ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی بات کر جاتا ہے وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَلِيمًا اور وہ سب کچھ جانتے والا اور بردبار ہے وہ فوراً گرفت نہیں کرتا۔ اگر کوئی کہہ رہا ہے کہ وہ اپنے وقت پر پکڑا ہے یہ اُس کی بردباری کی علامت ہے۔

مزید نکاح کی دعوت

حضور علیہ السلام کی ساتویں خصوصیت اللہ نے یہ بیان فرمائی ہے لَا يَحِلُّ لَكَ الْيَتَامَىٰ کہ جس کے بعد آپؐ کے لیے کوئی عورت حلال نہیں ہے وَلَا اَنْ تَبْتَغِيَ مَعَ اَزْوَاجِ اُمَّهَاتِهِمْ آپ ان کے ہر سے میں دوسری بیویاں تبذل کر سکتے ہیں مطلب یہ کہ اس آیت کے نزول کے بعد آپؐ مزید بیویاں نہیں کر سکتے۔ وَلَوْ اَعْجَبَكُمْ حَسَنُهُمْ اگرچہ ان کا حسن کچھ زیادہ اچھا لگے۔ یہ پابندی بھی صرف حضور علیہ السلام کے لیے ہی تھی کہ آپؐ پہلی بیویوں میں سے کسی کو چھوڑ کر یا موجودہ بیویوں کی موجودگی میں مزید نکاح کر لیں۔

مفسرین کہہ رہے ہیں کہ اس کی تفسیر دو طرح فرماتے ہیں۔ بعض فرماتے ہیں کہ اس حکم کا

ہوتا ہے کہ قبل از نکاح مرد اور عورت ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ
 شکل و صورت، قد و قامت اور حسن و غیرہ کا اردو کی قرینہ کے بعد ہی ہو سکتا ہے
 اسی لیے تو ان شرع نے فرمایا کہ آپ کو مزید نکاح کی اجازت نہیں ہے۔ اگرچہ آپ
 کو کسی عورت کا حسن بے حد معلوم ہو۔ اس بات کی تصریح حدیث میں بھی موجود ہے
 کہ جس عورت کو پیغام نکاح دینا مقصود ہو، آدمی اُسے دیکھ سکتا ہے اور پسند
 ناپسند کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ البتہ تنہائی میں بیٹھ کر گفتگو کرنے کی اجازت نہیں
 کیونکہ اس سے کئی قسم کی قیاحیں پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ آج کل نام نہاد
 معذبہ و مبالغہ میں لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے کو پسند کرنے کے لیے
 قبل از نکاح کئی کئی ماہ تک اکٹھے رہ کر (COURT SHIP) کرتے
 ہیں اور اس کے بعد نکاح کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں۔ یہ تو مرد کا حیوانی
 کی بات ہے، تاہم لڑکے اور لڑکی کو ایک دوسرے کو دیکھنے اور بات چیت کرنے
 کی اسلام نے اجازت دی ہے۔ الغرض! ان شرع نے فرمایا کہ آپ کو مزید نکاح کی
 اجازت تو نہیں ہے اَلَا مَّا مَلَكَتْ يَمِينُكَ البتہ آپ کی سوا کہ لڑکیوں
 کو گھر میں رکھنے کی اجازت ہے۔ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى شَيْءٍ قَدِيرًا
 اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے۔ احکام الہی کی پابندی یا ان کی خلاف ورزی کرنے
 والے سب لوگ اس کی نگاہ میں ہیں اور وہ ہر ایک کے ساتھ اس کے عہدہ
 اور عمل کے مطابق ہی سلوک کرے گا۔

اکثر لوگ اس بات پر اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام میں تو نڈی غلام رکھنے
 کی اجازت ہے۔ جو کہ شریف انسانیت کے خلاف ہے۔ حقیقت یہ ہے
 کہ اسلام میں غلامی کو غیر فطری چیز تصور کرتا ہے اور اس کے حق میں نہیں ہے
 بلکہ اسلام کے زمانے میں غلامی کا رواج پوری دنیا میں پھیلا ہوا تھا اور بعد مرہ کا وہا
 کا زیادہ تر انحصار انہی پر تھا۔ اگرچہ اسلام نے اس رواج کو بیکسر ختم نہیں کیا، مگر
 اس کو پسند میں نہیں کیا، بلکہ اس کو ختم کرنے کے لیے کئی اقدام کیے۔ چنانچہ

نڈی غلام
 کا رواج

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ
النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ
غَيْرِ نَظِيرَتِ إِيَّاهُ وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ
فَادْخُلُوا وَأَطِيعُوا فَإِنْتَشَرُوا وَلَا مَسَاسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ
ذَلِكَ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَجِیْ مِنْكُمْ
وَاللَّهُ لَا يَسْتَجِیْ مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا
سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ
حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ

ترجمہ :- اے ایمان والو! امت داخل ہو نہی کے گروں
میں مگر یہ کہ تم کو اجازت دی جائے کھانے کی اس
حال میں کہ اس کے پچنے کا انتظار کرنے والے نہ ہو
لیکن جب تم کو بلایا جائے تو داخل ہو جاؤ اور جب
تم کھا چکو تو پھر پئے جاؤ۔ اور نہ آپس میں بات چیت
کے لیے ہی لگا کر بیٹھنے والے ہو۔ بیشک یہ چیز
تکلیف دہی ہے اللہ کے نبی کو۔ پس وہ حیا کرنا
سب سے اور اللہ تعالیٰ نہیں حیا کرنا حق بات
کو ظاہر کرنے سے۔ اور جب تم پیغمبر کی بیویوں سے
کوئی سامان طلب کرو، پس انکو ان سے پردے کے

وقت ڈاکر۔

ایک شخص نے حضور علیہ السلام کی دعوت کی۔ آپ کے ساتھ پار آری
 اندھی تھے۔ جب وہ میزبان کے گھر کی طرف پہلے تو ایک مزید آدمی ساتھ
 مل گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقلق مکان پہنچ کر صاحب خانہ کو مطلع
 کیا کہ ہمارے ساتھ ایک بن بایا مسلمان بھی ہے، اگر ایک زائد آدمی کے لیے
 کھانے کی گنجائش ہے اور تمہاری اجازت ہو تو وہ آدمی بھی آجائے ورنہ ہم
 اُسے واپس لوٹا دیں گے۔ بہر حال اُس شخص نے اجازت دیدی اور اس طرح مسند
 واضح ہو گیا۔ باقی رہی یہ بات کہ وہاں قبل از وقت پہنچ کر کھانا کھنے کا انتظار کرنا
 ہے، تو مفسرین کو فرماتے ہیں کہ ایسا کرنا اس وقت میسر ہوگا جب صاحب خانہ
 حرج محسوس کرے۔ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں چونکہ کھانا کھانے کا انتظام عام
 طور پر گھر کے اندر ہوتا تھا۔ جہاں عورتیں بھی ہوتی تھیں، علیحدہ بیٹھک لڑکیوں
 ہوتی تھی۔ اس لیے بے اوقات میزبان کو مہانوں کے قبل از وقت آجانے سے
 رقت پیش آتی تھی، اس لیے فرمایا کھانا تیار ہونے سے پہلے ہی نہ آجاؤ
 مبادا کہ صاحب خانہ وقت محسوس کرے۔

شان نزول

ان آیات کا شان نزول یہ ہے کہ جب حضور علیہ السلام کا نکاح حضرت
 زینب بنت جحش کے ساتھ ہوا تو آپ نے دعوتِ ولیمہ کا خاص طور پر انتظام
 کیا تھا تاکہ لوگوں کو اچھی طرح علم ہو جائے کہ منہ بولے بیٹے کی سلفہ کے ساتھ
 نکاح بالکل درست ہے۔ چنانچہ روایات میں آتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے
 ایک بکری ذبح کی اور روٹی پکائی۔ تمام مشرک لائے جن کی تعداد تین سو کے قریب
 تھی گشت روٹی کھائی۔ اس موقع پر انجیل میں نے کچھ طرہ بنا کر بھیجا، چنانچہ کھانے
 کے بعد طرہ بھی کھا گیا۔ اس موقع پر آپ نے باقی لوگوں کو بھی بلایا۔ اتنی

واپس لوٹ جاؤ۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کسی کے گھر جانے تو دروازے پر گھڑے پر کرتیں رخصہ سلام کہو۔ اگر اجازت مل جائے تو داخل ہو جاؤ اور اگر گھر سے کوئی جواب دے تو واپس لوٹ جاؤ۔ یہ تو عام گھروں کے لیے احکام ہیں جب کہ پیغمبر علیہ السلام کے گھر سے متعلق تو حکم زیادہ مؤکد ہے۔ جاہلیت کے زمانہ میں لوگ ایک دوسرے کے گھروں میں بلا اطلاع چلے جاتے تھے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک روقہ پر حضور علیہ السلام حضرت عائشہ صدیقہ کے گھر تشریف فرما تھے کہ عربوں کے ایک قبیلے کا سردار آیا، اور سیدھا حضور کے پاس اندر چلا آیا۔ پھر پوچھا تھا بے گھر میں یہ خاتون کون ہے آپ نے فرمایا کہ ابوبکر صدیقؓ کی بیٹی، میری بیوی اور مومنوں کی ماں ہے۔ وہ کم فہم تھا کہنے لگا۔ اَلَا نَتَنَّا اَقْلًا کیا ہم آپس میں تبادلہ نہ کر لیں یعنی میری بیوی تم سے لو۔ اور یہ جملے دے دو۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔ پھر حضور علیہ السلام نے اس شخص کا نام لے کر فرمایا کہ تم ہمارے گھر میں بلا اجازت کیوں داخل ہوئے تو وہ شخص کہنے لگا کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے کسی مضر رائے گھر میں اجازت لے کر نہیں گیا، ام المؤمنینؓ نے اس شخص کے بارے میں پوچھا، تو آپ نے فرمایا یہ احمق ہے۔ مگر اپنی قوم کا سردار ہے۔ غرضیکہ جاہلیت کے زمانے میں لوگ ایک دوسرے کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہو جاتے تھے مگر اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا کہ اس آیت کی مصداق حضرت زینبؓ کے نکاح کے موقع پر دعوت دلیہ تھی۔ جب کھانا تیار ہو گیا تو لوگوں کو پیش کیا گیا۔ وہیں گھر میں انتظام تھا۔ ام المؤمنینؓ بھی اُٹھی کمرے میں دیوار کی طرف رخ کر کے بیٹھیں۔ جب لوگ کھانا کھا چکے تو ان میں سے بعض وہیں بیٹھ بیٹھے باقی کہنے

کھانا کھانے کے بعد

نہیں اُس کا ایمان نہیں۔ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ حیا دار تھے۔ صحابہ کرامؓ کہتے ہیں کہ ہم تکلیف دہ چیز کی ناگواری حضور علیہ السلام کے چہرہ مبارک سے معلوم کرتے تھے۔ وگرنہ آپ اپنی زبان سے کسی تکلیف کا اظہار نہیں فرماتے تھے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام ایک درویش پر وہ نیشن لڑکی سے بھی زیادہ حیا دار تھے۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص نہ دلباس پہنے ہوئے آیا۔ کچھ دیر بیٹھنے کے بعد جب وہ اٹھا تو حضور علیہ السلام نے دوسرے لوگوں سے فرمایا کہ اس شخص کو کہہ دو کہ یہ لباس مناسب نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ حضور علیہ السلام خود اپنی زبان سے اُسے یہ کہنا بھی پسند نہ فرمایا۔

فرمایا وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٰ مِنْ الْحَقِّ شَيْءٌ شکیب اللہ تعالیٰ حق بات کو ظاہر کرنے سے نہیں شرمانا۔ قرآن پاک میں سورۃ البقرہ میں بھی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٰ اَنْتَ يَغْضِبُ مَثَلًا مَّا بَعُوثُ فَنَاقُوْهُمْ (آیت ۲۶) اللہ تعالیٰ نہیں شرمانا اس بات سے کہ وہ پھر یا اس سے بڑی چیز کی مثال بیان کرے۔ بہر حال اس آیت میں جو علیہ السلام کے گھر میں جانے کے آداب بیان کیے گئے ہیں اور ان کا اطلاق عام مومنوں پر بھی ہوتا ہے۔

آگے اسٹرنے ازواج مطہرات کے متعلق یہ ادب بھی سکھایا اور اِذَا سَأَلْتَهُمْ مَّا عَاثَرْتُمْ لَوْ هُنَّ مِنْ قَوْمٍ رَّجُلٍ حَبِيبٍ قَمِيحٍ کی بیویوں سے کوئی سامان وغیرہ طلب کرنا یا ہوتو پرہیز کے پیچھے ہٹنا، ساٹنے نہ آؤ کر ایسا کرنا درست نہیں ہے۔ اگر کسی اجنبی عورت سے کوئی کام ہو تو بوقت اشد ضرورت آئنا سامان ہو سکتا ہے۔ ان بات بھی کر سکتا

پرہیز کی
پابندی

دلوں کے لیے بھی اور اہمات المؤمنین کے لیے بھی زیادہ پاکیزگی والی بات ہے
 لہذا جب بات کرنا ہو، کوئی چیز مانگنا ہو تو پر دے کے پیچھے سے
 بات کرو۔

وہی گفت ۴۴

بسم رب ۴۴

بسم رب ۴۴

بسم رب ۴۴

وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُقَدُّوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا
 أَنْ تُنْكِرُوا الْوَجْهَ مِنْ بَعْدِهِ أَدَارَاتٍ
 وَلَكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَقِيبًا ۝ رَابِعٌ
 يُبَدُّوا شَيْئًا أَوْ يُخْفُوا هَذَا اللَّهُ كَانَ
 بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِمْ
 فِي آيَاتِهِ وَلَا ابْتِغَاءَ بِهِمْ وَلَا إِخْوَانِهِمْ
 وَلَا ابْنَاءَ إِخْوَانِهِمْ وَلَا ابْنَاءَ أَعْمَلِهِمْ وَلَا
 نِسَاءَهُمْ وَلَا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ وَتُفَيِّنُ
 اللَّهُ لِمَنْ يَشَاءُ اللَّهُ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ۝

ترجمہ :- وہ نہیں دینے سمجھتے کہ نہ اپنا نہ چھوڑنے
 کے بدل کر دے کہ نہ کلمہ نکال کر دے اس کے بارے
 میں اس کے بعد بھی ہے ۔ چنگ نہایت ہے ۔
 اللہ کے نزدیک بہت بڑا کلمہ ہے (۴) اگر قرآن
 کو دے کسی چیز کو یا چھوڑ دے تو ایک اللہ
 ہر چیز کو دے دے (۵) میں ہے ۔
 کہ یہاں یہی کلمہ ہے اس کے بارے میں
 نہ نہ پڑھنے کے ساتھ اور یہاں کے ساتھ ۔

اور نہ جانوں کے بیٹوں کے سامنے ، اور نہ بہنوں کے
بیٹوں کے سامنے ، اور نہ اپنی مسلمان عورتوں کے سامنے
اور نہ ان کے سامنے کہ ملک ہیں ان کے دلہن
باتھ (یعنی لوثی غلام) اور ڈرتی رہو اللہ تعالیٰ سے ۔
بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھتا ہے (یعنی ہر چیز
اُس کے سامنے ہے) (۵۵)

راہِ آیات

گزشتہ کس میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام کے گھر کے آداب سکھائے ۔ کہ
آپ کے گھر میں بلا اجازت نہ جاؤ۔ اگر تمہیں کھانے کی دعوت دی جائے تو قبل
از وقت نہ جاؤ اور جب کھا کھا چکو تو رات چیت کے لیے بیٹھے نہ رہو۔ بلکہ اندر
کر چلے جاؤ۔ اگرچہ نبی کریم علیہ السلام اپنے اخلاق کریمانہ کی وجہ سے خاموش رہتے
ہیں مگر انہیں یاد نہ ہو کہ جانے سے تکلیف پہنچتی ہے۔ پھر نبی کی اندراجِ مطہرات
کے متعلق ذرا کہ تمہیں ان سے کوئی چیز طلب کرنی ہو تو سامنے نہ آؤ۔ بلکہ دروازے
کا خیال رکھتے ہوئے پرے کے کچے سے طلب کرو۔ تمہارے اور ان کے
دلوں کی طہارت کے لیے یہی طریقہ بہتر ہے تاکہ دلوں میں کسی قسم کے دوسرے
نہ پیدا ہونے پائیں۔ عام عورتوں کے برخلاف نبی کی بیویوں سے متعلق زیادہ
احتیاط کی ضرورت ہے۔

امام المؤمنین
سے نکاح کی
ممانعت

اب آج کی آیات بھی حضور نبی کریم علیہ السلام اور آپ کی اندراجِ مطہرات
کے آداب سے متعلق ہی ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ
تَقُولُوا رَسُولُ اللَّهِ بِهَذَا تَحَدَّثُ بِهِ لَا تُقُولُوا رَسُولُ اللَّهِ بِهَذَا تَحَدَّثُ بِهِ
کہ کسی طرح بھی تکلیف پہنچاؤ۔ بلکہ تمہیں تو ہر وقت نبی کا ادب و احترام قائم
رکھنا چاہیے۔ اپنے قول و فعل سے کوئی ایسی حرکت نہیں کرنی چاہیے۔ جو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تکلیف کا باعث ہو وَلَا أَنْ تَتَكَلَّمُوا
أَرْوَاجَهُمْ حِينَ كَلِمَةٍ أَبَدًا إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِندَ اللَّهِ
عَظِيمًا اور نہ ہر کہ تم نکاح کرو۔ اس کی بیویوں سے

تعاملوں کی بات کرے تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ ان پاک نفوس میں ایسی کوئی بات نہیں
تھی۔ نبی کی رفاقت میں اہل ایمان کے دلوں کو وہ سکون اور الطینان حاصل تھا۔
حمد نیا صبر میں کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔

بیچھے آیت۔ ۶ میں یہ بھی گزر چکا ہے وَأَنذِرْ أَهْلَ الْبُيُوتِ کہ نبی کی
بیویوں کو سنوں کی مائیں ہیں۔ لہذا جس طرح حقیقی، سوتیلی ماں اور رضاعی ماں کے ساتھ نکاح حرام
ہے، اسی طرح اہل ایمان کے ساتھ بھی نکاح حرام ہے۔ البتہ ان کی اولاد کا
اسی کا نکاح ہو سکتا ہے کہ حرمت نکاح صرف ازدواج مطہرات تک محدود ہے۔ پہلے
بیان ہو چکا ہے کہ نکاح کے ضمن میں حقیقی ماں، سوتیلی ماں اور رضاعی ماں اور اہل ایمان کا
ایک ہی حکم ہے، آہم بعض مسائل مختلف بھی ہیں۔ مثلاً حقیقی یا رضاعی ماں سے پردہ
نہیں ہوگا مگر اہل ایمان کے پردہ کرنا پڑا ہے۔ حقیقی ماں کا خرچہ اولاد کے ذمے
ہوتا ہے مگر اہل ایمان کے خرچہ کی ذمہ داری عام مومن پر عائد نہیں ہوتی بلکہ ان کا بغل
بیت المال پر ہے۔

اہل ایمان کے ساتھ اس کی نکاح کی ممانعت کی ایک وجہ مسخر تفسیر بھی
ہے۔ بیچھے گزر چکا ہے کہ جب ازدواج مطہرات نے نبی علیہ السلام سے خرچہ بڑھانے
کا مطالبہ کیا تو اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ ان کو کہہ دوں کہ اگر تم دنیا کی زیب و زینت
چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں اچھے طریقے سے بخندہ کردوں اور اگر اللہ اور اس کے رسول
کی رضا اور آخرت کے گھر کی طلبگار ہو تو پھر تمہاری پر قناعت کرو۔ ازدواج مطہرات
نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کیا اور اپنے مطالبہ سے دستبردار ہو گئیں۔ چنانچہ
اللہ نے ان کی اس قربانی کے پیش نظر اپنے نبی کو یہ حکم بھی دیا کہ آپ مزید نکاح
نہیں کر سکتے اور نہ ان کے بے میں کوئی دوسری عورت نکاح میں لا سکتے ہیں۔
چونکہ انہوں نے نبی علیہ السلام کی رفاقت کو پسند کیا۔ اس لیے اللہ نے کسی
اسی کو ان کے ساتھ نکاح کی ہمیشہ کے لیے ممانعت فرمادی۔

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اپنی تفسیر معارف القرآن میں ایک

سہ قرآن کا تعلق قبر کے ساتھ بھی ہے۔ اسی لیے حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔
 مَنْ صَلَّاهُ عِنْدَ قَبْرِي مَسْفُتًا وَمَنْ مَسَّ بِرَأْسِهِ
 اُكْبِلْتُهُ یعنی جو شخص میری قبر پر آکر وہ در پڑے یا اس کو سننا ہوں اور جو وہ
 سے پڑھے گا تو وہ مجھ تک پہنچایا جائے گا۔ حیات النبیؐ کے مخالف علماء اس
 حدیث کو ضعیف بتاتے ہیں حالانکہ یہ حدیث سات سندوں سے آئی جن میں بعض
 ضعیف بھی ہیں یعنی ان میں مردانِ سنی صغیر ضعیف راوی ہے مگر امام بن تیمیہؒ
 نے ابن شیح کے حوالے سے جو روایت نقل کی ہے وہ بالکل صحیح ہے، اس کی
 سند میں کوئی راوی ضعیف نہیں ہے یہ حدیث امام بیہقیؒ نے شعب الایمان میں بھی
 نقل کی ہے۔ امام بیہقیؒ نے حیات الانبیاء کے نام سے ایک مستقل کتاب بھی
 لکھی ہے۔ معراج کے واقعہ والی روایت بھی حیات النبیؐ کی تصدیق کرتی ہے۔
 جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا اَوَّلَ مَنْ مَوْتُهُ يُصَلِّي فِي قَبْرِی
 قَائِمًا میں نے سب سے پہلی علیہ السلام کو رکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز
 پڑھ رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ کھڑے ہونا جسم کی صفت ہے نہ کہ روح کی۔
 گویا آپؐ نے مٹی کو روح اور جسم کے ساتھ زندہ مشاہدہ کیا۔ آپؐ یہ بھی پڑھتے
 ہیں کہ قبر کو محض ایک گڑھا نہ سمجھو بلکہ زمین کی قبر احمد بن حنبلہؒ وسیع ہو جاتی ہے۔
 حضور علیہ السلام کا یہ بھی فرمان ہے کہ میرے منبر اور حجرے کے درمیان والا فطر جنت
 کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ ظاہر ہے کہ قبر کسی کے لیے جنت کا
 باغ بن جاتی ہے۔ اور کسی کے لیے جہنم کا گڑھا۔ اس لیے بعض علماء نے ائمہ اربعین
 سے نکاح کی ممانعت کی یہ وجہ بھی بیان کی ہے کہ آپؐ حیات ہیں۔ یہ مسلک صرف
 ملائکہ و اسماء و انبیاء کا نہیں بلکہ آپؐ سے پہلے بزرگوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا جیسا

۱۔ مشکوٰۃ ص ۸۷ و نظریہ ص ۱۰۳ ۲۔ مسلم ص ۱۸۸ و تہذیب ص ۱۸۸ و منہاج ص ۱۸۸
 ۳۔ بخاری ص ۱۸۸ و مسلم ص ۱۸۸ ۴۔ حاکمی ص ۸۷ ۵۔ (فیاض)

مَعْنَا کَانَ عَنِّي كَلِمَةً مَبْنِيَةً عَلَى شَكْلِ الْقِسْمَةِ الْمَعْنَى بِرَجْعِهَا إِلَى
 جِهَةِ الْأَوَّلِ لَمْ يَكُنْ لَهَا مَعْنَى فِي هَذَا الْمَوْضِعِ وَكَانَ الْأَوَّلُ كَمَا فِي
 الْمَثَلِ بِهِ فِي الْقِسْمِ الْمَعْنَى بِرَجْعِهَا إِلَى جِهَةِ الْأَوَّلِ لَمْ يَكُنْ
 لَهَا مَعْنَى فِي هَذَا الْمَوْضِعِ وَكَانَ الْأَوَّلُ كَمَا فِي الْمَثَلِ بِهِ

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ
وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝۵۶

ترجمہ :- بے شک اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے
رحمت بھیجتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ۔ اے ایمان والو
تم بھی رحمت بھیجو اُس پر اور سلام بھیجو پوری اطاعت کے
ساتھ ۝۵۶

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام کے گھر میں داخل ہونے
کے آداب اور آپ کی اذواج مطہرات کے ارسکس بعض احکام بیان فرمائے
تھے۔ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ اوقات التوسیع کے ساتھ کسی امتی کا نکاح نہیں ہو سکتا۔
امتوں کو خبردار کیا گیا کہ اللہ کے نبی کو کسی طریقے سے بھی اذیت نہ پہنچائیں۔ اللہ
نے نبی کی اذواج کو پرہیز کا حکم بھی دیا اور ساتھ ساتھ محرموں کو اس حکم سے مستثنیٰ بھی
قرار دے دیا۔ تاہم اذواج مطہرات کو ہر حالت میں اللہ سے ڈرنے سے ہٹنے کا
حکم دیا۔

رابطہ آیت

اب آج کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود و سلام
بھیجنے کی تلقین فرمائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ
عَلَى النَّبِيِّ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی علیہ السلام پر
صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ
وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا اے ایمان والو! تم بھی اُس پر صلوٰۃ و سلام بھیجو،
پورے ادب و احترام اور اطاعت کے جذبہ کے ساتھ۔

نبی پر درود
وسلام

کہ ایسے مواقع پر درود پڑھنا مستحب ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ مَنْ شَرَفَتْ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَىَّ فَقَدْ أَخْطَأَ طَرِيقَ الْجَنَّةِ
 کہ جس شخص کے سامنے میرا نام ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا تو وہ جنت کے راستے کو غلط کر گیا۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ جس مجلس میں اللہ کا ذکر نہ کیا جائے اور نبی علیہ السلام پر درود نہ بھیجا جائے تو یہ مجلس شرکاء کے لیے قیامت کے دن وحشت کا باعث ہوگی۔

درود کی
فصلیت

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھنے کی فضیلت بہت سی روایات میں آئی ہے۔ مسند احمد کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو شخص حضور علیہ السلام پر ایک دفعہ صلوٰۃ و سلام پڑھے گا، میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا، دس غلطیاں معاف کر دوں گا۔ اور دس درجے بلند کر دوں گا۔ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ وہ شخص نہیں ہے جس کے سامنے میرا نام ذکر کیا جائے مگر وہ درود نہ پڑھے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ کسی ایک مجلس میں آپ کا نام نالی کوئی دفعہ ذکر کیا گیا ہو تو صرف ایک دفعہ درود پڑھنے سے بھی حق ادا ہو جائے گا۔ تاہم اگر بار بار پڑھے گا، تو زیادہ بہتر ہے۔ ہر وقت کے ازل و آخر میں جی درود شریف پڑھنا چاہیے کہ یہ قبولیت دعا کی نئی ہے۔ حضرت عمرؓ کی روایت میں آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تک درود شریف نہ پڑھا جائے انسان کی روح زمین اور آسمان کے درمیان متعلق رہتی ہے۔ جب درود شریف پڑھا جائے تو پھر وہ آسمان پر بلکہ درج قبولیت کی پہنچتی ہے۔ مسجد میں داخل ہونے وقت اور باہر نکلنے وقت بھی درود شریف پڑھنا تحبیبہ وسلم شریفین کی زبان کے متعلق آیا ہے کہ جب

۱۔ منظری جلد ۲ درود مشہور ص ۱۸۵ ۲۔ ابن کثیر جلد ۲ ص ۵۵۱ ۳۔ حاکم ص ۱۹۸
 ۴۔ منہ احمد ص ۲۱۲ ۵۔ درود مشہور ص ۲۱۵ ۶۔ احکام القرآن ج ۱ ص ۳۶۰
 ۷۔ مسلم ص ۱۶۱ ۸۔ الہدایہ ص ۱۶۱ ۹۔ کتاب الاذکار ص ۱۶۱ (فیاض)

درود پڑھنے
کا طریقہ

درود شریف مختلف مواقع پر مختلف الفاظ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ البتہ اس کے لیے ایمان، عقیدت، محبت اور صحیح طریقہ شرط ہے۔ اپنی مرضی سے موقع بہ موقع یا خود ساختہ الفاظ کے ساتھ درود پڑھنا مفید نہیں ہوگا۔ بعض لوگ اذان سے پہلے تین مرتبہ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا رَسُولَ اللّٰہِ پکارتے ہیں حالانکہ حضور علیہ السلام نے اس موقع پر اِن الفاظ کا قطعاً حکم نہیں دیا۔ درود شریف پڑھنے کے مختلف مواقع میں نے عرض کر دیے ہیں۔ اُن کے علاوہ بھی جب چاہو پاک صاف ہو کر نہایت عقیدت و محبت کے ساتھ زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا حضور! سلام کا طریقہ تو یہیں معلوم ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ لَکِن ہم درود کیسے پڑھیں؟ آپ نے فرمایا: اس طرح کہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ حَقّاً صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰہِیْمَ اِنَّکَ حَسْبُ مُحَمَّدٍ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَکَ تَحْتَ مُحَمَّدٍ وَعَنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰہِیْمَ۔ اِنَّکَ حَسْبُ مُحَمَّدٍ۔ اس کے لیے اور بھی بہت سے کلمات آتے ہیں اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَآزِوَاجِہِ اُمَّہَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہِ وَاَهْلِ بَیْتِہِ حَقّاً صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰہِیْمَ اِنَّکَ حَسْبُ مُحَمَّدٍ۔

مولانا اشرف علی تھانوی نے ایک مجموعہ سار سالہ نکاح ہے جس میں درود شریف کے پالیں قسم کے الفاظ نقل کیے ہیں۔ اگر حضور علیہ السلام سے بڑی تر اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا رَسُولَ اللّٰہِ بھی کہہ سکتے ہیں یا قبر شریف پر بابر کے الفاظ استعمال کر سکتے ہیں۔ البتہ اگر دور سے پڑھیں تو پھر اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی حَسْبُ مُحَمَّدٍ پڑھنا چاہیے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی الْفَاظ بھی

الفاظ اور زمانے غیر کے ساتھ یاد کرنا امت کے ہر فرد کا اولین فریضہ ہے لیکن بھی اپنے
محسن کو یاد رکھنا اخلاقی فرض ہے۔ تو اس طرح گریا درد و پاک پٹے صفحے سے امتی کا انحصار کیا
علیہ وسلم سے رابطہ بھی قائم رہتا ہے۔ آپ کے لیے زمانے غیر بھی ہوتی ہے اور خود
ان کے بھی نیکیاں حاصل ہوتی ہیں۔ نماز تقرب الہی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے، اور
درد و پاک نماز کا حصہ بھی ہے۔ چنانچہ جو میں گھنٹے میں کوئی لمحہ ایسا نہیں ہوگا۔ جس میں
حضور علیہ السلام کی ذات مبارکہ پر کوئی مذکور صلوٰۃ و سلام کا جہیز پیش کر رہا ہو۔ اسی
لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **وَمَرَقْنَا لَكَ فِي حُكْمِكَ (الانشراح: ۲)** ہم نے آپ
کا ذکر بلند کمرہ کیا ہے۔

بعض احادیث میں حضور علیہ السلام کا یہ فرمان بھی آیا ہے کہ زیادہ سے زیادہ
درد و شریعت پڑھنے والوں کی قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ سے
زیادہ قرب حاصل ہوگا۔ بشرطیکہ صحیح عقیدت اور ادب و احترام کے ساتھ پڑھا
جائے۔ دو چار دفعہ بلند آواز سے صلوٰۃ و سلام پڑھنا تو بعض ریاضی معلوم ہوتی ہے
اور پھر تعصب کا یہ حال کہ جو اس طریقے کے نہ پڑھے اس پر ملجو درد کا فتویٰ
لگا دینا کس قدر نا انصافی ہے۔ درد و پاک تو متفق علیہ مسئلہ ہے۔ اس سے کون انکار
کر سکتا ہے۔ درد و پاک ضرور پڑھو، زیادہ سے زیادہ پڑھو، مگر اس طریقے اور ان
الفاظ کے ساتھ جو نبی علیہ السلام نے سکھائے اور صحابہؓ نے ان پر عمل کیا۔ یہ حال نبی
پر اور فرشتوں پر بھی سلام بھیجا درست ہے۔ بالی قام انبیاء پر بھی درد و سلام
بھیجا جائے۔ اور مغرب کے ساتھ آپ کی آل اور صحابہؓ کو بھی اس میں شامل کر لیا جائے
یہ طریقہ درست ہے۔ انبیاء کے علاوہ کسی پر براہ راست درد و بھیجا درست نہیں
جب صحابہؓ کا ذکر آئے تو رضی اللہ عنہم کنا چاہیے اور عام مومنین، صلحا اور بزرگان دین
کا ذکر ہو تو درمستہ اللہ علیہم کنا چاہیے یا عنقر اللہ لا کنا چاہیے۔

[illegible][illegible]

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي
الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا ﴿٥٨﴾
وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغْيٍ
مَّا اكْتَسَبُوا فَقَدْ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا
مُبِينًا ﴿٥٩﴾

ترجمہ۔ ایک وہ لوگ جو ایذا پہنچاتے ہیں اللہ اور اس
کے رسول کو۔ اللہ نے ان پر لعنت بھیجی ہے دنیا اور
آخرت میں۔ اور تیار کر رکھا ہے ان کے لیے ذلت ناک
عذاب ﴿۵۸﴾ وہ وہ لوگ جو ایذا پہنچاتے ہیں۔ مومن مردوں
اور عورتوں کو بغیر ان کے کسی گناہ کے۔ یہ تحقیق
اٹھایا ہے انہوں نے بہتان اور صریح گناہ ﴿۵۹﴾

گزشتہ درس میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے
کا ذکر تھا۔ اللہ نے فرمایا کہ وہ اپنے نبی پر خصوصی رحمت فرماتا ہے فرشتے اس کے
پے دوائے رحمت کرتے ہیں، لہذا اے ایمان والو! تم بھی اپنے نبی پر نہ دو و
سلام کے پھول نچاؤ اور کیا کرو۔ اور اس کام کے لیے نبی کے ادب و احترام اور
خصوصیت کو ملحوظ خاطر رکھو۔ اس سے پہلے حضور علیہ السلام کے گھر میں داخلے
اور کھانا کھانے کے آداب بیان ہوئے تھے اور ساتھ ساتھ حضور علیہ السلام
کی اندازِ مطہریت کے ساتھ امتی کا بیان ہمیشہ سے یہ حرام قرار دیا گیا، اور
نبی علیہ السلام کو قولی، فعلی، ذہنی، جسمانی ہر قسم کی ذیت پہنچانے سے منع کیا گیا۔

وہی آیت

انکار کرنا یا وقوع قیامت کو تسلیم نہ کرنا، سب ایذا رسانی کی باتیں ہیں۔ اسی لیے قرآن
کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچاتے ہیں۔

وَرَبُّكَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ اِنَّهُمْ كَانُوا يُسِيْرُوْنَ سَبِيْلًا
کی تفسیر ہے کہ اس کی رسالت انہار کیا جائے جسے اللہ کی لائی ہوئی کتاب کی
تکذیب کی جائے اور آپ کے لائے ہوئے دین اور آپ کی سنت کی مخالفت
کی جائے۔ اسی طرح آپ کی شان میں کسی قسم کی ستاخی کرنا ایذا رسانی بلکہ کفر کی بات
ہے۔ قرآن پاک میں اللہ نے مشرکوں اور کافروں کا حال بیان کیا ہے، کوئی آپ
کو شاعر کہتا، کوئی مجنون اور کوئی غور بالہ کہتا کہ آپ کی صفت میں طعن
کیا جاتا۔ اور آپ کے نسب میں طعن کیا جاتا۔ یہ سب ایذا رسانی کی باتیں ہیں۔
بعض یہود و نصاریٰ نے حضور علیہ السلام کی سیرت پاک کو دغا کر کے کرکشی
کی ہے اور اس سلسلہ میں چھوٹا کر کے یا وہ کتب اور رسائل شائع کئے ہیں جو
ازواج پر اعتراض کیا اور کشت ازواج کو نشانہ بنایا۔ غرضیکہ کفار مشرکین اور ہلکی کتب
نے ہر طرح سے حضور علیہ السلام کو تکلیف پہنچائی۔

نہی کرنا
رسالتی

قریباں پر اللہ تعالیٰ نے اللہ اور اس کے رسول کی ایذا رسانی کا ذکر کیا ہے اور
فرمایا ہے کہ جو لوگ ایسا کرتے ہیں لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں پشیمانی بھی ہے۔ ایسے لوگ ملعون ہیں، وہ دنیا
میں بھی رہا ہوں گے اور آخرت میں سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ دنیا میں تو
مسلمانوں کی جماعت ان کا مقابلہ کر کے انہیں ذلیل و خوار کر چکی، اور آخرت میں
اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آئیں گے، فرمایا وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا
اللہ نے ان کے لیے ذلت ناک عذاب تیار کر رکھا ہے جس میں مبتلا ہو کر ہمیشہ
کے لیے ناکام و نامراد رہ جائیں گے۔

ایذا رسانی
کی سزا

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی ایذا رسانی کا ذکر کرنے کے بعد عام مومنین کے
متعلق بھی فرمایا وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْمَوْتِ وَرَبُّهُمْ اور وہ لوگ جو

عام مومنین
کو ایذا رسانی

اس کے بعد پڑے کے احکام والی آیت چھوڑ کر اللہ نے اس قسم کی نذرانی کے تعزیری قانون کی طرف بھی اشارہ کیا ہے، اگر کوئی شخص کسی بے گناہ مسلمان کو ستا ہے، اس پر ہمت نہ کیا اور پھر اس کو ثابت نہیں کر پاتا تو اس پر حد قذف جاری ہو گی یا وہ تعزیر کا مستحق بنے گا، چنانچہ ترمذی شریعت کی روایت میں آتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو یہودی کہہ کر مخاطب کرے تب تو وہ شخص عدالت کی طرف رجوع کر سکتا ہے اور عدالت ایسا اہتمام نہ کرنے والے آدمی کو بیس کرے مارنے کی سزا دے سکتی ہے، فقہ کی کتابوں میں یہ تمام تشریحات موجود ہیں۔ مگر کس قسم کے غلط الفاظ استعمال کرنے سے کوئی شخص تعزیر کا حقدار بن جاتا ہے مثلاً اس پر ان مومن مردوں اور مومن عورتوں کا ذکر ہو رہا ہے، جن کو بلا وجہ کوئی ایذا پہنچائی جائے۔ فرمایا کسی بے گناہ مرد یا عورت کو کسی قسم کی تکلیف پہنچانا سخت مجرب ہے۔ یہ تکلیف غواہ گالی گروج کے ذریعے پہنچائی جائے یا مار پیٹ یا ہتھت لگا کر، ایسا کرنے والوں کے متعلق فرمایا فَقَدْ اِجْتَمَعُوا بِهٖتَا نَا اَسْرُوْا نے بہت بڑا ہتان اٹھایا ہے، جمعیت باندھ لے وَ اِشْعَا مَجِیْتَا اور صریح گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ اس قسم کے احکام سورۃ نور میں بھی بیان ہوئے جہاں حد قذف کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً آیت ۳۴ میں ہے جو لوگ پاکیزہ عورتوں پر ہمت نکالتے ہیں، پھر چار دینی گواہ پیش نہیں کر پاتے انہیں انسی کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔ تاہم اس حکم پر فرمایا کہ مومن مرد یا عورت کو کسی بھی طریقے سے ایذا پہنچانا صریح گناہ ہے۔

بہتان اور
صریح گناہ

بہر حال پہلے درجے میں اللہ اور اس کے رسول کی ارجاء میں گمانی کرنے والوں کو ملعون قرار دیا گیا اور دنیا و آخرت کی سزا کا مستحق ٹھہرا لیا گیا۔ اور دوسرے درجے میں اہل ایمان مردوں اور عورتوں کی ایذا رسانی کے متعلق فرمایا کہ یہ بہتان اور صریح گناہ ہے۔ اس کا ارتکاب کرنے والے خدا کی گرفت سے نہیں بچ سکیں گے۔ اگر خود مسلمان ہی ان آداب کی پابندی نہیں کریں گے تو ان کی سوسائٹی پاک

ملک ترمذی ص ۱۰۰ (خامش)

نہیں رہ سکتی، اس وجہ سے ہم ہر ایک کی حالت کو پرزور حالِ تباہی محسوس
 ہو رہا ہے، مگر اگر ان کو اکڑا کر دیا جائے تو ان سے نہایت سہارا ملے گا اور
 میں میں تاشیہ یہ کہتا۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنِكَ وَنِسَاءِ
 الْمُؤْمِنِينَ يُدِينُنَ عَلَيْهِنَ مِنْ جَلَدٍ بَيْنَهُنَّ
 ذَلِكَ أَدْلَى أَنْ يَعْرِفْنَ فَلَا يُؤْذِينَ، وَكَانَ
 اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿٥٩﴾ لَيْنٌ لَمْ يَنْتَه
 الْمُنْفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ
 وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِبَنَّكَ
 بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا ﴿٦٠﴾
 مَلْعُونِينَ إِنْ يَأْتِنَا ثَقِفُوا احْدُوا وَفَتِيلُوا
 لَقَيْلًا ﴿٦١﴾ سُنَّةَ اللَّهِ لِيَ الَّذِينَ خَلَوْا
 مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ﴿٦٢﴾

ترجمہ :- اے نبی ! آپ کہہ دیجئے اپنی بیویوں سے اور
 اپنے بیٹیوں سے اور مومنوں کی عورتوں سے کہ وہ نیچے لٹکا
 یا کریں اپنی چادریں۔ یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچانی
 جائیں اور ان کو تکلیف نہ دی جائے، اور اللہ تعالیٰ
 بخشش کرنے والا از حد مہربان ہے ﴿۵۹﴾ اگر باز
 نہیں آئیں گے منافق لوگ اور وہ جن کے دلوں
 میں روگ ہے، اور جموں خبیثی اڑانے والے مینہ میں تھام

شرعیات نے شراب کو حرام قرار دیا ہے قرآن کی مبادی میں کثید کرنا اور اس کی تجارت بھی حرام قرار دی ہے تاکہ شراب نوشی کا موقع ہی پیدا نہ ہو۔ اس طرح شرعیات نے نکاح کی ترغیب دی ہے تاکہ بڑائی کی طرف رغبت نہ ہو اور پرچے کا حکم دیا ہے تاکہ بے حیائی کے سبب کوہی روک دیا جائے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ جدید تہذیب کے دلدلہ پرچے کو عورت کی حق تلفی قرار دیتے ہیں، کہتے ہیں کہ پردہ منہ صحت اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ عورتوں کو سر عام برہنہ کر دیا گیا ہے۔ اب وہ برقع یا ٹیڑھی چادر لہرانا معمولی دوپٹے کو بھی سر پہ لینا بد سمجھتی ہیں اور محض گلے میں لٹکا لینا ہی کافی سمجھتی ہیں۔ اس بے پردگی سے برہنہ ممالک کے شریعت البلیغ انگریز بھی لالال ہو چکے ہیں۔ اب اخلاق مجڑبہ ہیں ان نسلیں خراب ہو رہی ہیں۔ پچھلی صدی میں ڈاکٹر سپنسر سمیت بڑا فلاسفر ہوا ہے، جس نے جدید تہذیب کے خلاف سخت رویا رکھ دیے تھے۔ کہتا ہے کہ یورپ کی پینتالیس کروڑ کی آبادی میں سے یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ پینتالیس بچے بھی حلالی بچوں کی فحاشی کا اس قدر درودرو ہے کہ حلال و حرام کی تمیز ہی اٹھ چکی ہے۔ اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے فحاشی سے بچنے کے لیے سخت قانون دیے ہیں جن کی پابندی سے انسانی اخلاق درست رہ سکتے ہیں اور انسانی سوسائٹی پاک رہ سکتی ہے۔ اسی لیے شرعیات نے پرچے کے احکام نازل فرما کر عورتوں کے غیر مجرم مردوں سے میل جول بغیر مجرم کے سفر کرنے اور کھیل تماشے پر پابندی عائد کر دی ہے۔ اسلام نے تصویر کشی کو بھی اسی لیے حرام قرار دیا ہے کہ یہ فحاشی کے مبادی میں سے ہے۔ چہ جائیکہ کہ شیخ پر نیم برہنہ قہقہہ اور مرد و زن کا عام اختلاط ہو۔

بہر حال شرعیات مطہرہ نے پرچے کے احکام نازل فرما کر مسلمان سوسائٹی کو ہر قسم کی قیامتوں سے پاک رکھنے کا ارادہ کیا ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی کوتاہی ہو جائے یا غامی رہ جائے تو فرمایا وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا تو اللہ تعالیٰ

سے مراد بی حیائی اور فحاشی کی جھوٹی خبریں پھیلا نا بھی ہو سکتا ہے۔ جن سے سوک ٹی میں اعتقاد پھیلا نا مقصود ہو۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جھوٹی خبریں پھیلانے والوں کا خاص طور پر ذکر کیا ہے کہ ایسے لوگوں سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے، اور اگر کوئی ایسا شخص گرفتار میں آجائے تو پھر قاضی اپنی صوابدید کے مطابق اُسے زیادہ سے زیادہ سزا بھی دے سکتا ہے۔

پھر جب ایسے بدعنوان لوگوں کا محاسبہ ہوگا تو فرمایا تَسْرَ لَا يَجُوزُ ذَلِكُمْ فِيهَا آيَةُ قِيلَ تَوَدُّ آبُكُمْ کے پڑوس یعنی شہر مدینہ میں نہیں رہ سکیں گے۔ مگر بہت کم دنوں تک، اس قسم کے بد اخلاق لوگ خود بخود شہر سے جاگ جائیں گے۔ اور سوائی پاک ہو جائے گی، فَمَا مَلْعُونِينَ یہ لعنتی لوگ ہیں، ان پر عطا کردہ پٹے کی۔ أَنِتَّ مَا تَقِفُوا الْخِذْوَا پھر جہاں بھی یہ پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے۔ یہ شہر میں چھپ چھپا کر اپنی قبیح حرکات جاری نہیں رکھ سکیں گے بلکہ قانون کی گرفت میں آئیں گے وَقَفَرُوا نَفْسِيًا اور سخت طریقے سے مائے جائیں گے، ایسے لوگ تعزیری لحاظ سے واجب القتل ہیں اور ان کے ساتھ نہایت سختی سے پیشا جائے گا۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ تعزیری طور پر ان کے سر قلم کیے جا سکتے ہیں۔ جو لوگ معاشرے میں فحاشی، بے حیائی اور بد اخلاقی پھیلانے کے مرتکب ہوتے ہیں، وہ کسی بھروسے کے لائق نہیں، انہیں سخت ترین سزا ملنی چاہیے۔

ارشاد ہوتا ہے سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ اللہ کا یہ دستور پہلے لوگوں یعنی سابقہ امتوں میں بھی یہ دستور جاری رہا ہے۔ پہلی شریعتوں میں بھی غنڈے بد معاشرے قسم کے لوگوں کی سرکوبی کے لیے قوانین موجود تھے۔ اب آخری شریعت میں بھی اللہ نے یہی قانون رکھا ہے لوگوں

اللہ کا اٹل دستور

کہ حضرت دوسروں کی مخالفت ضرور کی ہے۔ نہ حکومت وقت کو ایمان نہ صاحب
 انشاء کو اگر اچھے حصہ دیر اندیشی پر دامن جم کر کاٹنے پر
 پہنچے۔ کہ کہہ پڑے کہ حکومت کا دوسرا حصہ کہ وہ لوگوں کے سب اقوال اور
 کاموں کی مخالفت کرے۔ حکومت کے لئے جیسا کہ وہ ہرگز چاہئے
 رہے کہ اسے خوش قرار دیا کرے کہ کہ لوگ کھیریں اور دلی میں
 افسانہ ہوں گے سب کے لئے کہ اس میں ہر وقت ہیں۔ قیام اور کرب و غم
 سے وہی ہے وقت بخیر۔ اس لئے کہ اس میں ہر وقت اور ہر وقت
 میں وہی نہیں ہیں۔ اس لئے کہ اس میں ہر وقت اور ہر وقت
 تو یہ یہ ہیں۔ اس لئے کہ اس میں ہر وقت اور ہر وقت

ومن یقنت ۲۲

درس بہت مسرور ۲۳

الاحزاب ۳۳

آیت ۶۲ ۶۸

يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ وَقُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا
عِنْدَ اللَّهِ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ
قَرِيبًا ③ إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكَافِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمْ
سَعِيرًا ④ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا لَا يَجِدُونَ
وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ⑤ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ
فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَلَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا
الرَّسُولَ ⑥ وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا
وَكُفِّرَآءَنَا فَأَصْلَحْنَا السَّبِيلَ ⑦ رَبَّنَا لَئِنْ
ضَعُفْنَا مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنُفِ لَعَنَّا
كَبِيرًا ⑧

ترجمہ ۱۔ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں قیامت کے
بائے میں۔ آپ گمریجئے، بیک اس کا علم اللہ کے
پاس ہے۔ اور آپ کو کیا معلوم کہ شاید قیامت قریب
ہی ہو ③ بیک اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کے لئے کافروں
پر اور تیار کی ہے ان کے لئے عذاب کئی اور آگ ④
ہیشہ رہے ملے ہوں گے اس میں۔ نہ پائیں گے کوئی
معاون اور نہ مددگار ⑤ جس دن کہ پلٹ جائیں گے ان

انکار کرنے سے مگر جب اللہ کے پیغمبر اُن کو قیامت کی ہرمانیوں سے ڈرانے پر پھر
 دستبردار نہ ہو جائے تو قیامت کب آئے گی؟ اُس کے جواب میں اللہ نے فرمایا
 قَدْ لَمْ يَنْفِرْ طَيْرُ السَّلَامِ! آپ ان سے کہہ دیں اِنَّمَا عَلِمَهَا عِندَ اللَّهِ
 وقوع قیامت کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہے جو اُس نے کسی کو نہیں بتایا۔
 ایک روایت میں آئے اَمَّا وَجِبَتُهَا فَلَا يَعْزِمُهَا إِلَّا اللَّهُ رُبِّ
 عِزِّهِ وقوع قیامت کی گھڑی کا علم تو صرف اللہ کے پاس ہے۔ یہ علم اُس نے نہ
 کسی نبی مرسل کو دیا ہے اور نہ ملک مقرب کو۔ البتہ قیامت سے پہلے پیش
 آنے والے بعض واقعات کا ذکر ضرور کیا ہے، جیسا کہ حضور طیر الصلوة والسلام کا
 فرمان ہے اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ یعنی میں اور قیامت اس طرح آگے دیکھے
 آنے والے ہیں جس طرح یہ دو انگلیاں۔ آپ نے دو انگلیوں کی طرف اشارہ کر کے
 فرمایا۔ جس طرح دو انگلیاں متصل ہیں اسی طرح قیامت بھی بالکل قریب ہے، اب
 میرے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ کوئی نئی شریعت، بلکہ اب تو قیامت ہی آنے
 والی ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے اس بات کی تصدیق کی ہے اَفْئَسَ بَيْتِ
 السَّاعَةِ وَالْمُسْقٰ الْقَمَرِ (القدر) قیامت قریب آگئی اور چاند شق ہو گیا
 شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ من فقروں نے یہ سوال محض ہٹ دھرمی کی
 بنا پر کیا ہو گا۔ جس چیز کا جواب دُنیا میں کسی کے پاس نہیں ہے اُس کا بار بار
 سوال کرنا بے معنی بات ہے۔ مگر اگر کسی سادہ لوح آدمی نے محض علم حاصل
 کرنے کے لیے ایسا سوال کیا تو حضور طیر السلام نے اُسے دو سکے طریقے سے
 سمجھایا۔ جیسے ایک دیہاتی نے عرض کیا تھا حضور! یہ بتائیے مَتَى السَّاعَةُ

اس کی بجائے انسان کو اپنی دوسری زندگی کے لئے تیاری کرنا چاہیے اگر وہ اس زندگی میں مذاب الہی سے بچ جائے۔

اس آیت کریمہ میں مَا يُذَوِّدُكَ کے الفاظ میں میں کا معنی ہے کہ آپ کو کس نے بتلایا بعض مقامات پر اسی کے ہم معنی الفاظ مَا أَذَوَّدُکَ بھی آتے ہیں جیسے سورۃ القدر میں ہے وَمَا أَذَوَّدُکَ مَا آتَیَکَ الْقَدْرُ اور آپ کو کیا معلوم کہ شب قدر کیا چیز ہے؟ مفسرین کلام فرماتے ہیں کہ جس چیز کے متعلق يُذَوِّدُکَ آتا ہے، وہاں مذکورہ چیز کو ظاہر نہیں کیا جاتا اور جاں آذو دُکَ استعمال ہوتا ہے وہاں بات کی وضاحت کر دی جاتی ہے۔ امام سفیان ابن عیینہ جو امام ابو حنیفہ کے شاگرد اور امام شافعی کے استاد ہیں، وہ بھی مذکورہ حقیقت کی تصدیق کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ نے قیامت کے مَا تُذَوِّدُکَ کا لفظ استعمال کیا ہے تو اس کی تفصیلات نہیں بتائیں مگر لیلۃ القدر کے لیے آذو دُکَ استعمال کیا ہے تو آگے کو تفصیل بھی بتائی ہے کہ لیلۃ القدر ایک ہزار مہینے سے بہتر ہے اور اس میں روح الامین اور لرختے نازل ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

آگے ارشاد ہوتا ہے إِنَّ اللہَ لَعَنَ الْکَافِرِیْنَ بے شک اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعن کا بھیجی ہے، لعنت کا معنی ہے رست سے بعید کر دینا سورۃ بقرہ میں ہے، جو لوگ کفر کی حالت میں مر گئے اُولَئِکَ عَلَیْہِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ و آیت ۱۶۱ ان پر اللہ، اس کے فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ اس مقام پر سن لیا جائے وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِیْرًا اُن کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کی ہے۔ سحر جہنم کے ناموں میں ایک نام بھی ہے، خَلِیْفَتِیْ فِیْہَا اَبْنَاؤُہِ وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔ یہ لوگ دنیا میں کفر اور شرک میں مبتلا تھے اور اسی پروگرام کو غالب کرنے کی کوشش کرتے تھے، ایمان اور توحید کی مخالفت

کفار پر
لعنت

اللہ تعالیٰ فرمائے گا، میں نے تمہیں انسان بنایا تھا، عقل فہم اور شعور عطا کیا تھا، مگر تم بغیر سوچے بچے لیڈر بن گئے اور مذہبی پیشواؤں کے پیچھے چلتے رہے۔ وہ تمہیں عیسائی اور گرجائی کا سب سے دینے لگے، شرکیہ اور بدعتیہ اور کافر کتاب کراتے رہے۔ مشرک مولوی لوگوں سے جھگڑتے بازی اور فتنے بازی پر جی مال خرچ کرتے رہے اور عوام کو یہ قوت بندتے رہے اس دن انیسویں کا اظہار کریں گے کہ ہم نے ان لیڈروں کو دھوکے سے کر دیا، مگر انہوں نے ہمیں غیر اسلامی نظام دے کر برباد کر دیا۔ ہم نے پیر، مولوی اور بزرگ سمجھ کر اپنا ایمان تک ان کے ہاتھ میں دے دیا۔ مگر انہوں نے ہمیں جہنم کے راستے پر ڈال دیا۔ اس دن لوگ اپنے پیشواؤں کو خطاب کر کے کہیں گے کہ اے کفار کفار کفار کفار عین المیسرین (الصفۃ: ۲۸) تم ہمارے دائیں بائیں سے لگے ہو، ہر جہاں سے تم نکلتے تھے، وہ آگے سے جواب دیں گے کہ تم خود اس وقت سمجھتے کہ تم کہہ رہا ہے ہو۔ تم آنکھیں بند کر کے ہمارے پیچھے چلتے رہے، لہذا اس گمراہی کے تم خود ذمہ دار ہو۔

جب مجرم لوگ نا اُمید ہو جائیں گے تو ان شراب الخمر کی بارگاہ میں عرض کریں گے رَبَّنَا اَتَيْنَاكَ ضَعُفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ اے ہمارے پروردگار! ان پیشواؤں کو دینا عذاب دے کیونکہ یہ خود بھی گمراہ تھے اور ہمیں بھی گمراہ کرنے لگے۔ وَالْعَنَافَةُ لَعَنَّا كَيْبَرًا اور ان پر بڑی لعنت بھیج۔ مگر اللہ فرمائے گا۔ کہ تم سب تابع اور متبع پر ڈبل عذاب ہو گا کیونکہ جس طرح انہوں نے تمہیں گمراہ کیا تھا، اسی طرح تم نے بھی آگے لوگوں کو گمراہ کیا۔ لہذا ایک سزا تمہیں گمراہ ہونے کی ملے گی اور دوسری سزا دوسروں کو گمراہ کرنے کی ملے گی۔ اس طرح جاہل پیر اور سربراہ دوسری سزا میں مبتلا کیے جائیں گے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا
 مُوسَىٰ فَبَرَّاهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا وَمَكَانٌ
 عِنْدَ اللَّهِ وَرَجِيْبُهَا ⑤ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
 اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ⑥ يُصْلِحْ
 لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَأَنَّ
 مِنَ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ قَدْ فَتَرَ فَوْزًا
 عَظِيمًا ⑦

ترجمہ: اے ایمان والو! نہ بنو جیسے
 نے خدا کو برا بھلا کہا۔ اللہ نے ان کو ہی قرار دیا
 اور چیز سے جو انہوں نے کہا تھی، وہ میں علیہ السلام حضرت
 کے نزدیک بڑی عزت لئے تھے ⑤ اے ایمان والو!
 ڈرو اللہ سے اور کہو سچی بات ⑥ وہ درست
 کرے گا تمہارے لیے جگہ عمارت، احوال اور محشر میں جو
 تمہارے لیے تھا جسے تمہارے خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے تمہارے لیے دیا ہے کہ اس پر جو کچھ وہ کا سباب
 ہو گیا بڑی کامیابی ہے ⑦

مگر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہ جو وہ اپنے رسول کو ایذا پہنچانے کی کوشش کی
 کہ ایک کھنڈ دے ستھ تیرے رسول کو کہہ دیا جس کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام

بھی نہایت اور سخت گناہ کی باعث ہے۔ پھر اللہ نے اہل ایمان کو خبردار کیا کہ وہ منافقین
مشرکوں اور یہود نصاریٰ کی طرح اللہ کے نبی کے متعلق کوئی ایسی بات زبان پر نہ لائیں
جو آپ کے لیے اذیت کا باعث ہو۔ اگر کوئی مومن ایسا کرے گا تو اس کے ایمان
میں خلل واقع ہو جائے گا لہذا ایسی بات سے پرہیز کرنا چاہیے۔

موسىٰ علیہ السلام
کو ایذا پہنچانی

اب اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے اور مومنوں کو
خبردار کیا ہے کہ تم بھی موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح اپنے پیغمبر کی ایذا رسانی کا باعث نہ
بننا۔ جن لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کو سبایا وہ بھی ملعون تھے اور سخت عذاب میں مبتلا
ہوئے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ أَذَوْا مُوسَىٰ
لِأَنَّهُ آمَانٌ وَهُوَ غَافِلٌ۔ اے ایمان والو! تم اہل لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو سبایا۔
ان پر ملعون و شنیع کی اور طرح طرح کے عیب لگائے فَتَنَاهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا
مَكَرَ اللَّهُ لَهُ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہ کر دیا ان باتوں سے جو وہ لوگ کہتے تھے۔ وَكَانَ
عِندَ اللَّهِ وَجِيهًا اور موسیٰ علیہ السلام قرآن کے نزدیک بڑی وجاہت والے
یعنی باعزت تھے۔ آپ اللہ کے عظیم الشان رسول اور صاحب کتاب نبی تھے،
اور اس کے ساتھ اللہ نے آپ کو خلافت بھی بخشی۔

حضرت علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے واقعات میں کسی قدر مماثلت پائی جاتی
ہے کہ ان کی قوموں نے اپنے جلیل القدر رسولوں کو کس طرح ستایا اور ذمہ کی گرفت
پہنچائی۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے دیکھا
کہ ایک شخص حضرت علیہ السلام سے کہہ رہا ہے یا محمد اھل! اے محمد! انصاف کرو۔ مال
تقسیم تقسیم ہو رہا تھا تو اس شخص نے اعتراض کیا کہ مال کی تقسیم صحیح طریقے سے نہیں
ہو رہی ہے۔ یہ سن کر حضرت علیہ السلام کو کھٹ پر لٹانی ہوئی۔ غصے سے آپ کا چہرہ
مبارک سرخ ہو گیا۔ اس وقت آپ نے فرمایا يَا أَيُّهَا اللَّهُ مُوسَىٰ لَقَدْ

یہ سرزمین ہوشام و فلسطین ان لوگوں پر حرام کر دی گئی ہے۔ اب یہ چالیس سال تک
سرگرداں پھرتے رہیں گے۔ اس عرصہ میں اس نسل کے اکثر لوگ ختم ہو جائیں گے تو یہ
سرزمین اگلے نسل کو منتقل کر دی جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مطلب یہ کہ قوم نے موسیٰ علیہ السلام
کو ازیت پہنائی اور خود بھی خدا کی طرف سے مستحب ہوئے۔

جہاں عیب
سناٹا نہ

مسیحین کی روایت میں آتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نہایت حیادار آدمی تھے۔ جب
آپ غسل فرماتے تو سخت پرٹے کی حالت میں تاکہ کسی شخص کی نظر آپ کے برہم جسم پر نہ
پڑے۔ اس سے مخالفین نے یہ پراپیگنڈا کرنا شروع کر دیا کہ آپ کا جسم عیب دار
ہے جس کی وجہ سے یہ اپنے جسم کے کسی حصہ کو ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ بعض کہتے
کہ آپ کو آندہ کی بیماری ہے جس سے جسم کے قہقہے چول جاتے ہیں۔ یہ بھی موسیٰ
علیہ السلام کے لیے تکلیف دہ بات تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس اتہام سے
بری قرار دینے کے لیے یہ سبب پیدا کیا کہ ایک دفعہ آپ نے پتھروں کے درمیان
تنہائی میں غسل کرنے کے لیے کپڑے اتار کر پتھر پر رکھ دیے۔ اتنے میں اللہ کا حکم ہوا
تو پتھر آپ کے کپڑے کے گرد بھاگ کھڑا ہوا۔ آپ بھی اُس کے پیچھے پیچھے دھڑلے
میں آکر وہ پتھر لوگوں کی مجلس کے قریب جا کر رک گیا۔ موسیٰ علیہ السلام اپنے کپڑے
لینے کے لیے برہنگی کی حالت میں ہی وہاں پہنچ گئے، جب لوگوں نے آپ کو
دیکھا تو سمجھ گئے کہ آپ کا جسم بالکل بے داغ ہے، اور اس طرح اللہ نے آپ
کو اس اتہام سے چھٹکارا دیا۔

جہاں عیب
الزام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات میں آتا ہے کہ جب آپ نے اپنی
قوم کے صاحب حیثیت لوگوں کو زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے کہا تو وہ بھڑکے۔ ان
میں قارون سب سے ہمیشہ پیش تھا جس کے پاس بے شمار دولت تھی اور اُس کی زکوٰۃ

نے حکم دیا کہ آپ کی ذات مبارکہ کے لیے یہ لفظ سرے سے استعمال ہی نہ کیا
 کرو وَلَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا بلکہ اس کی بجائے اَنْظُرْنَا کا
 لفظ استعمال کیا کرو تاکہ کسی بھڑکے کا احتمال ہی باقی نہ رہے۔ اس سورہ کی ابتداء میں بھی
 اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام، آپ کی ازواج مطہرات اور آپ کے گھروے کے اہل بیان
 کیے ہیں تاکہ آپ کی شانِ اقدس میں کسی ممکنہ کمی کے تمام دروازے بند ہو جائیں اور آپ
 کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ بہر حال اللہ نے فرمایا کہ اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح
 نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو اذیت پہنچائی مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر انتہام
 سے پاک کر دیا۔

قولِ سیدہ
 کا تخریب

آگے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لیے ایک اہم قانون بیان فرمایا ہے۔
 ارشاد ہوتا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ اے ایمان والو! اللہ سے
 ڈرنا اور وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا اور ہمیشہ سیدھی بات کو۔ ظاہر ہے کہ
 اگر سیدھی اور سچی بات کرو گے تو اس میں اذیت کا کوئی امکان نہیں ہوگا، اور اگر
 کوئی ٹپٹی باتیں کرو گے تو نبی کو تکلیف پہنچے گا احتمال ہوگا۔ مفسر مکرر کہتے منقول ہے
 کہ قولِ سیدہ سے مراد کلمہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے۔ بعض دوسرے مفسرین فرماتے ہیں
 کہ قولِ سیدہ ہر سچی بات کا نام ہے، ہر بات واقعہ کے مطابق ہونی چاہیے اپنی
 زبان سے کوئی غلط، غیبت اور جھوٹی بات نہ کہو۔ شرک کی بات، گالی گلوچ،
 کفر، نفاق وغیرہ قولِ سیدہ کے منافی ہیں، لہذا ایسی کوئی بات نہیں ہونی چاہیے
 حضور علیہ السلام نے زبان اور شرع و عبادت کی حفاظت کا خاص طور پر حکم دیا ہے۔ لہذا
 اور بہ احتیاطی کی باتوں سے منع فرمایا ہے، غرضیکہ فرمایا کہ ہمیشہ سیدھی بات کرو
 فرمایا اگر قسم زبان کی حفاظت کرو گے تو اس کا فائدہ یہ ہوگا۔ يَصْلَحْ
 لَكُمْ ذِكْرُ اللَّهِ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو سنواوے گا۔ دست

سچائی کا
 فائدہ

کریں گے۔ قرآن مجید کے دلائل سے بیکار اور تھکا جاتا ہوں کہ جو کہ سوائے قرآن مجید کے
 شواہد و دلائل کو دیکھ کر کھنکھاتا ہے کہ ان کے دیکھ کر ان کو ہوا
 میں سے کام بہرست ہوں گے۔ آخرت میں وہ ان کے خلاف شہادت دیں گے کہ ان
 کو تو کسی کی خدمت کا وہ نہیں سمجھتے اور وہ وقت کے نظام میں بھی نہیں سمجھتے اور
 دنیا میں انہیں کے اہمیت اور استہدائے رہی گئی۔ جو شہادتیں ان کی ہاں پر ہیں، ہے
 کوئی شخص ان سے ہے۔ اور جب تک کہ وہ نہ رہے یا سرور سے۔ وہ جہیز سے ہے
 بھی ہے۔ اور نہ درست۔ یہ کہ ایک اور راہی سے کہی غلط۔ یہ تہیہ کرنا
 کرنا یا میں ہی۔ اور یہی جو اصول ان کی زندگی کا ہے۔ ان کی خدمت پر ہے۔ اور وہ ان پر
 اہمیت دیتے ہیں گے۔ اور یہ بات نہ ہو، ان کے کہوں کی سوائے اور میں نے
 لیا ہے۔ یہ کہ ان کے لئے ہے۔ حال۔ ان کے کہوں سے کہے کہ ان کے لئے ہے
 ان کی کہیں کرنا کہ میں کو ہم پر صاف کرنا کہ میں گام اور میں نے اور ان کے کہیں
 منوالی کہیں ہے۔

قرآن مجید کے اصولی امتداد سے کہیں قرآن مجید کے اصولی امتداد سے کہیں
 یہ شخص ان کے لئے ہے کہ ان کی اطاعت کرے گا۔ اور ان کے انکار کی قبولیت
 گا۔ ان کی کہیں کو ان کی کہیں کو ان کی کہیں کو ان کی کہیں کو ان کی کہیں کو
 ہی ہوگا۔ اور قرآن مجید کے لئے قرآن مجید کے لئے قرآن مجید کے لئے قرآن مجید کے لئے
 سرگرم ہو گا کہ وہ ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے
 اختیار کرے گا۔ وہ ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے
 ختم ہے۔ یہ کہیں کو ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے
 کے لئے کہیں کو ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے
 جو ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ
مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا
جَهُولًا ﴿٤٢﴾ لِيُعَذِّبَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ
وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَيَتُوبَ اللَّهُ عَلَى
الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا
رَحِيمًا ﴿٤٣﴾

ترجمہ :- بیشک ہم نے پیش کی امانت آسمانوں ،
زمین اور پہاڑوں پر ۔ پس انکار کیا انہوں نے کہ
اٹھائیں اس کو اور اُس سے ڈر گئے ۔ اور اٹھا لیا
اُس کو انسان نے ۔ بیشک وہ بڑا ظالم اور جاہل
ہے ﴿۴۲﴾ اگر سزا دے اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور
منافق عورتوں کو ، اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں
کو ، اور اللہ تعالیٰ رجوع فرمائے (مصرانی کے ساتھ)
مومن مردوں اور مومن عورتوں پر ۔ اور اللہ تعالیٰ بہت
بخشش کرنے والا اور نہایت مہربان ہے ﴿۴۳﴾

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اللہ اور اُس کے رسول اور عام مومنین
کو ایذا پہنچانے سے منع فرمایا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مثال دے کر سکھایا

رابطہ آیات

شرع اور حدود وغیرہ کی پابندی ہے، ظاہر ہے کہ ان احکام کی تعمیل کی صلاحیت نہ آسمان میں ہے، نہ زمین میں، نہ پہاڑوں میں اور نہ شجر و پھوس، لہذا انہوں نے اس پابندی کو اٹھانے سے انکار کر دیا، اور انسان میں یہ استعداد پائی جاتی ہے، لہذا اس نے اس بار کو اٹھالیا۔ امام ابوحنیفہؒ کے پیروکار بھی اسی نظریہ کے قائل ہیں کہ اس امانت سے مراد وہ استعداد اور صلاحیت ہے جس کی بنا پر انسان سکونت ٹھہرا گیا ہے۔ اگرچہ جنات بھی پابندی قافروں کے سکونت ہیں مگر ان کی صلاحیت انسان کی نسبت کمزور ہے، اس لیے جنات کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں امام غزالیؒ، امام سیوطیؒ، خواجہ محمد یارؒ اور بعض دیگر مفسرین اس عمدہ تکلیف کا تقاریر اپنے کلمے میں ذیل مراد لیتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ قانون کی پابندی کو اپنے فہم سے لے لیا جائے اور پھر اطاعت کی صورت میں اجر و ثواب اور معصیت کی صورت میں عتاب کو قبول کر لینے کا اہم امانت ہے

اس آیت کریمہ میں آمدہ الفاظ عن صناعا اور آب من خاص طور پر ترجمہ طلب ہیں۔ عرض کا معنی عام طور پر کسی چیز کو زبانی یا تحریری طور پر پیش کرنا ہوتا ہے اسی لیے تحریری طور پر پیش کی جانے والی درخواست کو عرض بھی کہتے ہیں۔ ہم نام بیضاریؒ فرماتے ہیں کہ اس مقام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت پیش کرنے کے کاغذ زبانی یا تحریری طور پر پیش کرنا نہیں بلکہ آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کی استعداد اور صلاحیت کی طرف نسبت کرتے ہوئے پیش کرنا مراد ہے چونکہ ان میں اس عمدہ تکلیف کو اٹھانے کی صلاحیت نہیں تھی لہذا انہوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کر دیا۔ اسی طرح بیاں پر الجھ یا انکار کا معنی بھی زبان کے ذریعے انکار نہیں جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے بلکہ اس سے آسمانوں، زمین اور پہاڑوں

عن ابی
ابن کاغذ

ہے کہ تخلیق کے بعد آدم علیہ السلام جنت میں آزادی سے اور اوراد و سحر گہوڑے پھرتے تھے۔ انہوں نے وہاں ایک بڑی چٹان پڑی ہوئی دیکھی۔ فرشتے اس چٹان کے قریب سے گزر جاتے تھے مگر اس کے حجم اور بوجھ کے پیش نظر کوئی بھی اٹھانے کی ہمت نہیں کرتا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں کی کم ہمتی پر حیرت ہوئی اور انہوں نے بغیر کسی کے کہے اس پتھر کو خرد اٹھانے کی پیشکش کی۔ آپ نے اس چٹان کو گشتوں تک اٹھا کر مینیک دیا، پھر دوبارہ گوشش کی ڈکڑہا بجک لے گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نے اس پتھر کو اٹھا لیا ہے۔ تو اب یہ تمہاری اور تمہاری اولاد کی گردن پر قیامت تک ہے گا۔ یہ عمدہ تکلیف ہے جس کو تم نے برضا و رغبت اٹھا لیا ہے لہذا اب اسے لنگر اٹھائے رکھنا ہوگا۔ اور اس بار امانت کو ختم نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ صحیح حدیث میں حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد بھی آتا ہے إِنَّ الْأَمَانَةَ نَزَلَتْ فِي حَذْرٍ مُّكْتَوِبٍ إِلَى جِبَالٍ ثُمَّ عَلَى مَوَاتٍ الْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ یعنی تکلیف کی یہ امانت لوگوں کے دلوں میں آری گئی تھی، پھر انہوں نے دنیا میں آکر اس کی تفصیلات قرآن و سنت سے معلوم کیں۔

جنید بغدادی
کی ترویج

حضرت جنید بغدادیؒ نے اس بار امانت کی توضیح اپنے اذان میں اس طرح بیان کی ہے کہ انسان نے ازل میں یہ امانت اٹھا تو کئی مٹی سگر دنیا میں آکر وہ عرض میں مبتلا ہو گیا۔ اور اس کی توجہ فرض کی ادائیگی کی طرف نہ رہی۔ خدا تعالیٰ نے یہ بار امانت پیش کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی پیشکش بہت بڑی چیز تھی جس میں انسان کو بڑا ہی ملط و سرور آیا۔ اور اس نے فیصلہ کیا۔ خدا کی پیشکش کو ٹھکرا کر انہیں چاہیئے، چنانچہ وہ اسی سرور میں مست رہا۔ مگر یہ نہ سوچا کہ یہ ذمہ داری یا فرض مجھ سے پورا بھی ہو سکے گا یا نہیں۔ اب جو شخص اس ذمہ داری کو نہیں اٹھائے گا۔ وہ قابلِ مؤاخذہ ہوگا۔

اسی ضمن میں حضرت مجدد ملت اٹھ اٹھتے ہیں کہ انابت سے نہ صرف نفع
کی ذاتی تعلیمات سے گزراؤ شکتی کے ہی حصول سے ہے۔ انشرفعالی کی صورتی تعلیمات
نرمست ہی ہیں۔ اس سے انشرفعالی کے لئے ہی ذاتی تعلیمات ہی مستعمل ہوتی رہتی
ہیں۔ مگر انسانی کی ذاتی تعلیمات کا زبردستی حاکم حاکم ہی میں جاکہ جہت سے
ان تعلیمات کو بڑھاتے رہے گی یہ صورت کی کمی ہے جو کسی اور صورتی تعلیمات میں
والتب نے چاہے اپنے شعور میں اس تعلیم کو ثابت ہے۔

ملاحظہ ہو کہ تعلیمات میں وہ جا اگر نہ ہو تو

میں رنگارنگ ہے آج ہر جہاں کی

کہتے ہیں کہ مستقبل میں سے اس وقت کے کس کس طرح سے آواز ہے جس طرح
کے ہر کچھ زینت یعنی آواز کی نگاہ: نکلی جیسے، یہ وہ ہر جہاں کی ہر
تعلیمات کے لئے اس کے نتیجے میں کا ہر جہاں کی ہے۔ ہر جہاں کی
ہیں۔ اگر کوئی ایک تو پہلے خود بصورتیت ہے۔ ان کی تو مستعمل ہوتے ہی
اگر اس کے نتیجے میں ایک کا ہر جہاں کی ہر جہاں کی ہے۔ ہر جہاں کی
کہ انشرفعالی کے انسان کی تعلیمات میں سے کہ ہر جہاں کی ہے۔ ہر جہاں کی
مگر انشرفعالی کی ذاتی تعلیمات میں ہر جہاں کی ہے۔ ہر جہاں کی
انسان کا ہر جہاں کی ہے ہر جہاں کی تعلیمات کی تعلیمات میں سے ہے۔ ہر جہاں کی
ذات ہے کہ کسی اور تعلیمات میں سے ہے۔ ہر جہاں کی ہے۔ ہر جہاں کی
خاتمہ میں ان تعلیمات سے ہر جہاں کی ہے۔ ہر جہاں کی ہے۔ ہر جہاں کی
انتہا میں تعلیمات میں سے ہر جہاں کی ہے۔ ہر جہاں کی ہے۔ ہر جہاں کی
یہ انشرفعالی میں سے ہر جہاں کی ہے۔ ہر جہاں کی ہے۔ ہر جہاں کی

تو اس امانت کا حق ادا ہوگا، ورنہ نہیں۔ اعضاء کے علاوہ بہت سے احکام بھی امانت سے تعلق رکھتے ہیں بغض جنابت، حفاظتِ ناموس، فرائض کی ادائیگی، عہد و پیمان اور اوراد و نواہی کی پابندی اسی امانت سے متعلق ہیں۔ اس امانت میں غیبت کرنا یعنی احکام و فرائض سے غفلت اور اوراد و نواہی کی عدم پابندی انسان کے لیے وبالِ جان ہوگی۔ اور اس امانت کی حفاظت کرنے پر اللہ نے درجات کی بلندی اور گناہوں کی معافی کا وعدہ فرمایا ہے۔ لہذا اس امانت کی پاسداری کرنی چاہیے۔ اس امانت کا حق نداد کرنے والا آدمی منافق ہوگا۔ یا شرک اور ہمیشہ کے لیے مبتلائے عذاب ہوگا۔

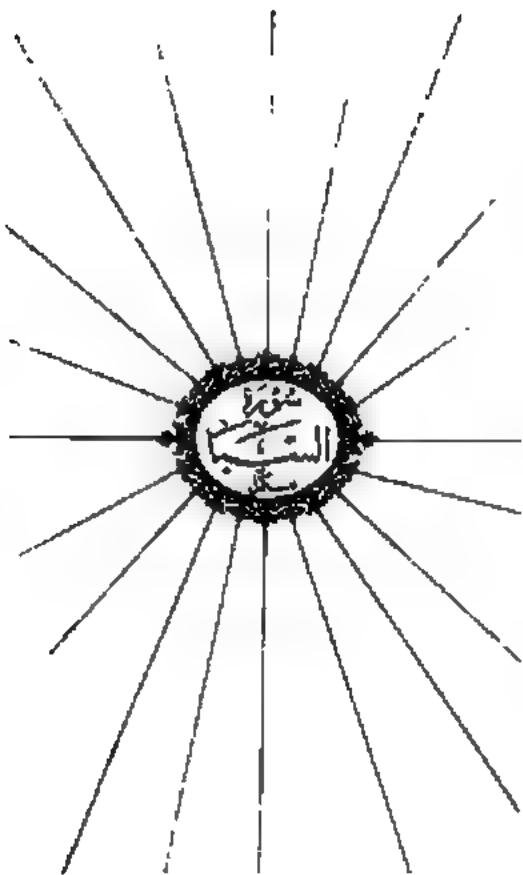
حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ اگر ان سے چار چیزوں کے علاوہ باقی ساری بھی فوت ہو جائیں تو اُسے فکرمند نہیں ہونا چاہیے۔ ان میں سرفہرست امانت کی ادائیگی ہے۔ اگر اُس کے پاس کوئی مال بطور امانت ہے تو اُس کو واپس کرے، کوئی وصیت ہے تو پوری کرے، کوئی عہد و پیمان کیا ہے تو اُس کو نبھائے، یہ سب چیزیں امانت کا حصہ ہیں۔ فرمایا دوسری چیز بچائی ہے قیسری اخلاق حسنہ، اور چوتھی رزقِ حلال جو شخص ہمیشہ سچ بولتا ہے دوسروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا ہے اور وہ حلال روزی کما تا ہے اور استعمال کرتا ہے، تو پھر اگر اس کے پاس اور کچھ بھی نہ ہے تو بھی فکرمند نہ ہو، کیونکہ دنیا میں ان چار چیزوں سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔

شاہ عبدالقادر
کی تفسیر

شاہ عبدالقادرؒ نے امانت کی بات چند جگہوں میں بڑے اچھے طریقے سے سمجھا دی ہے، فرماتے ہیں کہ انسان نے اپنی جان پر ترس نہ کھایا اور اس بار امانت کو اٹھالیا۔ نیز فرماتے ہیں کہ اپنی خواہش کو روک کر حکم کی تعمیل کرنا گویا امانت کا حق ادا کرنا ہے۔ انسان کے اپنے دل میں کوئی خواہش ہے اور اللہ کا حکم اُس کے خلاف

اس امانت کو پہلی طرح محفوظ رکھیں اور ترقی دیں تو انکی پر انعام و اکرام ہو، اور جو غفلت اور شرارت سے اس امانت کو ضائع کر دیں ان کو سزا دی جائے۔
اور جو لوگ اس بارے میں قعدے کو آہی کریں۔ ان کے معافی کا معاملہ ہو۔ علامہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں یہ امانت ایمان اور ہدایت کا تخم ہے جو قلوب بنی آدم میں بکھیرا گیا ہے اور جس کی وجہ سے انسان ملکوت جتا ہے۔ اسی لیے حدیث شریف میں آیا ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لِيُؤْتِيَكَ بِهَا الْوَسِيلَةَ إِلَى الْبَيْتِ الْمَقَامِيِّ وَهُوَ الْعَمَلُ الصَّادِقُ وَالْعَمَلُ السَّامِعُ وہ ایمان سے خالی ہے۔ انسانوں کے دلوں میں موجود ایمان کے بیج کی حفاظت اور نگہداشت کی جائے گی تو ایمان کا درخت اُگلے گا۔ اگر یا نبی نوع انسان کے قلوب اللہ کی زمینیں ہیں جن میں امانت کا بیج ڈال دیا گیا ہے۔ پھر بادشہ برسلنے کے لیے رحمت کے باؤل بھی وہی بھرتا ہے۔ اور جن کے سینوں میں وحی الہی کی بادشہ ہوتی ہے ان کا ایمان چلتا پھرتا ہے۔ لہذا ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ امانت الہی یعنی ایمان کے تخم کی اچھی طرح دیکھ بجال کرے اور بڑے محتاط نہ ہونے دے ایسا نہ ہو کہ امانت کا پروانے کی بجائے اس کا بیج ہی سوخت ہو جائے۔ اس بات کی تصدیق حضرت خلیفۃ کی روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ امانت آسمان سے لوگوں کے قلوب پر نازل کی گئی ہے۔ پھر اس کی تشریح و تفسیر قرآن و سنت معلوم ہوتی ہے۔ یہ امانت وہی تعظیمِ ہدایت ہے جو اللہ کی طرف سے قلوب و جال میں نشین کیا گیا ہے۔ پھر عزمِ قرآن و سنت کی بدشہ ہوتی۔ اگر اس سے ٹھیک طور پر فائدہ اٹھایا جائے گا۔ تو ایمان کا درخت اُگلے گا، پھلے پھولے گا تو انسان کو اس کے غیر شیریں سے نفع انداز ہونے کا موقع ملے گا۔ اور اگر اس سے فائدہ اٹھانے میں انسان کوتاہی کرے گا، تو ایمان کے درخت کو ابھرنے اور پھلنے پھولنے میں نقصان ہوگا۔ اور اگر اس

۲۹۲



ومن یقنت ۲۲

سبا ۳۳

درس اول ۱

آیت ۶۱

سُوْرَةُ سَبَا مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اَرْبَعٌ وَخَمْسُوْنَ اٰیَةً وَسِتُّ اَلْفَاةٌ وَكُمَا

مَرَّةً سَبَا مَكِّيٌّ هُوَ يَرْجُوْنَ اٰتِيْنَ اِلَيْهِمْ مَعَهُ رُكُوعٌ هِيَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو نہایت رحم کرنے والا اور بڑا مہربان ہے

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا
 فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْمَعْمَدُ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَهُوَ
 الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ① يَعْلَمُ مَا يَلْجُ فِي
 الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ
 السَّمَاءِ وَمَا يَفْجُرُ فِيْهَا ۚ وَهُوَ الرَّحِيْمُ
 الْغَفُوْرُ ② وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَأْتِيْنَا
 السَّلَافَةُ ۚ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَأْتِيَنَّكُمْ لَا عَلِمَ
 الْغَيْبُ ۚ لَا يَمْنُبُ عَنْهُ مُثْقَلٌ ذَرَّةً فِي
 السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَا اَصْغَرُ مِنْ
 ذٰلِكَ وَلَا اَكْبَرُ ۚ اَلَا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ③
 لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

بدل دے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنوں نے اچھے کام کیے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے بخشش اور عزت کی مدد ہے ⑤ اور وہ لوگ جنوں نے کوشش کی ہماری آیتوں میں عاجز کرنے کے لیے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک مذاہب ہے ⑥ اور دیکھتے ہیں وہ لوگ جن کو علم دیا گیا ہے، وہ چیز جو انہی گمراہ ہے آپ کی طرف آپ کے پیروکار کی جانب سے، وہ بہت ہے اور وہ رہنمائی کرتی ہے عزیز اور حمید خدا تعالیٰ کے راستے کی طرف ⑦

اس سورۃ کا نام سورۃ سبا ہے جو کہ اس کی آیت ۱۵ میں آدھ لفظ سے ماخوذ ہے۔ سبا ایک شخص، قبیلہ، شہر اور ملک کا نام تھا جن کا ذکر اس سورۃ مبارکہ کے دو سطور کو ع میں آیا ہے۔ اس سے پہلے سورۃ نور سے لے کر سورۃ سجدہ تک ساری مکی سورتیں تھیں۔ اس کے بعد پہلی سورۃ الاحزاب مدنی تھی اور یہ سورۃ پھر مکی ہے۔ آگے پھر تین سورتیں متواتر مدنی ہیں اور اس کے بعد مکی اور مدنی مخلوط سورتیں آئیں گی۔

تمام احزاب کو اکٹھا

اس سورۃ کی چوں آیتیں اور چھ سطور ہیں یہ سورۃ مبارکہ ۸۸۲ الفاظ اور ۱۵۱۲ حروف پر مشتمل ہے۔ یہ سورۃ مکی دور کے زمانہ وسطیٰ میں سورۃ لقمان کے بعد نازل ہوئی۔

ساتھ سورۃ احزاب کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے امانت کی حفاظت کا قانون بنادیا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے امانت کو آسمانوں، زمین اور پانی پر پیش کیا مگر انہوں نے اس کو اٹھانے سے انکار کر دیا اور ڈر گئے مگر انسان نے اس بار امانت کو اٹھا لیا کیونکہ اللہ نے ان میں عقل امانت کی پوری پوری صلاحیت اور استعداد رکھ دی ہے۔ چونکہ انسان نے از خود اس بار امانت کو اٹھا لیا ہے لہذا اب یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ اس امانت کی حفاظت کرے، جو شخص اس امانت کا حق ادا

! اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہے

کی شکر گزاری اور ایمان کی بدولت ہی نصیب ہوں گی۔ انسان کے لیے جس طرح
 ہوا، پانی، خوراک اور دیگر ضروریاتِ زندگی مطلوب ہیں، اسی طرح اس کے لیے
 لاجرمیت کی بھی ضرورت ہے جو وحی الہی، کتاب، شریعت یا دین کے پاکیزہ
 اصولوں کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ یہ حال اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شکر
 ادا کرنے کے لیے اس سورۃ مبارکہ کی ابتدا احمد باری تعالیٰ سے ہو رہی ہے، ارشاد

بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي كَفَّ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي
 الْأَرْضِ سُبَّحَنَ اللّٰهُ تَعَالٰی کی ذات کے لیے ہیں کہ اُنہی کے لیے ہے
 جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ کائنات کی ہر چیز اُنہی کی ملکیت
 وہی ہر چیز کا خالق، مدبر اور متصرف

ہے۔ ان امور میں کوئی بھی اُس کا شریک نہیں، نہ کوئی پیدا کر سکتا ہے، نہ تغییر
 کر سکتا ہے اور نہ کسی کو تصرف حاصل ہے۔ جب یہ بات ہے تو متفق عبادت
 بھی اُس کے سوا کوئی نہیں۔ مشرک لوگ خواہ مخواہ دوسروں کی عبادت کرتے ہیں۔
 اور اُن کو نذر و نیاز ہمیشہ کر کے شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔

یہ تو دنیوی نعمتوں کا دنیا ہی میں شکر یہ اور اہلِ دُعا و فریاد کہ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ
 اور آخرت میں بھی اُنہی کے لیے تعریف ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو جو نعمتیں
 آخرت میں عطا کرے گا تو دلائل اُن نعمتوں کا شکر یہ بھی ادا کیا جائے گا۔ جب مومن
 لوگ خدا کی رحمت کے مقامِ بہشت میں پہنچ جائیں گے، انہیں ہر طرح کا آرام و تسکین
 حاصل ہوگا تو یہ اختیار بھی اُنہیں ہے اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ
 لِهَذَا الْعَمَلِ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْتَ هَدَيْتَنَا اللَّهُمَّ (اوصیاء: ۴۲)

اُس خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ سب تعریفیں اُس کے لئے ہیں جس نے
 ہماری راہنمائی کی کہ اس مقام تک پہنچا یا۔ اگر وہ ہماری راہنمائی نہ کرتا تو ہم یہاں
 کبھی پہنچ سکتے تھے۔ جنت میں پہنچ کر اگرچہ حمد و ثنا ضروری نہیں ہوگا۔ مگر وہاں
 یہ اہلِ ایمان ہے انہیں تیار اللہ کی تعریف و حمد کے گیت گائیں گے

کے بغیر کوئی جائز اور زیادہ دیر تک ذبح نہیں رہ سکتا۔ انسانی جسم میں دھڑلے والے عروق میں
اسی فیصدی پانی کا عنصر ہے، لہذا پانی کا نزول بھی بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کے
علاوہ وحی الہی بھی عالمِ والا سے آتی ہے اور تضادِ قد کے فیصلے بھی اللہ کے فرشتے آسمان
کی طرف سے لاتے ہیں۔

پھر آسمان کی طرف چڑھنے والی اشیاء میں انسان کی دماغیں ہیں، اس کے
اعمال ہیں۔ فرشتے بھی آسمان کی طرف چڑھتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بے شمار چیزیں
ہیں جو آسمان کی طرف چڑھتی ہیں۔ تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے علمِ عظیم کا ایک حصہ ہے کہ
وہ زمین میں داخل ہونے والی اور اس سے خارج ہونے والی، نیز آسمان سے نازل ہونے
والی اور آسمان کی طرف چڑھنے والی ہر چیز سے باخبر ہے۔ **وَهُوَ الْغَفُورُ**
الْعَلِيمُ وہ بڑا مہربان اور بخشنے والا ہے دنیا کی ساری چیزیں اس کی مہربانی اور رحمت
کا حصہ ہیں۔ انسان تو حقیقی مشناس میں جو اس کے انعامات کی قدر دانی نہیں کرتے۔
اللہ تعالیٰ اپنی بخشش و رحمت کی وجہ سے انسانوں کو بہت سامان عطا فرماتا ہے،
مگر نہ وہ خود شکر کرتے تو نہ بندے کا کمال ٹھکانا ہے؟

ارشاد ہوتا ہے **وَقَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّا نَبُغِ السَّاعَةَ**
کافر لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس قیامت نہیں آئیگی۔ مجھے کے شرک بھی کہتے تھے
کہ مدت اور عجز کی قسم کوئی قیامت نہیں آئیگی نہ کوئی جزائے عمل واقع ہوگا۔
چنانچہ جس طرح کافر اور شرک قیامت کا سختی کے ساتھ انکار کرتے تھے اسی طرح
جواب میں اللہ نے سخت دیا۔ **فَرَاغَ قُلُوبَهُمْ** **وَدَيْتَ لَأَنَّا نَبُغِ السَّاعَةَ**
نہیں غمخیز! آپ ان سے کہہ دیں کیوں نہیں، مجھے میرے رب کی قسم قیامت تمہارا
پاس ضرور آئے گی۔ تم کیسے انکار کرتے ہو، اللہ نے نہایت تاکید کے ساتھ فرمایا
ہے۔ آگے بھی اسی سورۃ میں آ رہا ہے کہ تم سمجھتے ہو کہ انسان مرکز مٹی میں مل جاتے
ہیں، ان کے اجسام ریزہ ریزہ ہو کر منتشر ہو جاتے ہیں تو یہ کیسے دوبارہ جی اٹھیں
گئے۔ اللہ نے فرمایا کہ تم قیامت کو بعید سمجھتے ہو حالانکہ بالکل قریب ہے۔

قرآن
مکرم

بالکل ممتاز ہو جانے اور پھر اس کے مطابق جزا یا سزا کا فیصلہ ہو۔ یہی جتنی اور صحیح فیصلہ ہو گا جو اللہ کی بارگاہ میں ہو گا۔ اور اسی کے مطابق پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

پھر اصل ایمان اور اعمال صالحہ کے سر تکمیل کی جزا کے متعلق فرمایا أُولَٰئِكَ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ قَدْ يَذُوقُ عَذَابُهُمْ کہ اُن کے لیے اللہ تعالیٰ کی بخشش اور ہر عزت روزی ہوگی۔ بخشش سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی غلطیوں اور کوتاہیوں کو معاف کر کے اپنی رحمت کے مقام میں داخل کر دے گا۔ جہاں نہیں ہر نعمت بغیر کسی محنت و مشقت کے حاصل ہوگی۔ دنیا میں تو روزی حاصل کرنے کے لیے بڑی تھک و دوکرنی پڑتی ہے مگر دُعا کی کسی کام کاج کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ بغیر کسی محنت کے ہر چیز دیا کرے گا۔ اہم سرخوشی نے اپنی کتاب المبسوط میں یہ روایت نقل کی ہے إِسْتَقُوا الزُّقْ قَدْ خَبَا يَا الْأَرْضُ اس دنیا میں زمین کے گرنے سے ندی تلاش کر دینی بیشک سفر اختیار کرنا پڑے، لیکن ہی محنت کی ضرورت نہ ہو بلکہ راستے سے روزی تلاش کرو۔ مگر آخرت میں اللہ تعالیٰ ہر مومن کو خواہش کے مطابق بغیر کسی مشقت کے ہر قسم کی نعمتیں عطا فرمائے گا۔ ہر عزت روزی سے یہی مراد ہے۔ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ جنت میں کسی چیز کی کمی بھی کسی واقعہ نہیں ہوگی۔ اس دنیا میں تو کئی چیزیں نایاب ہو جاتی ہیں اور بعض میں کمی واقع ہو جاتی ہے مگر دُعا ایسی کوئی وقت پیش نہیں آئے گی۔ دُعا ہر چیز بلا قیمت اور با افراط میسر ہوگی۔

فرمایا وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ جو لوگ گمشدہ کرتے ہیں ہماری آیتوں کے بارے میں کہ انہیں نیچا دکھا دیں یعنی قرآن کے پورے کلام کو نالام بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ فرمایا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ رتجبن کیسے ایسے لوگوں کے لیے عذاب ناک عذاب ہو گا۔ یہاں تو ایسے

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ
يُنَبِّئُكُمْ إِذَا مُزِقْتُمْ كُلٌّ مِّنْكُمْ مِّمَّزِقٍ ۚ إِنَّكُمْ لَفِي
خَلْقٍ جَدِيدٍ ۝۹۱ أَفَتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَمْ بِهِ
جِنَّةٌ بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ فِي
الْعَذَابِ وَالضَّلَالِ الْبَعِيدِ ۝۹۲ أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَى
مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ
السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِن نَّشَاءُ نَحْشِبْهُمْ
الْأَرْضَ أَوْ نُسْقِطُ عَلَيْهِمْ كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ
فَإِن فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّعِمْلِ عِبْدٍ مُّنِيبٍ ۝۹۳

ترجمہ: اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کا شہرہ
اختیار کیا، کیا ہم بتائیں تمہیں اب شخص جو تمہیں خبردار کرتا
ہے کہ جب تم پارہ پارہ کر دیے جاؤ گے پھر سے
طریقہ سے پارہ پارہ کیا جانا تو بے حکم تم نئے مخلوق
میں ہو گے ۝۹۱ اس نے افرارہ باندا ہے اللہ پر محبت
یا اس کو جنوں ہے۔ (فرمایا یہ بات نہیں) بلکہ وہ
لوگ جو ایمان نہیں لاتے آخرت پر، وہ عذاب میں
ہوں گے، اور گمراہی میں وہ پڑے ہوں گے ۝۹۲ کیا

دیر اندھن تو محض منہ، غناؤ اور تعصب کی بنا پر ہی ہو سکتا ہے۔ یہ ایسے بہ بخت لوگ تھے کہ کبھی آپ کو دیر اندھ کہتے، کبھی شاعر اور کبھی کذاب کہتے، کفار کا یہ سلوک صرف حضور علیہ السلام کے ساتھ ہی خاص نہیں تھا کہ لوگوں نے پہلے انبیاء علیہم السلام کو بھی ایسی ہی خطاب دیے۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو ذلیل اور کذاب کہا بعض جادوگر کہتے تھے اور بعض مسکراتے یعنی اس پر جادو کا اثر ہو چکا ہے۔ کہتے تھے اس کا کلام جادو کا اثر رکھتا ہے۔ بہر حال کافروں نے کہا کہ اس نے اللہ پر عبورث لیا ہے یا پھر یہ مجنون ہے۔

اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا کہ یہ کافر و مشرک لوگ اپنی بات میں پکے نہیں ہیں۔ یہ وقیع قیامت کا انکار کر رہے ہیں مگر بالآخر یہ پکڑے جائیں گے فرمایا بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ بَلَدَهُمْ وَلَكِنْ بَدَلُوا فَتْمَةً فِي الدُّنْيَا وَالْعَذَابُ الَّذِي يَكْفُرُ فِي الدُّنْيَا ایمان نہیں رکھتے فِي الْعَذَابِ وَالْعَذَابِ الَّذِي يَكْفُرُ فِي الدُّنْيَا وہ سزا کے مستحق ہیں اور وہ دوزخ کی گھڑی میں پڑے ہوئے ہیں۔ جب کوئی شخص دوزخ کی گھڑی میں جا پڑتا ہے تو پھر اس کا دوزخ راست پر آنا محال ہو جاتا ہے، وہ اسی کفر و شرک کی بنیاد کے ساتھ ہی دنیا سے جاتا ہے اور لانا سزا کا مستحق بنتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے أَفَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَىٰ مَا خَلَقُوا مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ کیا انہوں نے آسمان و زمین پر نہیں دیکھا کہ کچھ ان کے آگے ہے اور کچھ پیچھے ہے؟ کائنات میں خدا عزوجل کو اور پھر تبارک و تعالیٰ کی ان کی پیداکردہ ہے یا کسی لائت اور عزتی نے ان کو پیدا کیا ہے سورۃ العنکبوت میں ہے وَلَقَدْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَنْ فِيهِنَّ السَّمْسُ وَالْقَمَرُ لِيَقُولُنَّ اللَّهُ (آیت - ۶۱) ذرا کفار و مشرکین سے پوچھیں کہ آسمان و زمین کس نے پیدا کیے ہیں، اور سورج اور چاند کس نے بنائے؟ تو وہ جواب دیں گے کہ ہر چیز اللہ ہی نے پیدا کی ہے اور وہی ہر چیز کا متصرف ہے۔ جب ہر چیز کا خالق، مالک، اور رب اور متصرف صرف اللہ تعالیٰ ہے تو پھر یہ خیروں کو اس کے ساتھ کیوں شریک بناتے ہیں۔

توحید کے
دلائل

یہ تو یہی طاقت کی دہشت ہے، ہمارے دل کی منہ زبانی قہقہے ہیں جو تو زمین کے چھوٹے
پر ہیں جن میں سے وہ :۔ جہات تو متعلق ہیں میں اور میں اسلوب پیدا ہے ۔

پھر وہ جس سے کہ نہ اٹھائی دایمہ ابوجہ سے کہ انہی کا دھڑ دھڑ ہے۔ اس کی
جھلک کرادیں۔ جھٹکے اور نہ کہ اس کے گھبراہٹ ہے۔ اسی کی دوسری قوت
دیکھ کر اٹھتے ہیں۔ دوسرا دھڑکن کا ہے۔ دیکھ کر اٹھتے ہیں۔ ہر چیز کا ہونا ہے

انہی کے عین ہونے میں اس کی قوت نہیں۔ اس کے ہونے سے وہ تو قوت ہی ہے۔
وہ قوت ہی کہ انہی کو دیکھ کر ہی مائے ہیں۔ انہی میں۔ ہر چیز کی قوت ہی
ہی ہر چیز کی قوت ہی کہ انہی کو دیکھ کر ہی مائے ہیں۔ انہی میں۔ ہر چیز کی قوت ہی
ہی ہر چیز کی قوت ہی کہ انہی کو دیکھ کر ہی مائے ہیں۔ انہی میں۔ ہر چیز کی قوت ہی

نہیں مائے۔ انہی کو دیکھ کر ہی مائے ہیں۔ انہی میں۔ ہر چیز کی قوت ہی
ہی ہر چیز کی قوت ہی کہ انہی کو دیکھ کر ہی مائے ہیں۔ انہی میں۔ ہر چیز کی قوت ہی
ہی ہر چیز کی قوت ہی کہ انہی کو دیکھ کر ہی مائے ہیں۔ انہی میں۔ ہر چیز کی قوت ہی

نہیں مائے۔ انہی کو دیکھ کر ہی مائے ہیں۔ انہی میں۔ ہر چیز کی قوت ہی
ہی ہر چیز کی قوت ہی کہ انہی کو دیکھ کر ہی مائے ہیں۔ انہی میں۔ ہر چیز کی قوت ہی
ہی ہر چیز کی قوت ہی کہ انہی کو دیکھ کر ہی مائے ہیں۔ انہی میں۔ ہر چیز کی قوت ہی

نہیں مائے۔ انہی کو دیکھ کر ہی مائے ہیں۔ انہی میں۔ ہر چیز کی قوت ہی
ہی ہر چیز کی قوت ہی کہ انہی کو دیکھ کر ہی مائے ہیں۔ انہی میں۔ ہر چیز کی قوت ہی
ہی ہر چیز کی قوت ہی کہ انہی کو دیکھ کر ہی مائے ہیں۔ انہی میں۔ ہر چیز کی قوت ہی

نہیں مائے۔ انہی کو دیکھ کر ہی مائے ہیں۔ انہی میں۔ ہر چیز کی قوت ہی
ہی ہر چیز کی قوت ہی کہ انہی کو دیکھ کر ہی مائے ہیں۔ انہی میں۔ ہر چیز کی قوت ہی
ہی ہر چیز کی قوت ہی کہ انہی کو دیکھ کر ہی مائے ہیں۔ انہی میں۔ ہر چیز کی قوت ہی

میں سے
چلے

کو یہی سزا دی۔ قارئین کا واقعہ تو قرآن پاک میں موجود ہے کہ اللہ نے اس کو اس کے گھر اور غرائز سمیت زمین میں دھنسا دیا۔ سورۃ القصص میں موجود ہے فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِكَاۤبِ الْاَمْرِۤیْنِ (آیت - ۸۱) اس قسم کے واقعات اب بھی کہیں کہیں نظر آتے ہیں۔ ۱۹۲۳ء میں جاپان میں زبردست زلزلہ آیا تھا جس میں ڈیڑھ لاکھ آدمی زمین میں دھنس گئے تھے۔ ابھی سیرس سال پہلے بدھ کی بارہ ہزار کی پوری بستی زمین میں دھنس گئی تھی ۱۹۲۵ء میں کوئٹہ کا واقعہ بھی ایسا ہی تھا جس میں زمین میں بڑی بڑی دراڑیں پرگئی تھیں اور ہزاروں لوگ غرقِ اجل بن گئے تھے۔ تو اللہ نے فرمایا کہ اگر ہم چاہیں تو ایسے ناہنجاروں کو زمین میں دھنسا دیں۔

اَوْ خَسَفْنَا عَلَیْہُمْ کِسْفًا مِّنَ السَّجَّادِۃِ اِگر چاہیں تو ان پر آسمان کا کوئی ٹکڑا اگرا دیں۔ کچھ عرصہ پہلے امریکی کے کسی علاقہ میں شہاب گرنا تھا۔ جس میں سے آگ پھوٹی تھی۔ اس حادثہ میں چار پانچ سو آدمی ہلاک ہو گئے تھے۔ قوم لوط پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہوئی تھی اور ان کی پوری بستی بھی الٹ دی گئی۔ بہر حال اللہ تعالیٰ ان افرادِ قوم کو ایسی سزا دینے پر بھی قادر ہے۔

فَرَاۤیَا اِنْ فَتٰ ذٰلِکَ لَا یَبۡتَغِیْ عِبۡدَیَّ مِیۡنَیۡۃً بَیۡکَ
اس میں نشان ہے خدا کی طرف رجوع نہ کرنے والے ہر نبی کے لیے۔ جس شخص کے دل میں ایمان کی ذرا سی رقی بھی باقی ہے اور وہ خدا تعالیٰ کو ہی اپنا مرجع و مادی سمجھتا ہے وہ جان لے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق اور عظیم کل ہے۔ اس کے انبیاء اور کت میں برحق ہیں۔ وقوعِ قیامت برحق ہے۔ اور جنہوں نے عمل کی منزل آنے والی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ سزا دینے پر بھی فتادہ ہے ابلا شہر ایسے شخص کے لیے جگہ جگہ فتنات قدرت پھیلے ہوئے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر وہ ایمان کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کر سکتا ہے۔ البتہ جس شخص کے دل میں غرور و تکبر رہے اور جو کفر و شرک سے پاک نہیں اس کی بھر میں انت نہیں آئے گی اور وہ اسی طوع اور صیقل میں سرگرداں پھر رہے گا۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَتَّ فَضْلًا ۖ يٰٓجِبَالُ ۖ اِيْمًا اِيَّيْ
مَعَهُ وَالظُّفِيرَ ۚ وَآتَيْنَا لَهُ الْهَبْدَةَ ۙ ۝۴۲ اِنْ تَنْزِلْ
سُلَيْمٰتٍ وَقَفُّوْا فِى السَّيْرِ ۚ وَاعْمَلُوا صَالِحًا
اِيْنَّا بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَوْشَرٌ ۙ ۝۴۳

ترجمہ: اور ہم نے دھنیں دی ہیں سے داور و تھیلے کو
اپنی طرف سے بھی نصیب۔ اور ہم نے حکم دیا ہے
پہاڑ: "اے داور! اس کے ساتھ ہی گزرو کہ اس پہاڑ کو
یوں دھیرے سے گزر کر دیا اس کے لیے اور ہم نے فرم
کر دیا اس کے لیے عیسٰی کو ۝۴۲ اور ہم نے کہا
کہ چاروں کو مل جائے گا، اور انہوں نے گزریں
جسٹے میں، اور عمل کرو چلک چلک میں ہم کچھ
نہ کر رہے ہو، اور کہ چلکے والا ہو ۝۴۳

وہی گفت

وہی گفت: کہ میں نے اس سورہ میں جو نیا نیا فرمایا تھا، اس کی تکرار
میں تو یہ احادیث سے ملتی ہیں کہ کہ یہ کی حقانیت و صحت۔ میں نے تو یہ
حق، ارضی و دینی، جس کے لئے جب خدا تعالیٰ کو نصرت کرے گی اس سورہ کا یہ
خبر ہے۔

گفتہ: کہ میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ اگر کہنے کے بعد میں کہہ سکتا ہوں
اِنْ تَنْزِلْ ذُرِّيَّتُكَ اِيْحٰتِي ۙ فَبَيْنَ يَدَيْكَ كَرِيْمٌ ۙ ۝۴۴
میں نے تو یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر کہنے کے بعد میں کہہ سکتا ہوں

کافران ہے **وَأَيُّ ذُنُوبِكُمْ إِلَى اللَّهِ** رَبِّكُمْ وَأَسْمَأُكُمُ اللَّهُ (آیت ۵۴)
 اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو اور اس کی فرمانبرداری اختیار کرو۔ اس ضمن میں آج کے
 درس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف رجوع رکھنے والے اپنے دو بندوں حضرت داؤد
 اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا ذکر فرمایا ہے اور ان کو امانت الی اللہ رکھنے والے
 بندوں میں بطور نمونہ پیش کیا ہے۔ اللہ نے دونوں باپ بیٹا کو بڑی فضیلت
 عطا فرمائی یہ مثال حکومت دی، اس کے اوصاف ان میں کمال درجے کی اہمیت
 پائی جاتی تھی۔

داؤد علیہ السلام
 کے فضائل

ارشاد ہوتا ہے **وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا مَقْضَاتًا** اور اللہ
 تحقیق ہم نے داؤد علیہ السلام کو اپنی طرف سے بڑی فضیلت عطا فرمائی۔ آپ
 صاحب شریعت نبی ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کتاب نزبور بھی عطا فرمائی جیسا کہ
 سورۃ نبی اسرائیل میں فرمایا **وَأَتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا** (آیت ۵۵) فرمایا **يَا دَاوُدُ إِنَّا**
جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ مِنَّا (ص ۲۶) اے داؤد علیہ السلام! ہم نے آپ کو
 زمین میں خلافت عطا فرمائی تاکہ تم لوگوں کے درمیان عدل و انصاف سے کام لو۔
 ثروت بھلے خود بہت بڑی فضیلت ہے کہ انسان کے لیے اس سے بڑھ کر
 کوئی فضیلت نہیں۔ حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا ذکر سورۃ الانبیاء اور فصل
 میں آچکا ہے اور آگے سورۃ ص میں بھی آ رہا ہے جہاں اللہ نے ان کی فضیلت
 اور برتری کو بیان کیا ہے۔ رسول امیر خلیفہ ہونے کے باوجود آپ کمال درجے کے
 عبادت گزار بھی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کافر تھے **هَكَانَ أَعْبَدُ الْبَشَرَ**
 آپ اپنے لہو کے سب سے زیادہ عبادت گزار تھے۔

حضرت داؤد علیہ السلام انبیائے بنی اسرائیل میں سے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ
 والسلام کافران ہے کہ آپ ایک دن روزہ رکھتے تھے تو ایک دن افطار کھاتے تھے۔

و بہت ہی عداوت ہے جس کو خوب چھوٹے۔ ہمارے مسجد کے درگ گروہ
جو مجھ کو کبھی دینے نہ سکے اس ترسہ جڑی ہلکے سے عکس ڈال دیا ہم اکو سہ
میں کھانکے چلے گئے۔

ڈال دیا ہم
کوڑیوں کا

مستوت ڈال دیا ہم کوڑیوں کا۔ ام رطل کی گئی تھی میں نے یہ کر مہر خانی
کی بھڑکنا ہے۔ آپ اس کا کہ قسمت: آیت غرضی ہمارے کہہ سکتی کہ
آپ کی آواز میں گریز نہ ہے ہی آپ کے ساتھ قسمت میں شریک ہے
مستوت میرے ہر ذرہ ہمارے کہ اندر ہا کہ ہے کہ قسمت ڈال دیا ہم کوڑیوں کا
کی ملکوت کا ہی نہ نہ خالی غرضی خدا کو آپ اپنے خاتم کر اہل سے گھر ڈال دیا
کو مگر چہ نہ جب تک گھر ڈال دیا ہی آپ کے ذریعہ ملکوت شکل
کر پینے آپ کی طرح قسمت آیت غرضی ہمارے کہہ سکتی کہ
یہ کہ قرائن پاک کی قسمت غرضی ہے۔ ہمیں ہر ذریعہ ہمارے کہہ سکتی کہ
فرقہ آقا، فرقہ جنت، فرقہ ملک، فرقہ جنت، فرقہ جنت، فرقہ جنت
ہیں رطل کی گھر ڈال دیا ہے۔ میرا یہ پابستہ کہ تیری حالت کو غرضی
فرقہ ہمالیہ خواتین کی بہت ہی ملکوت ہے ہمارے ہر ذریعہ ہمارے کہہ سکتی کہ
ہمیں ہر ذریعہ ہمارے کہہ سکتی کہ فرقہ آقا، فرقہ جنت، فرقہ جنت، فرقہ جنت
مستوت میں ڈال دیا ہے۔ ہمارے کہہ سکتی کہ فرقہ آقا، فرقہ جنت، فرقہ جنت، فرقہ جنت
فرقہ آقا، فرقہ جنت، فرقہ جنت، فرقہ جنت، فرقہ جنت، فرقہ جنت
خاکہ نامہ ہمارے کہہ سکتی کہ فرقہ آقا، فرقہ جنت، فرقہ جنت، فرقہ جنت
کہہ سکتی کہ فرقہ آقا، فرقہ جنت، فرقہ جنت، فرقہ جنت، فرقہ جنت، فرقہ جنت
مستوت کے۔ یہ وہی ملکوت ہے ہمارے کہہ سکتی کہ فرقہ آقا، فرقہ جنت، فرقہ جنت، فرقہ جنت

نہ
نہ ہمارے کہہ سکتی کہ فرقہ آقا، فرقہ جنت، فرقہ جنت، فرقہ جنت

بہر حال جب حضرت داؤد علیہ السلام اپنی بیٹی کو چھوڑ کر آواز میں تلاوت فرماتے، تو
 اور گروہ کے پاٹھانچہ و مجر اور پندہ کے بھی آپ کے ہمنوا ہو جاتے، یہ کوئی مبالغہ
 کی بات نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے پاٹھانچہ کو بھی آپ کے تابع کروا دیا تھا، اور
 خرق عادت کے طور پر ان سے بھی ویسی ہی آواز نکلتی تھی، جیسے آپ تلاوت
 فرماتے تھے۔ سورۃ نمل میں ہے — عَلَّمْنَا مَسْلُوقَ الْعَلِيِّ (آیت ۱۶)
 اللہ نے دونوں باپ بیٹے کو یہ نمل کی بولیاں بھی سکھا دی تھیں۔ اور آپ کے
 تابع بھی کر دیے تھے۔ وہ بھی آپ کی آواز کے ساتھ آواز دینے پر مجبور ہو جاتے تھے۔
 اگر اللہ تعالیٰ عادت کے خلاف کسی چیز کو پیغمبر کے تابع کر دے یا کوئی دیگر خرق عادت
 واقعہ نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہو تو یہ مجوزہ کہلاتا ہے اور یہی چیز اگر ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہو تو کرامت
 کہلاتی ہے۔ مجوزہ اور کرامت انسان کا اپنا فعل نہیں ہر ناجائز اللہ کا فعل ہوتا ہے جسے
 جب چاہے اور جہاں چاہے ظاہر کر دیتا ہے۔ ارشاد باری ہے وَمَا كَانَ
لِنَسْئُلَ الْآيَاتِ بِأَمْرٍ إِلَّا يَأْتِيهِ بِالْبَاطِلِ (النور - ۸) کسی نبی اور رسول کے
 لائق نہیں ہے کہ وہ اذن الہی کے بغیر کوئی نشانی پیش کر سکے۔ ہاں اگر ایسی ہی کوئی
 خرق عادت چیز کا اثر شرک یا افران کے ہاتھ پر ظاہر ہو تو وہ استغاثہ کہلاتا ہے
 یعنی سائلے شخص کو بغاوت کی ہمت ملتی رہتی ہے۔ پھر جب وہ ہمت پوری ہو جاتی
 ہے تو اللہ تعالیٰ کی گرفت آجاتی ہے۔ قرب قیامت کے واقعات میں دجال کا
 ذکر بھی آتا ہے جو خدائی دعویٰ کرے گا اور اُس کے ہاتھ پر بڑے بڑے عجیب و
 غریب واقعات پیش آئیں گے جنہیں دیکھ کر لوگ ڈرک رہ جائیں گے اور اس کا
 طعن وہ اکثریت کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو گا، مگر یہ سب استغاثہ ہو گا۔
 جو مقصود وقت پر ختم ہو جائے گا۔

مجوزہ اور
کرامت

ہاٹھانچہ
پندہ اور
کی ہمنوائی

حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش الحانی کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس مقام پر ہے کہ
 اللہ تعالیٰ نے پاٹھانچہ کو حکم دیا يُحْيِي بَالِ أَوَّلِ مَعْمَ وَالْعَلِيَّ لے پاٹھ
 حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز کے ساتھ اپنی آواز کو لڑا یعنی اُن کے ساتھ صدا ملنے

[illegible]

تجربہ

[illegible]

نے کپڑے سے لے کر آواز کیا۔ اس قوی زمانہ میں موجودہ قدر تو ایسی دیکھ کر ہلکا ہے جب کہ پہلی صدی کو لوہے کا دور (IRON AGE) کہا جاتا تھا۔ اس زمانے میں لوہے سے بڑا کام بنایا اور بڑی مشینری تیار کی گئی جس کے ذریعے دنیا میں صنعتی انقلاب آیا اور آلات حرب و ضرب میں بھی بہت زیادہ ترقی ہوئی۔ آج چھوٹی سے چھوٹی چیز سے لے کر دیڑھ لکھ سٹین، ٹینک، ہوائی جہاز، بحری جہاز اور دیل گاڑیاں سب کچھ بن گئی ہیں۔

روا ایک سخت وصات ہے جسے تیراگ میں ہی نرم کیا جاسکتا ہے۔ مگر اللہ نے اس کو حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے یہ عجزانہ طور پر نرم کر دیا تھا۔ مغربین کا کلام فرماتا ہے کہ آپ کے لئے لوہے آئے یا نرم کی مانند تھا جس کو بغیر گرمی کے جس طرف چاہتے تھے بڑھ کر اس سے اشیاء بنا لیتے۔ لوہے سے کام لینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا اِنْ اَحْمَلَ ثِقَلًا فَاَنْقِضْ اَنْفَکَ اِس سے نہیں بنائیں۔ وہی لوہے کی ٹیغ جو زورانی جنگ میں بچاؤ کے لیے پس لی جاتی ہے۔ یہ چیز لوہے کی چھوٹی سوئی کڑیوں کو ٹکا کر تیار کی جاتی ہے، اس بعد نہانے میں درہ انسانی جسم کی حفاظت کا ایک موثر ذریعہ تھی۔ اب زمانہ ترقی کر گیا اور جی ہتھیار کے طور پر۔ بڑے بڑے ٹینک اور بکتر بند گاڑیاں ایجاد ہو چکی ہیں۔ ہر حال اللہ نے آپ کو تدبیر بنانے کا حکم دیا۔

اللہ مہربان ہے نے اپنی تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام غلیظہ اثر تھے۔ آپ ہمیں بدل کر عام خیریں میں گسل مل جاتے اور پھر ان سے پرہیز کرتے کہ تمہارا خلیفہ کیا ہے۔ اکثر لوگ آپ کی تعریف کرتے کہ بڑا نیک اور عادل مگر ان سے ایک موقع پر اسی طرح آپ نے کسی شخص سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ ہمارا خلیفہ تو بڑا اچھا ہے، صرف ایک ہی نقص ہے کہ وہ

اسی طرح ناصر الدین تشن ہارت سے برہم کی سلطنت کے اکٹھے ہو گئے۔ مگر اپنے
 ہمت کی کائی سے گزرا، مات کرتے تھے بعض دوستوں حضرات بھی کوشش
 کرتے تھے کہ بیت المال پر بوجھ نہ ڈالیں۔ اگر ایسا ہو جائے تو افضل ہے اور نہ
 بیت المال سے حسب ضرورت لے لینا جائز ہے۔

پیشوری

ایک دورہ ملہ چنے دہی کا سہ اشرفی نے ایسا نظام قائم کر رکھا ہے۔
 کہ ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لیے مختلف لوگ مختلف پیمائے اختیار کرتے
 ہیں۔ کوئی لہجے کا کار کرتا ہے تو کوئی ٹھیکری کا، کوئی برتن بناتا ہے تو کوئی کپڑا
 بناتا ہے، کوئی رنگ ساز ہے تو کوئی جوتائی کرتا ہے، ہاتھ سے کوئی بھی
 جائز کام کیا جائے، محبوب نہیں ہے، ہمارے ہاں ہندوؤں کی طرف سے آنے
 والی ذات پات نے بعض پیشوں کو حقیر بنا دیا ہے جو کہ غلط ہے۔ کام کوئی بھی کرنا
 ہوا انسان کا اخلاق اچھا کر دے اچھا ہونا چاہیے، دین دہرو، بڑائی سے بچنے والا اور
 نیکی کرنے والا ہو۔ ہر جائز پیشہ باعثِ نفع ہے۔ خود حضور علیہ السلام نے تجارت بھی کی
 ہے اور بکریاں بھی چرائی ہیں۔ حدیث ذکر کرنا علیہ السلام بڑی کام کرتے تھے اور میں
 علیہ السلام مشین ادا کوئی بناتے تھے، الغرض! محض پیسے کی بنا پر کسی کو حقیر نہیں کہنا
 چاہیے اور نہ ہی کوئی پیشے کی بنا پر زیادہ باعزت ہو سکتا ہے، بلکہ عزت کا اصل معیار
 تقویٰ ہے۔

اشرفی
پہندی

اشرفی نے فرمایا کہ لہجے سے نہ ہیں بناؤ وقت ذریعہ الشرف لہجوں
 کے جوڑنے میں اندازہ نہ تو۔ زہ سازی میں کڑیوں کی موٹائی اور لمبائی کو پیش نظر
 رکھنا چاہیے اور ان کو جوڑنے کے وقت مناسب کو پیش نظر رکھنا ضروری ہو سکتا ہے،
 اسی لئے فرمایا کہ اس کام پر اندازے کے مطابق ٹھیک ٹھیک انجام دو۔ مولا نا
 اشرف علی تھانی ذرا لے ہیں کہ کسی بھی کام کے کرنے میں وقت کا انحصار بھی

(لیاض)

لے بیان القرآن ص ۱۰

پڑھ رہا ہے۔ ہر کام کی نوعیت کے پیش نظر اس کے لیے وقفہ مقرر کرنا چاہیے
 کسی ایک کام پر اتنے سے زیادہ وقت لگنے کی صورت میں چنانہ کام چھوڑ
 کر دینا چاہیے۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ انہی کاموں پر وقت کا عبثا نہ لکھیں۔ بلکہ اس کے لیے
 ضرورت کے حالات کے لیے وقت مقرر کیا جائے، آخر وقت کی طواری نہ کہے۔
 فراہم کر کام کو نہ سے لے سکیں کہ وہ وقت مقرر کیا گیا ہے اس لیے کام کر رہے۔
 بسے: معاملے میں بظاہر کہ یہ مطالبہ اگر یہ ضرورت لازم ہے جس طرح کہ یہ
 ہے مگر یہ وہی نوع امرانی کے لیے ہی کہیں کہ ان کا راستہ اختیار کر کے اور برائے
 ان کے حوالہ۔ قرآن کریم پڑھا مفسر ان کی نسبت تو یہ کہ وہ سے ہر کام کو کچھ
 نہ ہو۔ میں جانتا ہوں کہ ان کو ان کاموں میں کسی کو نہیں دے سکتا۔ یہ سب تو یہ ہے جو
 میں تمہیں کے ساتھ ہیں یہ تمہیں ملے گا۔

وَلَسْلِمَنَّ الرِّيحَ عُدُوَّهَا شَهْرٌ وَقَدَّاحَهَا شَهْرٌ
وَأَسَلْنَا لَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ وَمِنَ الْجِنِّ مَن يَعْمَلُ
بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَمَن يَزِغْ مِنْهُمْ
عَن أَمْرِنَا نَذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ ۝۱۲
يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَّحَارِبَ وَتَمَاثِيلَ
وَجَفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُورٍ رَّسِيدَاتٍ ۝۱۳
إِنَّ دَاوُدَ شَكَرًا وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّاكِرِينَ ۝۱۴

ترجمہ :- اور مہمان علیہ السلام کے لیے دہم نے مفر کر
دیا (ہوا کو۔ اس کا پہلا پہر ایک ماہ کی مسافت طے کرنا اور
پچھلا پہر بھی ایک ماہ کی۔ اور بچا دیا ہم نے اُس کے لیے
آجے کا چشمہ۔ اور وہ جات میں سے تھے جو محنت
کرتے تھے اُس کے سامنے اُس کے رب کے حکم
سے۔ اور جو کوئی اُن میں سے کئی (سرکشی) اختیار کرتا تھا۔
ہمارے حکم کے سامنے، ہم بکھاتے تھے اُس کو آگ کا
عذاب ۝۱۲ وہ (جہات) کام کرتے تھے اس کے لیے
جو وہ چاہتا تھا، یعنی تلے، بجھے، عرض غا پوے اور
جی ہونی دیتیں۔ (ارشاد ہوا) کام کرو لیے آگِ دلور۔ شکر گزاری
کے لیے۔ اور بہت تھوڑے ہیں میرے بندوں میں سے

مفسرین کرام بیان کرتے ہیں کہ دنیا میں چار شخصیتوں کو تقریباً پوری دنیا پر غلبہ حاصل رہا ہے۔ ان میں سے دو ہستیوں اہل ایمان میں سے ہیں یعنی سکندر ذوالقمرین اور سلیمان علیہ السلام اور دو کافروں میں سے ہیں۔ ایک اہل کابادشاہ بخت نصر اور دوسرا آشوریوں کا بادشاہ وودان میں سے۔ سلیمان علیہ السلام کی حکومت سب سے ممتاز تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چاروں ممالک کی حکومت عطا فرمائی تھی اُن کا تصور اس قدر آج کے دور میں آ رہا ہے۔

ہر ایک تغیر

اشارہ یہ ہے کہ اَلْحَکِیْمُ مِنَ الرَّبِّ جِہم نے سلیمان علیہ السلام کے لیے جلا کو مندر کر دیا تھا۔ ہوا ایک ایسی ضروری چیز ہے جس پر ہر جاندار بلکہ نباتات کی زندگی کا انحصار بھی ہے۔ یونانی لغت میں ہوا کو بیضا مانا جاتا تھا لیکن بعد کی تحقیق کے مطابق ہوا مرکب ہے، اس میں آکسیجن، نائٹروجن اور کاربائیڈ و آکسیجن ملی ہوئی ہیں۔ ہوا کا سب سے ضروری عنصر آکسیجن ہے جو ہر جاندار کے ساتھ ہر جاندار کے اندر جاتا ہے اس کے ذریعے جاندار کا خون صاف ہوتا رہتا ہے۔ درخت پرن کے وقت پتوں کے ذریعے آکسیجن گھسیٹنے سے ہے یہی اس وقت کہ کدو کی ڈالی اکائی جیسی نہ رہتی گیس باہر نکلتی ہیں۔ آکسیجن ہوا کا لطیف ترین حصہ ہے جس پر زندگی کا انحصار ہے۔ اگر پانچ منٹ کے لیے بھی سانس رُک جائے تو کوئی جاندار زندہ نہیں رہ سکتا۔ چونکہ یہ اس قدر ضروری چیز ہے، اس لیے اللہ نے طے بالکل فری دیا کیا ہے، ہوا پر کسی طاقت کی اجازت داری نہیں اور یہ ہر ایک کو بلا محنت اور بلا قیمت میسر ہے، ہوا کے بعد دوسری ضروری چیز پانی ہے، یہ بھی مندری ہونا چاہیئے اور ہر حکومت کو بلا ٹیکس پانی کی بہم رسانی کا انتظام کرنا چاہیئے۔ آسمان کے بعد خوراک کا فیہر آتا ہے جو انسان محنت کر کے حاصل کرتے ہیں۔

بہر حال اللہ تعالیٰ نے ہوا کو سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا۔ آپ

جہاں کی بنیاد تو خدا تعالیٰ نے اپنی پرکھی ہے کہ کرم ارض کے ارد گرد پانی احاطہ کئے ہوئے ہے مگر زندگی کی بنیاد اللہ نے ہوا پر رکھی ہے انسانی زندگی کی یہ بنیاد بڑی کمزور ہے متورثی دیر کے لیے سانس رک جائے کر زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ سانس دان کہتے ہیں کہ کرم ارض کے ارد گرد پانی سوسل کم ہوا محیط ہے۔ اگر ہوا کا یہ احاطہ نہ ہو تو ارض سے آنے والے کرڈرول شہاب زمین پر گہ کر لے تباہ و برباد کر دیں اور انسانی زندگی کا خاتمہ ہو جائے۔ یہ ہوا کا احاطہ ہے جو شہاب کے زمین تک پہنچنے میں رکاوٹ ہے، کوئی پندرہ بیس سال پہلے کی بات ہے کہ ایک شہاب امریکہ کے کسی علاقے پر گرا تھا جس سے مکانات کو آگ لگ گئی اور سینکڑوں جانیں تلف ہو گئیں تھیں۔

فرمایا ایک ترجمہ نے ہوا کو سیماں علیہ السلام کے لیے مسخر کر دیا اور دوسری چیز کو کہ وَأَسْلَمْنَا لَمَّا سَمِعْنَا الْقَوْلَ ہم نے آپ کے لیے تانبے کا چٹھہ بنا دیا تانبہ ایک مفید اور قیمتی دھات ہے، ابھی کچھ عرصہ پہلے تک اس کے بڑے بڑے برتن بنائے جاتے تھے۔ یہ دھات بجلی کی تاروں میں خاص طور پر استعمال ہوتی ہے کیونکہ یہ بجلی کی منتقلی میں بہترین ثابت ہوئی ہے۔ جس طرح اللہ نے داؤد علیہ السلام کے لیے لوسے کو نرم کر دیا تھا اور آپ بغیر تانبے اس سے زنجیریں بناتے تھے، اسی طرح سلیمان علیہ السلام کے لیے اللہ نے تانبے کے چٹھے جلدی کر دیے تھے۔ وہاں سے آئندہ نکال کر آپ ظروف بناتے تھے۔ اب بھی صنعتِ مہرمت میں تانبے کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

ہوا اور تانبے کی تسخیر کے علاوہ اللہ نے فرمایا وَمِنْ الْجِبْنَ اور مہرمت جہات کو بھی سیماں علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا مَنْ يَكْمُلْ مَبْنً وَيَدِيدُ یا ذُنْ رِبْتُمْ یہ جہات اپنے پر و کار کے حکم سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے کام کرتے تھے۔ جہات سے مراد وہی غیر مرئی مخلوق ہے جو سالوں کی طرح مکلف ہے مگر درجے میں ان سے کم ہے۔ جہات کی مختلف شکلیں

تانبے کا
چٹھہ

جہات کی
تسخیر

محرابوں کی
تعمیر

اکلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے بعض کاموں کا ذکر فرمایا ہے جو جنات سلیمان علیہ السلام کے حکم پر انجام دیتے تھے۔ ارشاد ہوتا ہے يَعْمَلُونَ لَكَ مَا يُغْنِيكَ مِنْ مَتَاعٍ۔
تختدار بیت جنات سلیمان علیہ السلام کے لیے ان کی حسبِ مَناسبت کام کرتے تھے۔
ان میں سے ایک کام قلعوں کی تعمیر تھا۔ محاریب محراب کی جمع ہے۔ ہمارے ہاں
قرعرب مسجد کے اس حصے کو کہا جاتا ہے اجمال پر امام کھڑا ہوتا ہے، مگر یہ اس لفظ
کا صحیح مفہوم نہیں ہے کیونکہ ابتدائے اسلام میں تو مسجدوں کے محراب نہیں ہوا کرتے
تھے۔ یہ پہلی صدی کے آخر میں بننے شروع ہوئے۔ محراب خلفاء کی مخالفت کے
بیلے بنانے شروع ہوئے تاکہ مساز کے دوزخ کوئی جگہ نہ ہو بلکہ یہ رونق عام
ہو چکا ہے۔ اس کا ایک خلدہ قرار ہے کہ امام کسی مدینہ کو پہنچتا ہے جہاں ہے۔ اور
دوسرا یہ کہ مسجد میں ایک صف کی سز پر گنبد نشیمن آتی ہے۔ تو ہم فقہانے احناف کہتے
ہیں کہ امام کو محراب کے بالکل اندر نہیں کھڑا ہونا چاہیئے کہ وہ مقتدیوں کو نظر میں آئے
بلکہ قنوت اسباب پر کھڑا ہونا چاہیئے۔ ویسے محراب کا امام لغوی معنی عمدہ قسم کا
گھر ہے جس کا اطلاق عبادت خانے پر بھی ہوتا ہے۔ تاہم اس مقام پر محاریب
سے مراد عمدہ قسم کے قلعے اور مکانات ہیں جو جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کے
حکم پر تعمیر کرتے تھے، اور جن میں شروع و سفید نفیس قسم کے پتھر لگانے جاتے تھے
اس کی ایک مثال سورۃ النمل میں بھی گزر چکی ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے حکم پر جنات
نے پانی کے حوض پر شیشے کا خوبصورت فرش لگا دیا تھا۔ بلکہ سائے سجھا کر یہ
پانی ہے حالانکہ وہ شیشے کا نفیس فرش تھا جس کے نیچے پانی تھا۔

قدیم مجسمہ
سازی

فرمایا ایک تر جبات محراب بناتے تھے اور دوسرا دنگ حارثی کہ وہ مجسمے
(STATUES) بھی بناتے تھے۔ مفسرین کلام فرماتے ہیں کہ پہلے ادیان میں
مجسمہ سازی ممنوع نہیں تھی مگر ہمارے دین میں کسی مجسمہ، پتھر یا وصات کا مجسمہ بنانا
یا اقد سے تصویر بنانا یا کسی سے فرشتہ لینا سب حرام ہے۔ قدیم زمانے میں کسی
نیک آدمی کی شکل پر کوئی بت تراش دیتے تھے، اس کی عظیم کرتے تھے اور اس

الْمَصْبُورُونَ تصویر کشی کرنے والوں کو سخت سزا دیے گی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ میں تصویر کشی کا کام کرتا ہوں۔ آپ نے اس شخص کو قریب بلا کر فرمایا کہ تمہیں علم ہے کہ تصویر کشی حرام ہے۔ حضورؐ نے جاندار جیروں کی تصویر بنانے سے منع فرمایا ہے، وہ شخص نے لگا کر یہ تصویر اپنی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ افسوس اگر تم نے یہی پیشہ اختیار کرنا ہے تو کم از کم جانداروں کی تصویریں گور نہ بناؤ، بہر حال تمہیں کا لفظ صریح نہیں ہے۔ اس میں جاندار بھی کہے ہیں اور غیر جاندار پر بھی اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اگر قدیم زمانے میں لوگ جانداروں کے مجسمے بناتے تھے تو یہ ان کی شریعت میں تو مباح ہو سکتا ہے۔ ہماری شریعت میں قطعی حرام ہے۔

تیسری چیز جس کا اللہ نے بیان ذکر کیا ہے کہ یہ بیان علیہ السلام کے حکم پر جنابت بناتے تھے، وہ ہے وہ چھٹان کا لٹو ایک حوضوں کی مانند بڑے پیالے تھے۔ چونکہ یہ بیان کے ساتھ بہت بڑا لٹو ہوتا تھا، اس لیے وہ لشکر کو کھانا اپنی حوض نمایالوں میں کھلاتے تھے۔ اس کے علاوہ وَفْدُؤُہٗ تَرْسِیذِہٖ ایک جگر پر جمی پہنے والی بڑی بڑی ہڈیاں بھی بناتے تھے۔ ظاہر ہے کہ انھری کی کثرت کے پیش نظر ان کے لیے ذکر کھانے کی ضرورت پیش آتی تھی جسے بڑی بڑی دیگھوں میں پکایا جاتا تھا اور حوض نمایالوں میں ڈال کر کھایا جاتا تھا۔ یہ کام بھی جنابت کے سپرد تھا کہ وہ اتنی بڑی بڑی تاجے وغیرہ کی دیگھیں تیار کریں۔ جن میں بڑی مقدار میں کھانا تیار کیا جاسکے۔ یہ اتنی بڑی بڑی دیگھیں ہوتی تھیں، جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں ہو سکتی تھیں بلکہ جہاں ایک دفعہ رکھ دی گئیں وہیں پڑی رہتی تھیں اور وہیں ان میں کھانا تیار کر لیا جاتا تھا۔ اس کی بعض مثالیں آج بھی ملتی ہیں مثلاً آجیر شریف میں ایک بہت بڑی دیگھ ہے جو سون کی دیگھ کے نام سے مشہور ہے۔ ایک دوسری دیگھ بھی ہے

حوض نمایال
اور دیگھیں

کاشکے ادا کرنا ہوں تو میری توفیق کے بغیر ممکن نہیں ہوتا اور یہ مجھ پر ایک بڑی
انعام ہوتا ہے۔ اللہ نے خوش ہو کر فرمایا کہ اے داؤد! جب تم کچھ گئے کہ ساری
نعمت میری جانب سے ہے تو تم نے شکر کا حق ادا کر دیا ایک حدیث میں یہ الفاظ
بھی آتے ہیں کہ آل داؤد کی مانند وہ شخص ہوگا جو خوشی اور غصے میں حد نہ کرے رکھے گا،
دولت منیٰ اور دنیا ہی میں میانہ روی کو اختیار کرے گا، اور جس کے دل میں پریشانی
اور ظاہر ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی خشیت ہوگی۔ ان تین خصوصیات کا حامل شخص آل
داؤد کی طرح شکر گزاروں میں شامل ہوگا۔

مگر اللہ نے ساتھ یہ بھی فرمایا وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّاكِرُونَ
میرے شکر گزار بندے بہت محدود ہیں۔ اکثر لوگ میری نعمتیں تو استعمال کرتے
ہیں مگر نہ زبان سے شکر ادا کرتے ہیں اور نہ اعضاء و جوارح یعنی ہاتھ پاؤں اور قلب
سے جب آدمی ان تین اعضاء کے ساتھ اللہ کی عبادت کرتا ہے تو گویا وہ اس کا
شکر ادا کرتا ہے۔ اسی طرح جب زبان سے اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہے تو اللہ کا شکر
ادا کرتا ہے۔ جب دل میں خشیت الہی آجائے تو یہ قلب کا شکر ہوتا ہے۔ ایک
حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ایک شخص دعا کی کہ اتنا
پروردگار! مجھے قلیل لوگوں میں سے بنائے رَبِّ اجْعَلْنِي مِّنَ الْقَلِيلِ
حضرت عمرؓ نے پرچہ اتم کسی دعا مانگی ہو کہ کثرت سے قلت میں آنا پسند کرتے ہو؟
کہنے لگا کہ اللہ کا فرماں ہے کہ میرے شکر گزار بندے بہت محدود ہیں اور میں
قلت میں شامل ہونا اس لیے پسند کرتا ہوں کہ اللہ کے شکر گزار بندوں میں سے
ہو جاؤں۔ حضرت عمرؓ کہنے لگے کہ عمرؓ کے زمانے لوگ ہی زبان کچھ رکھتے ہیں اور
بہ حقیقت بندے کہ لوگوں کی اکثریت ناشکر گزار ہی ہے۔

سر آبی کہتے تو ان پر آگ کے کوڑے برسے تھے۔

بیت المقدس
کی تعمیر

گزشتہ دس میں جنات کے ذریعے بڑے بڑے قلعوں اور دیگر عمارت کی تعمیر کا ذکر آیا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر بھی جنات کے سپرد کر رکھی تھی۔ وہ دور دور سے بڑے بڑے پتھر لٹا کر لاتے اور پھر انہیں تہ اش تراش کر عمارت میں لگاتے۔ اس عمارت کا نقشہ بھی بہت خوبصورت تھا۔ اس پر طویل بھی بہت نفیس لگایا گیا۔ بیت المقدس کی تعمیر کا آغاز تو حضرت داؤد علیہ السلام نے کیا تھا مگر وہ آخری وقت میں بقیہ کام حضرت سلیمان علیہ السلام کے سپرد کر کے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ آپ نے یہ کام اپنی خلافت کے چوتھے سال میں جنات کے ذریعے شروع کیا، اور بعض روایات کے مطابق پنے دور خلافت میں اسے مکمل کر لیا۔ تاہم بعض کہتے ہیں کہ عمارت کا کام تو آپ کی زندگی میں ہی مکمل ہو گیا تھا البتہ اس کی آخری زیب و زینت باقی تھی۔ بعض کا خیال ہے کہ اسی سال مہر کاہنم باقی تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا آخری وقت آگیا۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ تعمیر کا قصہ اس کاہنم باقی تھا کہ آپ نے سقوط پتھر پر کھڑے ہو کر بارگاہ رب العزت میں دعا کی کہ میری عمر کو نے مجھے جو نعمت عطا فرمائی ہے اور جو فضیلت بخشی ہے مجھے اس کا کھیرہ ادا کرنے کی بھی توفیق عطا فرما۔ آپ نے بیت المقدس کے ہر حصے میں یہ دعا بھی کی کہ پورا دھارہ جو شخص تیرے اس عمارت خانے میں داخل ہو،

اس کو یہ پانچ چیزیں عطا فرما۔ یعنی

(۱) اگر اس مسجد میں کوئی گنہگار داخل ہو تو اسے توبہ کی توفیق عطا فرما کیونکہ مومن کے مقامات عالیہ میں سے پلا مقام توبہ ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے
اَلَّذِي يَتُوبُ الْعِلْمُ وَاللَّيْمَةُ وَالْغَنَاءُ (التوبہ - ۱۱۲) اللہ کے جیسے بندہ

دیکھ سکتے تھے کہ آپ عبادت میں مصروف نہ ہیں، لہذا وہ اپنا کام کرتے رہے
 سلیمان علیہ السلام اپنی لامٹی کے سلسلے کھڑے ہو کر باقیہ عبادت کرتے رہے
 تھے کہ اسی حالت میں آپ کی مدد قرض غفری سے پہنچ گئی۔ موت ہر ذی روح
 کے لیے لازمی ہے کُلُّ نَفْسٍ کَاٰلِقَةِ السَّوْءِ (الانبیاء - ۲۵) اس
 سے پیغمبر بھی مستثنیٰ نہیں ہیں، لہذا سلیمان علیہ السلام بھی اپنے خالق حقیقی سے جا
 ملے۔ یاد رہے کہ خوبوں کا یہ خاصہ ہے کہ ان کو وفات سے پہلے اطلاع دے
 دیا جاتا ہے اور دریافت کیا جاتا ہے کہ آپ کا کیا ارادہ ہے۔ اس کے بعد
 جب ان کی طرف سے "ہاں" ہو جاتی ہے تو جان قبض کر لی جاتی ہے۔

سلیمان علیہ السلام شیثے کے کمرے میں بند ٹیک لگائے کھڑے تھے یا بیٹھ
 تھے۔ جنات کام کر رہے تھے اور آپ کو دیکھ رہے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ
 آپ مصروف عبادت میں مگر اندر جانے کی کوئی جرأت نہیں کر سکتا۔ سلیمان علیہ السلام
 اسی حالت میں اللہ کو یاد دے ہو چکے تھے مگر جنات انہیں زندہ سمجھتے ہوئے
 اپنے کام میں مصروف تھے۔ درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انتظام پر راجح
 تھا کہ جنات کام نہ چھوڑ بیٹھیں لہذا انہیں سلیمان علیہ السلام کے کمرے میں نہیں چلا
 دیا۔ اس کی مثال عزیر علیہ السلام کے واقعہ میں بھی ملتی ہے۔ اللہ نے ان پر سو سال
 تک کے لیے موت طاری کر دی۔ آپ کا گدھا تو فنا ہو گیا اور اس کی ہڈیاں بھی
 بکھر گئیں مگر آپ کا گدھا بالکل تندرست تازہ رہا اسبابِ کرم کا واقعہ بھی ایسا ہی ہے۔
 وہ قین سو سال تک غار میں پڑے رہے مگر اللہ نے کسی کو وہاں جانے نہیں دیا جب
 خود اللہ نے بیدار کیا تو حقیقت حال واضح ہوئی۔

جنات کی
 وفات کا حکم

جنات اسی حالت میں کام کرتے رہے حتیٰ کہ ایک سال کا عرصہ گزر گیا اور
 اودھ بیت المقدس کی تعمیر کا کام بھی مکمل ہو گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام

افلاطون کی دوسری کئی غلط چیزیں بھی مشہور ہو گئیں جنہیں لوگ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیتے تھے۔ مثلاً سورۃ البقرہ میں جو جوسبت کہ سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں بنی اسرائیل نے اللہ کی کتاب تواریت کو قرآن پر پشت ڈال دیا، اور اس کے بجائے جنات کے بلٹے ہوئے جانور پر چل سکے اور کفریہ اور شرکیہ باتوں پر اثر ہو گئے۔ ستم بالاسے ستم یہ ہوا کہ انہوں نے ان غلط چیزوں کو شیاطین کا کام قرار دینے کی بجائے انہیں سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب کرنا شروع کر دیا۔ اسی سبب اللہ نے وہاں وضاحت فرمائی وَمَا كَفَرْنَا شَيْئًا مِنْهُ وَلَئِنْ الشَّيْطَانُ كَفَرْنَا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ الْبَاقِرَ ۱۰۲۰ کہ یہ کفر یعنی مبارک سلیمان علیہ السلام کا تعلیم کر دہ نہیں بلکہ یہ تو شیاطین لوگوں کو سکھاتے تھے۔ بہر حال اس طرح کے غلط عقائد میں سے بنی اسرائیل میں ایک یہ عقیدہ بھی ماسخ ہو گیا کہ جنات علم غیب جانتے ہیں۔ یہ تصور آج بھی کسی مذہب جہال میں پایا جاتا ہے چنانچہ جنات سے غیب کی خبریں دریافت کی جاتی ہیں۔ جبکہ صریح کفر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جنات ہر نیکو لطیف مخلوق ہے اور ان کی رفتار بھی بہت چیز سے اس لیے وہ بعض چیزوں کو دیکھ کر ان کا علم رکھتے ہیں مگر بے وقعت لوگ اسے غیب پر محمول کرتے ہیں جو کہ بالکل غلط ہے۔ غیب کا علم اللہ نے مخلوق میں سے کسی معرب سے مقرب بھی کر دیا۔ اسی چیز کا قصیٰ قرآن کریم میں خود چنانچہ کی نفاق ہو رہا ہے کہ اگر ہم غیب دان رہتے تو سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد چودہ سال بعد تک شفقت میں نہ پہنچتے۔ الغرض اللہ نے اس باطل عقیدہ کا رد فرما دیا ہے۔

ایک مسئلہ اور رہ جاتا ہے کہ بعض لوگ علیات کے ذریعے جنات کو تسخیر کر کے ان سے بعض کام لیتے ہیں، ہماری شریعت میں اس فعل کے متعلق کیا حکم ہے اس ضمن میں مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ اور بعض دوسرے حضرات فرماتے ہیں

(فیاض)

بیان القرآن ۴۵۰ ۹۰

جنات کی
تسخیر پر
علیات

لَقَدْ كَانَ لِسَيِّدٍ فِي مَسْكِهِمْ آيَةٌ جَنَّتَيْنِ
 عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ ۚ كُلُوا مِنْ رِزْقِ
 رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ
 غَفُورٌ ۝۱۵ فَلَعَزَّضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ
 الْعَرِيمِ ۚ وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتِ
 ِأَعْنَابٍ ۖ خَمْطٌ وَاقِلٌ وَشَتَّىٰ ۚ وَمِنْ سِدْرٍ قَلِيلٍ ۝۱۶
 ذَٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ بِمَا كَفَرُوا ۚ وَهَلْ يُجْزَىٰ
 إِلَّا الْكَفُورَ ۝۱۷

ترجمہ :- البتہ تحقیق قوم سبا کے لیے ان کی بستی میں
 نکالی تھی ۔ وہ باغات دائیں اور بائیں جانب بکھڑے تھے
 پروردگار کی عطا کردہ روزی میں سے اور اُس کا شکر ادا
 کرو ۔ یہ شہر ہے پاکیزہ اور پروردگار ہے بخشش کرنے
 والا ۝۱۵ پس اعرزل کیا ان لوگوں نے، پھر چھوڑ دیا ہم
 نے ان پر تالہ زرد در سیلاب کا ۔ اور ہم نے تبدیل
 کر دیا ان کے لیے دو باغوں کے بسے وہ لیے باغ
 جن کا پھل کیلا تھا، اور کچھ عھاڑ کے درخت اور کچھ
 عھڑے سے بیر ۝۱۶ یہ ہم نے بدلہ دیا ان کو اس
 وجہ سے کہ انہوں نے کھڑائی نہمت کیا اور ہم نہیں لیا

ایک صحابی حضرت غزوہ ابن مسیف میں کے رہے ملے تھے، اور ان کا تعلق دڑوں کے
قبیلہ مرو سے تھا۔ یہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا، حضور! مجھے
ابانت دین کر میں اپنی قوم کے ایما دار اور رسول کرما تھے کر اپنی ہی قوم کے کفار و
مشرکین سے جنگ کروں۔ کہتے ہیں کہ آپ نے مجھے ابانت مرحمت فرمادی۔
اور ساتھ ہی اپنی قوم کا امیر بھی مقرر کر دیا۔ پھر جب میں آپ کی مجلس سے چل دیا تو
میرے پیچھے آدمی بھیج کر مجھے بلایا اور فرمایا کہ اپنے قوم کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دو
جو شخص اسلام قبول کر لے تم میں اس کو قبول کرو، اور جو شخص ایمان نہ لائے تم اس
کے ساتھ جلد بازی نہ کرنا بلکہ سیری طرقت سے مزید ہدایات کا انتظار کرنا
حضرت عروہ مزید بیان کرتے ہیں کہ جب قرآن کی سورۃ سبا نازل ہوئی
اور اس بات کا چرچا ہوا کہ اللہ نے قرآن میں قوم سبا کا ذکر کیا ہے تو آپ کی
مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ! قہا سبا یعنی سبا
کیسے ہے کیا یہ کسی خطے کا نام ہے یا کسی مرد یا عورت کا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ایک
آدمی کا نام تھا۔ اس کے دس بیٹے تھے۔ ان میں سے چھ لوگوں میں آباد ہو گئے،
اور چار شام کے علاقے میں چلے گئے اس شخص کے نام پر اس قوم کا نام سبا
مشہور ہوا اور پھر ملک کا بھی یہی نام پڑ گیا۔ سبا کی اولاد میں سے جو زمین میں آباد
ہوئے ان قبیلوں کے نام ازد، اشعر، حمیر، کندہ، مزین اور انار ہیں۔ اسی طرح
شام میں آباد ہونے والے قبیلوں کے نام تميم، بنی امیہ، غسان، اعدا، طے ہیں ایک
شخص نے عرض کیا حضور! یہ انار کیا ہے۔ فرمایا انار وہی عین ہے جس نے
آج کے حنظل اور کھیل کے قبیلے آباد ہوئے گئے۔ یہ قبیلہ انار کی مزید شاخیں ہیں۔ سبا
کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ سبا ابن یثجب ابن قحطان۔ اسی سے
اس کے علاقے کے لوگ قحطانی عرب کہلاتے ہیں۔ ان کے علاوہ باقی عرب

لے خاندان ۲۸۶ و ابن کثیر ۵۲۱ و طبری ۶۶ و ابن ۶۶ (لیاض)

سے بد کر ریختاں میں خلک ہو جاتا ہے۔ اہل کاشتکاری کے لیے استعمال نہیں ہو پاتا۔ قوم سب نے پیٹروں اور دلوں میں بٹے بٹے بند باندھ کر پانی کو روک لیا اور اسے کیپیج باری کے لیے استعمال کرنے لگے۔ یہی چھوٹے چھوٹے بند تھے مگر یہی میں سب سے بڑا اور مشہور بند تھا جس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے۔ یہ بند دو بیڑوں کے درمیان تعمیر کیا گیا تھا۔ اب اس کا ایک حصہ افتادہ ہے، تاہم تقریباً ایک سوالی لڑائی چھوٹی دیوار اب بھی نظر آتی ہے۔

یہ سب کے ایک از ناند نامی سیاح کا مجلہ فریج ایشیا جگ سوسائٹی میں ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں اس نے سو مارب کا نقشہ مدگی کے ساتھ تیار کیا ہے۔ اس کے مطابق ہند کی دیوار پر جا بھاکتے گئے ہوتے تھے، جو کہ پڑھے گئے۔ ہند کے اوپر چمکے کھڑکوں تھیں جن کے لیے ڈیم کا پانی کھول دیا جاسکتا یا بند کیا جاسکتا تھا۔ اس بند کے دائیں اور بائیں یعنی مشرق و مغرب میں دو بڑے بڑے دروازے تھے جن سے پانی تقسیم ہو کر چپ و راست زمینوں کو سیراب کرتا تھا۔ اس نظام کو پاشی کے لیے پانی دائیں بائیں جانب اس ریختاں اور شورزدہ ملک میں تین کا خرمنجہیل تک بہشت دار تیار ہو گئی جس میں انواع و اقسام کے میوے اور خوشبودار درخت تھے۔ اسی کو قرآن پاک میں جنتین عنتین قیثہ حال کہا گیا ہے۔

ایک یونانی مؤرخ جو مسیح طبع اسلام سے ۱۴۵ سال قبل ہوا ہے اور قوم سبا کا ہم عصر تھا، وہ بیان کرتا ہے کہ سب عرب کے سرسبز و شاداب حصے میں رہتے ہیں۔ جہاں بہت اچھے اچھے بے شمار میوے ہوتے ہیں سو یا کے کنارے پر بصریت درخت میں اور اندرون ملک بہت درخت، درختی اور چھوٹے درخت کے بلند و بالا درختوں کے جنگلات پائے جاتے ہیں۔ جن سے نہایت شیریں خوشبودار ملکتی ہے۔ کہتا ہے کہ درختوں کی اقسام اور تنوع کی کثرت کے سبب اسی

وہی میں سے کھانوے اور شکر کھاتا اور اس کا شکر یہ اور کرواس کا عام قانون
 میں ہے۔ کہ شکر کھانے والا نہ پیدائے کھو واپس کھائے شکر است
 عذابیہ کھائے (ابراہیم) اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں مزید عطا کروں گا
 اور اگر کفرانِ نعمت کرو گے تو میری سزا بھی بڑی سخت ہے۔ اللہ نے منبرایا
 قبلۃ طیبۃ یہ ایک پاکیزہ شہر ہے۔ قذیبت حقود اور قصار پورہ دکان پور
 کو معاف کرنے والا ہے۔

یہ پاک شہر کا لفظ بہت بڑی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے اور اس میں ہمارے
 لیے بھی بڑی تعلیم ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ یاد کرو
 ملک کی بستی اور پاکیزگی اس وقت ہوگی جب ملک فتنہ و فساد سے پاک ہوگا، اگر
 شہروں میں شریر لوگوں کا غلبہ ہو۔ اتباعِ برائی وجہ سے لوگ بدنامی میں مبتلا ہوں، تو
 ایسا شہر ملک ہرگز پاکیزہ نہیں کہلا سکتا۔ اگر کسی ملک یا شہر پر ظالم لوگ چاہائیں
 تو وہ لوگوں کو ظلم و جور کا نشانہ بنائیں گے۔ ملک میں چوری، لٹاکہ، ہمارائی اور لوٹ مار کا
 بازار گرم ہوگا۔ اور ملک و شہر برباد ہو جائیں گے۔ اگر شہر میں اعلیٰ منارہ کا دورہ دورہ
 ہو یعنی نقصان وہ کام ہوتے ہوں، ہمارے گناہ کا کام دکھاتے ہوں، تخریب کار پوشیدہ
 طور پر لوگوں کی زندگیوں سے کھیلتے ہوں، خود کہ اندہانی میں نہ ہر طاقت سے بھی دریغ
 نہ کرتے ہوں، بلکہ دھماکے کرتے ہوں، اغوا ہونے والوں کی ذرا تین ہوں، علی الاعلان
 قتل کا بازار گرم ہو۔ ملک کو سٹے جاتے ہوں تو ایسے ملک یا شہر کو پاکیزہ کہے کہہ سکتے
 ہیں جہاں اصلاح کی بجائے فساد کی تعلیم دی جاتی ہو، ملک کو لو کہہ کے ساتھ اور
 کارخانے دار کہہ کر مزدور کے ساتھ برسرِ پکار کر دیا جائے تو اس کیسے قائم ہو سکتا ہے؟
 اسی طرح لوگ عاداتِ قبیحہ یعنی شراب نوشی، زنا، لواطت اور باغیوں سے پرہیز
 جیسے امور انجام دینے لگیں تو شہروں میں بربادی ہی آئے گی، سکون نصیب نہیں ہو
 سکتا۔ جو اسود، ثروت اور مال کی کمی بیشی بیع و حرکات بھی شہروں کی اصلاح
 کی بجائے تباہی کا باعث بنتی ہیں اور ایسے شہر اور ملک پاکیزہ کہلانے کے مستحق نہیں ہیں۔

کاشکریہ ادا کرنے کی گمانے فَلَقَدْ صَبَّحُوا اپنے پروردگار سے اعراض کیا۔ اس کی طرف
 رجوع کرنے کا بجائے اُس سے دُعا، احتیاج کی اس کا نتیجہ یہ ہوا اِذَا جَاءَ سَيْكُنَا
عَلَيْهِمْ سَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ان پر زور در سبب بھیج دیا۔ وہی سبب برب
 جو ان کی خوشحالی کا باعث بنا ہوا تھا، اُن کے لیے تباہی کا باعث بن گیا۔ نہ کی
 اور اس میں غیور آگ آئی جسے چہرہوں نے کھسکا کر دیا اور کو کھوکھو کر دیا۔ بندہ میں ملکوت
 پر گیا اور ایسا زبردست یوب آیا جس نے ہرے کھک میں تباہی پھیلا دی کھو گیا
 تباہ ہو گئیں، باغات اجڑ گئے۔ مکانات اور خورد و لاش کے تمام ذخیرے بیرہ گئے
 اور اس طرح ایک خوشحال ملک کھنڈ لٹ کا ڈھیر بن گیا۔ گذشتہ کیت میں جن دو
 پھل اور باغات کا ذکر کیا گیا ہے اُن کے تعلق اللہ نے فرمایا وَبَدَّ لَهُمْ سَمَكًا
مِمَّا كَانُوا يَكْفُرُونَ جن ان دو باغات کو وہ سمک ایسے باغوں سے تبدیل
 کر دیا ذَوَاتُ أَصْبَحٍ صبح جن کا پھل کھیلے ہوا ہے وَأَثْلُ اور جادو کے
 درختوں ہوتے ہیں جن میں پھل آتا ہی نہیں وَشَجَرٌ تَقُتُّ مِذْبَاحِ لَلِیْنِ
 اور کچھ پھل بیرہ گئے آتی پھل اور درخت سد سے تباہ ہو گئے۔

فرمایا ذَلِكُمْ جَزَاءُ الْكَافِرِ الْكَافِرِ الَّذِیْ نے ان کو یہ بدلہ انکی ناشکری
 کی دیا۔ انوں نے اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کیا بلکہ اپنی خوشحالی
 پر اترنے سے کر اللہ نے ان کو یہ عطا کیا۔ فرمایا وَقَالَ لِّلْطَّيْرِ اِنَّا نَمُوتُ
 اور ہم ایسا بدلہ نہیں دیتے مگر ناشکر گزاروں کو۔ اہل سبا کو تو ان کی ناشکری کی سزا
 دی گئی۔ اللہ نے وہ سزا دی کہ وہ بھی سمک یا کر اگر توجیر، رسالت، کتاب الہی اور قیامت
 کا انکار کر دے گا تو ناشکر گزاروں میں شمار ہو گے اور تعداد عشر میں قوم سب سے مختلف
 نہیں ہو گا۔

البرق والرياح

پہلے نمبر

FF

آیت ۱۱۱

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا
الْقُرَى تِلْكَ أَمْرَةً وَقَدَرْنَا فِيهَا السَّيْرَ وَأَفْجَأْنَا
كَيْدًا وَأَكْبَأْنَا دُمْجَانًا ﴿١٨﴾ فَقَالُوا رَوْفًا بَيْنَ
أَسْفَرَيْنَا وَقَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَوَقَعْنَاهُمْ لِحَادِيثٍ
وَمَرَقْنَاهُمْ كُلَّ مِرْقَةٍ إِنَّ فِي ذَلِكَ
لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿١٩﴾ وَلَقَدْ هَمَمْنَا
عَلَيْهِمْ بِالْإِسْ ظَنُّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا قَرِيبًا مِّنَ
الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٠﴾ وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِمْ مِنْ
سُلْطَانٍ إِلَّا لَنَعْلَمَنَّ مَن يُؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ
وَمَن هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ أَوْرَثْنَا عَلَى
كُلِّ شَيْءٍ حَفِظًا ﴿٢١﴾

پر۔ پس بنا دیا ہم نے ان کو قصے کہانیاں اور ہم نے
 ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ بیشک اس میں نشانیاں ہیں
 ہر صابر اللہ شاکر شخص کے لیے (۱۹) اور البتہ تحقیق سچ
 کہ دکھایا ان پر ابلیس نے اپنے گمان کو، پس انہوں نے
 اس کا اتباع کیا سوائے مومنین کے ایک چھوٹے سے
 گروہ کے (۲۰) اللہ نہیں تھا اس (ابلیس) کا ان پر کوئی
 غلبہ مگر تاکہ ہم امتحان کر دیں اس کو جو ایمان رکھتا ہے
 آخرت پر اس شخص سے جو اس سے شک میں پڑا ہوا ہے
 اللہ تیرا پروردگار ہر چیز کی تمجید کرنے والا ہے (۲۱)

رہنمائی

اس رکوع میں اللہ نے قوم سبا کا ذکر فرمایا ہے۔ گذشتہ آیات میں پہلے
 اس قوم پر کیے جانے والے ایضات کا ذکر کیا اور فرمایا کہ ہم نے ان کو شہروں کی
 پر امن زندگی اور ہر طرح کی خوشحالی عطا فرمائی تھی مگر انہوں نے خدا تعالیٰ کی ان نعمتوں
 کا شکریہ ادا کرنے سے اعراض کیا تو اللہ نے تاریکی ڈھیم میں سے تباہ کن سیلاب
 بھیج کر ان کے باغات اور شہری آبادیاں تباہ و برباد کر دیں اور ان کی زمین سے
 زرخیزی کی صورت ہی ختم کر دی۔ اب ہزارہ خنز کی کہلائے، وہاں بھی جھاڑ بڑھ اٹا تھا
 جو براہِ رعبے پھل بہتا تھا یا اس کا پھل کڑوا کیلا تھا۔ البتہ بہت کم مقدار میں بعض
 جگہ بھی پیر ہو جاتے تھے۔ اب آج کے درجن میں اللہ تعالیٰ نے قوم سبا
 کے کچھ مزید حالات بیان فرمائے ہیں۔

نمایاں بیتیاں

اِشَادَہ ہوتا ہے وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمُ الْقُرْيَةَ الْقُرَىٰ الَّتِي بَيْنَ
 قَوْمِنَا قُرَىٰ ظَلَامَةٍ اور بنادیں ہم نے ان سب والوں کے درمیان اور ان
 بیتوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت رکھی ہے۔ نمایاں بیتیاں بارکیت بیتوں کے درمیان
 فلسطین کی بیتیاں ہیں مگر اللہ نے ظاہر اور باطنی برکات کو ان پر بہت سی برکتیں عطا فرمائی ہیں
 کام کر رہا ہے اللہ نے اس خط میں بہت سے نبیوں کو مبعوث فرمایا جن میں حضرت

لے کر شام تک اس شاہراہ پر چار ہزار سات سو شتر، قصبے اور دیہات تھے۔ اس راستے سے مشرق اور مغرب کے درمیان تجارت ہوتی تھی۔ یمن کے ساحل کے بالمقابل ہندوستان موجودہ پاکستان کا ساحل ہے لہذا ہندوستان کا تجارتی مال یمن کے ساحل پر اتر کر اونٹوں کے ذریعے شام و فلسطین پہنچتا اور وہاں سے مصر اور دوسرے افریقی ممالک تک جاتا۔ اسی طرح افریقہ کا مال سبا اور یمن کے راستے ہندوستان واپس جاتا۔ چنانچہ یہ شاہراہ سارا سال مصروف رہتی اور یہ نمایاں بستیاں بھی پُر رونق رہتیں۔ چنانچہ تک کا تجارتی مال اسی راستے سے آتا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ حج اور عمرہ کرنے والے لوگ بھی اسی راستے سے آتے جلتے تھے۔ اور ان نمایاں بستیوں کی وجہ سے انہیں بڑا آرام تھا۔ محشر نے کے لیے سرائیں تھیں اور ضروریات کی اشیاء بھی مل جاتی تھیں۔ سبا کی یہ آبادی مسیح علیہ السلام سے آٹھ سو سال قبل اپنے جوہن پر تھی، پھر حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے پہلے اس علاقے کو ملیامیٹ کہہ دیا گیا جیسا کہ گذشتہ درس میں بیان ہو چکا ہے۔

”ارض القرآن“ کے مصنف لکھتے ہیں کہ سبا کی دولت کا انحصار زیادہ تر تجارت پر تھا۔ یہ لوگ کاشتکاری بھی کرتے تھے اور ان کے باغات سینکڑوں مربع میل پر پھیلے ہوئے تھے۔ اس علاقے کے ایک طرف ہندوستان کا ساحل اور دوسری طرف افریقہ کا ساحل ہے۔ دونوں براعظموں کے درمیان خوب تجارت ہوتی تھی۔ سونا، قیمتی پتھر، مصالحے، خوشبو، قیمتی دانت وغیرہ کالین دین ہوتا تھا۔ برصغیر کا مال یمن کے ساحل پر اترتا اور پھر وہاں سے خشکی کے راستے حجاز سے ہوتا ہوا، شام و فلسطین اور آگے افریقہ تک جاتا تھا۔ اور پھر اسی راستے سے واپسی تجارت ہوتی۔ اس شاہراہ کو قرآن پاک میں ”امام مبین“ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اسی سفر کو سورۃ قمر میں ”رِحْلَةُ الشُّتَا وَالصَّيْفِ“ یعنی موسم گرما اور

بعد اہل سبا کے چھ خاندان یمن میں اور چار شام و فلسطین میں جا آباد ہوئے، اور اس طرح یہ مصروف ترین شاہراہ بھی بند ہو گئی۔ فرمایا اس سرسبز و شاداب علاقے سے قوم سبا کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ ہم نے ان کو افسانے بنا کر رکھ دیا۔ ایسی بربادی آئی کہ ان کا نام صرف تاریخ تک محدود ہو کر رہ گیا۔ لوگ اُن کی خوش حالی، جاہ و حشمت، تاریخی ڈیم اور پھر اُن کی تباہی کی طاقت اور عبرت کے طور پر سننے سناتے تھے۔ فرمایا وَمَنْ قَاتَلَهُمْ فَكَفَّلْ بَعْدَ ذَلِكَ اور ہم نے اُن کا شیرازہ اس طرح بکھیرا کہ پارہ پارہ کر کے رکھ دیا، کوئی کدھر چلے گئے اور کوئی کسی دوسری جگہ جا آباد ہوئے۔ ارض القرآن کے مصنف یہ بھی لکھتے ہیں کہ اہل سبا کے زوال کے بعد یونانیوں اور رومیوں نے مصر اور شام پر قبضہ کر لیا، اور ہندوستان اور افریقہ کے درمیان تجارت کو بری راستے سے بحری راستے پر ڈال دیا اب تجارتی مال بحر احمر کے راستے سواحل مصر و شام پر اُترنے لگا۔ اس طریق تجارت نے یمن سے شام تک بری راستے کی خاک اڑا دی اور سبا کی تمام بستیاں ویران ہو گئیں۔ فرمایا إِنِّي فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّصَبِّارٍ شک اس میں ہر صابر و شاکر آدمی کے لیے نشانیاں ہیں۔ جو شخص یا قوم خدا تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر فخر ادا کرتی ہے اور مصائب پر صبر کا اظہار کرتی نہیں وہ سمجھ سکتی ہے کہ ناشکر گزری کا کیا نتیجہ برآ ہوتا ہے اور خدا کی ناراضی کس طرح شامل حال ہوتی ہے۔ اس قسم کے واقعات بلاشبہ نشاناتِ عبرت ہیں۔

اللہ نے ارشاد فرمایا ہے وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ اور البتہ تحقیق شیطان نے ان لوگوں پر اپنا گمان سچا کر دکھایا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت ہی شیطان نے اللہ تعالیٰ سے کہا تھا کہ تو نے آدم کو مجھ پر برتری عطا کی ہے لَا حَتَّيْكَ ذُرِّيَّتَكَ (یعنی اسرائیل - ۶۲) میں اس کی اولاد کے منہ میں ضرور لگام ڈالوں گا۔ اور انہیں گمراہ کروں گا۔ چنانچہ ابلیس نے اہل سبا کو گمراہ کر کے ناشکری پر مائل کیا۔ جو اُن کی تباہی کا بے بنیاد اور زراعت

شیطان کی
سارگمزاری

قُلْ اَدْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ
 مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ
 فِيْهِمَا مِّنْ شَرْكٍَ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِّنْ ظٰهِرٍ ۝۲۳
 وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ اِلَّا لِمَنْ اِذْنًا لَهُ
 حَتّٰى اِذَا فُزِّعَ عَن قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَا ذَا قَالَ
 رَبُّكُمْۙ قَالُوْا الْحَقُّ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ ۝۲۴

ترجمہ :- آپ کہ دیجئے (اے پیغمبر!) پکارو تم ان کو
 جن کو تم گمان کرتے ہو (معبود) اللہ کے سوا۔ نہیں
 مالک وہ مقدر ایک ذرے کے آسمانوں میں اور نہ
 زمین میں۔ اور نہیں ان کے لیے ان دونوں میں کسی
 قسم کی کوئی شراکت۔ اور نہیں ہے اس (اللہ) کے
 لیے ان میں سے کوئی مددگار ۝۲۳ اور نہیں کام دے گی
 سفارش اُس (اللہ) کے پاس مگر اس کے لیے جس کے
 لیے وہ اجازت دے۔ یہاں تک کہ جب گھبراہٹ دور
 ہو جاتی ہے اُن (فرشتوں) کے دلوں سے تو کہتے ہیں
 کیا فرمایا تمہارے پروردگار نے؟ وہ کہتے ہیں کہ اُس
 نے حق بات فرمائی ہے، اور وہ بلند ہے اور بڑائی

ان سے کہہ دیں کہ پکارو تم ان کو جن کو تم اللہ کے سوا گمان کرتے ہو کہ یہ ہماری حاجتیں پوری کرے گا۔ یہاں پر مشکلات حل کرتے ہیں۔ تم سمجھتے ہو کہ ان میں ہی الوہیت کی کوئی چیز پائی جاتی ہے۔ اور ان کو پکار کر تو دیکھو کہ یہ تعارضی کون سی حاجت پوری کرتے ہیں۔ یہودی عزیر علیہ السلام کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں اور عیسائی مسیح علیہ السلام کو اللہ مانتے ہیں۔ مشرکین مکہ و عرب، لات، منات اور عزری وغیرہ سے مشکلات حل کرواتے تھے، یہ سب شرک کی باتیں ہیں۔ جو نزولِ قرآن کے زمانہ میں پائی جاتی تھیں اور آج بھی بستر پر موجود ہیں۔ اللہ نے اپنی کارِ خلاقیت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے واجب الوجود ہونے اور خالق ہونے میں کوئی بھی شرک نہیں کرنا خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھ کر ہو۔ البتہ مشرک لوگ تیسرے اور چوتھے درجے یعنی تدبیر اور عبادت کے معاملہ میں آکر پھنس جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ دوسرے بھی تدبیر کر کے ہمارا کام بناتے ہیں، حالانکہ اہل ایمان کا پختہ عقیدہ وہی ہے جو قرآن پاک نے بیان کیا ہے **يُؤْتِي الْحَيَاةَ مَن يَشَاءُ وَيُمِيتُ مَن يَشَاءُ** (النحل: ۱) آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کی تدبیر خود اللہ تعالیٰ کرتا ہے جس میں کمی کی کوئی مثال نہیں بخیر، لوگ قسمت کے بناؤ بگاڑ کر ستاروں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کہہ اسیر، ان کا بگاڑ کر داخل ہوتا ہے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنے اختیار عیسیٰ علیہ السلام کو سونپ رکھے ہیں لہذا وہ بھی لوگوں کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کرتے ہیں بعض لوگ دوسری آہنیوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ خدا تو نہیں مگر اللہ نے ان پر الوہیت کی چادر ڈال رکھی ہے اور ان کو تصرف کا اختیار دے رکھا ہے۔ یہ شرک فی التدبیر ہے۔ اس مقام پر بھی اللہ نے شرک کی ایسی قسم کا ذکر کیا ہے کہ مشرک لوگ جن ہتھیروں کو اللہ کے سوا کارساز مانتے ہیں لای تمہلکونک

شرک فی التدبیر
والعبادت

بادشاہوں پر قیاس کر کے شرک کے مرتکب ہوتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جس طرح کسی بادشاہ، صدر، امیر یا وزیر تک رسائی حاصل کرنے کے لیے درمیان میں واسطے اور سفارش کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح خدا تک پہنچنے کے لیے بھی سفارش کی ضرورت پڑتی ہے۔ پھر وہ مخلوق میں سے اپنے سفارشی ڈھونڈتے ہیں جو ان کی بات کو اللہ تعالیٰ تک پہنچا سکیں، قرآن پاک نے ان کا بیان نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں **هُوَ الَّذِي شَفَعْنَا عِنْدَ اللَّهِ** (یونس - ۱۸) اللہ کے ہاں یہ ہمارے سفارشی ہیں جو سفارش کر کے دنیا میں ہماری گجڑی بنوادیں گے اور آخرت میں غلبے سے چھڑادیں گے۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم ان خود ساختہ معبودوں کی عبادت کیوں کرتے ہو۔ ان پر چڑھاوے کیوں چڑھاتے ہو ان کے نام کی عتیں کیوں مانتے ہو۔ اور ان کے

بدلتے مجھ پر کیوں دیتے ہو تو جواب دیتے ہیں۔ **مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُوا بَيْنَنَا وَاللَّهِ زُلْفَىٰ** (الزمر - ۳) کہ ہم ان کی عبادت محض اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیتے ہیں۔ ہماری دعا تو وہ قبول نہیں کرتا یہ سفارش کر کے خدا تعالیٰ کو منالیتے ہیں خواہ وہ راضی ہو یا ناراض ہو۔ مگر اللہ کے ہاں ایسی سفارش کا کوئی تصور نہیں ہے۔ اللہ نے یہاں بھی اسی بات کا اعادہ کیا ہے **وَلَا تَتَفَعَّلُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ** لَکَ اللہ کے ہاں کوئی سفارش مفید نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ خود کسی سفارش کرنے کی اجازت نہ دے، غرضیکہ جبری سفارش والا عقیدہ بالکل باطل ہے۔

جائز سفارش

البتہ دین میں جائز سفارش کا تصور واضح طور پر موجود ہے۔ آپ حدیث میں پڑھتے کہ **حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قیامت والے دن مقام محمود پر فائز ہوں گے تو شفاعت صغریٰ بھی کریں گے اور شفاعت کبریٰ بھی شفاعت کبریٰ تو تمام بنی نوع انسان کیلئے ہوگی اللہ تعالیٰ حساب کتاب شروع کریں گے اور شفاعت صغریٰ صراحت کے حق میں ہوگی حضور علیہ السلام**

اور کہتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے، پھر اُپر کے طبقے والے فرشتے بتاتے ہیں قَالُوا الْحَقُّ كَمَا اتَّخَذَ اللَّهُ مَقَادِيرَ الْبَرِّ اور وہ ذات بہت بلند اور بڑی عظمت و بزرگی والی ہے۔ مطلب یہ کہ فرشتے تو خود اس قدر بے بس اور اللہ کے خوف سے بے خود ہونے والے ہیں، وہ کسی کی کیا سفارش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرشتوں سے پوچھے گا کہ کیا تم نے لوگوں کو کہا تھا کہ ہمیں اللہ کا شریک بنالینا۔ تو فرشتے صاف کہہ دیں گے کہ پروردگار! ہم تو خود تیرے سوا کسی کو معبود نہیں سمجھتے، کار باز حاجت روا اور مشکل کشا بنانے کے لیے تیار نہیں۔ سُبْحَانَكَ تَعَالَى ذَاتُ الْكَرَمِ اور منزہ ہے، ہم کیسے کہہ سکتے تھے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی کسی صفت یا اُٹس کی عبادت میں شریک بنالو۔

الغرض اس مقام پر شرک کی تردید میں اللہ نے دو باتیں فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ کے مل جلے ہوئے سفارش کا کوئی تصور نہیں ہے اور دوسری یہ کہ تہمید اور تعریف میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ آگے توحید کے مزید دلائل اور قیامت کا ذکر آئے گا۔

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنْ سَمَوَاتٍ وَالأَرْضِ قُلْ
 اللَّهُ قَوْلًا ثَوَابًا بِكُمْ لَعَلَّ هُدًى آتِي فِي صَمِيلٍ
 مُبِينٍ ۝ قُلْ لَأَسْأَلَنَّ عَنْ أَمْرٍ مَا أَجْرًا وَلَا
 أَتُشَلُّ عَنْ أَمْرٍ مَا أُرَدُّ ۝ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا
 رَبَّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَهُوَ الْفَتَّاحُ
 الْمُبِينُ ۝ قُلْ أَرَأَيْتِ الَّذِينَ أُخْفِئُوا بِشِرْكَائِهِمْ
 كَلَامَ بَلِّ هُوَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ وَمَا
 أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا
 وَلَئِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَلَيَقُولُنَّ
 مَتَى هَذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ قُلْ
 لَكُمْ مِيعَاتُ يَوْمٍ لَا تَسْتَأْجِرُونَ عَنْهُ سَاعَةً
 فَلَا تَسْتَفْتِدُونَ ۝

ترجمہ: اے نبی! کہ جس نے تم کو اس
 میں بھیجا ہے، اعلان ہے کہ میں سے تم کو بھیجا
 کہ تم کو بتاؤں کہ جو کچھ تم کو بتاؤں اسے اس کی وجہ سے
 اس کو بہت دیر سے تم کو بتاؤں گا یہ ۝ آپ کہہ
 دیجئے کہ میں سے ہیں جو اس سے استغاثہ کرتے ہیں

بارے میں جو ہم نے کیے ہیں۔ اور ہم سے نہیں پوچھا جائے گا ان کاموں کے بارے میں جو تم کرتے ہو (۲۵) آپ کہہ دیجئے، جمع کرے گا ہم سب کو ہمارا پروردگار پھر فیصلہ کرے گا ہمارے درمیان حق کے ساتھ۔ اور وہ فیصلہ کرنے والا اللہ سب کچھ جانتے والا ہے (۲۶) آپ کہہ دیجئے، مجھے بتلاؤ وہ جن کو تم نے ملایا ہے اس کے ساتھ شریک بنا کر۔ خبردار، بلکہ وہ اللہ ہی جو جو کمال قدرت کا مالک اور حکمتوں والا ہے (۲۷) اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام لوگوں کے لیے خوشخبری سنانے والا اور افسوس سنانے والا، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (۲۸) اللہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ کہ کب پورا ہو گا یہ وعدہ اگر تم چھو ہو (۲۹) آپ کہہ دیجئے تمہارے لیے وعدہ ہے ایک دن کا۔ نہیں دیجئے ہٹو گئے تم اس سے ایک ٹھٹھی بھر بھی اور نہ اس سے آگے ہو گے (۳۰)

ربطیات

ابتداء سورۃ میں اللہ نے توحید کے دلائل بیان فرمائے پھر درمیان میں مکرر ازل و انشاء کا ذکر کیا اس کے بعد شرک اور مشرکوں کا رد کیا۔ ان کے تدبیر اور تصرف میں غلط عقائد کی نفی کی اور ساتھ ساتھ جبری اور قہری سفارش کے منہ عودہ نظریات کی تردید کی۔ فرمایا بعض لوگ فرشتوں کو اپنا کار ساز اور خالق سمجھتے ہیں حالانکہ وہ تو خود خدا تعالیٰ کے سامنے خوفزدہ رہتے ہیں اور اللہ کے حضور ہمیشہ عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ صادر فرماتا ہے تو فرشتے پڑ پھیلا دیتے ہیں۔ ان پر مذہبوشی طاری ہو جاتی ہے۔ پھر جب ان کی رہشت کسی حد تک دور ہوتی ہے تو نیچے طبع والے فرشتے اوپر والوں سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے، وہ آگے سے جواب دیتے ہیں کہ اللہ نے

گیا، اب زمین کو پیدا کر اٹھیں سے نہایت ہی نرم و نازک پورے کو نکالا اور پھر اسے حد کمال تک پہنچا کر ان لوگوں اور جانوروں کی روزی کا سامان بنایا۔ اللہ نے سورۃ بقرہ میں بھی فرمایا وَإِذْ أَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ (آیت ۲۲۰) ہم نے آسمان کی طرف سے پانی نازل فرمایا اور پھر اس کے ذریعے تمہاری خواہش کے لیے پھل پیدا کیے۔ عربی میں سادہ اور پر والی چیز کو کہتے ہیں۔ بادل بھی چونکہ اوپر ہی ہوتے ہیں اسلئے بارش کے نازل ہونے کا لفظ ہی عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ تاہم اوپر سے ملو اور پر سے نازل ہونے والا حکم الہی بھی ہے۔ دراصل اس حکم کے ذریعے بارش نازل ہوتی ہے مگر نہ بجا اوقات بادل بھی آتے ہیں مگر بارش بالکل نہیں ہوتی یا کسی دوسری جگہ برساتی ہے۔

رزق بہت
خوب

در اصل رزقی رسانی مشکل طور پر اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق إِنَّ اللَّهَ يَنْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ (القوم ۴۷) جس کیلئے چاہتا ہے روزی کو کثرت سے دیتا ہے اور جس کیلئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اسکا نسخہ نرا ہے وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ (الذاریت ۲۲) تمہاری روزی اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے اس کا تعلق آسمان سے ہے اور پر سے حکم آتا ہے تو تمہیں اس حکم کے مطابق کم و بیش روزی ملنا ہوتی ہے۔ پناہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیان میں موجود ہے فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَالْعِجْوتَ (۱۷) روزی ہمیشہ اللہ سے مانگو کیونکہ اسباب رزق کا مالک وہی ہے اللہ نے خود بھی بار بار اعلان فرمایا کہ روزی رسانی اس کے قبضہ قدرت میں ہے وہ ہر جاندار کی روزی کا فرما رہا ہے۔ فرمایا وَالْعَالِينَ مِنْ ذَاتِهِ لَا يَحْمِلُ رِزْقَهَا قُلِ اللَّهُ يَرْزُقُ قَوْمًا وَلَآئِكَ هُمُ الْغَائِبُونَ (۱۷) انہیں روزی پہنچاتا ہے اور تمہیں بھی جس طرح خشکی پہنچنے والے ہر جاندار کی روزی مقرر ہے، انسان، مویشی، پرند، چرند اور درند کی روزی اللہ کے ذمے ہے، اسی طرح سمندروں کی تر میں

اگر یہ لوگ انسانوں، جنوں یا فرشتوں پر بھروسہ کیے جیسے ہیں تو وہ بھی بے اختیار ہیں، اللہ کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔ ان میں سے نہ کوئی خالق ہے نہ مالک ہے اور نہ مدبر و متصرف ہے، تو یہ تمہاری کون سی مشکل حل کریں گے۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اگر مخاطب کو اس بہترین انداز میں تبلیغ کی جائے کہ اُسے سوچنے سمجھنے کا موقع مل سکے تو اس کے بہتر نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ اسی اصول کی روشنی میں اللہ تعالیٰ نے دلیل توحید پیش کرنے کے بعد فرمایا۔
 وَإِنَّا أَنۢأَوَّٰیۤاكُمْ لَعَلَّٰی هُدًیۭیۡ أَوْ فِتۡنَۃً لِّمُبۡتَلٰٓئِیۡنَ ۖ بے شک ہم یا تم البتہ ہدایت پر ہیں یا گھلی گمراہی میں۔ مقصد یہ کہ مشرک اور موحد میں جو نظریات کا اختلاف ہے اُس کی وجہ سے ایک فریق یقیناً ہدایت پر ہے اور دوسرا گمراہ ہے۔ ظاہر ہے کہ دونوں فریق نہ صحیح راستے پر ہو سکتے ہیں اور نہ دونوں کا عقیدہ غلط ہوگا بلکہ ان میں سے ایک ضرور صراطِ مستقیم پر ہے۔ اب یہ ہمارا اور تمہارا فرض ہے کہ اچھی طرح سوچ سمجھ لیں اور پھر فیصلہ کریں کہ کون حق پر ہے اور کون گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے دلائل توحید کو سمجھانے کا یہ بہترین انداز اختیار فرمایا ہے۔

مشرکین کو اعتراض تھا کہ اہل ایمان ان کے بتوں کی مذمت بیان کرتے ہیں۔ لہذا وہ بھی مسلمانوں کو بڑا عیلا کہتے تھے اور یہ بھی بتوں کی بڑائی بیان کر کے تم نے غلط راستہ اختیار کر رکھا ہے۔ یہ اللہ کے مقرب ہیں اور ان کی توہین لامحالہ اللہ کی ناراضگی کا سبب بنتی ہے اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا قُلْ لَّا تَسۡتَلۡوُنَ عَنَّا جَزَآءَۢمَّا یعنی میری اللہ علیہ وسلم آپ ان سے کہہ دیں کہ اگر توحید خداوندی کا اثبات اور شرک کا رد جرم ہیں تو پھر ہم ان کا اقرار کرتے ہیں۔ اور ان مضر و ضار جراثیم کے بائے میں تم سے

ذمہ داری
اپنی اپنی

الْحَكِيمُ بلکہ وہ اللہ ہی ہے جو کمال قدرت کا مالک، ہر چیز پر غالب اور کمال حکمتوں والا ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔

بانی نبی

اگلی آیت میں اللہ نے رسالت کے بیان میں فرمایا وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا صَافِيَةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کے لیے بشارت دینے والا اور ڈرسانے والا بنا کر کافۃً للناس کا مطلب دنیا بھر کے لوگوں کے لیے ہے خواہ ان کا تعلق کسی ملک، قوم، نسل سے ہو، آپ سب کی طرف رسول ہیں۔ عربی تہذیب کے لحاظ سے یہ لفظ بشارت و نذیر کے بعد آنا چاہیئے تھا مگر مضمون کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے اسے پہلے لایا گیا ہے۔ مطلب یہ کہ آپ صرف عرب کے خطے یا عرب قوم کے لیے نبی اور رسول بن کر نہیں آئے بلکہ آپ کی رسالت کا دائرہ زمین پر بسنے والے ہر انسان تک وسیع ہے۔ اب اس میں کسی زمانے کی قید بھی نہیں ہے۔ بلکہ قیامت تک آنیوالی نسلیں آپ ہی کی امت کا حصہ ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا، اللہ نے مجھے دو سکر انبیاء کے مقابلے میں بعض خصوصیات عطا فرمائی ہیں اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ بُعِثْتُ الْخَلْفَ صَافِيَةً لِّلنَّاسِ یعنی میں تمام بنی نوع انسان کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ اور میری یہ خصوصیت بھی ہے وَخُصِّيتُ بِالنَّبِيِّينَ کہ مجھ پر سلسلہ نبوت ختم کر دیا گیا ہے۔ اب قیامت تک میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ حضور علیہ السلام کا یہ فرمان بھی موجود ہے بُعِثْتُ الْخَلْفَ الْبَاقِ وَالْآخِرِينَ میں ہر کالے اور گورے کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں، اس میں کسی قوم، رنگ اور نسل کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔ فرمایا اللہ نے مجھے عالمی نبی بنا کر بھیجا ہے۔ وَلَٰكِنْ أَكْثَرُ

الکاسیہ و التمسک و غیرہ اور لوگوں میں حقیقت کو تو یہیں ہا سقہ اندر ہی وہ
 اے مجھے کو کرشنر کرتے ہیں، اور انگریزوں میں بڑے سہتے ہیں

روح
 تہمت

میں نے کہ ان کو فرنگ و فریق نہایت کلا ہی شکا کر کے تھے، اور سے ان کے
 ہیں اصل حق کی طرف توجہ رکھ کر دیکھ کر کہ، صحتی ہذا لکھ کر ان کے
 خدشہ نہ کر کے تھے ہی کہ حقیقت سے ہیں ڈرامہ پر وہ ایک آگے لے کر
 تم اپنے دھرم میں ہے پر تو اس کے ہر ایک کہ آہستہ آہستہ، پھر نے جواباً فرمایا کہ
 لکھ کر شہادہ پیش کر کے پھر آپ اپنے اس کردار کو تھا کہ بے قیامت کا وہ
 ایک دن کا وہ وہ سب سے ڈھکی چھپی سے عتہ کو نہ نہ خفیہ طور
 تب وہ پھر وہ دن آجائے گا کہ پھر نہ کہ پھر ہی پھر دیکھے ہو گے اور نہ لگے، پھر
 میں وقت پر قیامت ہی آ کر پڑے گی، میں پھر جواب کتاب کے ہے، میں کیا کہنے کا
 آج تو کہا سنو کہ بے پروگرامی میں رہیں حقیقت کا پہل جائے گا، سورتہ انعام
 میں آ رہی ہیں کے یہ سب کچھ سننے کی گنتی کا غلط ایسا ہے کہ وہ ایک سورتہ وقت
 جو جو انسان کی انفرادی زندگی کے ہے جس سے کہ جو کسی لمحہ پر تمام عالم کے ہے
 میں۔ جب یہ وقت آجائے گا کہ کچھ سیر ہو آ

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ نُؤْمِنَ بِهَذَا الْقُرْآنِ
وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ
مَوْقُوفُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ
إِلَىٰ بَعْضٍ الْقَوْلَ يَقُولُ الَّذِينَ اسْتَضَعِفُوا
لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلَا أَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ ﴿٣١﴾
قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتَضَعِفُوا
أَمْحُنَّ صَدَدُكُمْ عَنِ الْهُدَىٰ بَعْدَ إِذْ جَاءَكُمْ
بَلْ كُنْتُمْ مُجْرِمِينَ ﴿٣٢﴾ وَقَالَ الَّذِينَ
اسْتَضَعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكْرُ
الْيَلِ وَالنَّهَارِ إِذْ تَأْمُرُونَنَا أَنْ نَكْفُرَ بِاللَّهِ
وَنَجْعَلَ لَهُ أَنْدَادًا وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا
رَأَوْا الْعَذَابَ جَعَلْنَا الْأَغْلَلَ فِي آعْنَاقِ
الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا
يَعْمَلُونَ ﴿٣٣﴾

ترجمہ: اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر اختیار کیا کہ ہم
ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اس قرآن پر اور نہ ان کتابوں پر

قیامت کا تصور اس مقررہ دن پر پورا ہو جائے گا۔ اور اس میں گھڑی بھر کی بھی تقدیم و تاخیر نہیں ہوگی۔

قرآن پاک
کی حیثیت

اب قرآن پاک کی حیثیت کے ضمن میں قیامت والے دن اس کے منکوب کے دو گروہوں کے درمیان مکالمے کا ذکر ہو رہا ہے۔ اس دنیا میں اس کا انکار کرنے والے آخرت میں کھٹائیں گے اور پھر ایک دو سکر پر الزام دھریں گے ارشاد ہوتا ہے وَقَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا اَوْرَثْنَا لَكَ اَنْتَ الْيَتَامٰى اور کہا اُن لوگوں نے جنہوں نے کفر کا مشیروہ اختیار کیا کہ اَلَيْسَ لَكَ اَنْتَ الْيَتَامٰى کہ ہم ہرگز نہیں ایمان لائیں گے اس قرآن پر وَلَا يٰ اَذَىٰ بَيْنَ يَدَيْهِ اور نہ اُن کتابوں پر جو اس سے پہلے آئی ہیں۔ مشرکین کا ایک گروہ ایسا بھی تھا جو کسی آسمانی کتاب کو نہیں مانتا تھا۔ اس کی ذمہ داری آگے آ رہی ہے کہ اللہ کی کتابوں میں مذکور پروگرام اُن لوگوں کے خود ساختہ رسم و رواجی پروگرام سے مطابقت نہیں رکھتا تھا۔ چونکہ وہ اپنی فسطوح و رسوم کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھے لہذا وہ آسمانی کتابوں کا سکر سے انکار ہی کرتے رہتے تھے۔ اس سلسلے میں وہ کبھی خدائی پروگرام پر شکوک و شبہات کا اظہار کرتے اور کبھی اسے بالکل ناقابل عمل قرار دیتے تھے۔ اللہ کے دوسری جگہ قرآن میں منسرایا ہے کہ اُن لوگوں کو قیامت اور محاسبہ اعمال کا تصور نہیں تھا، وہ نہ یہ قرآن اور توحید کا انکار نہ کرتے تھے۔

ظاہر ہے کہ قرآن پاک کو ہر شخص کے عقیدے، عمل اور اخلاق پر بنیادیں مایہ کرتا ہے، حال و حال کے درمیان امتیاز پیدا کرتا ہے، ظلم و تعدی سے منع کرتا ہے، قومی و ملکی رنج و رنج کی مخالفت کرتا ہے، اس لیے مشرک لوگ نہ تو قرآن کو تسلیم کرنے کے لیے تیار تھے نہ ہی اپنی آزادی کی راہ میں کوئی باندی قبول کرنا چاہتے تھے، لہذا وہ سکر سے انکار ہی کر رہتے تھے۔

انگریز بھی قرآن پاک کی مخالفت میں ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں۔ یہ قوم جس جیاتی، فحاشی، زنا، لواطت، گندی ذہنیت، گندی فکر اور کفر و شرک میں مبتلا

آگے اللہ تعالیٰ نے آخرت کی ایک کیفیت کو بیان کیا ہے۔ فرمایا آج تو
منکرین توحید، منکرین رسالت، منکرین قرآن اور منکرین معاد و دنیا کے پھرتے ہیں اور
تسخیر اڑاتے ہیں مگر قیامت والے دن ان کی حالت قابل دید ہوگی۔ ارشاد ہوتا ہے
اے مخاطب وَلَوْ تَرَىٰ اِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ
اگر آپ دیکھیں جب کہ ظالم لوگ کھڑے کئے جائیں گے اپنے پروردگار کے
سامنے يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ۚ الْقَوْلُ اَسْ وَاقْتِ ان میں بعض
بات کو دوسروں کی طرف لوٹائیں گے، یعنی ایک دوسرے پر الزام تراشی کریں گے
اللہ تعالیٰ کے جلال کے سامنے جب اپنے اعمال پر نظر ماریں گے تو سخت مایوسی
ہوگی اور پھر وہ اپنی بہ بختی کے لیے ایک دوسرے کو ذمہ دار ٹھہرائیں گے۔ پھر
يَقُولُ الَّذِينَ اسْتَضَعُوا لِلَّذِينَ اسْتَغْبٰوْا ۖ يَحْمِي عَنَّا
کمزور لوگ متکبر اور مغرور لوگوں سے کہیں گے لَوْ لَا اَنْتُمْ اَكَا مُؤْمِنِيْنَ
اگر تم نہ ہوتے تو ہم یقیناً ایماندار ہوتے اور یہ رسوائی نہ اٹھانا پڑتی۔ مطلب یہ کہ
ہم دنیا میں تم سے کمزور تھے، تم ہمارے لیڈر، پیشوا، مل مالک اور جاگیردار تھے۔ ہم
ہر کام میں تمہارا اتباع کرتے رہے جس کا نتیجہ آج یہ نکلا ہے کہ تم خود بھی جہنم میں جا
رہے ہو اور تمہارے پیچھے پیچھے ہم بھی اسی راستے پر جا رہے ہیں۔ یہ عام محاورہ بھی
ہے النَّاسُ عَلَىٰ دِيْنٍ مَّكُوْهُ لُوْگ اپنے بادشاہوں یا بڑوں کے
دین پر ہوتے ہیں، انہی کی ہاں میں ہاں ملاستے جیتے ہیں تو قیامت والے دن
تابع لوگ متبوعین سے کہیں گے کہ ہمارا بیڑا تم نے غرق کر دیا ہے۔

قَالَ الَّذِينَ اسْتَغْبٰوْا لِلَّذِينَ اسْتَضَعُوا ۖ اس کے
جواب میں متکبر لوگ کمزور لوگوں سے کہیں گے اَنْتُمْ صَدَدْنَا عَنْ
عَنِ الْهُدٰى كَفَرًا اذْجاء کفر کیا ہدایت آجانے کے بعد ہم نے
تمہیں اس سے روکا تھا۔ مطلب یہ کہ ہم نے تمہیں ہدایت سے پکڑ کر روکا تھا مستقیم
سے نہیں روکا تھا بلکہ کُفْرًا بِمَعْرِضٍ بکہ تم خود ہی مجرم تھے۔ یعنی غلط

کی جاتی ہے۔ اس کام کے لیے دنیا بھر میں بڑا روپیہ صرف کر رہے ہیں وہ عیسائیت کو اسلام پر غالب کرنا چاہتے ہیں۔ مگر اللہ نے فرمایا اَلَنْ تَغْنِي عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ (آل عمران - ۱۱۶) کافروں کے مال ان کے کچھ کام نہ آئے بلکہ اس مال کا وبال انہی پر پڑے گا۔ جب اللہ کی گرفت آئیگی تو لعنت میں مبتلا ہو جائیں گے۔

امیر شکیب ارسلانؒ نے لکھا ہے کہ یورپ کے عیسائیوں اور یہودیوں نے قرآن پاک اور حضور علیہ السلام کی سیرت کے خلاف چھ لاکھ کتابیں اور رسالے شائع کیے ہیں تاکہ لوگ اسلام کی طرف مائل نہ ہوں اور جوہر چکے ہیں۔ وہ بظن ہو جائیں مشرقی علوم کے ماہر مغربی دانشور (مستشرقین) ایسا سبق پڑھاتے ہیں اور ایسے طریقے سے گمراہ کرتے ہیں کہ سادہ لوح لوگ ان کے دامن میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

ہمارے ہاں ایوب کے زمانے میں فضل الرحمان نے ایک قبیح شوشہ چھوڑا تھا کہ قرآن سارے کا سارا خدا کا کلام نہیں ہے۔ اس شخص کو حکومت میں بڑا عہدہ ملا ہوا تھا۔ اور بڑے انعام و اکرام ملے تھے۔ مگر اس نے اس قسم کا شوشہ چھوڑا، تو ملک بھر میں احتجاج ہوا۔ جس کی بنا پر اسے حکومت سے علیحدہ ہونا پڑا۔ یہ شخص مولانا شہاب الدینؒ کا فرزند تھا جو کہ خود بڑے صالح اور نیک آدمی تھے، حضرت مولانا شیخ الہندؒ کے شاگرد تھے مگر مغرب والوں نے ایسا چکر دیا کہ الٹی سیدھی باتیں کرنے لگا۔

ابھی کچھ عرصہ پہلے بہاولپور کا ایک پروفیسر مغربی تعلیم حاصل کر کے آیا تو اس نے ایک مقالہ لکھا تھا جس میں حضور علیہ السلام کی حیاتیہ پر بڑے غلط قسم کے اعتراضات کیے تھے، اس سے حضور علیہ السلام کی زندگی کو عام سیاستدانوں جیسی زندگی ثابت کرنا مقصود تھا۔ یہ اور اس قسم کے لوگ عیسائی اور یہودی لائبرل سے متاثر ہو کر اس قسم کی باتیں کرتے ہیں۔ ان کے پاس کثیر فنڈ ہوتے ہیں جنہیں خرچ کر کے وہ اپنے قبیح مقصد میں کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور یہی ان کا شب و روز کا فریب ہے، وہ حدیث کی تحقیق کے نام پر گمراہ کن کتابیں شائع

باطلہ کے طوق پڑے ہوئے ہیں مگر یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی وجہ سے ہماری گرفتاری ہو رہی ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ یہی چیزیں قیامت والے دن ان کے لیے ذلت کا سبب بن جائیں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص خراب میں اپنے آپ کو بہتہ کٹری یا بیٹری پہنے ہوئے پائے تو یہ اس کے لیے اچھی علامت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ شخص دین میں پختہ ہے۔

قبر سستی

اب دیکھ لیں کس کس قسم کی برعادت کا طوق لگے میں ڈال رکھا ہے۔ قبروں کو پختہ بنایا جا رہا ہے۔ ان پر گنبد تعمیر ہوتے ہیں، سنگ مر مر لگتا ہے، پھر انہیں عرق گلاب سے دھویا جاتا ہے اور پیر چاروں چڑھائی جاتی ہیں، آخر یہ کہاں کی بیجی ہے اللہ صاحب قبر کو اس سے کیا فائدہ پہنچتا ہے؟ خاد کعبہ کو خلی دینا اللہ اس پر خلافت چڑھانا تو بجا طہ پر جائز ہے مگر قبروں کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا جا رہا ہے۔ کیا یہ پادریں مکین کی تن پوشی کے لیے استعمال نہیں ہو سکتیں؟ فرمایا هَلْ يَجُزُّ وَنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ان کو ان کے خود کردہ اعمال ہی کا بدلہ ملے گا، اللہ کسی کے ساتھ زیادتی نہیں ہوگی۔ کفر کے راستے پر چلنے والوں کا انجام بھی اللہ نے بیان فرمادیا۔

وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا
إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَاذِبُونَ ﴿٢٣﴾ وَقَالُوا عَنَّا كَثِيرٌ
أَمْوَالٌ وَأَوْلَادُا ۖ وَمَا كُنَّا بِمُعَذِّبِينَ ﴿٢٤﴾ هَلْ إِن
رَبِّا يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَلَٰكِن
أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٥﴾ وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا
أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِي تُفَرِّقُكُمْ عَنَّا زُلْفَةً ۖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ
أَمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ جَزَاءُ الْوَسْطَى
يُجَالِسُونَ ۖ وَهُمْ فِي الْعَرْشِ آمِنُونَ ﴿٢٦﴾ وَلَٰكِن
يَسْكُونُ فِي أَيْنَا مُتَعَبِينَ ۖ أُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ
مُخْتَصِرُونَ ﴿٢٧﴾ قُلْ إِن رَّبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن
يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ ۖ وَمَا تَأْتِيهِمْ
مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ بِخَلْقِهِ خَافِعٌ ۖ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿٢٨﴾

خبر یہ کہ وہ نہیں بھیجا ہم نے کسی جی میں کوئی نذر نہ
وہ عذر کا دین کے کہوں حال ٹھہر نے کہ جس
ہم اس چیز کے ساتھ کلمہ کرنے کے ہی جو خدا سے
ساتھ میں کو ہے ﴿۲۷﴾ کہہ گا انہوں نے کہ ہر نذر

ہیں مال اور اولاد میں اور نہیں ہم منزل فیہ ہاہولے ﴿۳۵﴾
 آپ کہہ دیجئے بے شک میل پروردگار کشادہ کرتا ہے۔
 روزی جن کے لیے چاہے، اور تنگ کہ دیتا ہے (جن
 کے لیے چاہے) لیکن اکثر لوگ سمجھ نہیں رکھتے ﴿۳۶﴾ اور
 نہیں ہیں تمہارے مال اور نہ تمہاری اولادیں کہ تم کو
 قرب دلائیں ہمارا، مگر وہ شخص کہ جو ایمان لایا اور جس
 نے اچھا عمل کیا، پس یہی لوگ ہیں جن کے لیے دُعا اجر
 ہو گا اس درجہ سے جو انہوں نے کیا۔ اور وہ بالاغالیٰ میں
 امن سے بہنے والے ہوں گے ﴿۳۷﴾ اور وہ لوگ جو گمشدہ
 کہتے ہیں ہماری آیتوں میں ان کی کو کھردہ کرنے کے لیے
 یہ لوگ عذاب میں پکڑ کر حاضر کیے جائیں گے ﴿۳۸﴾ آپ
 کہہ دیجئے، بیشک میل پروردگار کشادہ کرتا ہے روزی جن
 کے لیے چاہے اپنے بندوں میں سے اور تنگ کہ
 دیتا ہے جن کے لیے چاہے، اور جو تم خرچ کہتے ہو
 پس وہ اس کا بدلہ دیتا ہے، اور وہ بہتر روزی دینے
 والا ہے ﴿۳۹﴾

پہلے توحید اور اس کے دلائل بیان ہوئے۔ پھر اللہ نے قرآن کی حقانیت
 صداقت کو واضح کیا اور منکرین کا مد فرمایا۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ نے رسالت
 کا ذکر بھی کیا۔ اور پھر مہرِ مین کا حال بیان کیا اور حشر میں پیش آنے والے بعض
 حالات سے آگاہ کیا۔ اب آج کے درس میں اللہ نے نبوت و رسالت
 کے معنی میں فرمایا کہ جب بھی کوئی نبی یا رسول کسی بستی شریکِ علاتے میں مبعوث ہوا۔
 اور اس نے لوگوں کو کتاب، شریعت، ایمان اور توحید کی دعوت دی تو سب
 سے پہلے اُس بستی کے آسودہ مال لوگوں نے ہی مخالفت کی۔

میل پروردگار

ہو اہم پر کوئی عذاب نہیں آئے گا۔ مالدار لوگوں کا ہمیشہ سے یہ طریقہ رہا ہے
انہیں مال واقفدار پر فخر ہوتا ہے۔ اللہ نے اس چیز کو گمراہی کے اسباب
میں بیان کیا ہے۔

قرآن پاک میں جن انبیاء کا حال بیان کیا گیا ہے اُن میں سے کوئی خالی ہی
ہوگا جس کی مخالفت نہ کی گئی ہو۔ ابتدائی دفعہ میں نبیوں پر ایمان لانے والے عالم
طور پر غر باد اور مساکین ہی ہوتے رہے ہیں۔ صاحب حیثیت لوگ ابتدا میں اکثر
مخالفت کرتے رہے اور پھر سب کوئی چارہ کار باقی نہ رہا۔ تو آخر میں ہل کر
ایمان لائے ہرقل کے واقعہ میں موجود ہے کہ اُس نے ہجرت کر کے آنوالے
مسلمانوں کو دربار میں طلب کیا اور ان کی دعوت کے متعلق سوال جواب کیے۔
پھر مکے کے پہنچنے والے کسی دوست سے آدمی کو طلب کیا تو ابوسفیان کو پیش کیا گیا
جو اس وقت ایمان نہیں لائے تھے۔ ہرقل والی روایت نے دیگر سوالات کے
علاوہ ابوسفیان سے یہ بھی پوچھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار کیسے لوگ
ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ کمزور اور غریب لوگ ہیں جب کہ بڑے بڑے
رؤسا مخالفت ہیں۔ ہرقل پہلی کتابوں کا علم رکھتا تھا، کہنے لگا کہ ہر نبی کے
اولیٰین متبعین کمزور لوگ ہی ہوا کرتے ہیں۔

شان نزول

اس آیت کی شان نزول میں امام ابن کثیرؒ نے ابن ابی حاتمؒ کے حوالے
سے حدیث نقل کی ہے کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ بعثت میں دو تاجر آپس میں
شرکت دار تھے، اُن میں ایک دودھ کیس کا علی علاقے میں تجارت کے سفر
پر تھا جب کہ دوسرا اپنے گھر میں تھا۔ مسافر تاجر نے وہیں یہ خبر سنی کہ ایک
ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو اُس نے اپنے شرکت دار کو لکھا کہ
میں نے سنا ہے کہ ایک میں کوئی مدعی نبوت پیدا ہوا ہے، اگر ہے تو مجھے

کو فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ رزق کی
 کھراوانی اچھالی کی علامت نہیں ہے، بہت سے شریعہ، مافران، اطمہ اور
 دہریے عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے ہیں جب کہ بعض اہل ایمان اور خدا پرست
 لوگ تنگی کی حالت میں ہوتے ہیں حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک مقبول بندے
 ہوتے ہیں۔ لہذا آسودہ حالی کوئی پسندیدگی کی علامت نہیں ہے **وَلَا يَكُنْ**
اَكْثَرُ الْمَشَارِسِ لَا يَكُونُ مَكْرًا كَثْرًا لَوْ كَانَتْ حَقِيقَتُهُ كَوْنِيًّا جانتے
 اور وہ ظاہری خوشحالی کو ہی اپنی مقبولیت کی نشانی سمجھتے ہیں، یہ تنگی اور فراخی تو
 اللہ کی حکمت پر مبنی ہوتی ہے، کسی وہ کسی کو مال و دولت سے کھڑا کرتا ہے
 اور کسی اپنی چیزوں سے محروم کر کے امتحان لیتا ہے، پھر جو بندے اُس کے
 امتحان میں پڑے ہوتے ہیں۔ وہی مقبول بارگاہ ہوتے ہیں۔
 امام شافعی کا قول ہے۔

وَمِنَ الدَّلِيلِ عَلَى الْقَضَاءِ وَحُكْمِهِ
 بَوَاقِ الْيَتِيمِ وَطَيْبُ عَيْشِ الْأَحْمَقِ

اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر پر یہ دلیل ہے کہ بے اوقات عمل نہ کرنا لوگ نہایت نیکو
 ہیں وقت گزارتے ہیں، جب کہ بوقوف لوگ عیش و راحت میں ہوتے ہیں، سودی مٹا
 کا قول نہیں ہے۔

اگر روزی بانسش بر فردے
 نہ تاراں تنگ تر روزی نہ بودے

اگر رزق کی وسعت محض عقل و دانش کی بنیاد پر ہوتی تو بوقوف بچا سے بھر کر
 رہا تے۔ بہر حال تنگی و فراخی اللہ کی حکمت اور متار کے مطابق ہوتی ہے۔ مگر اکثر
 لوگ اس کی حقیقت کو نہیں پاتے۔

لاذم ہے وہم فی العزوف امنون اور ایسے نیکو کار لوگ جنت کے بالا خانہ میں نہایت امن و سکون کے ساتھ گزر اوقات کریں گے، ان کے حال ان مکان ہوں گے جن کی دیواریں اتنی شفاف ہوں گی کہ باہر کا نظارہ اندر بیٹھے ہوئے کے گلا، دیاں انہیں کوئی غم اور پریشانی نہیں ہوگی، کسی محنت و مشقت کی ضرورت نہ ہوگی، اور نہ کسی نعمت کے چھین جانے کا خطرہ ہوگا۔

فرمایا وَالَّذِينَ يَسْتَعِينُونَ فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ جو لوگ ہماری آیتوں میں کوشش کرتے ہیں کہ ہمیں ہرا دیں، کمزور کر دیں اور اپنا فِي الْعَذَابِ مختصر و ن وہ عذاب میں پختہ کر حاضر کیے جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ آیات الہی کا تسخر اڑاتے ہیں اور اس کے پروگرام کو ناکام بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ بالآخر عذاب میں پختہ جائیں گے اور ان کی رہائی کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔

مہربان کے لیے دعا

آج فرمایا قُلْ اَسْأَلُكُمْ سِوَايَ کہ دیکھو ان رَبِّ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لیکن يَكْسِبُوهُ مِنْ عِبَادِهِ و يَقْدِرُ ذُلَّهُ جیسا کہ میرا پروردگار اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کثرت دے کر دیتا ہے۔ اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ یہ اس کی حکمت ہے جسے کوئی نہیں جان سکتا۔ وہ اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق روزی تقسیم کرتا ہے۔ پھر جس کو زیادہ دیتا ہے۔ اس کو بھی امتحان میں ڈالتا ہے کہ وہ میرے احکام کی کس حد تک پاسداری کرتا ہے۔ اور جس کو کم دیتا ہے۔ اس کے صبر و شکر کا بھی امتحان لیتا ہے اور پھر اس کے اعمال کے مطابق جزا اور سزا کا فیصلہ کرتا ہے۔

امتحان فی سبیل اللہ

جو لوگ اکثر مالدار لوگ کنجوس واقع ہوئے ہیں لہذا آگے اللہ نے الْفَاقِ فِي سَبِيلِ کا قانون بھی بتا دیا۔ وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مَتًى وَهُمْ يَخْتَفُونَ تم جو چیز بھی مال اللہ کے ہاتھ میں خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کا ضرور بدلہ دیتا ہے لہذا مال کو ہمیشہ صحیح جگہ میں خرچ کرنا چاہیئے۔ اپنی جائز ضروریات بھی پوری کر دو مگر حقاروں کے حقوق بھی ادا کر دو۔ جس نے مال کا حق ادا نہیں کیا۔ اس کے لیے

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ
أَهْلُوا إِلَيَّ يَا كُفْرًا كَانُوا يَعْبُدُونَ ﴿٢٥﴾ قَالُوا اسْمِعْنَاكَ
أَنْتَ وَلِيِّنَا مِنْ دُونِهِمْ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ
الْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ ﴿٢٦﴾ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ
بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا وَنَقُولُ لِلَّذِينَ
ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنْتُمْ بِهِمَا
تُكَذِّبُونَ ﴿٢٧﴾ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ
قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ يَصُدَّكُمْ عَنْ
مَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُكُمْ وَقَالُوا مَا هَذَا إِلَّا إِفْكٌ
مُفْتَرٍ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا
جَاءَهُمْ إِنَّ هَذَا إِلَّا أَسْحَرُ مُبِينٌ ﴿٢٨﴾ وَمَا
آتَيْنَاهُمْ مِنْ كِتَابٍ يُدْرِسُونَهَا وَمَا أَرْسَلْنَا
إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَذِيرٍ ﴿٢٩﴾ وَكَذَّبَ الَّذِينَ
مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا بَلَّغُوا مِثْرًا مِمَّا آتَيْنَاهُمْ
فَكَذَّبُوا رَسُولِي ثُمَّ كَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿٣٠﴾

پر آسودہ مال لوگ ہی گرتے تھے کہ بخیر نبی کا بیات کو تسلیم کرنے سے ان کی اپنی سرکاری آمدنی و دوسرے ہٹ مٹا کر ہوتی تھی۔ انٹرنے خوشحالی کو اسباب گمراہی میں شمار کیا ہے، انٹرنے کے ان مقبولیت کا تعلق مال و دولت، یا جاہ و شہرت سے نہیں بلکہ ایمان اور اعمال صالحہ سے ہے۔ انٹرنے رزق کا قانون بھی بیان فرمایا کہ یہ تقسیم اس کے اپنے قبضہ قدرت میں ہے، جس کا چاہے رزق وسیع کر دے اور جس کا چاہے تنگ کر دے۔ یہ تقسیم اس کی حکمت اور مصلحت کے مطابق ہوتی ہے جسے مخلوق نہیں جان سکتی۔ مخلوق کا فرض ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کو زندگی کا لاکھ عمل بنائے۔

فرشتوں کی عبادت

اب آج کے درس میں اللہ تعالیٰ نے قیامت والے دن مشرکین کی کیفیت بیان کی ہے، ارشاد ہوتا ہے وَيَوْمَ يَخْسُ حُفْمٌ جَعِيفًا جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو اکٹھا کرے گا، ان سے ان کی بے عقیدگی اور بے اعمالی کے متعلق باز پرس ہو گی وہ کوئی جواب نہیں دے سکیں گے۔ اس وقت انسان بچو، عابد اور محمد سب جمع ہوں گے ثُمَّ يَفْهَمُ لِلْمَلَائِكَةِ پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمایا گا۔ أَهْلُوا لَكُمْ أَيُّكُمْ كَانَ يُعْبَدُ فُن سچا یہ لوگ دنیا کی زندگی میں تمہاری عبادت کیا کرتے تھے اس وقت دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو فرشتوں کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے ہیں۔ بعض لوگ فرشتوں کے نام پر سیکل بناتے ہیں۔ بعض ان کو مشکلات میں پکارتے ہیں اور بعض یا جبرائیل یا میکائیل والے تعویذ کہتے ہیں۔ یہ سب کچھ فرشتوں کی عبادت کرنے کے مترادف ہے۔ تو جب مشرک لوگ اپنے شرک کی کوئی توجیہ پیش نہیں کر سکیں گے، تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھیں گے کہ کیا یہ لوگ دنیا میں تمہاری عبادت کیا کرتے تھے؟ فرشتے اللہ تعالیٰ کی مقرب مخلوق ہیں، وہ جہانیت اور ہیبت سے پاک ہیں، وہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے اور اس کے حکم کی تعمیل کرنے والے ہیں، ان کی توجیہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف رہتی ہے، وہ جواب دینے لگے

خَالِدِ بْنِ سَلْفٍ حاکم بصری را کہ فرمود کہ اگر کسی از تو بداند کہ در مسجد کوفہ
 تحت حیات است و در آنجا است و آن کے سوا کسی اور کو نہ دیکھے ۔
 جب ہم خود بخبر سے مطلع ہیں تو ہم بت کر دیکھے کہ کتنے فتنے کیا کر رہا ہوا ہے
 کیا کر رہا ہے ؟ خدا کا کہنے سے انھوں نے کہا کہ میں نے کوفہ کے لوگوں کو ۱۰۰۰ غیر کوفہ کے
 ہندو بہرہ دہ ہے ، ان کا نام چیرا ہے جس کی یہ شہر کی طرف سے سب کو کہتے ہیں ۔
 ہم نے فرمایا کہ کبھی نہیں کہا کہ ہمیں اپنا کارساز کہہ رہے ہیں ، ہم تمہاری شکست میں کر
 رہے ہیں کہ غلامی و قوت میں نہ ہیں بلکہ ان کو کہہ رہے ہیں کہ وہ اس کے دوسرے
 کو کہہ کر ہمیں اپنا کہہ رہے ہیں ، خدا کا کہنے سے ہم نے بھی بت کر
 اپنی عبارت کہ وہ حوت سے دیکھی ۔ وہ میری جگہ ہے کہ اس کے خلاف ہے
 مگر ہاں سے پوچھ لیا کہ : *أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ*
 کیا میرے من خدائی کو کہہ رہے ہیں کہ ان کو کہہ رہے ہیں کہ تمہاری یا خدائی
 سے کہ کسی دوسرے کی عبادت کر رہے ہیں ، مگر سب انکار کر رہے تھے ۔ *بَعْدَ الْفَتْحِ*
 میرا کہ وہ سب کہہ رہے ہیں کہ محمد بن ابی بکر خلیفہ المسلمین علیہ السلام سے بھی یہ سوائے
 کہہ رہے تھے : *أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ* تو انھوں نے کہا : *أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ*
 تو انھوں نے کہہ دیا : *أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ* تو انھوں نے کہہ دیا : *أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ*
 کہے ہو کہ وہ ان کی کہہ رہے ہیں ، خدا کا کہنے سے انھوں نے کہا کہ ان کو نہ دیکھا ہے ، تو
 جیسی چیز کہ ہم کو ہماری جواب میں کہنے سے کہہ رہے ہیں : *أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ*
 تو انھوں نے کہہ دیا : *أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ* تو انھوں نے کہہ دیا : *أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ*
 میرے تو اتنی چیز کہہ رہے ہیں ، اس بات کو کہہ رہے ہیں کہ میں نے نہیں پہنچا ، تو میری
 نے ایسا کہہ دیا کہ اس سے تو تو اس کو کہہ رہے ہیں ، مطلب یہ ہے کہ میں نے پہنچا :
 میری رحمت میں دی کہ میری بات کہہ لیا کہ : *أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ* تو انھوں نے کہہ دیا : *أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ*
 کہ ان کے پاس پہنچا کہ ان کے کہنے سے کہہ رہے ہیں کہ ان کے کہنے سے کہہ رہے ہیں : *أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ*
 وہ کہے ، ہوا کہ میرا کہہ رہے ہیں کہ ان کے کہنے سے کہہ رہے ہیں : *أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ*

ہم نے ان کو ہرگز نہیں کہا تھا کہ جاری عبادت کریں۔

جنت کی
پرستش

فرشتے مزید عرض کریں گے بَلَّغْنَاكَ الْيَقِيْنُ وَنَالِ الْجَنَّةَ بلکہ وہ لوگ توجہات کی لڑجاکیا کرتے تھے۔ اگ انھیں یہ سہو مومنوں اور ان میں سے اکثر انہیں پر اعتقاد رکھتے تھے۔ سمجھتے تھے کہ یہ ہمارے کام آسکتے ہیں۔ جنت کی عبادت کا مطلب یہ ہے کہ شیطانین لوگوں کے دلوں میں دوسرے ڈالتے ہیں اور پھر اللہ کے سوا دوسروں کو جاہلیت روا اللہ شکل کا سمجھنے لگتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے سارے بندے نبی، ولی ہی کہتے آئے ہیں کہ عبادت صرف اللہ کی کرو۔ اِنْ اَعْبُدُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّكُمْ رَاٰ مَا تَعْبُدُوْنَ۔ جو تمہارا بھی رب ہے اور ہمارا بھی رب ہے۔ وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ (۱۱۰) اور وہی ہر چیز کا پروردگار ہے اور ہم بھی اسی کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں

اللہ نے فرمایا فَالْيَقِيْنُ لَا يَمْلِكُ لَكُمْ نَفْعًا وَلَا ضَرَرًا آج کے دن تم ایک دوسرے کے نفع نقصان کے مالک نہیں ہو گے۔ اس دن عباد اور معبود، تابع اور متبوع کا بھٹکا بالکل نمایاں ہو گا اور کوئی ایک دوسرے کی مدد نہیں کر سکے گا۔ درحقیقت نفع نقصان کا مالک اللہ ہی ہے اور دنیا میں اکثر لوگوں کو دھوکہ ہوتا ہے اور وہ ایک دوسرے پر انحصار کر لے گئے ہیں، مگر آخرت میں تو وہ دیکھنے کی بجائے ہوگی اور کوئی بھی کسی کے کام نہیں آسکے گا۔ تمام خود ساختہ معبود مٹیں گے شیطان بھی ہیزاری کا اظہار کرے گا، اور کہے گا۔ اِنِّیْ کُفِّرْتُ بِمَا اَشْرَکْتُ مَعًا وَنِیْیَ قَبْلُ (۲۲) دنیا میں تم مجھے شریک بناتے تھے، میں ہیزاری کا اعلان کرتا ہوں، میں نے تمہیں گمراہی کی دعوت دی تھی، شرک کرنے والے تو تم خود ہو۔ اللہ نے تمہیں عقل و شعور عطا فرمایا تھا۔ قَدْ تَبَيَّنَ الْوَسْطُ مِنْ الْغَيِّ (البقرہ- ۲۵۶) ہدایت اور گمراہی کا راستہ بھی واضح ہو چکا تھا۔ اس کے بعد تم نے خود گمراہی کر قبول کیا اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ کفر اور شرک کیا، اب

کہ سابقہ اقوام کی نسبت عرب لوگ دسویں حصے کے بھی مالک نہیں۔ تاہم بعض دوسرے لغت کے امام اس کلمہ کو عشر العشر یعنی دسویں کا دسواں حصہ کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کو سوای یا ہزاروں حصہ بھی نہیں ملا۔ نہ تو عربوں میں پہلے لوگوں کی سی جسمانی قوت ہے جیسے کہ قدیم مصریوں، عاد، ثمود، کلدانیوں اور آشوریوں کو حاصل تھی اور نہ ان جتنا مال و دولت اور اقتدار ہی حاصل ہے۔ عربوں کے پاس قرآن کے مطالبے میں کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ کس چیز پر بھکر کرتے ہیں اور حق کی مخالفت کرتے ہیں۔

اللہ نے فرمایا فَكَذَّبُوا رُسُلِي ان پہلے لوگوں نے بھی میرے رسولوں کو ٹھٹھلایا۔ فَكَيْفَ كَانَ كَذِبُهُمْ پھر کیسی بدی میری گرفت، قوم قوح، قوم شعیب، قوم سبا، الیٰ الیٰ جتنے والے اور دیگر نافرمانوں میں سے کیا فرد واحد بھی اللہ کے خدا سے بچ سکا؟ نہیں بلکہ سب تباہ و برباد ہوئے۔ جب وہ نہیں بچ سکے جو ان سے ہزار مجھے زیادہ طاقتور اور مالدار تھے قرآن کی کیا حیثیت ہے؟ ان کو بھی اپنا انجام یاد کر لینا چاہیے، چنانچہ ایسا ہی ہوا حق کے مخالفین ذلیل و خوار ہوئے اور خدا تعالیٰ اپنے دین کو غالب کر دیا۔

قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُمْ بِوَاجِدَةٍ آلَ تَقُومُوا لِلَّهِ مَحْفُوفُونَ
 وَفَرَادَى ثُمَّ تَتَفَكَّرُونَ مَا يَصَاحِبُكُمْ مِنْ
 جُنُودٍ مِنْ هُوَ إِنْ تَذَكَّرْتُمْ إِلَّا كَذِبٌ يَدَىٰ عَذَابٍ
 تَشْتَدِيدٍ ⑤ قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَشْيٍ فَلَوْلَكُمُ
 الْإِنجِيلُ الَّذِي آتَيْنَاهُ بَنِي إِسْرَءِيلَ وَمَا عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ
 مُّهِينٌ ⑥ قُلْ إِنْ رَأَيْتُمْ ثَمَرًا يَنْتَهِقُ بِالْحَقِّ
 عَلَاقَ الْغُرُوبِ ⑦ قُلْ حَبَاءُ الْحَقِّ وَمَا يُبَدِّلُ
 الْبَاطِلُ وَمَا يُبِيدُ ⑧ قُلْ إِنْ ضَلَلْتُ فَإِنَّمَا
 أَضِلُّ عَلَىٰ نَفْسِي وَإِنِ اهْتَدَيْتُ فِيمَا يُؤْمَرُ
 بِهُ رَبِّي فَأَسْعِدَنَّ رَبِّي فَإِنِّي سَتِيبُ ⑨ وَلَوْ لَدَىٰ
 إِبْرَاهِيمَ خَلَّةٌ قُوَّتُ وَأُجِدُوا مِنْ مَّكَائِبِ
 قُرَيْبٍ ⑩ وَقَالُوا امْكُثْ بِهِنَّ وَآلِي لَهُمُ الشَّوْشُ
 مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ⑪ وَقَدْ كَفَرُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ
 وَيَقْدِرُونَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ⑫ وَحِيلَ
 بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاهُمْ
 مِنْ قَبْلُ إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مُرِيبٍ ⑬

تجربہ ۱۔ آپ کہہ دیجئے (اے پیغمبر!) بے شک میں تم کو نصیحت کرتا ہوں ایک بات کہ تم کھڑے ہو جاؤ اللہ کے لیے دو رو اور ایک ایک ۔ پھر تم حلقہ دوڑو کرو۔ تمہارے صاحب میں کوئی جنون نہیں ہے۔ نہیں ہے وہ مگر تمہیں ڈر شمس والہ (اللہ کے) شدید عذاب سے پہلے ﴿۴۹﴾ آپ کہہ دیجئے اگر میں تم سے سوال کروں کسی بے کام میں وہ تمہارے لیے ہی ہے۔ نہیں ہے میرا بدلہ مگر اللہ کے فضلے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے ﴿۵۰﴾ آپ کہہ دیجئے بیکس میل پروردگار چھینکتا ہے حق کو (یعنی نازل کرتا ہے اُوپر سے) وہ جاننے والا ہے پرشیدہ باتوں کا ﴿۵۱﴾ آپ کہہ دیجئے حق آگیا ہے، اللہ نہیں ظاہر کرتا باطل کسی چیز کو اللہ نہیں وہ لڑاتا ﴿۵۲﴾ آپ کہہ دیجئے، اگر میں بیکس جاؤں، پس بیکس میں بیٹوں کا اپنے نفس کے لیے، اور اگر میں ہایت پاؤں، پس اس وجہ سے جو دہی کی ہے میری طرف سے پروردگار نے۔ بیکس وہ سب کچھ سننے والا قریب ہے ﴿۵۳﴾ اور اگر تو دیکھے جب یہ لوگ گھبراہٹیں گے، پس بھاگ نہیں سکیں گے اور پکڑے جائیں گے قریب جگہ سے ﴿۵۴﴾ اللہ کہیں گے ایمان لائے ہم اس پر۔ اور کہاں ہو گا ان کے لیے پالینا اور جگہ سے ﴿۵۵﴾ اور تحقیق کفر کیا انہوں نے اس کے ساتھ اس سے پہلے اللہ چھینکتے ہیں وہ (ایسے ہی) بغیر دیکھے اور جگہ سے ﴿۵۶﴾ اور رکاوٹ ڈال دی جائے گی ان کے درمیان اور اُس چیز

کے لڑپن میں کہ وہ چاہتے ہیں میں نہ کہو گی
ہے ان جیسے لوگوں کے ساتھ نہ رہے چاہے چاہے
تھے وہ خود۔ راجہ شمس علی خاں نے جوئے (۱۶)

کہ تمھارا ساتھی دیوانہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی صفائی میں مشرب کیا ہے کہ تم میں سے بعض لوگ آپ کو دیوانہ، بعض شاعر اور بعض ساحر کہتے ہیں۔ مگر جب اس کے افعال و کردار پر نظر کرو گے اور تعلیم میں غور و فکر کرو گے تو اس میں دیوانگی والی کوئی چیز نہیں پاؤ گے۔

اس مقام پر پیغمبر علیہ السلام کے لیے صاحب کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ سورۃ التکویر میں ہے وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ (آیت ۲۲) تمھارا صاحب مجنون یا دیوانہ نہیں ہے۔ وَمَا هُوَ عَلَيْكَ الْظَبْيُ بِضَنِيٍّ (آیت ۲۳) اور وہ غیب کی باتوں پر تنگ دل بھی نہیں ہے۔ اور تمہیں آپ کی حقیقت معلوم کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی چاہیے، کیونکہ تم نے مجھ سے جانتے ہو، اور اس کے عادات و اطوار اور اخلاق سے واقف ہو۔ انہوں نے خود انہیں طور و فکر کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا ہے فَقَدْ كَذَّبَتْ رَبِّيْكُمْ عَمَّا رَمَقْنُ قَبْلَهُ (پیس ۱۶) میں نے اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ تم میں گزاریا ہے، کیا تم غور نہیں کرتے؟ کیا تمہیں میری صداقت و امانت میں کوئی شک ہے؟ صاحب کا لفظ اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ حضور علیہ السلام اسی قوم کے فروغی ہیں جن میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ وہی قوم ہے جس نے اور عمر کا ایک حصہ ان میں گزارا جو شخص پچاس سال تک جھوٹ نہیں بول سکتا، وہ بیکار کیسے کذب بیانی کرنے لگے گا۔

جب حضور علیہ السلام کو نبوت ملی اور اللہ تعالیٰ نے تبلیغ حق کا حکم دیا تو آپ نے لوگوں کو آواز دے کر کہہ کھنڈ پر جمع کیا۔ تقریباً چالیس آدمی اکٹھے ہو گئے۔ آپ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کی دوسری طرف سے دشمن تم پر حملہ آور ہونے والا ہے تو کیا تم میری بات کی تصدیق کرو گے؟ سب نے

.

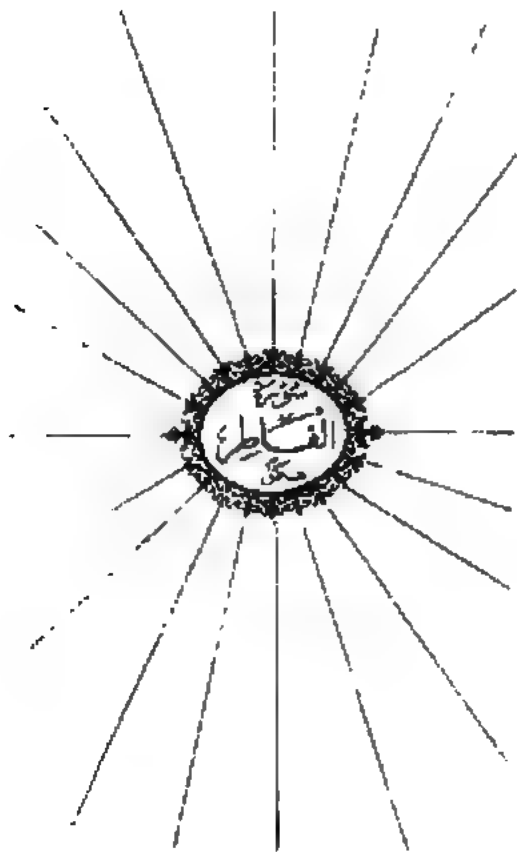
.

.

.

.

.



فاطر ۲۸

آیت ۱

ومن یقتل ۲۲

درس اول ۱

سُورَةُ فَاطِرٍ مَكِّيَّةٌ مَوْجُودَةٌ فِي خَمْسٍ وَارْبَعِينَ آيَةً وَخَمْسُونَ كُوفَاتٍ
سورة فاطر کی ہے۔ یہ پچاس آیت اور پچاس کوفہ پر مشتمل ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
شروع اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بہد مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

أَتَمَدُّ اللَّهُ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلَكِ
رُسُلًا أُولَىٰ أَجْنَحَةٍ مِّثْقَىٰ وَثَلَاثَ وَرُبْعَ
يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ ①

ترجمہ ۱۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو بنانے
والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ اور جو ٹھکانے والا ہے
فرشتوں کو پیغام لالے ٹھکانے، بازوؤں والے اور دو
ہین تین، چار چار۔ اور زیادہ کرتا ہے تخلیق میں جو
چاہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا
ہے ①

اس سورۃ کا نام سورۃ فاطر ہے۔ یہ نام سورۃ کی پہلی آیت میں آ رہا لفظ فاطر سے
لے لیا گیا ہے۔ معنی بنانے والا ہے۔ اس سورۃ کا دوسرا نام سورۃ طلاق بھی ذکر کیا ہے

نام لکھنا

۱۔ سورۃ فاطر ۲۸، سورۃ طلاق ۶۴، سورۃ طلاق ۶۴، سورۃ طلاق ۶۴ (طیاض)

زیب قدم ہے۔ اس سورۃ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان اور توحید قبول کرنے والوں کے لیے بڑی بشارتیں دی ہیں اور ان کو بچنے والے انعامات کا ذکر کیا ہے تاکہ ان کے دل مضبوط ہوں۔ اسی طرح نافرمان لوگوں کی سزا کا ذکر بھی کیا ہے، کہ ان کے عذاب میں کمی نہیں ہوگی۔ وہ جہنم سے نکلنا چاہیں گے۔ مگر ان کی سزا قبول نہیں کی جائے گی۔

فاطر پر بیع

اس سورۃ مبارکہ کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی صفات سے ہوتی ہے الْحَمْدُ لِلّٰهِ سب تعریفیں اور خوبیاں اللہ تعالیٰ کی ذات سے لیے ہیں۔ سَالِطَةُ سُبْحَا کی ابتداء بھی اپنی الفاظ کے ساتھ ہوئی تھی اور میں نے عرض کیا تھا کہ قرآن پاک میں دو مزید سورتوں کی ابتداء بھی اپنی الفاظ سے ہوئی ہے یعنی سورۃ فاتحہ اور سورۃ الفاتحہ كَوْنُ مَا يَاسِبُ تعریفیں اور ستائشیں اس ذات کے لیے ہیں طَائِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کنندہ ہے۔ فاطر اور پر بیع کا قریب ترین ایک ہی مضموم ہے یعنی پیدا کرنے والا۔ قرآن پاک میں بعض جگہ فاطر کا لفظ آیا ہے اور بعض مقامات پر پر بیع بھی استعمال ہوا ہے جیسے يَبْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (البقرہ - ۱۱۷)

قطرہ کا لغوی معنی کسی چیز کو بہاڑنا یا اس میں شگاف ڈالنا ہوتا ہے۔ رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اس لفظ کے صحیح مضموم کے متعلق تردد تھا لہذا میں اس کی لڑہ میں تھا کہ کس طرح اس لفظ کا صحیح معنی طلب سمجھ میں آجائے۔ اس زمانے میں دیہاتی عربی کو میاں زبان سمجھا جاتا تھا، اسی لیے روئے عرب اپنے بچوں کی ابتدائی پودش دیانت میں گزنا پسند کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ میں نے دو عرب بدویوں کو آپس میں جھگڑتے ہوئے پایا، ان کے درمیان ایک کنویں کی کلیت کا جھگڑا تھا۔ ایک شخص دوسرے سے کہنے لگا۔

لے مصباح اللغات ۶۳۵ ۲ ابن کثیر ص ۵۲۶ و قرطبی ص ۳۱۹ (نیاض)

کہ تم اس کو نہ لکھتے کیونکہ وہ مرنا کہتے ہیں۔ خدا کا قصہ نہایت سیر کو
 جیسے ہی تم خدا کا قصہ سنو، زمین میں حکومت خدا کی یہ ہے کہ جو پتھر کی
 قباہت تم میں سے ہے، میں اس کو ہر ماہ (یعنی ہر چھ ماہ) میں صاف کرتا ہوں۔ اس کا
 فرشتہ یہ کہ جو وہ لوگ اس کو سنیں، مجھے نیکو لگتا ہے۔ اگر وہ اس سے باز
 نہیں آتے، تو ان کو کھانسی ہے جب کہ تم اس سے باز نہ آؤ۔



[illegible]

جب تک کہ چتر پتر کے صفحہ اہلاد کے نیچے بر سرِ سحرِ دروہی آگئی
 تو اب پترِ نالاک اور سوا صفحہ حق کا کام کرتی ہے۔ خلق کا مصلح یہ

ہے کہ کسی چیز کا مادہ موجود ہو اور اس سے کوئی چیز بنائی جائے۔ ظاہر ہے کہ ہر چیز کا خالق اللہ ہے۔ خود اسی کافران ہے اَللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ (المومن - ۶۲) چنانچہ انسان، ملائکہ، جنات، جنت اور مذبح وغیرہ سب اسی کے پیدا کردہ ہیں۔ اس کی صفت خلق کی واضح مثال یہ ہے کہ اس نے زمین کو صفت ابداع کے ذریعے بغیر مادے، آگے اور غائب کے پیدا کیا۔ اور پھر زمین کے مادے مٹی سے انسان کو صفت خلق کے ذریعے پیدا فرمایا۔ اس کا ارشاد ہے خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ (الاحقاف - ۱۵) یعنی اللہ نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا، اور پھر قطرہ آب سے نسی انسان کو پیدا کیا۔ اسی طرح انسانوں اور جنات کے متعلق فرمایا خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ نَّمَارِجٍ مِّنْ نَّارٍ (التجن - ۱۳-۱۵) اللہ نے انسانوں کو کھنکھاتی ہوئی مٹی سے اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔ اسی طرح ملائکہ کے متعلق حدیث میں آتا ہے کہ ان کو اللہ نے ایک خاص قسم کے نورانی مادے سے تخلیق فرمایا۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ ایک جھولے سے بیج سے یا ایک سحلی سے گھٹکی سے بہت بڑا درخت بنا دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت خلق کا کرشمہ ہے۔

جب اللہ تعالیٰ صفت خلق کے ذریعے کوئی چیز پیدا فرمادیتا ہے۔ تو تیسرے نمبر پر اس کی صفت تدبیر کا کام کرتی ہے اللہ کافران ہے یَذَرُہُمُ الْاَیْمٰنُ مِنَ السَّمَاءِ اِلَیَّ الْاَرْضِ (التحقیق - ۵) آسمان کی بلند فضاں سے زمین کی سہیلیوں تک ہر ہر چیز کی تدبیر اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ پیدائش کے بعد کسی چیز کو تدریجاً بڑھانا یا گھٹانا، کسی چیز کو آگے دیکھے کرنا۔ یا ترقی و تنزیل کے مراحل سے گزارنا ازادہ یا قائم رکھنا، موت سے دینا یا قہر کر دینا یا صفت تدبیر کا کام ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ خود انجام دیتا ہے۔ اور اس معاملے میں بھی اس کو کسی دوست کی مدد کی ضرورت نہیں ہوتی، اور نہ ہی وہ یہ کام اپنی مخلوق میں سے کسی کے سپرد کرتا ہے۔

[illegible]

فرشتوں
کی تخلیق

آیت کے ابتدائی حصے میں اللہ نے اپنی صفت اَبَاحِ یَافُطُور کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جَعَلَ الْمَلٰٓئِکَۃَ رُسُلًا جو کہ فرشتوں کو پیغام رسال بنانے والا ہے۔ ظاہر ہے کہ فرشتوں کا ایک کام یہ بھی ہے کہ وہ اللہ کے پیروں کے پاس اللہ کا پیغام لاتے ہیں۔ اس فرض کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ فرشتوں سے تدبیر کے مختلف کام لیا ہے اور وہ تعمیل حکم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فیضان فرشتوں کے ذریعے ہی کائنات تک پہنچتا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے اربعہ اکیس سو سال پہلے انسان کی مصلحت کی خاطر اپنے فضل اور حرمان سے اللہ نے فرشتوں کو پیدا فرمایا۔ خدا تعالیٰ ازل میں جانتا تھا کہ انسان کی مصلحت فرشتوں پر موقوف ہے۔ اہم فرشتے درجات میں انسان سے کم تر ہیں۔ فرشتوں کے سات مختلف طبقات ہیں۔ اور ہر طبقہ کا مادہ تخلیق الگ الگ ہے۔ مادہ اعلیٰ کی تخلیق لطیف اور انسانی سے ہوتی ہے جن میں جبرائیل امیکائیل وغیرہ شامل ہیں اور مادہ سفلی کی تخلیق اس سے کمتر مادہ سے ہوتی ہے۔ شاہ صاحب فرشتوں کے مادہ تخلیق کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس کی مثال اُس آگ جیسی ہے جو ہوئی علیہ السلام پر ظاہر ہوئی تھی۔ حقیقت میں یہ حجابِ فوری تھا یا ناری تھا جب موسیٰ علیہ السلام اُس آگ کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ ایک درخت سے نکل رہی ہے مگر درخت کو جلاتی نہیں بلکہ مزید روشن کر دیتی ہے۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو لطیف مادے سے پیدا کیا ہے، ان میں روحیں اور عقلیں مشعورہ ہیں اور وہ درخت، مہر تن اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔

فرمایا اللہ تعالیٰ فرشتوں کو پیغام لانے والا بنانے والا ہے۔ اور فرشتوں

فرشتوں کا
صلاحیت

کے واقعہ میں مددۃ المصطفیٰ کے پاس۔

تخلیق میں
اضافہ

اس آیت کریمہ میں یَقْرِئُكَ خُفِّ الْخَفَافِ کے الفاظ توجہ طلب ہیں اس کا بظاہر معنی تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے پر وں میں حسبِ مشاء اضافہ بھی کرتا ہے۔ تاہم مفسرین کہتے ہیں کہ اس کے عمومی معنی بھی لینے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اس سے اللہ کی ہر قسم کی تخلیق میں اضافہ بھی مراد ہو سکتا ہے۔ مثلاً انسان کو اللہ نے تمام اعضاء و عظام فرمائے ہیں جو عام طور پر عمومی نوعیت کے ہوتے ہیں مگر بعض لوگوں کے لیے کم یا زیادہ اضافہ بھی فرما دیتا ہے کسی کو غیر معمولی حسن عطا کر دیا، اس کی آنکھوں، کانوں اور ناک کو بہترین انداز میں بنا دیا۔ کہ وہ عام لوگوں سے زیادہ حسین نظر آتا ہے۔ کسی کو خوبصورت اور سرسبز آواز دے دی، کسی کو اضافی عقل و ذہانت عطا کر دی، کسی کے قدم میں اضافہ اور کسی کی جسمانی قوت کو غیر معمولی بنا دیا۔ کسی کو خوش الحانی اور کسی کو تحریر و تقریر میں زیادتی عطا کر دی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے انعامات ہیں جن کی قدر کرنی چاہیے۔

فَرَمَّا إِنَّ اللَّهَ عَلَفٌ حَكِيمٌ شَيْءٌ وَ قَدِيرٌ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اُس نے ہر چیز پر اپنی قدرت کا لہر کے ساتھ بنا ہی ہے۔ انسانوں پر بے شمار انعامات فرمائے ہیں لہذا انسان کا فرض ہے کہ ایمان لے کر توحید کو درست کہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

ماہنامہ

۲۸۲

۲۷

۲۸۳

مَا يَفْتَحِ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا
وَمَا يُمْسِكِ فَلَا يُرْسِلُ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ وَهُوَ
الْعَزِيزُ الْمَكِينُ ① يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَذْكَرَ لَكُمْ
اللَّهُ عَلَيْكُمْ هَذَا مِنْ خَلْقِ عَالَمٍ اللَّهُ يَوْمَ تَكُونُ
مِنَ النَّاسِ سَعَةً وَلَأَقْرِبُ إِلَهُهُ الْآهُونَ فَلَنْ
تُؤْفَكُونَ ② وَإِنْ يَكْذِبُوا فَقَدْ كَذَّبَتْ
رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ وَلَئِنْ اللَّهُ يُرْجِعِ الْأُمُورَ ③

ترجمہ۔۔۔ مگر کمال سے بڑھ کر خدا کی رحمت ہے۔ جس پر تم کوئی روکنا ہو نہیں سکتا۔ اور جس کو روکنا ہو نہیں سکتا۔ پس تم کوئی بھیجنا ہلا تم کے سوا۔ اور وہی ہے کمال قدرت کا مالک۔ اور جھوٹوں والا ② اے لوگو! یاد کرو اللہ کے فضل کو جس سے تم کوئی عالم اللہ کے سوا جو تم کو بڑی پٹائی پر آسان اور زمین کی طرح سے نہیں کرتی عبادت کے عین سزا دی۔ اور تم کہاں پھر سے جاتے ہو ③ اور اگر جھوٹا ہو۔ اور اگر تم کو اللہ کے فضل سے پہلے اللہ کے فضل سے پہلے اللہ کے فضل سے پہلے اللہ کے فضل سے پہلے

اس سورۃ مبارکہ کی ابتدا حمد باری تعالیٰ سے ہوئی۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا ایجاد کنندہ ہے جس نے فرشتوں کو پیغام رسانی کے لیے منتخب فرمایا ہے۔ فرشتوں کے مقدر پر ہوتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ جس قدر چاہے تخلیق میں اضافہ کر دیتا ہے۔ یہ فرشتے پیغام رسانی کے علاوہ فیضانِ ربانی کا کام بھی انجام دیتے ہیں۔ اب آج کے درس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمیٰ رحمت کا ذکر فرمایا ہے اور اپنی صفتِ خلق کو بیان کیا ہے۔ ساتھ ساتھ شرک کی تردید ہے اور آخر میں نبی علیہ السلام اور آپ کے پیروکاروں کے لیے تسلی کا مضمون ہے۔

ارشادِ پروردگار: مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ
اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جو کچھ کھول دے فتنہٴ مصیبت کہتا ہے کہ
اُس کو کوئی روکنے والا نہیں۔ خدا تعالیٰ کی رحمت کا یہ دروازہ انسان کے جسمانی فوائد کے لیے بھی کھلا ہے اور روحانی ضروریات کے لیے بھی۔ اللہ تعالیٰ انسانی جسم کی نشوونما اور بقاء کے لیے بارش برساتا ہے، اس کے ذریعے پھل اور النج اگاتا ہے جو انسان کی غذائی ضروریات پوری کرتے ہیں اور انسانی جسم کی نشوونما کا سبب بنتے ہیں، اسی طرح مالکِ ملک انسان کی روحانی تربیت اور ہدایت کے لیے اپنے پیروں کو مبعوث فرماتا ہے۔ اُن پر وحی نازل فرماتا ہے، شریعہ اور قوانین عطا کرتا ہے۔ اسی عمل کی آخری کڑی کے طور پر اللہ نے اپنے آخری نبی اور رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ کو اپنی آخری اور جامع کتاب قرآن مجید عطا فرمائی۔ قرآن کریم ہدایتِ انسانی کے لیے ایک ایسا خزانہ ہے جو قیامت تک آنے والے لوگوں کے لیے منبعِ رشد و ہدایت ہے۔ اس کے ذریعے انسانوں کو بقائے دائمی کا سامان حاصل ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔

فرمایا جس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دروازہ کوئی بھی بند نہیں کر سکتا۔ اسی

وہ سرگندہ کتا ہے مَیْطُنَا پَنَوِیْ کَذَّ اہم پر فلاں بچتر کی وجہ سے بارش ہوئی۔ فرمایا ایسے لوگ کھڑائی نعمت کے شریک ہوتے ہیں اور اگر وہ ستاروں کے حقیقی مؤثر ہوتے ہیں تو قطعی کافر ہیں، اللہ نے سورۃ الناقہ میں فرمایا ہے - وَ تَجْعَلُوْنَ رِزْقَکُمْ اَنْتُمْ تَکْذِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ تم ایسی چیزوں کو سے مدد کی طرف منسوب کر کے اللہ کی رحمت کو بھٹلاتے ہو۔ یہ تو شرک والی بات ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کا یہ معمول تھا کہ جب بارش ہوتی تو یوں کہتے مَیْطُنَا یَنْفُخُ الْفَتْحُ یعنی ہم پر فتح کے نواز (سارے) کے ساتھ بارشیں ہوتی۔ اور پھر یہی آیت تلاوت فرماتے مَا یَفْتَحُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ ... الخ اگر بارش سے مراد یہ ہے کہ جس کے لیے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا دروازہ کھول دے۔ اُسے کوئی مدد کئے والا نہیں، اور جس پر وہ خود رحمت کا دروازہ بند کر دے اُسے کوئی کھول نہیں سکتا، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نماز کے بعد اکثر یہ ورد کیا کرتے تھے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِیْکَ لَهُ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَنَافِعَ لِمَا اَعْطِیْتَ وَلَا مَعْطٰی لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَبَدِ مِنْكَ الْجَبَدُ رَجْمًا، مسلم، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اُسی کے لیے بادشاہی ہے اور اُسی کے لیے سب تعریفیں ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اے اللہ! انہیں کوئی مدد کئے والا اُسی چیز کو جو تو عطا کر دے، اور انہیں کوئی بُنے والا وہ چیز جو تو روک دے، اور تیرے

۱۔ در ششور مسک ۲۵ ج ۵ وابن کثیر مسک ۵ ج ۲

۲۔ خازن مسک ۲ ج ۵ و معالم التنزیل مسک ۱۹ ج ۴ (طابع)

گئی ہے جیسے ارم تدریر یا منتر ناصر وغیرہ۔ یہ کون سی عزت افزائی ہے؟ عورت کو فیکٹری میں ملازمت دے کر یا فوج، پولیس اور دفتر میں بھرتی کر کے مزدور بنادیا گیا ہے حالانکہ عورت تو گھر کی زینت اور اس کا ذریعہ دار ہے۔ اللہ نے عورت کو چاروں باعزت مقام عطلیہ کے ہیں: بختیت مال عورت کا بڑا بلند مقام ہے اللہ نے اولاد کی جنت مال کے قدموں کے نیچے رکھی ہے: بختیت بہن بھی عورت کو نہایت احترام کا مقام دیا گیا ہے۔ بختیت بیٹی اس کا مشتاقانہ مقام ہے اور بختیت بیوی وہ گھر کی مالکہ ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ جس طرح مردوں کا حق عورتوں پر ہے اسی طرح عورتوں کا حق مردوں پر ہے یہ الگ بات ہے کہ اللہ نے درجے میں مردوں کو عورتوں پر فضیلت بخشی ہے مگر ان کے بھی مردوں پر حقوق ہیں۔ ان کے حقوق کی ادائیگی ضروری ہے کسی عورت کو اس کے جائزہ حق سے محروم رکھنا اسے زندہ درگور کرنے والی بات ہے جس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

حضرت علیہ السلام نے ان کی نافرمانی سے منع فرمایا ہے۔ باپ کے مقابلے میں خدمت کے لیے مال زیادہ مقدار ہے کیونکہ وہ باپ کی نسبت کمزور ہوتی ہے۔ فرمایا والدین کے لیے اذیت کا باعث، نہ بخو، چہ جائیکہ ان کو گالیاں دے، دگھر سے نکال دیا جائے یا ان سے ذلت آمیز سلوک کیا جائے۔

عامر ابن قیس ایک بزرگ گذشتہ ہیں جو غالباً صحابی ہیں ان کا قول ہے کہ قرآن کریم میں چار آیات ایسی ہیں کہ جب میں ان کی تلاوت کر لیتا ہوں تو مجھے کچھ پرواہ نہیں ہوتی کہ میری صبح کیسے گزری ہے گی اور شام کیسے؟ گریہ آیات مجھے ہر چیز سے مستغنی کر دیتی ہیں جو فراتے ہیں کہ ان چار آیات میں سے پہلی آیت تو یہی آیت زیر درس ہے یعنی مَا يَفْتَحُ اللَّهُ..... وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت اور کمال رحمت کا ذکر ہے جس کی وجہ سے اس ذات

چند مستغنی
کنندہ آیت

[illegible][illegible]

آئی ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ نے ان کو بے شمار ظاہری اور باطنی قوی عطا فرمائی ہیں، دیکھئے، سنئے، چلنے پھرنے، بولنے اور خورد و خوراک کرنے کی کتنی ہی نعمتیں ہیں کہ انسان ان سب کا شکر ادا کر ہی نہیں سکتا۔ اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ اللہ نے فرمایا کہ اس کے بندے اگر انھیں کا تقویر اس شکر پر بھی ادا کر دیں تو وہ راضی ہو جاتا ہے، ورنہ کوئی شخص کسی نعمت کا شکر یہ ادا کر ہی نہیں سکتا۔ اللہ کے فرشتے اگرچہ بہترین حیات میں مصروف رہتے ہیں، مگر شکر یہ کا حق ادا کرنے میں وہ بھی عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔

روزِ صرف
الطہر

ارشاد ہوتا ہے هَذَا مِنْ خَلْقِ خَيْرِ الْمَلٰٓئِكَةِ يَرْزُقُ كَمَنْ شَاءَ السَّحَابُ وَلَا تَحْزَنْ يٰ كَاۡتِبُ السُّوۡرِ سَا كُوْنِي اَوْ خَالِقُ هے جو تمہیں آسمان و زمین سے روزی پہنچاتا ہو۔ یہ استغفار الٹا کہلاتا ہے اور مطلب یہ ہے کہ یقیناً کوئی نہیں ہے، خالق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور ہر جائزہ کو روزی بھی وہی پہنچاتا ہے۔ مگر انسان کس قدر نادان واقع ہوا ہے کہ اس روزی کی خاطر اپنے ایمان کو ضائع کر لے، اللہ کو چھوڑ کر دوسروں سے حاجات طلب کر لے اور اس طرح شرک کا مرتکب ہوتا ہے۔ روزی کا اختیار تو صرف اللہ کے پاس ہے جو خالق ہے اور مجھ ہنود، یہود، مشرک، مجوسی، سب قہقہہ کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کچھ واقعہ میں بھی گزر چکا ہے کہ خدا کے سوا روزی کا مالک کوئی نہیں لہذا اَقْبَسْتُمْ عَلٰٓی عِندَ اللّٰهِ اِلٰهَ رَبِّیْ وَ اَحْبَبْتُمْ کُفْرًا وَ اَشْكُرُوْا کَافِرًا (العنکبوت - ۱۷) لہذا اسی کے ہاں روزی تلاش کرو، اسی کی عبادت کرو اور اسی کا شکر ادا کرو۔ ہر روزی رواج کے حالات کو اللہ تعالیٰ ہی بتہر جانتا ہے اور وہ اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق روزی کا دروازہ کھولتا ہے۔ فرمایا اَلَا یَقِفُ کُلُّ مَنْ خَلَقَ اَوْ هُوَ اللّٰطِیْفُ الْغَیْبِیُّ (الملک - ۱۴) کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا ہے؟ وہ تو نہایت باوریکہ بین اور ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ سب کچھ جانتا ہے۔

فرمایا جب اللہ کے سوا خالق کوئی نہیں ہے جو تمہارے لیے روزی کا سال

فرماتے تھے کسی عجز کی کیا بات سنا؟ اسی لیے فرمایا کہ جب کوئی غم لاحق ہو تو میرا اسوہ سامنے رکھو۔

ایک شخص نے حضرت علیہ السلام کے متعلق بڑی غلط بات کہی۔ کہنے لگا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم انصاف کرو۔ آپ کے دل پر سخت چوٹ لگی۔ فرمایا اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو اور کون انصاف کرے گا۔ بڑے افسوس کا منہ ہے کہ آسمان والے تو مجھے ایسے سمجھتے ہیں اور تم مجھے بے انصاف جانتے ہو۔ اس قدر پریشانی کے باوجود آپ نے فرمایا رَحِمَهُ اللّٰهُ مُوسٰی لَقَدْ اَوْذٰی بِاَکْثَرِ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے، انہیں اس سے بھی زیادہ تکالیف دی گئیں مگر انہوں نے صبر کیا۔ کوئی علیہ السلام پر لوگوں نے سخت اتمام نہ کرنے، آپ کی تکذیب کی مگر انہوں نے ہمیشہ صبر سے کام لیا۔ فرمایا اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلا دیں تو آپ سے پہلے رسولوں کو بھی جھٹلایا گیا۔ آپ قسری رکھیں وَاللّٰهُ مُجْتَبِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ تمام امور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ آپ فکر نہ کریں اور اپنا کام کرتے جائیں، اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہوگا۔

دوسری بکثرت

خاطمی ۵

دریہ پور م

بیت ۱۰۰

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَكُمُ
 الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَكُم بَنُو الْفَرَسِ ۚ
 إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا مُرَاسِمًا
 وَيَذْعُو حُرْفَةً لِيُكَوِّنُوا مِن أَعْمَابِ الشَّيْطَانِ ۚ
 الَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَالَّذِينَ
 هُمُ الْمُؤْمِنُونَ أُولَئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَجَزَاءٌ
 كَبِيرٌ ۝

۱۰۰

ترجمہ۔ اے لوگو! ایک خبر کا اعلان حق ہے
 میں نہ دھوکہ دے گا نہ کوئی دھوکہ نہ دے گا نہ جو
 نے تم کو تم کے ہر سے میں نے دھوکہ دیا ۝
 شیطان تم کو دھوکہ دے گا میں نے تم کو دھوکہ دیا
 تم کو وہ جانتا ہے کہ تم کو دھوکہ دے گا میں نے
 تم کو دھوکہ دیا ۝
 شیطان تم کو دھوکہ دے گا میں نے تم کو دھوکہ دیا
 وہ وہ تم کو دھوکہ دے گا میں نے تم کو دھوکہ دیا
 اے تم کو دھوکہ دے گا میں نے تم کو دھوکہ دیا
 تم کو دھوکہ دے گا میں نے تم کو دھوکہ دیا
 تم کو دھوکہ دے گا میں نے تم کو دھوکہ دیا

۱۰۰

آپ کو تکالیف پہنچاتے ہیں تو آپ ان سے خوفزدہ نہ ہوں کیونکہ پہلے لوگ بھی اسی طرح اپنے رسولوں کو جھٹلاتے رہے۔ تمام معاملات اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹ کر جانے والے ہیں۔ وہ ان مکذبین کو ضرور سزا دے گا۔ اس کے بعد اللہ نے عام بنی نوع انسان کو خبردار کیا ہے کہ شیطان تمہارا دشمن ہے اس کے اغوا سے بچنے کی کوشش کرتے رہو۔ اللہ کا وعدہ برحق ہے، قیامت ضرور واقع ہوگی۔ تجلی سے کا وقت آئے گا، اور پھر جزا اور سزا کے فیصلے ہوں گے۔

وقع قیامت
کا وعدہ

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اسباب ضلالت میں سے دو اسباب کا ذکر فرمایا ہے۔ پہلا سبب یہ فرمایا۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ لے لوگو! بیشک اللہ کا وعدہ برحق ہے۔ اللہ نے وقوع قیامت اور عزرائیل علیہ السلام کا جو وعدہ لوگوں کے ساتھ کیا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔ قیامت ضرور برپا ہوگی۔ اور ہر شخص کو بارگاہ رب العزت میں حاضر ہو کر اپنے اعمال کی جوابدہی کرنا ہوگی۔ سورة الانبیاء میں اللہ کا فرمان ہے وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ (۱۰۴) وقوع قیامت برحق ہے اور ہم ایسا کر کے رہیں گے۔ قرآن پاک کا تقریباً ایک تہائی حصہ اسی مسئلہ قیامت پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ دیگر تمام کتب سماویہ میں بھی اس مسئلہ کو کھولی کر بیان کیا گیا ہے۔ تاہم قیامت کی جس قدر تفصیلات قرآن پاک نے بیان کی ہیں۔ اتنی دوسری کتابوں میں نہیں ہے۔

فرمایا، لوگو! بیشک اللہ کا وعدہ برحق ہے فَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا پس دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے۔ گویا اس دنیا کی زندگی کا ظاہری عیش و آرام اور اس کی زنجینیاں اسباب ضلالت میں سے پہلا سبب ہے۔ اسی میں اکھبر کہ حضرت کو نہ بیدار بیٹھنا۔ یہ زندگی تو اللہ نے آزمائش کے لیے دی ہے، کہ انسان بیاں آکر کیسے اعمال انجام دیتے ہیں۔ اس فانی دنیا میں مگن ہو کر اپنے اصلی مقام کی فکر بھی کرتے ہیں یا نہیں۔ سورة الملک کی ابتدا میں اسی بات کا تذکرہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات وہ ہے الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ

۱۰۔ اپنے گمراہ کو دعوت دیتا ہے تاکہ وہ سارے کے سارے دوزخ ملے جن میں وہ وہ سارے دوزخیوں کے ذریعے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے تاکہ اس کی جماعت بہت بڑی بن جائے۔ اس آیت کریمہ میں لفظ **مَنْ دُفِعَ** کی ترجمہ کے ساتھ آیا ہے۔ جس کا معنی دھوکہ باز یا فریبیدہ ہے اور اگر یہی لفظ **دُفِعَ** کی پیش کے ساتھ ہو تو معنی دھوکہ دینا یا فریب دینا ہے۔ اس سے بچ کر رہنا۔

شیطان سے
بچنے کا طریقہ

امام قشیری پورعی صدی کے بزرگ محدث ہیں۔ وہ اپنی کتاب رسالہ قشیریہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیطان انسان کا سخت ترین دشمن ہے۔ جس کے متعلق خود اللہ جل شانہ کا فرمان ہے **إِنَّهُ يَكْمُرُ كَهْوًا وَيَنْبُلُ مِنْ حَيْثُ لَا تَحْتَسِبُ** (اعراف - ۲۷) وہ اور اُس کا قبیلہ تھیں ایسی جگہ سے دیکھ رہا ہے جہاں سے تم اُسے نہیں دیکھ سکتے۔ اُس کی دشمنی انسان کے لیے ہر لحاظ سے ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اُسے آدم علیہ السلام کے سامنے مجاہد کرنے کا حکم دیا۔ اور اس نے انکار کیا تو وہ مردود ٹھہرا مگر اُس نے اللہ کے سامنے حمد کیا، پروردگار **لَا تُقْوِيَهُمْ** آیت میں (المجادلہ - ۳) میں تیسرے بندوں کو گمراہ کر دینا کا سوائے تیرے مخلص بندوں کے۔ کہنے لگا، میں آگے پیچھے، دائیں بائیں، غرضیکہ ہر راستے سے آکر انسان کو گمراہ کر دینا گا۔ چنانچہ شیطان آدم اُنس کے چیلے ہر وقت انسان کے وہ پے پستے ہیں۔ قریبے ازل دشمن سے بچنے کے لیے امام قشیری فرماتے ہیں کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنی چاہیے۔ اس مسئلہ میں حضور علیہ السلام نے بعض کلمات بتائے جن کے ورد سے شیطان کے شر سے محفوظ رہا جاسکتا ہے **بِسْمِ اللَّهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ** گناہ سے بچاؤ اور بچی کی انجام دہی پس اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی ممکن ہے اسی طرح **أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ**

۱۔ رسالہ قشیریہ ص ۵۵

(قیاس)

۲

میں تو شیطان پر لعنت بھیجتے ہو مگر باطن میں اس کے ساتھ دوستانہ ہے۔ تم اکثر کام شیطان کی خواہش کے مطابق انجام دیتے ہو۔ تمام رسم و رواج، بدعات، شرکیہ اور کفریہ رکات اور فضول خرچی شیطان کی خواہش کی تکمیل ہی تو ہے۔ سورہ نساء میں اللہ نے ابن آدم کو خطاب کر کے فرمایا ہے اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ لَا يَبْرِيْ اَدَمَ اَنْ لَا تَعْبُدُوْا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (آیت ۶۰) اے ابن آدم! کیا میں نے تمہیں خبردار نہیں کیا تھا کہ شیطان کی پریش نہ کرنا کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے مگر تم پھر بھی اس کے دام میں پھنس گئے۔

فرمایا شیطان کہ اپنا دشمن سمجھو انہما یَدْعُوْا حِزْبَہٗ لَیْسَ کُودُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ بے شک وہ اپنے گروہ کو بلا رہے تاکہ وہ سب دوزخ والوں میں ہو جائیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ بڑی جماعت بنا کر ان کو جہنم میں لے جانا چاہتا ہے۔ لہذا اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفر اور ایمان کا انجام بھی بیان کر دیا ہے ارشاد ہوتا ہے اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وہ لوگ جنہوں نے کفر کا شیوہ اختیار کیا کہم عَذَابٌ شَدِیْدٌ وہ سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ کفر کا انجام لازماً بُرا ہوگا۔ کفر کا معنی دین، شریعت اور توحید کا انکار ہے۔ یہ سخت جرم ہے جس کی سزا دائمی جہنم ہے۔ دوسری طرف اہل ایمان کے متعلق فرمایا اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال انجام دیے کہم مُّغْفِرٌ وَاَجْرٌ کَبِیْرٌ اُنْ کے لیے بخشش اور بہت بڑا اجر ہوگا۔ ایمان لانے کے بعد اعمال صالحہ و دوسری منزل ہے اگر ایمان کی بنیاد مستقیم ہے تو نیکی بھی مقبول ہوگی، ورنہ نہیں، نیک اعمال میں سب سے پہلے فرائض یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج آتے ہیں۔ پھر جہاد قربانی، اور صدقہ و خیرات کا نمبر ہے، انسان سے بہت سی کوتاہیاں ہو جاتی ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ ایمان اور نیک اعمال کی وجہ سے معاف فرمائے گا۔ دوسرے

کفر اور ایمان کا انجام

مناہر پر ہے کہ شہر خالی ہیں ایسے کہ مائیں کو نہت سے محبت کے ہاتھ پر ہوا
 کرواؤں مہ چھیننے کا

وہ یہ یاں نہ اچال ساؤ کی برکت سے آپس طرف خلیوں نہ کوئی ہیں
 محبت کوئی تو دوسری طرف ہنسنے کے ان سب بڑا ہر جی میرے آگے کا حق
 ہے ہی میں کے پہلے یہ اشارے ہی سہاوی ہے

ومن یقنت ۲۲

مناعطدہ ۲۵

دس پارہ ۳

آیت ۱۰۲

أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَاهُ حَسَنًا فَرَّانَ
 اللَّهُ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ فَلَا
 تَذْهَبُ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَتٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ
 بِمَا يَصْنَعُونَ ⑧ وَاللَّهُ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيحَ
 فَتُبْرِئُ سَحَابًا فَأُسْقِنَهُ إِلَىٰ بَلَدٍ مَّيِّتٍ
 فَأُحْيَيْنَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ كَذَلِكَ
 النُّشُورُ ⑨ مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ
 الْعِزَّةُ جَمِيعًا ۖ إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ
 وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ ۚ وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ
 النَّسِيَّاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۚ وَمَكْرُ
 أُولَٰئِكَ هُوَ يُبَوِّرُ ⑩

ترجمہ :- بھلا وہ شخص جس کے لیے قرین کر دیا
 گیا ہے اس کا بڑا غلہ پس وہ اس کو اچھا خیال کرتا ہے
 پس بیشک اللہ تعالیٰ غمراہ کرتا ہے جس کو چاہے اللہ
 راہ دکھاتا ہے جس کو چاہے ۔ پس آپ نہ ادریں اپنے
 نفس کو ان پر حسرت کرتا ہوا ۔ بیشک اللہ تعالیٰ
 خوب جانتا ہے ان ہاروں کو جو کچھ یہ لوگ بناتے ہیں ⑧

سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ نے سابقہ اقوام کا ذکر کر کے فرمایا ہے کہ جب انہیں ان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے گرفت آئی تو انہوں نے کیوں نہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کا اظہار کیا، بلکہ ان کے دل مزید سخت ہو گئے وَذَیْنِ لَہُمْ الشَّیْطٰنُ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (آیت ۶۳) اور شیطان نے ان کے بُرے اعمال کو مزین کر دیا، لہذا انہوں نے توبہ نہ کی۔ پھر اچانک اللہ کی گرفت آئی اور ظالم قوم کی جڑ کاٹ دی گئی۔ تو فرمایا جس شخص کی نظر میں بُرے اعمال اچھے ہیں کیا وہ اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو اللہ کے فضل سے نیکی اور بُرائی میں تمیز کرتا ہے، نیکی کو اختیار کرتا ہے اور بُرائی سے بچتا ہے۔ یعنی بات ہے کہ یہ دونوں شخص برابر نہیں ہو سکتے۔ ایک ہے جو شیطان کی پیروی کرتا ہے اور شقاوت کا راستہ اختیار کیے ہوئے ہے، اور دوسرا نیکی کو اپنا کر سعادت کے راستہ پر چل رہا ہے۔ یہ دونوں ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔

آگے اللہ نے گمراہی اور ہدایت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا فَإِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنۢ یَّشَآؤُ وَیَهْدِیۡ مَنۢ یَّشَآؤُ بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کے راستے پر ڈال دیتا ہے۔ ہدایت اور گمراہی دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ مگر اس نے اس ضمن میں قرآن میں مقرر کر رکھے ہیں۔ جو شخص تعصب، ضد اور عناد کی بنا پر توحید کا انکار کرے اللہ تعالیٰ اس کا ہر حق پرستہ ہدایت کی طرف نہیں لاتا بلکہ فرمایا نُوَلِّیْہِ مَا یُوَلِّیْ وَنُصَلِّیْہِ جَہَنَّمَ زَالِیًّا (۱۱۵) جہنم وہ جانا چاہتا ہے ہم اسی طرف کی توفیق دے دیتے ہیں اور پھر وہ بالآخر جہنم میں پہنچ جاتا ہے۔ یہ خلاف اس کے جس شخص میں استعداد اور صلاحیت موجود ہوتی ہے اور وہ حق کی تلاش میں کوشش کرتا ہے ہم اسے ہدایت کا راستہ دکھا دیتے ہیں۔ وَیَهْدِیۡ اِلَیْہِ مَنۢ

آفَابَ الرَّعْدِ - ۲۷ وہ ہدایت اس کو دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے

یعنی ہدایت طلب کرتا ہے۔ اور جن کو ہدایت کی خواہش ہی نہیں ہوگی۔ انہیں صراطِ مستقیم میں نہیں آسکتا۔ سورۃ المائدہ میں ہے وَاللّٰہُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفَاسِقِیْنَ

گزشتہ درس میں گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت کی زندگی کو یہ نظام تمام کر چکا اور اس ضمن میں فرمایا اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ سَقٰی یعنی اللہ کا یہ وعدہ: کل مائے اور یہ پورا ہو کر ہے گا۔ اس سلسلے میں اللہ نے اپنے رسول، کتابیں اور مبلغین بجز حیات کی زندگی کا سامان پیدا کر دیا ہے۔ اسی طرح اللہ نے اس دنیا کی زندگی کی بقا کے لیے بھی انسان کو تمام وسائل مہیا فرمادیے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے وَاللّٰهُ الَّذِیْ اَرْسَلَ الرِّیْحَ فَتَنْفِثُ السَّحَابَ وہ ہے جو ہواؤں کو چلاتا ہے فَتَنْفِثُ سَحَابًا مَّا وَرَآئَیْہِ سَحَابٌ مِّمَّنْ لَّہٗ اَعْبَادٌ پس ہم چلتے ہیں اُسکو ایک خشک زمین کی طرف۔ فَاَخْبِیْنَا بِہِ الْاَوَّلَیْنَ بَعْدَ مَوْتِہَا پھر ہم اُس کے ذریعے مردہ زمین کو زندہ کرتے ہیں۔

آیت کے اس حصہ میں اللہ نے انسانوں اور جانوروں کی خوراک کے انتظام کی طرف ایک اجمالی اشارہ کیا ہے۔ ہر جاندار کی زندگی کا انحصار پانی اور خوراک پر ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ وہی ذات وعدہ لا شریک ہے جو اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق سمندروں سے بخارات اٹھاتا ہے۔ پھر ہواؤں کو چلاتا ہے جو انہیں اٹھا کر خشک علاقے کی طرف لے جاتی ہیں۔ جہاں بارش برسا، مقصود ہوتا ہے۔ پھر وہ اپنی مشاء کے مطابق جس خطے میں جتنی چاہتا ہے۔ بارش نازل فرماتا ہے جس سے مردہ زمین میں تر و تازگی آ جاتی ہے، اُس میں قوتِ روئیدگی پیدا ہوتی ہے اور پھر اُسی بجز زمین میں پھل اور دانج پیدا ہوتا ہے جو انسانوں اور جانوروں کی خوراک بنتا ہے، اور اللہ نے اسی پر تمام جانداروں کا مدار حیات رکھا ہے فرمایا جس طرح اللہ تعالیٰ بارش نازل فرما کر مردہ زمین کو قابلِ کاشت بنا دیتا ہے، كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ اسی طرح دوبارہ جی اٹھتا ہوگا، جب قیامت کا جمل بکے گا تو تمام مردے قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے۔ سب کو میدانِ حشر میں اکٹھا کیا جائے گا، حساب کتاب کی منزل آئیگی اور پھر جزا و سزا کے فیصلے ہوں گے۔ احادیث میں بعث بعد الموت کی کیفیت بھی بیان ہوئی ہے جب

وَالْمُؤْمِنِينَ عَزَّتْ اٰہلِ اٰیْمَانِ کے لیے ہے عزت اس شخص کو حاصل ہوگی جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کرے گا، اس کی اطاعت کرے گا، نیکی کے کام انجام دے گا اور اللہ کا ذکر کرے گا۔ فرمایا اسی طرح اگر کوئی شخص قوت کا مستلاشی ہے تو یہ چیز کسی انجینئر یا سائنسدان یا سرمایہ دار کے ہاں نہیں ملے گی بلکہ اِنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا (البقرہ - ۱۶۵) قوت اور طاقت کا سرچشمہ بھی فقط ذات خداوندی ہے اللہ پہلے تو ناقواں سے ناقواں شخص اور جماعت کو قوت بخش دے اور بڑے سے بڑے طاقتور کو کمزور کر دے۔ غیر اللہ کے پاس نہ عزت ہے اور نہ طاقت۔ جو لوگ ان چیزوں کے لیے ان کے پیچھے بھاگتے ہیں وہ محروم رہیں گے۔

غرضیکہ بارگاہ الہی میں عزت کا مقام اس شخص کو حاصل ہوگا۔ جس کا عقیدہ درست ہوگا۔ ایسے شخص کے متعلق اللہ نے فرمایا اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمَ الطَّیِّبُ، کہ اس کا پاک کلام اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتا ہے۔ مفسرین کو اس فرماتے ہیں کہ کلمہ طیب سے مراد اللہ کا ذکر، دعا، قرآن کی تلاوت، وعظ و نصیحت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور ہر وہ نیک بات ہے جو لوگوں کے لیے دنیا اور دین میں مفید ہو۔ کوئی شخص جو بھی نیکی کا کلمہ زبان سے ادا کرے گا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتا ہے وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہٗ اور انسان کا نیک عمل اُس کلمہ کو مزید بلند کرے گا ہے۔ گویا ہر نیک بات کو اگر عمل صالح کی تائید بھی حاصل ہوگی تو ایسے کلمہ کو مزید تقویت حاصل ہوگی اور اُسے بارگاہ رب العزت میں کمال درجے کی قبولیت حاصل ہوگی۔ اگرچہ نیک بات کی قبولیت اپنی جگہ مسلم ہے مگر ساتھ نیک عمل بھی ہو تو وہ نور علی نور ہوگا۔ اللہ کا فرمان ہے فَمَنْ یَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا کُفْرَانَ لِسَعِیْہِؕ وَاِنَّآ لَہٗ کَاتِبُونَ (انبیاء - ۹۳) جو شخص اچھا عمل کرے بشرطیکہ ایمان نہ ہو تو اس کی ناقدری نہیں کی جائے گی بلکہ وہ عمل اللہ کے ہاں ضرور قبول ہوگا۔ اور اچھا عمل کیا ہے؟ اس میں سب سے پہلے فرائض آتے ہیں۔ یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج۔ پھر واجبات، سنن

کلمہ طیب
اور عمل صالح

نے بارے میں غلط تدبیر سونپا ہے، وہ خود اسی کو گھیر لیتی ہے۔ حضرت علیہ السلام کا فرق
 بھی ہے مَنْ حَقَّرَ الْغَنِيَّةَ بِشَيْءٍ وَقَعَ فِيهِ جُورٌ آدَمِيٌّ بِشَيْءٍ بَعَالِي كَيْ
 يَلِي كُتُّ حَاكِرٍ دَابَّ، وہ خود ہی اس میں گر رہا ہے۔ غریب کو غالیان حق کے خلاف
 سازشیں کرتے رہتے ہیں مگر بالآخر یہ خود ہی ذلیل و خوار ہو کر رہیں گے اور دین تو
 کچھ نہیں بچاؤں گے۔ اس میں قلی کا مضمون بھی آگیا ہے۔

وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْقَةٍ ثُمَّ
 جَعَلَكُمْ أَرْوَاحًا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَى وَلَا
 تَضَعُ إِلَّا بِرُوحِهِ وَمَا يُعْتَرِضُ مِنْ مُعْصِمَةٍ وَلَا
 يَنْقُصُ مِنْ عُسْرَةٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ إِنَّ ذَلِكَ
 عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ⑤ وَمَا يَسْتَوِي الْبَاهِلُ
 هَذَا عَذَابٌ عُزَاتٌ سَاءَ لِمَنْ كَرَاهَهُ وَهَذَا
 مِلْحٌ أُجَاجٌ وَوَيْلٌ كُلِّ نَاسِكٍ لَمَّا طَرَفًا
 وَتَسْتَخْرِجُونَ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا وَتَعْرَى
 الْفُلُكُ فِيهِ مَتَوَلِّعُونَ تَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ
 وَلَئِنْ لَمْ تَشْكُرُوا ⑥ لَأُولِجِ الْبِلَادَ فِي
 الْفَقْرِ وَلَيُؤْتِيَنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى وَالْمَغْرِبَ
 كُلَّ شَيْءٍ يُخَيِّرُكُمْ لِأَنْتُمْ تُسَلِّمُونَ وَلَكُمْ كُفْرُ اللَّهِ
 رَبِّكُمْ لَهُ الْفُلُكُ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ
 دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ ⑦ إِنَّ
 تَدْعُوهُمْ لَأَنْتُمْ تَدْعُوهُمْ كَمَا دَعَاكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا

مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ
بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّتُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ۝۱۴

ترجمہ:- اور اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تم کو مٹی سے۔ پھر (ذریعہ انسانی کو) قطرہ آب سے۔ پھر بنایا ہے تمہیں جڑ سے۔ اور نہیں اٹھاتی کوئی مادہ اور نہیں جنتی (رہیں کو) مگر اس کے علم سے۔ اور نہیں عمر دی جاتی کسی عمر دانے کو اور نہیں گھٹائی جاتی اس کی عمر مگر وہ کتاب میں (لکھی ہوئی ہے)۔ بے شک یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے ۝۱۱ اور نہیں برابر وہ سمندر ایک میٹھا خوشگوار، پیاس بجھانے والا اور دوسرا کھاری، کٹھا۔ اور ہر ایک سے کھاتے ہو تم تازہ گوشت، اور نکالتے ہو تم زیرہ جس کو تم پینے ہو، اور دیکھو گا کہ کشتیوں کے سمندر میں پانی کو بھاڑتی ہوئی چلتی ہیں، تاکہ تلاش کر دے تم اُس کے فضل سے اور تاکہ تم فکر ادا کرو ۝۱۲ وہ داخل کرتا ہے رات کو دن میں، اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور اُس نے سفر کیا ہے سورج اور چاند کو۔ ہر ایک چلتا ہے ایک مقررہ وقت تک۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ پر ہمدردگار۔ اسی کی بادشاہی ہے۔ اور جن کو تم پکارتے ہو اُس کے سرا، نہیں ایک وہ کعبہ کی گھٹلی کے چمکے کے برابر بھی کسی چیز کے ۝۱۳ اگر تم اُن کو پکارو تو نہیں سنتے تمہاری پکار کو۔ اور اگر سنیں تو وہ تمہارا کام

ہیئت آدم و آدم من قراب کہ تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اہ ان کی تخلیق مٹی سے ہوئی، لہذا کسی انسان کو دوسرے کے منائے میں بکھر نہیں کرنا چاہیے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ظاہری طور پر کسی ماحول میں کسی خاندان کے ذریعے کوئی شرف یا عزت بخشی ہے تو اس کو اللہ کا فضل سمجھنا چاہیے اور اس کا شکر ادا کرنا چاہیے، نہ کہ دوسروں کو حقیر سمجھنے لگے۔

فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر قطرہ آب سے تم کو جعک کھڑا کر دیا پھر تمہیں جوڑے جوڑے بنا دیا مرد اور عورت میں تفریق کر کے دو صنف بنائیے۔ پھر ان کے طالب سے نسل انسانی کے بقا کا سلسلہ قائم کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت نامہ ان حکمت بالذکر کی دلیل ہے۔

فرمایا وقت تحمیل منت انشی ولا تفضع الا بعدہ لیم کوئی عورت نہیں اٹھاتی بچہ اپنے پیٹ میں اور نہ اسے جفتی ہے۔ مگر وہ اللہ کے رحم میں ہو تب ہی عورت کے رحم میں گل قرار پانا اور پھر مقررہ مدت کے بعد شکم اور بطن سے کا پرورش پانا اور پھر باہر آنا سب کچھ اللہ کے علم میں ہو تب ہی۔ اور ان طریقے سے وقت ایضاً مقرر ہوتا ہے مفعول اور نہیں عمر دی جاتی کسی عمر دالے مگر ولا ینقص موت محسن، اللہ نہ گھٹائی جاتی ہے اس کی عمر الا حیث کتاب نگار وہ کتاب میں بھی ہوئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب انسان ایسی حالت میں آتا ہے تو پھر وہ کتنی عمر آئے، پھر کتنی عمر میں فوت ہو جاتا ہے یا بالعموم جہان کی زندگی میں کیا تبدیلیاں آتے ہیں۔ بیماری، اندکستی، دولت مندی، غلبہ شقاوت، سعادت ہر چیز کو اللہ جانتا ہے ہر چیز اللہ کی کتاب لوح محفوظ میں ہی ہے، مقدر ہی، درمیانی یا غیبی عمر کی حکمت اور مصلحت کو ہی اللہ ہی جانتا ہے، یہ چیز کسی دوسری ذات کے علم میں نہیں ہے۔

فرمایا ان ذلک حکم اللہ یوسر یہ کتب کچھ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے، اسے کوئی کام کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ اس مقام پر شاہ ولی اللہ

ہوتے ہیں۔ خشکی کے جانوروں کو تو پکڑنے کے بعد ذبح کر کے اس کا گوشت استعمال کیا جاتا ہے مگر پھلی کو ذبح کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ دنیا کے لاکھوں انسانوں کی معیشت کا ذرہ بذر پھلی کے شکار پر ہے۔ ساحلی لوگ عام طور پر پھلی کا کاروبار کرتے ہیں۔ سمندروں اور دریاؤں کے علاوہ مصنوعی طور پر جو ہڑوں اور آلاہوں میں بھی پھلی پالی جاتی ہے جو لوگوں کی خوراک کا حصہ بنتی ہے۔

فرمایا ایک تو تم ان پانیوں سے پھلی کا شکار کرتے ہو اور دوسرے شیخ جوں جلیسہ تلبسوتہ ان سمندروں سے پھلے کے زیورات ہی نکالتے ہو۔ زیورات سے ہر آدمی اور بونگا میں جن کے ہر بنا کر بیٹے جاتے ہیں۔ سونے چاندی کے زیورات سردوں کے لیے جائز نہیں البتہ موتیوں کے ہر مرد بھی پہن سکتے ہیں۔ یہاں بھی اس بات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ جس طرح لوگ میٹھے اور کھاری ہر دھندلے سے فائدہ اٹھاتے ہیں اسی طرح اسلام کی تقویت مسلمانوں کے ذریعے تو مسلم ہے انہیں انکار کی طرف سے بھی بیزاریہ خراج کی صورت میں فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

فرمایا اس کے علاوہ سمندروں اور دریاؤں کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ
تَرَى الْفُلَّ فِيهِ مَوَالِيٌّ أَوْ تَمْشِي كَرِيحُهُ بِكَرْبَانِيٍّ كَرْمِيٍّ يَحْتَرِي بِطَانِيٍّ
 ہوئی جلتی ہے۔ پہلے زمانے میں ابدائی کشتیاں جلتی تھیں جو چھوٹے پیمانے پر نقل و حمل میں کام دیتی تھیں۔ مگر اب سائنسی ذوق میں لاکھوں ٹن وزنی جہاز مومن وجود میں آچکے ہیں جو نہ صرف مسافروں کو سفر کی سہولت سہجہ پہنچاتے ہیں بلکہ لاکھوں ٹن وزنی تجارتی سامان بھی ایک ملک سے دوسرے ملک تک پہنچاتے ہیں۔ سامان کی بین الاقوامی نقل و حمل میں بحری جہاز بڑا مفید ذریعہ قرار دیا کر رہے ہیں ان کے بغیر سامان کی ترسیل بہت مشکل اور دشوار ہوتی ہے۔ فرمایا جہاز رانی کا فائدہ یہ ہے لَتَقْبَتُمْ فِئَاجِيٍّ فَفَضِّلْهُ تاکہ تم اس کے ذریعے اللہ کا فضل یعنی رزق حلال تلاش کرو۔ بین الاقوامی تجارت روزی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اللہ نے اپنا یہ احسان بھی جہاز دیا کہ اس نے کشتی رانی کے ذریعے تمہارے لیے

لاشربک ہے۔ اُس کی توحید کو مان کر اُسی کی عبادت کرنی چاہیے۔ جب ہر چیز کا مالک اور بڑا اور متصرف وہی ہے تو پھر اپنی حاجات و دوسروں کے سامنے ہمیشہ کہہ تاکس قدر حماقت کی بات ہے۔

میں نے ان کا نام
کی ہے یہی

ارشاد ہوتا ہے وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ جُلُودٌ لَّهُمْ عِلَافَةٌ
دوسروں کو پکارتے ہیں، ان سے حاجت براری چاہتے ہیں، فرمایا مَا يَمْلِكُونَ
مِنْ قِطْعَيْنِ وہ ترکہور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں، وہ تو اتنی معمولی
سی چیز بھی نہ بنا سکتے اور نہ کسی کو دے سکتے ہیں ان کو نہ کوئی اختیار حاصل ہے اور نہ
وہ کسی کی تکلیف دور کر سکتے ہیں۔ فرمایا إِنْ تَدْعُواهُمْ لَمْ يَسْمَعُوا
دُعَاءَكُمْ اگر تم ان کو پکارو بھی تو وہ تمہاری پکار کو سن بھی نہیں سکتے۔ ظاہر
ہے کہ وہ تو لکڑی یا پتھر کے بے جان مجسمے ہیں یا پھر شجر و ججر ہیں۔ وہ تمہاری
پکار کو کیسے سنیں گے؟ وَلَوْ سَمِعُوا اور اگر بالضرر تمہاری بات کو سن بھی
لیں مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ تو وہ تمہیں جواب تک نہیں دیں گے۔ وہ تو
بے جان ہیں اور قوت گویائی سے محروم ہیں۔ وہ تمہیں کیسے جواب دیں گے؟ اور
اگر تم جاندار متینوں مثلاً ملائکہ، جنات، انبیاء اور اولیاء کو یا کسی دوسری ہستی کو پکارتے ہو
تو وہ تمہاری بات سن کہ بھی تمہاری مدد پر قادر نہیں ہیں۔ وہ تو اللہ کے حکم کے بغیر
کسی کی سفارش بھی نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ کا فیصلہ ہے مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ
(البقرہ ۲۵۵) اس کی اجازت کے بغیر کوئی ذات سفارش بھی نہیں کر سکتی۔ بھلا
وہ تمہاری مشکل کا کیسے مداوا کریں گے؟

فرمایا یہ ہستیاں تمہاری مدد کرنے کی بجائے وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ
 بیشک کفر قیامت والے دن تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے، جب اللہ ان سے
 پوچھے گا کہ کیا تم نے ان کو کہا تھا کہ تمہاری عبادت کریں۔ تمہارے سامنے نذرو
 نیاز پیش کریں اور تم سے حاجات طلب کریں تو ملائکہ اجازت، انبیاء اور اولیاء
 انکار کر دیں گے کہ مولا اکبریم! ہم نے تو ان سے نہیں کہا تھا کہ ہمارے بعد ہمیں اپنا

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ⑮ إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ⑯ وَمَا ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ⑰ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ جِهَلَةٍ لَا يُحْمَلُ مِنْهُ شَيْءٌ وَكَوُكْبَانٌ ذَا قُرْبَىٰ ⑱ إِنَّمَا تُنذِرُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ ⑲ وَمَنْ تَزَكَّىٰ فَإِنَّمَا يَتَزَكَّىٰ لِنَفْسِهِ ⑳ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ㉑

ترجمہ :- اے لوگو! تم محتاج ہو اللہ کی طرف اور اللہ تعالیٰ ہی غنی اور تعریفوں والا ہے ⑮ اگر وہ چاہے تو تم کو لے جائے اور نئی مخلوق سے آئے ⑯ اور نہیں یہ بات اللہ پر کوئی شکل ⑰ اور نہیں اٹھائے گا کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ اور اگر کوئی بوجھ اپنا بوجھ اٹھائے کی طرف کسی کو بلے گا ، تو نہیں اٹھائی جائے گی اس سے کوئی چیز اگرچہ وہ قریب دار ہی کیوں نہ ہو۔ بیشک آپ ڈر سنتے ہیں اُن لوگوں کو جو ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے بغیر دیکھے ۔

مال ہی سے اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجات میں سوال کر رہے ہیں۔ اللہ کی مقرب مخلوق فرشتے بھی اللہ تعالیٰ سے ترقی و عروج اور انعامات کے طالب ہیں اور اپنے اللہ سے درخواست کرتے ہیں۔ جنات کا اپنا انداز ہے، غریب کی ساری مخلوق اسی کی محتاج ہے اور اسی کے آگے دست سوال دراز کیے ہوئے ہے۔ فرمایا وہ صرف ایک ہی ذات ہے جو کسی سے سوال نہیں کرتی ہے بلکہ سب اس کے سوالی ہیں۔ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ اور وہ ذاتِ مذلہ کا ہے جو بے نیاز اور تعریفوں والی ہے، وہ ہستی تمام کمالات کے ساتھ متصف ہے، ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔ ساری مخلوق اسی سے استعانت کرتی ہے، وہ ہر چیز کا خالق اور مالک ہے لہذا حاجات کے لائق بھی ہی ہے، اس کے علاوہ کوئی ہستی حاجات کے لائق نہیں۔ جتنی اور محمد وہ ذات ہے جس کی طرف قصد کیا جاتا ہے اور اس کو کسی قسم کا احتیاج نہیں ہوتا۔ ہندی زبان میں ایسی ذات کو "نرانا" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ابن ماجہ شریعت کی روایت میں آتا ہے مَنْ سَأَلَ اللَّهَ يَغْنَبِ حَلِیْبُہ جو ذات اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتی اللہ اس پر ناراض ہو رہے ہے اگر مجھ سے سوال کیوں نہیں کرتا۔ اور مرثدین سے سوال کیا جائے تو وہ ناراض ہو جاتا ہے مگر رب تعالیٰ سے نہ مانگا جائے تو وہ ناراض ہو رہے ہے کہ میرا بندہ جو کہ میرے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرتا۔ ایک مشہور عربی شاعر عبید بن اسلم کہتا ہے

مَنْ يَسْأَلُ اللَّهَ لَا يَخْشَبُ

وَسَأَلَ اللَّهَ لَا يَخْشَبُ

جو لوگوں سے مانگتا ہے تو لوگ اس کو محروم نہ کرتے ہیں اور جو اللہ سے طلب کرتا ہے وہ کبھی محروم نہیں رہتا۔ حضور علیہ السلام کے زمانے کے ایک عیسائی

کا ادا کرنا ہے تو پھر اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہوتی۔

عابدِ محال
کا فک

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے وقوعِ قیامت اور محاسبہ اعمال کا احسان دلایا ہے کہ محض دنیا کی رنگ رینیوں میں ہی اکبحہ کرنے رہ جاؤ بلکہ آخرت کا بھی کچھ خیال کرو۔ ہر شخص سے اس کے عمل کے بارے میں سوال ہو گا، ایمان، عقیدہ ہے، اخلاق اور فکر کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ اس وقت ہر شخص کو اپنے عقیدے اور عمل کی خود جوابدہی کرنا ہوگی اور کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھایا گا۔ اسی لیے فرمایا وَلَا تَنْتَهِزْ وَادِہٖ وَادِہٖ اسٹریکٹ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ وَرَأٰی تَدٰجِیۡۃً مِّنۡ عِندِ رَبِّہٖۤ اٰتٰی حٰمِلِہَا اور اگر کوئی بوجھ کسی کو بوجھ اٹھانے کے لیے ڈالے گا کہ مذہبی مدد کرو تو یَحْمِلُ حِمْلُہٗۤ اَشَدَّ تر اس میں سے کوئی چیز بھی نہیں اٹھائی جاسکے گی اور مرد طلب کرنے والے کو باؤسی ہوگی۔ رہائش میں آتے ہیں کہ ہر خاندان میں بری اپنے بوجھ کی فکر میں ہوں گے۔ خاندان اپنی بری سے بچے گا کہ دیکھ ہمیں نے دنیا میں تیرے ساتھ کتنا اچھا سلوک کیا، تمہاری تمام فرائض پوری کیں اور تمہیں کسی چیز کی کمی نہیں آنے دی، اب اپنی نیکیوں میں سے ایک نیکی مجھے دیدو۔ وہ کہے گی کہ میں تو خود اس معاملہ میں فکرمند ہوں، تجھے کہاں سے دے دوں؟ پتہ نہیں میرے ساتھ کیا معاملہ پیش آنے والا ہے؟ اسی طرح اس اپنے بیٹے سے کہے گی، بیٹا! میرا پیٹ تیرے لیے غلظت تھا جس میں میں تجھے فراہم تک اٹھا کر پھری۔ پھر میری بھائی تیرے لیے سنگینہ بنی ہوئی تھی تم جیب چاہتے تھے میرا رب ہوتا تھا میری گردن میری لیے بطور گوارہ تھی۔ جس میں تم آرام کرتے تھے۔ اب میری مدد کرو اور پاک نیکی مجھے دیدو۔ بیٹا ماں کے تمام احسانات کو تسلیم کرے گا مگر کہے گا کہ میں تزکیہ کے معاملہ میں خود پریشان ہوں۔ اس معلوم میرے ساتھ کیا معاملہ پیش آنے والا ہے لہذا میں خود مجبور ہوں غرضیکہ قریبی عزیز بھی ایک دوست کے لیے اجنبی بن جائیں گے اور کوئی کسی کی مدد نہیں کر سکے گا۔ ایک دوسرے سے بھاگیں گے کہ کہیں کوئی دوسرا نیکی نہ طلب

کہے۔ قرآن پاک نے اس صورت مال کا نفع اس طرح کی غیب ہے يَوْمَ يُفْعَلُ
الْمَعْدُومَاتُ أَخِيَرُهُ وَأَوَّلُهُ وَأَوَّلُهُ وَمَا جَمَعَتْهُ وَيُفْعَلُ
يَحْكُمُ أَمْرُهُ وَتَنْهَضُ يَوْمَئِذٍ سَائِلَاتٌ يُفْعَلُ قِيَامَتِ دے
 دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا، اپنی ماں اور باپ سے بھاگے گا، اپنی بیوی اور
 بیٹے سے راہ فرار اختیار کرے گا۔ اس دن ہر شخص ایک ہی فکر میں مبتلا ہوگا :-
 اور کوئی کسی کا رعبہ نہیں اٹھائے گا۔ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ اَلَمْ يَرَهُ قُرْبَىٰ
 ہی کہوں نہ ہو۔ ہر ایک کو اپنے اعمال کا خود محاسبہ کرنا ہوگا۔

ایمان
بانی

آگے نبی علیہ السلام کو تسلی دی گئی ہے کہ لوگ تجھ کا انکار کرتے ہیں۔ شرک
 کفر اور عصی کا ارتکاب کرتے ہیں، عندئذ تعصب کی بنا پر کھانے سے بچتے
 بھی نہیں بلکہ بیٹ دھری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ آپ دل برداشتہ نہ ہوں کیونکہ
إِنَّمَا تُنذِرُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ آپ ان لوگوں کو ڈر
 دیتے ہیں جو بغیر دیکھے اپنے پسند و ناپسند سے ڈرتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا کوئی
 رب ہے جو ہم پر نازل ہو کر ہم سے کہے گا۔ وہ جانتے ہیں کہ اگر ہم اللہ اور اس
 کے نبی کی بات کو نہیں مانیں گے، کلام الہی پر یقین نہیں کریں گے تو ہمارا کھانا
 کہاں ہوگا؟ دنیا کا نظام تو ایسا ہی ہے کھانے اپنے پروردگار کو نہیں دیکھا، نہ
 ملا کہہ کر دیکھتے اور نہ جنت اور دوزخ کا مشاہدہ کیا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے
 تو نبی علیہ السلام پر نازل ہونے کا مشاہدہ کیا۔ مگر باقی سب لوگ تو ان تمام چیزوں پر
 ایمان بالغیب ہی رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اللہ کی ذات وحدہ لا شریک
 ہے، اس کے انبیاء و رسل جن ہیں اس کی کتابیں سچی ہیں اور پھر محاسبہ اعمال کا وقت
 آئے گا لہذا کہ آپؐ کو ڈرا سکتے ہیں جو ایمان بالغیب رکھتے ہیں۔

غذا
نہ کی

فرمایا محاسبہ اعمال سے ڈرنے والوں کی دوسری صفت یہ ہے وَأَقَامُوا
الصَّلَاةَ کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں جو کہ ایمان کے بعد سب سے ضروری عبادت
 اور تمام عبادات میں سب سے زیادہ مقرب الی اللہ ہے۔ قیامت کے دن سب

سے پہلے نماز ہی کے متعلق سوال ہو گا کہ اسے ادا کیا تھا یا نہیں۔ پھر فرمایا کہ ایمان لانے اور اعمال صالحہ انجام دینے کے بعد وَمَنْ تَزَكَّى فَإِنَّا يَتَزَكَّى۔ جو شخص تزکیہ حاصل کرنے کا یہی پہلے آپ کو پاک بنانے کا قرعہ اس کے پہلے نفس کے لیے ہی مفید ہو گا۔ شاہ عبدالعزیزؒ نے تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ تزکیہ سے مراد ظاہر و باطن ہر طرح کی پاکیزگی شامل ہے۔ جسم، لباس، مکان اور ماحول کی پاکیزگی کے علاوہ فکر، ذہن، قلب، ادماغ اور روح کی پاکیزگی بھی ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص بجا ہر پاک صاف ہے مگر اس کی خوراک اور لباس بال حرام سے ہے تو آدمی نجس ہے۔ ایسے شخص کی عبادت مقبول نہیں۔ دھوکہ، فریب، سرد و چوری اور سنگٹنگ کی کمانی پاکیزہ نہیں ہو سکتی۔ اسی لیے مشرک یا کافر کوئی شخص مکمل تزکیہ حاصل کرتا ہے تو پہلے ہی اسے حاصل کرنا ہے۔ اس کا فائدہ خود اسی کو ہو گا۔ خدا تعالیٰ کو ہماری عبادت و ریاضت کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ہم اللہ کی خوشنودی کے لیے کام کریں گے تو اس میں ہمارا اپنا ہی مصلحت ہے، ہمیں ترقی نصیب ہو گی۔ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہو گا اور خدا کی رحمت کے مقام میں جگہ ملے گی۔

غرضیکہ ہمیں پہلے آپ کو اپنی فکر کو پہلے ماحول کو، شہر اور ملک کو، مسجدوں اور مدرسوں کو پاک کرنا ہو گا، مسجدوں میں شور و شر کرنا، بیہودہ غزنی چلنا، لڑائی جھگڑا کرنا، دوسروں پر کھینچا چھانی، کسی پر اتنا م لگانا یہ سب تزکیہ کے خلاف چیزیں ہیں۔ ہماری مسجدوں کو ان کھانٹوں سے پاک صاف کرنا چاہیے۔

مشرک یا جس نے تزکیہ حاصل کیا تو اپنے ہی فائدے کے لیے۔
يَا دُرُكُمُ وَالْحَبَّ اللَّهُ الْمُتَوَسِّلِينَ اور سب کو خدا تعالیٰ کی

طوفانی لہٹ کھٹکتی ہے اور اپنی کارگزاری کا خود جواب دینا ہے، اگر اس دنیا سے
 تزکیے کر جانے کے قرائح نام اچھا ہوگا، اور اگر نجاست سے آلودہ ہو کر جانے
 کے قریب بڑا حشر ہوگا۔ انٹرنیٹ کے سلسلے سب کی پیشی مزدی ہے۔

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ① وَلَا الظُّلُمَاتُ
وَلَا النُّورُ ② وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ ③ وَمَا
يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ إِنَّ اللَّهَ
يُصَمِّعُ مَنْ يَشَاءُ وَمَا أَنْتَ بِمُصْمِعٌ مَنْ
فِي الْقُبُورِ ④ إِنْ أَنْتَ إِلَّا نَذِيرٌ ⑤ إِنْ أَرْسَلْنَاكَ
بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا
خَلَّاهُمَا نَذِيرٌ ⑥ وَإِنْ يَكْذِبُوكَ فَقَدْ
كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ
بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ⑦ ثُمَّ
أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ⑧

ترجمہ۔ اور ہمیں برابر اندھا اور بینا ① اور نہ اندھیرے
اور نہ روشنی ② اور نہ سایہ اور نہ دھوپ ③ اور
غیر برابر زندہ اور مردہ۔ بیکھک اللہ تعالیٰ سناتا ہے
جس کو چاہے، اور آپ نہیں سناتے والے ہی کو جو
قبروں میں پڑے ہوئے ہیں ④ نہیں ہیں آپ مگر
پُر سناتے والے ⑤ بیکھک ہم نے بھیجا ہے آپ
کے حق کے ساتھ خوشخبری لینے والا اور ڈھٹانے والا اور

نہیں گزری کوئی امت مگر یہ کہ ہوا ہے ان میں ڈھانے
 والا (۳۳) اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں، پس نبی ص
 جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے گمراہے ہیں۔
 آئے ہیں ان کے پاس ان کے رسول گھلے ہتھیلیاں، جھینے
 اور روشن کتاب ہے کہ (۳۵) پھر پکڑا میں نے ان کو
 جنوں نے کھڑ کیا۔ پس کس طرح ہوئی میری گرفت (۳۶)

ملاحظہ فرمائیے

گزشتہ آیات میں مشرکین کا رد تھا۔ نیز ساری مخلوق کے احتیاج اور
 اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کا ذکر تھا۔ اس بنا پر تمام حاجات اللہ رحمہ اللہ شریک
 سے طلب کرنی پائیں اور اسی کی عبادت کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق
 ہے، وہ چاہے تو ساری مخلوق کو صغیر ہونے سے نابود کر کے اُس کی جگہ دوسری
 مخلوق کرے آج کل اناہر انسان کو محاسب اعمال کی فکر کرنی چاہیے۔ قیامت
 والے دن کوئی عزیز ترین رشتہ دار بھی کسی دوسرے کا روبرو نہیں اٹھائے گا۔ اللہ
 نے حضور علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ ایسے لوگوں کو ڈراتے ہیں جو
 خدا تعالیٰ سے بن دیکھے دھڑکتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ لوگ کھانا
 پڑھتے ہیں اور ظاہری و باطنی تزکیہ حاصل کرتے ہیں۔ فرمایا جو کوئی پاکیزگی اختیار کرے
 گا تو اُس میں خود اسی کا فائدہ ہے جس کا نتیجہ اللہ کی ہر گاہ میں پیشی کے وقت
 سامنے آئے گا۔ اس طرح اللہ نے قیامت کا مسئلہ بھی سمجھا دیا۔

نیک ہے
 کی مثال

مگر مشن در میں میں جیہ اور کثرت کے سمندر کی مثال بیان کی گئی تھی کہ یہ دونوں
 برابر نہیں مگر مخلوق خدا اخص ہے کیساں طور پر فائدہ اٹھاتی ہے وہ اس کی تسلسل
 میں بعض دوسری مثالیں بیان کی ہیں کہ متفہم چیزیں آپس میں برابر نہیں ہو سکتیں
 ارشاد ہو رہا ہے وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ اور اعمیٰ اور بینا
 برابر نہیں ہیں۔ ہر شخص ہی کے گناہ کا کھانا آدمی اندھے سے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ
 دیکھ کر اپنے لیے اور دوسرے میں تمیز کر سکتا ہے اور نقصان سے بچ کر مختلف چیزوں

سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ اسی طرح فرمایا وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّجُومُ اذہ میرے
 اندر روشنی بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ اذہ میرے میں انسان خود کریں کہا تا پھر اسے۔ جب
 کہ اجائے میں سارے کام انجام دیتا ہے، لہذا ان کو بھی کوئی شخص برابر تسلیم کرنے
 کے لیے تیار نہیں ہوگا۔ پھر فرمایا وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّجُومُ اذہ سایہ اور دھوپ
 بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ سارے میں آدمی کام کاج کر سکتا ہے، کچھ دیر کے لیے
 مسافر آرام کر سکتا ہے۔ جب کہ دھوپ کی شدت ہیں نہ تو سکون سے کوئی کام
 نہ کر سکتا ہے اور نہ ہی آرام کر سکتا ہے۔ یہ بھی متفاد چیزیں ہیں جن میں سے ایک
 مفید اور دوسری غیر مفید ہے۔ فرمایا وَمَا يَكْتُمُ جُودِي وَلَا خِيَانَةُ كُوْنِي
 اَلْاَشْوَكَاتُ زہد اور مردہ بھی برابر نہیں ہیں۔ زہد انسان دنیا میں پتے پھرتے
 ہیں، کام کاج کرتے ہیں، عبادت کرتے ہیں۔ جب کہ مردہ انسان قبروں میں
 خاموش پڑے ہیں۔ یہ دونوں گردہ کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔ یہی مثال ایک اور
 بہ یا مومن اور کافر کا ہے، ایک طرف مومن ہے جس کے دل کی آنکھیں انکڑے
 روشن کر رہی ہیں، اس کو بصیرت ہے۔ جس کے ہدیے وہ نکلی اور بدی میں غیر
 کر سکتا ہے۔ وہ جس طرح ظاہری روشنی کو دیکھ رہا ہے اسی طرح دل کی بصیرت
 سے وحی کے اجائے کو بھی دیکھ رہا ہے اور اپنی منزل کے لیے چلا جا رہا ہے
 ظاہری روشنی آنکھوں کے لیے ضروری ہے۔ جب کہ وحی الہی کے روشنی
 عقل کے لیے لازمی ہے جب تک انسان کو وحی الہی کی روشنی میسر نہ ہو۔
 وہ اپنی منزل کے لیے نہیں کر سکتا، عقل ایک قیمتی جوہر ہے مگر تمام چیزوں میں
 وہ بھی خود مختار نہیں ہے۔ بلکہ وحی الہی کی محتاج ہے۔ جو شخص وحی الہی کی روشنی
 میں آخرت کے سفر پر گامزن ہوتا ہے وہ بالآخر خلیفۃ القدس اور جنت
 ایک پہنچ جاتا ہے، دوسری طرف جو شخص وحی الہی کی بصیرت سے محروم ہے۔
 اور اس کے دل پر کفر اور شرک اور سامی کی تاریکیاں چڑھی ہوئی ہیں، وہ خدا کی
 رحمت کے تمام میں کبھی نہیں پہنچ سکے گا، بلکہ تیرہ منہ کی آگ میں ہی پہنچے گا۔

حضرت علیؓ العظیمہ والکرام نے اپنے شخص کو بھی مردہ سے تشبیہ دی ہے۔ جس کا قول ذکر اللہ سے خالی ہے۔ فرمایا مَسْئَلُ الْكَافِرِ يَذْكُرُ اللَّهَ فَلَا يُغْنِي عَنْهُ وَلَا يَذْكُرُهُ فَكَيْفَ يَحْتَسِبُ الْجَنِّي وَالْمَيِّتُ عِدَّةً لَعْنَى خدا تعالیٰ کا ذکر کرنے والے اور ذکر نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ کی ہے۔ زندہ شخص تو نصیحت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، اسکاں ہے کہ وہ کسی مذکور کی وقت ایسا قبول کرے کہ اسے مردہ شخص تو دراصل سے نکل کر دارالجزیر میں پہنچ چکا ہے، اب اس کے یہ کرنی نصیحت قطعاً بغیر نہیں ہو سکتی۔ وہ نہ تو کسی ایمان کی بات کو شن سکتا ہے، نہ نیکی کا سنا ہے اور نہ اسے کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ مولانا امجد علیؒ فرماتے ہیں۔ مومن کی مثال ایک زندہ کی ہے جو نیکی کا کارباز ہے اور کافر ایک مردہ ہے جو ایک رانی کے دانے کے برابر بھی نیکی حاصل نہیں کر سکتا۔ اسی ضمن میں فرمایا إِنَّ اللَّهَ يُسَمِعُ مَنْ يُشَاءُ مِنْ شَكَبِ الشَّيْءِ تعالیٰ سناتا ہے جس کو چاہے وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ اور آپ نہیں سنا سکتے اُن کو جو قبروں میں پڑے ہوئے ہیں، مطالب یہ کہ جن طرح آپ قبروں والے مردوں کو نہیں سنا سکتے یعنی ان پر آپ کی نصیحت کا گرج نہیں ہو سکتی، اسی طرح کفر اور شرک کرنے والوں کے لیے بھی آپ کی کوئی نصیحت فائدہ مند نہیں ہو سکتی۔ اسی بات کو سورۃ القصص میں اس طرح فرمایا لَا تَهْدِي مَنْ أَهْوَيْتَ وَلَوْ كُنَّا اللَّهُ بِهِدْيًا مَتَّ يَشْكُو بھلا آپ چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، بلکہ ہدایت کا نور جس کو حاصل ہوتا ہے جس کو اللہ چاہے وَلَا تُدْرِكُ لَهْدِي اظہار صراط مستقیم (الشوریہ- ۵۲) آپ تو صرف میرے راستے کی طرف رہنمائی کرتے ہیں، باقی ہدایت دینا اللہ کا کام ہے یعنی ہر بات اللہ کی محنت اور ارادے کے مطابق ہوتی ہے۔ اگر اللہ چاہے گا تو کسی کافر، مشرک کو ہدایت نصیب ہو جائیگی۔ اگر اُس کی مشیت نہیں تو پھر ہدایت نصیب نہیں ہو سکتی۔ آپ اپنی مرضی سے قبر والوں یعنی کفار و مشرکین کو سنانا چاہیں تو

میں مسئلہ تھے۔

سراج مولیٰ
کاملاً

سراج مولیٰ سے متعلق اس قسم کی آیت سورۃ تمل، تمل، روم اور آگے سورۃ احقاف میں بھی ہے، یہ تمام آیات بظاہر سراج مولیٰ کے متعلق ہیں مگر دراصل ان سے مردے نہیں بلکہ کافر مرد ہیں، یعنی کافروں کی حالت مردوں جیسی ہے جن پر نصیحت کی کوئی بات کارگر نہیں ہوتی۔ چونکہ ان آیات سے حقیقی مردوں کے منہ نہ نہسنے کی بحث پھیر لی جاتی ہے، اس لیے مفسرین کرام نے اس مسئلہ کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سراج مولیٰ کا مسئلہ صحابہ کرامؓ کے زمانے سے لے کر مختلف چلا آرہا ہے، امام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سراج مولیٰ سے انکار کرتی ہیں اور جو احادیث سراج کے حق میں آئی ہیں ان کی تاویل کرتی ہیں۔ بعض روایت صحابہؓ بھی ان کے ہم مسلک ہیں، البتہ حضرت عمرؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ فی الجملہ مردوں کا سننا صحیح احادیث سے ثابت ہے، بعض فرماتے ہیں کہ جن جن مقامات پر مردوں کے منہ نہ نہنے کا ذکر آیا ہے صرف انہی مقامات پر ساحت کا احتیاد رکھیں گے نہ کہ ہر وقت اللہ ہر مقام پر۔ چنانچہ فقہائے حنفیہ کے امام ابن ہمامؒ لکھتے ہیں کہ مردے عام طور پر نہیں سنتے البتہ بعض مقامات پر اس اصول سے مستثنیٰ ہیں، وہاں مردے سنتے ہیں۔ البتہ اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ اپنی آواز ضرور ہی کسی مردے کو سن سکتا ہے تو یہ دعویٰ درست نہیں کیونکہ یہ کام کسی انسان کے اختیار میں نہیں ہے، لیکن علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر مردے فی الجملہ نہیں سنتے تو بڑی مشکلات پیش آتی ہیں۔ اہم بخاریؒ نے قرابب باندھ کر سراج مولیٰ کو ثابت کیا ہے، اس پر ہے بحث

الْمَيِّتُ يَسْمَعُ قُرْعَ زَعَاكُ يَعْنِي حِينَ لَوْ كَانُوا مَرْدَةً كَوْنَهُمْ كَيْفَ دَائِلٍ
جاتے ہیں تو مردہ اُن کے چہرہ کی کشیدہ ہٹ کی آواز سنا رہے۔ یہ حدیث اول
کی حدیث ہے جس کی کوئی بھی توجیہ یا تاویل نہیں کر سکتا۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے مردوں کے لیے بھی
سلام کا وہی طریقہ بتلایا ہے جو زندوں کے لیے مقرر فرمایا ہے۔ یعنی جب
تم قبرستان میں جاؤ تو اُن کو یہ سلام کرو اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ كَمَا اَهْلُ
الْقَبْرِ بِمَعْنَى اُن کے قبروں والو! تم پر سلام ہو۔ اگر یہ سلام فی الجملہ نہ ہو تو یہ سلام
ہی بے مقصد ہے۔ محدثین کو کلمہ ایسی احادیث کو صحیح تسلیم کرتے ہیں جن میں
کہا گیا ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی مسلمان بھائی کی قبر پر گزرتا ہے تو سلام کرتا
ہے تو مردہ اُس سلام کو سنتا ہے اور جواب بھی دیتا ہے مگر ہم اُس کے
جواب کو نہیں سُن سکتے۔ اگر مردہ سلام کرنے والے کو دُنيا میں پہچانتا تھا تو بعد
از مرگ بھی پہچانتا ہے۔ محدث ابن عبد البر نے اس حدیث کو صحیح سند
کے ساتھ نقل کیا ہے۔

بعض اصحاب نے مذکور آیات کو عام معانی میں لیا ہے کہ آپ مردوں
کو نہیں سنا سکتے۔ اس بنا پر انہوں نے سلام مولیٰ والی احادیث کی تاویل
کی ہے۔ جبکہ بعض نے احادیث کو صحیح مان کر آیات کی تاویل کی ہے تاکہ
آیت سمجھ میں آجائے امام بیضاویؒ امام قرطبیؒ اور صاحب رد المحتارؒ فرماتے ہیں
کہ یہ مردوں کے سینے سے متعلق سُن سنا نہیں بلکہ ایسا سلام مراد
ہے جو مفید ہو۔ آپ قبر پر کھڑے ہو کر وہ گھنٹے تک وعظ و نصیحت کریں
تو مردے کو کچھ فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ وہ کل کی دنیا سے نکل کر جزا کی دنیا میں پہنچ

چکا ہے بالکل اسی طرح کافر حضور علیہ السلام کی آواز تو سنتے ہیں مگر یہ سماع الہی کے لیے مفید نہیں کیونکہ وہ ایمان نہیں رکھتے۔ مگر ان آیات میں سماع نافع کی نفی کی گئی ہے کہ مردوں کو نصیحت کرنا بیکار ہے، نہ یہ کہ وہ بالکل سنتے ہی نہیں۔ امام ابن تیمیہ جو ان مسائل میں بڑے شدید ہیں، وہ بھی لکھتے ہیں کہ مردے سلام بھی سنتے ہیں اور قرآن پڑھنے والے کی آواز بھی سنتے ہیں۔

الغرض ان آیات کا یہ مفہوم لینا پڑے گا کہ اگر کوئی شخص چاہے کہ اپنی مرضی سے کسی مردے کو شستائے تو یہ تو ممکن نہیں کیونکہ اس کے لیے مشیت خداوندی ضروری ہے۔ اور اگر بلا غائدہ کوئی مردہ شستایا بھی ہے تو شستہ ہے، اس سے کیا فرق پڑے گا۔ بعض لوگ سماع موتی کو اس لیے نہیں مانتے کہ اس سے شرک پیدا ہونے کا خطو ہے، مگر سماع مانیں گے تو لوگ ان سے مرادیں مانگنے لگیں گے اس میں شرک کو داخل نہیں کرنا چاہیے کیونکہ مردہ مانگتا تو مردہ پھونڈ زندقہ سے بھی جائز نہیں وہ بھی شرک ہے۔ بہر حال سماع موتی کے مسئلہ میں شریع سے اختلاف چلا کر رہا ہے۔ امام مردوں کے سماع کے مسئلے میں دونوں طرف دلائل موجود ہیں، تاہم مولانا گنگوہی فرماتے ہیں کہ نبیوں کے سماع میں کسی کا اختلاف نہیں۔ جب کوئی شخص حضور علیہ السلام کی قبر مبارک پر جا کر درود سلام پڑھا ہے تو آپ اس کو مٹتے ہیں۔ اسی لیے صاحب فتح قدیر امد بعض دیگر فضلاء کو اہم فرماتے ہیں کہ جو شخص آپ کی قبر پر جا کر درود و سلام پیش کرے اسے چاہیے کہ وہ اپنے حق میں دعا کی درخواست بھی کرے کہ آپ اللہ کی بارگاہ میں خاتمہ ایمان کی سفارش فرمادیں۔

اس زمانے میں بعض اصحاب نے سماع موتی کا بالکل انکار کیا ہے حالانکہ اہل حدیث بدگ مولانا نذیر حسین بھی فتاویٰ نذیریہ میں لکھتے ہیں کہ اگر حضور علیہ السلام کی قبر پر جا کر درود شریعت پڑھا جائے تو آپ سنتے ہیں، تاہم وہ سے صلوة و سلام فرشتوں کے ذریعے پہنچایا جاتا ہے۔ حافظ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب

جلد اول نام میں صحیح مسند کے ساتھ ذکر کیا ہے اور مولانا انور رحمانی نے بھی یہ بات کھائی ہے کہ عام سماع مرنی کا مسئلہ اختلافی ہے۔ بعض اس کے قابل ہیں اور بعض قابل نہیں۔ یہ ایسا مسئلہ ہے جسے اب کوئی بھی حل نہیں کر سکتا۔ اس کی حقیقت و غیر میں پہنچ کر کسی معلوم ہوگی کہ سنائی دیتا ہے یا نہیں۔ بہر حال یہ کوئی اعتدالی مسئلہ نہیں کہ ماننے یا نہ ماننے والے پر کفر یا شرک کا فتویٰ لگا دیا جائے۔ مولانا رشید احمد گنگوہی عام مردوں کے متعلق بھی عام سماع کو ترجیح دیتے ہیں۔ بیگمیں دوسری طرح بھی دلائل ہیں جنہیں یکسر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ چونکہ قرآن و حدیث میں سماع اور عام سماع دونوں کا ذکر ہے لہذا جس نے جو بھی پہلو اختیار کیا ہے وہ درست ہے دوسرے غلط ہے کہ جڑا بھلا نہیں کہنا چاہیے۔ انبیاء کے سماع کا مسئلہ اتفاقی ہے۔ حضرت گنگوہی نے قادیانی کشمیریہ میں قیام رکھ کر لکھا ہے کہ انبیاء کے سماع میں کوئی اختلاف نہیں کسی ایک متبع عالم کا بھی ذکر نہیں ملتا جس نے اختلاف کیا ہو۔

ہر قوم کے لیے مندر

بہر حال فرمایا ان انتہی الاکثر آپ تو ڈرانے والے ہیں۔ آپ کسی شخص کو اپنے اختیار سے راہ راست پر نہیں لاسکتے۔ البتہ تمام انبیاء علیہم السلام بشیر اور نذیر ہوئے ہیں جو اپنی اپنی قوم کو نیک اعمال کی بشارت اور بُرے اعمال سے ڈراتے تھے۔ تاریخ میں حضرت عیسیٰ و آلہ و مسلمانانہ کا ذکر ملتا ہے۔ انہوں نے یہ یقینی فتوہ لکھا ہے کہ تمام دنیا میں اس لیے تشریف لائے کہ مخلوق کو اکھیں اس طور پر کھول دیں کہ ان کو اپنا محبوب اللہ حق تعالیٰ کا کمال نظر آنے لگے۔ اپنی عاجزی اور اللہ کی قدرت نظر آنے لگے، اپنی حکم و زیادتی اور حق تعالیٰ کا عدل و انصاف نظر آنے لگے، اپنی جاہالت اور حق تعالیٰ کا علم نظر آنے لگے، اپنی پستی اور حق تعالیٰ کی عزت نظر آنے لگے، اپنی بندگی اور حق تعالیٰ کی مالکیت نظر آنے لگے اپنا فقر اور حق تعالیٰ کا غنا نظر آنے لگے، اپنی کمزوری اور حق تعالیٰ کی نعمتیں نظر آنے لگیں۔ اپنا قسبہ اور بقا یعنی صرف خدا تعالیٰ کی ہے۔

ارشاد ہوتا ہے انا الومسئلک بالحق بکشتیہ و قد دنا بک

ہم نے آپ کو خود بخوبی دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے اہل ایمان کے لیے جنت میں اعلیٰ مقام کی بشارت ہے جب کہ کفر، شرک اور ملامت کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے بُرے انجام کی وعید ہے۔ فَرِیْا وَ اِنْ مَرِیْتُ
اَمْتُ الْاَحَدَیْنِ تفسیر میں ہر امت میں کوئی نہ کوئی ڈرانے والا گذر رہا ہے
 کوئی ایسی امت نہیں جس میں اللہ کے صاحب کتاب اور صاحب شریعت نبی
 یا ان کے نائب آئے ہوں۔ نبیوں کے بعد ان کی امت کے مبلغین ہی انذار کرنے
 والے ہوتے ہیں اور یہ تبدل کے ساتھ ہر قوم و ملک میں آتے رہتے ہیں اور آتے
 رہیں گے۔

فَرِیْا وَ اِنْ مَرِیْتُ بُولُکَ اگر یہ لڑک آپ کو بھلا دیں تو گھبراؤ نہیں
 یہ تم ان کی پرانی ریت ہے۔ فَقَدْ کَذَبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہُمْ ان سے
 پہلے لوگوں نے بھی اپنے اپنے نبیوں کو بھلا دیا۔ جَاؤْا فَاَنْتُمْ رَاٰیْنٰہُمْ بِالْبَیِّنٰتِ
 ان کے رسول ان کے پاس کھلی اور واضح نشانیاں احکام اور دلائل سے کھڑے تھے۔
وَبِالْاٰیٰتِ وہ اپنے ساتھ معجزے بھی لاتے۔ اللہ نے بہت سے انبیاء عظیم السلام پر
 معجزے بھی نازل فرمائے وَرَبُّکُمْ الْمُبِیْنُ اور وہ روشن کتابیں بھی لاتے۔ چار
 آسانی کتابیں، زبور، انجیل اور قرآن ہیں۔ ان کے علاوہ امام شافعی فرماتے
 ہیں کہ اللہ نے ایک سو پچھترے کھٹے معجزے بھی نازل فرمائے۔ جب اللہ کے انبیاء
 اللہ کتاب کے ذریعے محبت پوری کر لی، اور جو پھر بھی نہ ملے تو فرمایا فَاَخَذْنَا
الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِحُجْرَتِہُمْ ان کو کھڑ لیا۔ پہلے انذار کیا، مصلحت دی
 مگر جب وہ کسی طرح نہ مانے تو میری گرفت آئی فَاَکْثَفْنَا کان کی پھر دیکھو
 میری گرفت کیسی بھاری۔ جب حق تعالیٰ کی طرف سے خدا کا آقا تو پھر انہماں قوم
 کا فرد واحد بھی نہ کی سکا۔ سب دنیا ہے لہذا یہ ہو گئے۔ فرمایا دیکھو ایسے لوگوں کا کیا حال ہوا۔

ومن یؤمن ۲۲
بیس ہشتم

من اطرح ۲۵
آیت ۲۱ تا ۲۴

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا
بِهِ ثَمَرَاتٍ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهَا وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ
بَيْضٌ وَحُمْرٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ
سَوْدٌ ⑤ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ أَلْوَانٌ
مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَلِكَ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ
عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ⑥ إِنَّ
الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ
وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً
يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُورَ ⑦ لِيُؤْتِيَهُمُ
أَجْرَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ إِنَّهُ
غَفُورٌ شَكُورٌ ⑧ وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ
مِنَ الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ
يَدَيْهِ إِنَّ اللَّهَ لِعَبَادِهِ لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ ⑨

ترجمہ :- کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ چٹک اندر نکلنے
نے آواز آسمان کی طرف سے پانی - پھر نکالے ہم نے اس کے
ساتھ پہل مختلف رنگوں کے ، اور پہاڑوں میں سے بعض

گھٹائیاں سفید ہیں اور مٹرخ۔ اُن کے مختلف رنگ ہیں اور
 کچھ انتہائی درجے کی سیاہ ہیں (۲۷) اور لوگوں، کیڑوں
 مکوڑوں اور مویشیوں میں سے جن کے مختلف رنگ ہیں
 اسی طرح۔ بیشک ڈرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے اُس
 کے بندوں میں سے علم والے لوگ۔ بیشک اللہ تعالیٰ
 غالب اور بخشش کرنے والا ہے (۲۸) تحقیق وہ لوگ جو
 پڑھتے ہیں اللہ کی کتاب اور قائم رکھتے ہیں نماز کو، اور
 خرچ کرتے ہیں اُس میں سے جو ہم نے اُن کو روزی
 دی ہے پوشیدہ اور ظاہر۔ وہ اُمید رکھتے ہیں ایسی
 تجارت کی جو کبھی تباہ نہیں ہوگی (۲۹) تاکہ وہ بدلے سے
 اُن کو اُن کا پورا پورا۔ اور زیادہ دے گا اُن کو اپنے
 فضل سے۔ بیشک وہ بہت بخشش کرنے والا اور
 قدردان ہے (۳۰) اور وہ جو ہم نے وحی مازل کی ہے
 آپ کی طرف کتاب سے، یہ برحق ہے۔ تصدیق کرنے
 والی ہے جو اس سے پہلے (کتابیں) ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ
 اپنے بندوں کے ساتھ اچھے خبر رکھنے والا اور دیکھنے والا ہے (۳۱)

گزشتہ آیات میں انداز کا بیان تھا۔ اللہ نے اہل ایمان اور کفار کی الگ
 الگ حیثیت کو بیان فرمایا تھا کہ یہ دونوں گروہ برابر نہیں ہو سکتے، جس طرح
 اندھا اور بینا، اندمیر اور روشنی، سایہ اور پیش، زندہ اور مردہ برابر نہیں ہو سکتے
 اسی طریقہ سے کافر مشرک، گمراہ اور ایماندار برابر نہیں ہو سکتے، اُس کے بعد اللہ
 نے رسالت و نبوت کے بیان میں فرمایا کہ ہم نے ہر امت میں ڈر سنا
 ملے بھیجے ہیں، اور آپ کو بھی ہم نے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ اگر یہ لوگ
 انکار کرتے ہیں تو آپ دل برداشتہ نہ ہوں۔ یہ تکوین کوئی نئی بات نہیں ہے

ربط آیات

آپ اطمینان رکھیں، پہلے انبیاء علیہم السلام کی بھی تکذیب کی گئی۔ پہلے انبیاء بھی واضح
دلائل اور کھلے معجزات سے کرکے کھنکھاتے تھے اور جیسے لائے، اسکا کافروں نے تسلیم نہ
کیا۔ پھر اللہ کی ایسی گرفت آئی کہ صفحہ ہستی سے نابود کر دیے گئے۔

اب آج کی آیت میں بھی دلائل قدرت بیان کیے گئے توجہ کاملہ سمجھا گیا ہے
اگر انسان غور کریں کہ توحید خداوندی کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ اللہ کی قدرت کے
نمونے دیکھ کر انسان کے دل میں یقین پیدا ہوتا ہے۔ انہی آیات میں اللہ نے
ایمان لائے اور سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ کی تعریف بھی فرمائی ہے۔ ان کے اوصاف
بیان ہوئے ہیں اور پھر ان کا انجام بھی ذکر کیا گیا ہے۔

پہلوں اور
سائنسوں کی
توضیح

ارشاد ہوتا ہے اَلَمْ نَكُنْ اَنْزِلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً كِيَا آفِ
نے نہیں دیکھا کہ چٹک اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف سے پانی اُتارنا عربی زبان
میں سماء کا اطلاق آسمان کے علاوہ بادل اور فضا پر بھی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بخند
سے بخوات کر اٹھاتا ہے اور پھر جہاں بارشیں برسانی مقصود ہوتی ہے جو انہی
انہیں اٹھا کر وہاں سے جاتی ہیں۔ آسمان کا ذکر اس لیے بھی کیا گیا ہے کہ بارشیں
برسنے کا حکم تو اوپر ہی سے آتا ہے، اللہ کا فرمان ہے وَفِي السَّمَاءِ
يَرْزُقُكُمْ وَمَا تَرَوْنَ مِنَ الْغَيْثِ ۚ ذٰلِكَ آيَاتُ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (۲۲) تمہارا رزق اور جو کچھ تم سے دور
کیا گیا ہے۔ سب آسمانوں میں ہے یعنی حکم تو وہیں سے آتا ہے۔ لہذا اللہ نے
آسمان کی طرف سے پانی اُتار دیا فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ ثَمَرًا مِّنْ تَحْتِهَا
اَلْوَاثِقَاتُ پس اس کے ذریعے پھل پیدا کیے جن کے مختلف رنگ ہیں اللہ
نے یہ چیزیں انسانوں کی غذا اور تفریح کے لیے پیدا فرمائی ہیں۔

اب فَاِذَا رَنَ سَافِرُونَ کی ساخت، رنگ اور ذائقہ میں غور کریں۔ ہر ایک
کا ایک رنگ، ایک حجم، ایک رنگ، ذائقہ اور خواص ہیں ہر موسم کے پھل
بھی مختلف ہیں جنہیں انسان جانور اور کبوتر سے کھڑے کھاتے ہیں۔ سورۃ الرعد
میں اللہ نے زمین کے مختلف خطوں اور مختلف باغات کی طرف توجہ دلا کر

فرمایا ہے۔ یُسْقٰی بِمَآءٍ مُّوَّءٰی (آیت ۴۰) سب کو ایک ہی پانی سیراب کرتا ہے مگر اس سے پیدا ہونے والے بعض پھلوں کو بعض پر اللہ نے فضیلت بخشی ہے۔ پانی تڑپا ہے جو بارش کے ذریعے نازل ہوتا ہے۔ پھر وہ کبھی ندی نالوں اور دریاؤں کی صورت میں بہہ نکلتا ہے۔ کبھی چشموں کی شکل میں زمین کے اندر رُک جاتا ہے، اور پھر کنوؤں کے ذریعے نکالا جاتا ہے۔ مگر یہ اللہ کی قدرت کی نشانی ہے کہ ایک ہی پانی حاصل کرنے والے پھلوں میں سے کوئی میٹھا ہے، کوئی کڑوا، کوئی ترش اور کوئی پھیکا ہے۔ رنگ بھی مختلف ہیں اور سائز میں بھی تفاوت ہے۔ بہر حال اناج اور پھل اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہیں۔

پھاڑوں کی
گھاٹیاں

فرمایا جس طرح اللہ نے پانی کے ذریعے مختلف پھل پیدا کیے ہیں اسی طرح وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بَیضٌ وَحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا پھاڑوں کی گھاٹیاں بھی سرخ و سفید ہیں ان کے مختلف رنگ ہیں وَغَرَا بَیْظٌ سُوْدٌ اور بعض انتہائی سیاہ ہیں۔ دنیا کے مختلف خطوں میں میں مٹی کا رنگ بھی مختلف ہے اور پھاڑوں کے رنگ بھی مختلف ہیں، کہیں سیاہ پتھر ہیں تو کہیں مٹیالے۔ کہیں سفید ہیں تو کہیں سرخ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہیں۔ ہر چیز کا خالق وہی وعدہ لا تُفْسِدُ اَنْفُسَکُمْ بِالْاَنْفُسِ انسان، پھلوں اور پھاڑوں کی تخلیق میں ہی غور کرنے سے تو اسے اللہ کی وحدانیت سمجھ میں آ سکتی ہے۔

جانداروں
کی تخلیق

بے جان چیزوں کی تخلیق کے بعد اللہ نے جانداروں کی تخلیق کا ذکر بھی کیا ہے۔ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَّآبِ اور لوگوں میں سے اور زمین میں چلنے پھرنے والے کیڑے مکوڑوں میں سے۔ وَالْاَنْفَکَامِ اور مویشیوں میں سے ذرا ان تمام جانداروں میں غور کرو مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهُ کَذٰلِکَ اِیْ طَرَفِ ان کے بھی مختلف رنگ ہیں۔ انسان بھی ظاہری شکل و صورت اور رنگت کے اعتبار سے مختلف ہیں، کوئی سیاہی مائل ہے، کوئی گورا چٹا، کوئی زردی مائل، اور کوئی گندمی رنگ والا۔ قدر و قامت کے لحاظ سے بھی کوئی پست قامت ہے۔

کوئی درمیان نہ اور کوئی طریق قاست ہے۔ اسی طرح کوئی مرتبہ ہے اور کوئی پتلا۔ حرکت کے بجائے کوئی بڑا طاقتور اور کوئی کمزور ہے۔ مختلف خطوں کے لوگوں کے خواص میں مختلف ہوتے ہیں۔ باطنی طور پر بھی لوگوں کے خصائص مختلف ہیں کوئی ایماندار ہیں اور کوئی کافر، مشرک، مجوسی اور دہریہ، کوئی غرض اخلاق ہیں اور کوئی بااخلاق لوگوں کے عزائم بھی مختلف ہیں اور مروج اور فحش بھی مختلف ہوتی ہے گویا السائلین میں بڑا ہی اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہی تفاوت دیگر جگہوں میں بھی نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

۱۔ اصل نبی کریم علیہ السلام اللہ آپ کے پیروکاروں کو تسلی دی جا رہی ہے کہ مخالفین کا ایذا اور سائیوں سے پریشان نہ ہوں۔ دنیا دار الامان ہے۔ اس میں لوگ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے جیسے فرمایا وَلَقَدْ شَكَّوْا رَبَّكَ فَلَقَدْ جَاءَ الشَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ (دھود - ۱۱۸) اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی امت بنا دیتا مگر ان میں برابر اختلاف کھیلے رہیں گے۔ سورۃ النحل میں فرمایا وَكَوْنُوا لَهَا كَافَّةً جَمْعِهِنَّ (آیت - ۹) اگر اللہ چاہتا تو سب کو ہمیت پر جمع کر دیتا مگر کسی پر جبر نہیں کرتا۔ فَهَمَّ شَاءَ قَلِيلٌ مِّنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفِرْ (الکافرون) جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کفر کا راستہ اختیار کرے، اللہ نے دلوں کا انتظام واضح کر دیا ہے۔ اگر ایمان لائے گا تو غفرۃ اللہ میں جیسے پاک مقام کی رکنیت حاصل ہو جائے گی اور بالآخر اللہ کی رحمت کے مقام میں پہنچ جائے گا۔ اور اگر کفر و شرک کے راستے پر چل نکلا تو آگ کی قاتلوں والی جہنم میں جانا پڑے گا۔ بہر حال ان اختلافات کو سامنے رکھ کر تسلی دی گئی ہے کہ اہل ایمان ٹھیکین نہ ہوں۔

اہل علم کی
تعریف

فرمایا اللہ کی مختلف قسم کی تخلیق میں اختلاف ضرور ہو ہے لیکن اِنشَاءً يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ اے شک اللہ کے بندوں میں سے

اہل علم ہی ڈرتے ہیں، جن لوگوں میں علم اور سمجھ کی کمی ہوتی ہے ان میں خوف خدا کا بھی فقدان ہوتا ہے۔ اللہ سے ڈرنے والے وہی لوگ ہیں جو اللہ کی عظمت و جلال کو پیش نظر رکھتے ہیں، خدا کی توحید اور صفات کو سمجھتے ہیں اور آخرت کی زندگی پر یقین رکھتے ہیں، شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں کہ اللہ سے ڈرنے والے سارے لوگ نہیں ہوتے بلکہ یہ تو سمجھ رکھنے والوں کی صفت ہے۔

اللہ کے عالم بندوں کی شناخت کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عالم باللہ علی اللہ کا وہ بندہ ہے جو خدا نے رحمان کو جاننے والا ہے لَمْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ شَيْئًا جس نے اللہ کے ساتھ شریک کیا ہو یعنی مشرک آدمی عالم کسلانے کا حقدار نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ عالم آدمی وہ ہے اَحَدٌ حَلَالٌ وَحَرَامٌ حَرَامَةٌ جس نے اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حلال اور حرام کردہ چیزوں کو حرام سمجھا، وَحَفِظَ وَصِيَّتَهُ اور اس کی وصیت کی حفاظت کی وَآيَقَنَ أَنَّهُ مُلْقِيهِ وَهُوَ حَاسِبُهُ اور یقین رکھا کہ ایک دن اُس سے ملاقات ہونے والی ہے اور وہ ضرور حساب لے گا۔

امام حسن بصریؒ عالم کی تعریف میں فرماتے ہیں الْعَالِمُ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ عالم شخص وہ ہے جو بن دیکھے خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے ایسا شخص اللہ کی قدرت کی نشانیاں دیکھ کر ہی اپنے دل میں خوف رکھتا ہے جس چیز کی اللہ نے تم غیب دی ہے، وہ بھی اُس کی تو غیب دیتا ہے، اور جس چیز سے اللہ نے منع کیا ہے، وہ بھی اس سے منع کرتا ہے، اور جس چیز میں خدا کی ناراضگی ہے اُس سے خود بھی بچتا ہے اور دوسروں کو بھی بچاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے علم کی تعریف اس طرح منقول ہے۔

لَيْسَ الْعِلْمُ بِكَثْرَةِ الْحَدِيثِ
وَلَكِنَّ الْعِلْمَ عَنْ كَثْرَةِ الْخَشْيَةِ

یاد رہے کہ علم کی علامت نہیں بلکہ غریب خدا کی زیادتی علم کی نشانی ہے۔
 شیخ شهاب الدین سمرقندی سے منقول ہے **قَوْلُ الْأَخْشَبِ** کہ
لَيْسَتْ بِعِلْمٍ حَسْبٍ فِي خَلْقِهِ نہیں وہ عالم نہیں۔ صاحب روح المعانی
 فرماتے ہیں کہ علم حقیقت میں وہ ہے جو اللہ کی ذات اور اس کی صفات جلیلہ
 کو جانتے ہیں، جو خدا کے افعال حمیدہ کا علم رکھتے ہیں اور اس کی تمام شیون مجیدہ
 کو بھی سمجھتے ہیں۔ اسی طرح امام مالکؒ نے بھی فرمایا ہے کہ عالم وہ نہیں ہے
 جس کو زیادہ روایتیں یاد ہوں بلکہ عالم وہ ہے جس کا دل اللہ کی عطا کردہ روشنی
 سے روشن ہے، خدا کی معرفت حاصل ہے اور اس کی ذات و صفات کو جانتا
 اور پہچانتا ہے۔ بعض قریبی نے حضرت علیؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ لوگ کہتے ہیں
 کہ فلان آدمی فقیہ ہے حالانکہ فقیر کامل تو وہ شخص ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت
 سے باخبر نہیں کرے اور کسی کو خدا کی معافی کی اجازت نہیں دے دیا اور لوگوں کو
 خطاب الہی سے بے فکر نہیں کرے۔ عالم آدمی قرآن سے اعراض نہیں کرتا۔ نیز
 فرماتے ہیں **لَا خَبِيرٌ فِي عِبَادَةٍ إِلَّا يَلْمُزُ فِيهَا أَحْمَقَ عِبَادَتِهِ** میں کوئی بہتر
 علم میں علم کا دخل نہیں۔ گویا عبادت علم کے ساتھ غریب سوچ سمجھ کر کی
 جائے تو مفید ہوگی، ورنہ نہیں۔

خواجہ علی بجزری کا قول بھی ہے **الْمُتَّقِيَةُ بِلَا عِلْمٍ حَكَامَةٌ**
وَلَا حُكْمٌ بِلَا عِلْمٍ عبادت کرنے والا جو اس کے گمراہی کی طرف ہے
 وہ مانتا ہی نہیں کہ کیوں بچ کر کاشتہ ہے، اسی طرح بے علم کی حالت ہے بغیر کلمہ
 کے علم درست نہیں اور کلمہ میں ضروری چیز ایمان ہے۔ جس کے بغیر کوئی عبادت
 قابل قبول نہیں۔ خدا کی رحمت، اس کی صفات، عالم ہدایت اور آخرت کی منازل
 وغیرہ سب ضروری چیزیں ہیں جن کے متعلق عالم کو علم ہونا چاہیے۔ اسی طرح فقیہ

بھی وہی ہو گا۔ جو کچھ ارادہ تھا بہت رکھنے والا ہو گا، حضرت علی کا منہ ہے لَا تَدْرِي مَا يَفْعَلُ قُرْآنُكَ فِي هَذِهِ أَلْتَدْرِي مَا يَفْعَلُ قُرْآنُكَ فِي هَذِهِ لَا تَدْرِي مَا يَفْعَلُ قُرْآنُكَ فِي هَذِهِ میں تدبر نہیں ہے اس کی کوئی خاص وقت نہیں کیونکہ قرآن کی آیات میں خود بخود ارادہ تدبر ضروری ہے۔ اللہ نے شکرہ کیا ہے
 أَفَلَا يَتَذَكَّرُ الَّذِينَ أُنزِلَ إِلَيْهِمْ الْقُرْآنُ أَمْ عَنِ عَيْنِكَ قُلُوبٌ أَفَلَا يَتَذَكَّرُ الَّذِينَ أُنزِلَ إِلَيْهِمْ الْقُرْآنُ (۲۳)
 لوگ قرآن میں خود فکر کیوں نہیں کرتے، کیا ان کے دلوں پر آئے پڑے ہیں؟
 پھر یہ جیسے بعض گمراہ لوگوں نے اس آیت کا غلط معنی کیا ہے۔ اس نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ عالم سے مراد سائنسدان ہیں۔ یہ تو صرف قرآن پاک کی تکریف ہے اس شخص نے اپنے آپ کو منکر قرآن کے نام سے مشہور کر دیا۔ رسالہ طلوع اسلام جاری کیا مگر گمراہ ہو گیا۔ اس نے خود ساختہ لغت بھی جاری کیا۔ اس نے نہ صرف عالم کا معنی غلط کیا بلکہ سورۃ نمل میں جہاں وَكُنْزُكَ الْعِلْمُ (آیت ۲۰) کا ذکر کیا ہے۔ وہاں اس نے علم کا معنی پرندہ نہیں بلکہ جنگلی آدمی کیا ہے۔ اللہ کا معنی قانون کیا ہے، اللہ حمد میں سے پاکیزہ فکر مراد لی ہے۔ اس نے اہل کامنی اونٹ کی بجائے بادل بھی کیا ہے۔ اسی طرح اس نے علماء سے مراد سائنسدان لیا ہے۔ اگرچہ سائنس میں ایک علم ذہن کا شعبہ ہے جس کے ذریعے تجربہات حاصل کیے جاتے ہیں اللہ فرشتوں، کیمسٹری، بائیو، فلکیات، وغیرہ اس کی بہت سی شاخیں ہیں مگر عالم سے مراد محض سائنس دان لینا تو بالکل ہی غلط ہے۔ سائنس دان تو مومن، کافر، دھرمی بھی ہیں مگر وہ عالم نہیں کہلا سکتے۔ عالم بندہ سے قرآن کی مراد الیٰ شخص ہے جسے اللہ کی توحید، اس کی صفات، ذات، احکام اللہ آخرت کا علم حاصل ہے اور اس علم کے مطابق وہ عامل بھی ہے۔ عالم کے لیے تو عقیدے کی درستی ضروری ہے جو غیر مسلموں میں نہیں پائی جاتی۔ لہذا وہ عالم کہلانے کے حقدار نہیں ہو سکتے۔

فرمایا اللہ کے بندوں میں سے اہل علم ہی اس سے ڈرتے ہیں۔ اِنَّ
 اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ ذَكِيٌّ ۝۱۰

سرکش کو پکڑنا ہے تو پھر مجھ پر زنا نہیں۔ وہ غنوری بھی ہے کہ توبہ کرنے پر گنہگار بدل کر معاف بھی کر دیتا ہے۔

نفع کوئی
تجارت

ارشاد ہوتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَلُوْنَ کِتَابَ اللّٰهِ وَهُ لَوْ کَانَ جَزَاءً
الہی کی تلاوت کرتے ہیں وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ اذْخَلْنَا قُلُوبَهُمْ فَمِنْ
وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِیَةً اَللّٰهُ جَعَلَ لَہُمْ
اُن کو روزی دی ہے۔ اُن میں سے کتنی اور ظاہر خرچ کرتے ہیں کبھی پوشیدہ
طرح پر خرچ کرنا بستر ہوتا ہے کبھی ظاہر کہ کے خرچ کرنا ضروری ہوتا ہے فرمایا۔
ایسے لوگ یقیناً جہنم کی آگ میں ہیں اِیْسٰی تَجَارَتٌ کِی اُمید رکھتے ہیں۔
جو کبھی برباد نہیں ہوئی تو یاد رکھو تجارت تانے باجو میں رہا تو قدرتی ہوسٹ
اِیْسٰی تَجَارَتٌ کہ وہ بہت سے اُن کو پورا پورا اللہ تعالیٰ کسی کی حق نفی نہیں کرتا۔
وہ مذکور تبدیل کر اُن کے محتایہ و اعمال کا پورا اجر دے گا۔ وَتَزِیْدُہُمْ
مِنْ فَضْلِہٖ بلکہ اپنی مہربانی سے اُن کے استحقاق کی نسبت زیادہ انعام اگر
جنتی سے گاہیں کی کوئی حد نہیں کیونکہ اِنَّہٗ اَعْلَمُ بِمَا تَشْكُرُوْنَ اِسْ خُذَا
کی یہ شان ہے کہ وہ غلیظوں کو آہریوں کو معاف کرنے والا بھی ہے اور معمولی
سے معمولی کار خیر کا قدر دان بھی ہے۔ وہ کسی کی محنت و کوشش کو ضائع نہیں کرتا
امام خمینیؑ کے متعلق مشہور ہے کہ اُن کے ایک شاگرد نے آپ کو
خواب میں دیکھا۔ اور فرمایا کہ اے فلاں! کیا تمہیں پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں
عورت کو بخش دیا ہے۔ شاگرد نے پوچھا وہ کیسے؟ فرمایا اور عورت نماز نہیں
پڑھتی تھی، البتہ جب اذان ہوتی تو اس کا جواب بٹھے احترام سے دیتی تھی۔ خدا
نے اس کا سبب یہی عمل قبول کر لیا ہے۔ حدیث کا مضمون بھی ہے کہ کسی چھوٹے سے چھوٹے
عمل کو بھی حقیر نہ سمجھو، شاید اللہ کے نزدیک وہی قابل قبول ہو اور تمہارے لیے
نجات کا باعث بن جائے اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان فرائض سے غافل ہو
کہ بعض چھوٹے چھوٹے کاموں کے پیچھے گم جائے، بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ کی

غفریرت اور قدر والی کا یہ عالم ہے کہ وہ پھوٹے سے غسل کا بیان بنا کر بھی
بخوش پینے پر قدرت رکھتا ہے۔

قرآن کی
حکایت

کلمے قرآن پاک کی حکایت کا ذکر کیلئے وَالَّذِي آوَجِّنَا إِلَيْكَ مِنَ
الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ اور ہم نے آپ کی طرف کتاب میں سے جو وہی کی ہے
وہ برحق ہے یعنی اللہ نے قرآن کی حکایت و صداقت پر امر تصدیق ثبت
کر دی ہے۔ اور ساتھ یہ بھی کہ یہ کتاب مُصَدِّقًا لِّكُتَابَيْنِ يَذَّكَّرُ
بِهِنَّ سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان میں پہلی کتاب خرابیوں کی ہی
نشاندہی کرتی ہے۔ فَرِيقًا إِنَّا اللَّهُ يَهْتَكِرُونَ الْغَفِيرِينَ كَيْفَ يُشْرِكُ
اللَّهُ تَعَالَى بِنَفْسِهِ بَنَدُلَ كِي يُرَى خَبَرِ رُكَّعَاتِهِ لَوْ هَرَفَ عَنْهُ لَعَلَّ عَمَلُ الْخَسِيسِ
کی نگاہ میں ہے۔ وہ ہر ایک کو پورا پورا بدلہ دے گا۔

ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا
 فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ
 وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ يُاذِنُ اللَّهُ ذَٰلِكَ
 هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ٢٢ جَنَّتْ عَدْنٌ يَدْخُلُونَهَا
 يُجْلُونَ فِيهَا مِنْ آسَافٍ مِنْ ذَهَبٍ وَلَوْلُؤَاءُ
 وَلِبَاسُهَا فِيهَا حَبِيرٌ ٢٣ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ
 الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ
 شَكُورٌ ٢٤ الَّذِي لَعَنَّا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ
 فَضْلِهِ لَا يَمَسُّنَا فِيهَا نُصَبٌ وَلَا نَمَسٌ
 فِيهَا لُغُوبٌ ٢٥ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ
 لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ
 مِنْ عَذَابِهَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي كُلَّ كَاذِبٍ ٢٦
 وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا
 نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۚ أَوَلَمْ
 نَعْمَرْكُمْ مِمَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرُ وَجَاءَكُمْ

النَّذِيرُ ۚ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ نَصِيرٍ ﴿۳۶﴾

ترجمہ: پھر ہم نے وارث بنایا کتاب کا ان لوگوں کو جنہیں ہم نے منع کیا اپنے بندوں میں سے، پس بعض ان میں زیادتی کرنے والے ہیں اپنی جان پر، اور ان میں سے بعض مینہ رو ہیں، اور بعض ان میں سے بھقت کرنے والے ہیں مصلیوں کے ساتھ اللہ کے حکم سے۔ یہ بڑی نصیحت کی بات ہے ﴿۳۶﴾ بات یہ ہے کہ داخل ہوں گے ان میں، پناہ جائیں گے ان کو کنگن سونے کے اور بار مٹیوں کے اور لباس ان کا عظیم کا ہوگا ﴿۳۷﴾ اور وہ کہیں گے: سب تعزیت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اللہ کو دیا ہم سے علم۔ بھیک ہمارا پروردگار بہت بخشش کرنے والا اور قدردان ہے ﴿۳۸﴾ وہ جس نے اٹا ہے ہمیں ٹھرنے کی جگہ میں اپنے فضل سے، نہیں پہنچتی اس میں ہم کو کوئی مشقت، اور نہیں پہنچتی اس میں ہم کو کوئی تھکاوٹ ﴿۳۹﴾ اور وہ لوگ جنہوں نے کھرا اختیار کیا، ان کے لیے جہنم کی آگ ہے۔ نہ فیصلہ کیا جائے گا ان پر کہ وہ سر جالبی اور نہ تنصیف کی جائے گی ان سے اچھے (دور) کے عذاب سے۔ اسی طرح ہم ہلہ دیتے ہیں ہر ناشکر گزار کو ﴿۴۰﴾ اور وہ چلائیں گے اس کے اللہ اور کہیں گے اے ہمارے پروردگار! نکال دے ہم کو کہ ہم عمل کریں اچھا سوائے اس کے جو ہم پہلے عمل کیا کرتے تھے۔ واللہ فرمائے گا! کیا ہم نے تمہیں عمر نہیں دی تھی کہ نصیحت

پکڑے اس کے اندر جو نصیحت پکڑنا چاہتا ہے۔ اور آیا
تھامے پاس نہ سنانے والا۔ اب چکھر، پس نہیں ہے
ظالموں کے لیے کوئی مددگار (۲۵)

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے تخلیق کی مختلف اقسام کو وجہ کے دلائل
کے طور پر پیش کیا۔ پھر فرمایا کہ خشیت الہی علم اور سمجھ بوجھ رکھنے والے لوگوں میں
پائی جاتی ہے۔ اس کے بعد اللہ نے اہل ایمان کی بعض صفات بیان فرمائیں کہ
وہ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی عطا
کردہ روزی میں سے خرچ کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا کہ یہ لوگ
فخ بخش ستھارت کرتے ہیں۔ پھر قرآن کے بارے میں اللہ نے مندرجہ
کریہ برحق ہے، پہلی کتابوں کی صدق ہے اور ان لوگوں کی ہدایت کے لیے
اس کتاب میں بڑا سامان ہے، خدا تعالیٰ اپنے بندوں کے حالات سے اچھی
طرح باخبر ہے۔

کتاب میں اور صحیفے پہلے نبیوں پر بھی نازل ہوئے اور پھر آخر میں اللہ نے
قرآن پاک جیسی عظیم المرتبت کتاب نازل فرمائی جس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔
ثُمَّ أَوْثَقْنَا الْكِتَابَ الَّذِي نَزَّلْنَا مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ
پھر ہم نے اس کتاب یعنی قرآن کا وارث بن کر بنایا جن کو ہم نے اپنے بندوں
میں سے منتخب فرمایا۔ اللہ نے اس آخری امت کو تمام سابقہ اہم بر فضیلت
بخشی اور اس کو آخری کتاب کا وارث بنایا۔ اس کتاب کی نشر و اشاعت، تعلیم
اور اس پر عمل کرنا اسی امت کی ذمہ داری تھری۔ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے اہل کتاب
کو کورات کا وارث بنایا مگر انہوں نے یہ امانت پر سے طریقے سے ادا نہ کی۔
جس کی وجہ سے کتاب میں تغیر و تبدل پیدا ہوا اور اب یہ اس آخری امت کی
آمنش ہے کہ وہ اس امانت کا بار احسن طریقے سے اٹھائیں۔
فرمایا جس طرح اللہ کی تخلیق مختلف ہے، انسان، جانور، کیڑے، پتھر،

پہلے، آج وہ پانچویں درجہ میں ہے شہر اقسام پائی جاتی ہیں۔ اور کئی ایک مخلوق
 ہی آپس میں یکجا نہیں ہے، اسی طرح ورثے کے کتاب یعنی آخری امت کے
 لوگ بھی ایک جیسے نہیں ہیں۔ فَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ كَافٍ مِّنْهُم مَّنْ يَّسُوعِي
 وہ ہیں جنہوں نے اپنے نفس پر زیادتی کی۔ اگرچہ بحقیقت مجرعی وہ منتخب بندوں
 میں سے ہیں مگر ماضی میں بھی طرک میں چلی کہ کمال سے بھی پرہیز نہیں کرتے مطلب
 یہ کہ ایمان لانے کے باوجود گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یہ ان کی اپنی ہی جانوں
 پر زیادتی ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّهْدِيهِ اللَّهُ وَبِهِ هُودٌ اور ان میں سے بعض میانہ رو ہیں کسی گناہ کا ارتکاب
 بھی کر لیا اور کسی چھوڑ بھی دیا اور اس کی تلافی کر لی۔ ساتھ ساتھ نبی کے کام بھی
 انجام دیتے رہتے ہیں۔ اگرچہ وہ زیادہ متقی تو نہیں لیکن گناہوں میں بھی زیادہ احتیاط
 نہیں رکھتے بلکہ درمیانی پال چلتے رہتے ہیں۔

وَمِنْهُمْ سَابِقَاتٌ لِّلْإِيمَانِ یہاں اہل ایمان کے بارے میں ہے اور ان میں سے بعض وہ
 بھی ہیں جو اللہ کے حکم سے نیکیوں میں بہتت حاصل کرنے والے ہیں۔ یہ لوگ اللہ
 کی طرف سے نیکیوں کو پہلے ہی میں اس میں کمال حاصل کرتے ہیں۔ قرآن، روایت
 سنن اور مستحبات کی ادائیگی کی کوشش کرتے ہیں اور غیر و کیسوں گناہوں سے بچتے
 ہیں۔ یہ نیکیوں میں بہتت کرنے والے لوگ ہیں۔ انہی کے متعلق فرمایا ذَٰلِكَ
هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے جو ان لوگوں پر ہوتا ہے۔
 ایسے لوگوں کا جزا کے متعلق فرمایا جَدَّتْ سَعْدِي یہ تھوڑا سا
 سہولت کے باعث ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے۔ یعنی وہ لوگ بہشت میں داخل
 ہوں گے يَخْتَلُونَ فِيهَا وہ اس آواز میں ذَهَبٌ و لُّؤْلُؤًا جوا
 ہرین سونے کے کنگی اور تھوڑے کے ہر پہننے والے ہوں گے وَلِبَاسُ
سُهُبٍ وہ تھوڑے اور وہاں ان کا لباس ریشم کا ہوگا۔ دنیا میں تو اللہ نے مردوں
 کے لیے سونا اور ریشم حرام قرار دیا ہے مگر جب یہ جنت میں پہنیں گے تو وہاں

اہل جنت
 کے لیے
 انعامات

انہیں یہ چیزیں پیش آئیں گی۔ جنت میں اہل جنت میں قسم کے سنہری زیور ہوں گے۔
 اور توبہ کے بارے میں قسم کے روٹیم کا لباس لینے کریں گی ان کی خواہش کے مطابق
 کیا جائے گا۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ مذکورہ چیزوں پر غور یعنی اپنی جان پر غور کرنے
 والے میاں مدی اختیار کرنے والے اور نیکیوں میں بہتت حاصل کرنے والے اہل ایمان
 ہی کے لئے ہوں گے۔ سب کے سب اللہ کی رحمت کے تمام میں داخل ہوں گے
 ہوں یہ بات ہے کہ ظالموں کو اپنی زیادتیوں کا جگہ کرنا ہوگا اور سزا جگہ کر
 رہے ہیں بالآخر جنت میں پہنچ جائیں گے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد مبارک بھی ہے
 کہ اس امت کے گنہگار لوگوں کو سزا فی ضرورت مل جائے گی، کسی کی سفارش ہوگی۔
 اور کسی کے حق میں اللہ تعالیٰ خود مہربانی فرما دیں گے۔

جب یہ لوگ بہشتوں میں داخل ہو جائیں گے وَقَالُوا الْحَمْدُ
 لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْهٰبَ عَنَّا الْحَزْنَ تَرِیْنَ کہیں گے، سب توفیقیں
 کے لیے ہیں جس نے آج ہم سے غم کو دور کر دیا۔ دنیا میں تو ہم طرح طرح
 کے غم و آلام میں مبتلا تھے، کیا قسم کی تکلیف سے دوچار ہونا پڑا تھا، مگر
 اب سارے غم دور ہو گئے اور تمام تکلیفات مٹ چکی ہیں۔ اللہ نے ہماری توفیق
 سے اطاعت کی بڑی قدر کی ہے اور اپنی بخشش سے نوازا ہے۔ رات
 رَبَّنَا اَلْعَنُوْا شَکُوْرًا یَّکُوْنُ عَذَابُہُمْ عَذَابًا اَلَمًا اَلَّذِیْ

اَحَلَّنَا ذٰلَکَ الْمَقَامَ مَرَّتَ فَعَسٰی وَہی جس نے اپنے فضل سے
 ہمیں اقامت کے گھر میں ٹھہرنے کی جگہ میں اتارا ہے۔ اقامت کے گھر سے
 مراد اللہ تعالیٰ کا بہشت ہے جو انسان کا دائمی مقام ہے۔ اس سے پہلے انسان
 مختلف مقامات پر عارضی طور پر قیام پذیر ہوتا ہے، کبھی عالم ابداح میں کبھی
 دایہ کی بہشت میں، کبھی ماں کے شکم میں، کبھی اس دنیا میں، کبھی پردہ رخ میں
 اور کبھی حشر کے میدان میں۔ انسان کا آخری اور دائمی مقام تو جنت ہی ہے

جس کے بعد کسی دوسری جگہ نہیں جانے گا۔ جو جنتی لوگ اللہ کی تعریف بیان کریں گے جس نے انہیں اس آخری مقام میں ٹھکانا دیا۔ اور یہ اہل عمدہ ٹھکانا ہے لَا تَحْزَنُ فِيهَا قَوْمٌ نَّصَبَ فِيهَا جس میں نہیں کوئی تھکاوٹ نہیں پہنچتی وَلَا يَمَسُّهَا فِيهَا الْعُوبُ اور نہ کوئی مشقت برداشت کرنا پڑتی ہے۔

جنتی لوگ ان سورتوں کا ذکر کریں گے جو انہیں جنت میں پہنچ کر حاصل ہوں گی۔ دراصل نصب اہل عروبہ دونوں ہم معنی الفاظ ہیں اور معنی تھکاوٹ ہی ہے۔ البتہ بعض فرماتے ہیں کہ نصب اس تھکاوٹ کے کہتے ہیں جو کسی کو کام کاج کے دوران ہوجاتی ہے اور عروبہ وہ تھکاوٹ ہے جو کام کرنے کے بعد لاحق ہوتی ہے۔ بہشت میں پہنچ کر تو کوئی کام ہی نہیں کرنا پڑے گا، نہ مشقت، اٹھانی پڑے گی لہذا کسی قسم کی تھکاوٹ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوا۔ بعض حضرات نصب کا معنی جسمانی تھکاوٹ اور عروبہ کا معنی نفسانی تھکاوٹ بھی کرتے ہیں مطلب یہ ہے کہ وہاں پہنچ کر کسی قسم کی تھکاوٹ نہیں ہوگی۔ جنتی لوگ نہایت آرام و سکون کی زندگی بسر کریں گے۔

آگے اللہ نے کفار کی تعذیبات کا ذکر بھی کیا ہے۔ وَالَّذِينَ هُمْ كَفَرُوا لَمْ يَكُنْ لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ اور جن لوگوں نے کفر کا شیوہ اختیار کیا۔ ان کے لیے جہنم کی آگ ہوگی لَا يُقَفَّضُ عَلَيْهِمْ سُورٌ فَيَمْوتُوا ان کے متعلق موت کا فیصلہ بھی نہیں کیا جائے گا۔ قرآن پاک میں کئی مقامات پر جہنم کی اس حالت کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہاں ان کو نہ موت آئے گی اور نہ زندگی ہوگی۔ وہ اس قدر کرناک حالت میں ہوں گے۔ سورۃ الاحقاف میں ہے کہ وَفَزَّجَ فِيهَا نَارُ کہ نَارُ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ (آیت ۱۳) اسی طرح سورۃ طہ میں ہے کہ مَجْرِمٌ كَاثِفًا جہنم میں ہوگا لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ (آیت ۴۴) نہ کو موت وارد ہوگی نہ حیات کی منزل سے ہٹکارا حاصل ہو جائے

اہل جہنم کے لیے نذر

بعد از راحت حاصل ہوگی۔ جو کہ زندگی کی ملامت ہے۔ فَرَايَا وَلَا يَخْفَعُ عَنْهُمْ
قَيْنَ عَذَابِهَا ان کے لیے بعد از کے عذاب میں کوئی تخفیف بھی نہیں ہوگی
 بلکہ عذاب مسلسل ہوتا رہے گا۔ فَرَايَا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُكْفُورِينَ اسی
 طرح ناشکو گزار کو بدلہ دیتے ہیں ان کی سزا جہنم کا داخلہ ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ جنہی لوگ عذاب کی تخفیف سے وَقَلْبُهُمْ قَيَّطٌ مِّنْ
فِيهَا اس میں جلا نہیں گئے اور بار بار اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست کریں
 گے۔ وَنَبْنِئُ لَكُمْ فِيهَا مَصَاحِفًا عَذَابُ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ
 اُسے ہمارے پروردگار! ہمیں یہاں سے نکال دے، اب ہم اچھا عمل کریں گے۔
 اس کی بجائے جو پہلی زندگی میں کیا کرتے تھے۔ ترقی شریعت کی روایت میں آتا ہے
 کہ کافر لوگ چلا چلا کر ہزار برس تک دوزخ سے نکلنے کی درخواست کریں گے
 اس کے بعد جواب دے گا۔ إِخْسَافُ فِيهَا وَلَا تَكْفُورُونَ (المؤمنون ۱۰۱)
 تم پر اسی جہنم میں پھینکا رہو۔ اب کلام نہ کرو، میں تمہیں جواب دینے کے لیے
 بھی تیار نہیں۔ الغرض! جہنم والوں کی پیچ و پکار ہوتی ہے مگر ان کے عذاب
 میں کوئی تخفیف نہیں ہوگی۔

عمر کا
 انتقال

بالآخر اللہ تعالیٰ جواب دے گا أَوَلَمْ نَقْتُلْكُم مِّنْ قَبْلُ تمہیں
 اتنی عمر نہیں دی تھی مَا يَسْتَدْكُرُ فِيهِ مَوْتٌ قَدْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ
 فیصحت پکڑنا چاہتے پکڑتے تھے تمہیں دنیا میں پر راز پر موقع دیا گیا تھا۔ اللہ
 نے اپنے پیغمبر اور پیغمبن جیسے کتابیں نازل فرمائیں۔ مگر تم نے اس موقع کو خالص
 کر دیا اور کوئی نصیحت حاصل نہ کی۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے کہ میری
 امت کے لوگوں کی اکثر عمریں مناظر اور ستر سال کے درمیان ہیں۔ اس سے
 آگے قلیل آدمی ہی جاتے گے، اسی لیے مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ جس شخص کو

اللہ تعالیٰ اتنی زندگی عطا کرے، اس کے بعد اُس کا کوئی عذر قابلِ قبول نہیں رہگا
اللہ فرمائے گا۔ میں نے تمہیں اتنی لمبی حیات دی مگر تم میری ایمان سے محروم
ہو، اور دنیا کے کام نہ کر پائے، لہذا اب اس کا بدلہ پھر،

منفدین کا
آدم

غرضیکہ اللہ فرمائے گا۔ میں نے تمہیں اتنی عمر دی وہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ
اب تمہارے پاس ڈر سناتے ہوئے بھی آئے۔ اللہ کے تمام انبیاءِ مذہب ہوئے ہیں۔
خود حضور علیہ السلام نے حلق بھی اللہ نے فرمایا فَقَدْ صَبَّحْتُكُمْ بِشَيْءٍ كَوْنِي
كَذِبِي (المائدہ-۱۹) تحقیق تمہارے پاس بشارت مہینے والا اور نذرانے والا آ
چکا ہے۔ اپنی فکر کر لو، قیامت آنے والی ہے اور محاسبہ اعمال کا دن بھی ہوگا۔
اب پھر حنیت یا عذراغ میں دائی ٹھکانا ہوگا۔ امام ابو بکر عباس فرماتے ہیں کہ خود
حضور علیہ السلام کی فاسقہ بابت بھی مذہب ہے، اللہ کے قائم کردہ تمام دلائل کو حید
بھی مذہب ہیں۔ اچھا یہ کہہ دے میں مذہب میں۔ انسان کو پیش آنے والے قسم
تغیرات، بچپن، جوانی، کھانا پاجست، بیماری، فقر، غنی اور دیگر حوادثِ زمانہ
سب انسان کے پہلے جزوہِ مذہب کے ہیں کہ ان میں غم و فکر کر کے اپنی ماقبت کے
پلے بہتر وسائل پیدا کرے۔

ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ جب انسان کے جسم میں ایک بال سفید ہو
یا آپ نے کردہ دو کبریاں سے کہتا ہے کہ تیار ہو باؤ، موت کا وقت قریب
آگیا ہے، گویا بالوں کی سفیدی بھی مذہب ہے۔ کسی شاعر نے بھی کہا ہے ۔

وَقَامِلَتْكُمْ تَخَضُّبٌ يَا حَبِيبِي

وَسَوْفَ شَعْرٌ وَجْهَكَ يَا لَقِيْبِي

محبوب نے اپنے محبوب سے کہا کہ لے پیا سے! اپنے بالوں کو رنگ لڑ، یعنی اپنے چہرے
کے بالوں کو میری جی اعلیٰ خوشنم کے ساتھ سیاہ کر لو۔ اس پر اُس شخص نے جواب دیا

قُلْتُ لَهَا الْمَشِيبُ نَذِيرٌ عَمِّي
وَكُنْتُ مُسَوِّدًا وَجْهَ السُّنُوبِ

جیسا پامیری زندگی کا نذیر ہے، لہذا میں اس نذیر کے چہرے کو سیاہ کرنے کیلئے
نیا نہیں ہوں۔

اس طرح ابن حنظل شاعر نے بھی کہا ہے۔

فَاعْمَلْ فَإِنَّكَ مَتَّعْتُ بِوَاحِدَةٍ

حسب اللیب لیلۃ الشیب من مای

عمل کرنے والے چلے جاؤ گے کیونکہ ایک دین ہی آواز آنے کی کہ اس کا نفع ہو گیا جس کا
آدمی کے لیے موت کی خبر دینے والی بالوں کی سفیدی ہی کافی ہے۔ اسی لیے
بعض روایات ایسا کہتے ہیں کہ انسان کی بیماری اس کے لیے نجات کی ڈاک
کی مانند ہے۔ اللہ فرمائے گا، میں تمہاری طرف موت کی ڈاک بھی بھیجا رہا ہوں۔ مگر تم
نے اس سے کوئی عبرت حاصل نہ کی۔ بعض روایات میں رائے کا لفظ آتا ہے۔
رائے قلعے کے اُس آگے چلنے والے دستے کو کہتے ہیں جو گھاس، پانی وغیرہ
کی تلاش پر مامور رہتا ہے۔ مطلب یہ کہ یہ تمام عوامل موت کی خبر دے رہے تھے۔
مگر تم نے اس کے لیے تیاری نہ کی۔
کسی شخص سحر کا قول ہے۔

غیرے گن لے فلاں و قیمت شمار عمر

زراں پیشتر کہ باجگ برآید فلاں شمار

اے شخص عمر کو قیمت جان کر نیک عمل کہے پیشتر اس کے کہ آدمی سے
آواز آنے کہ آج فلاں شخص تم ہو گیا یعنی اس کی موت واقع ہو گئی۔
فرمایا، اگر اتنے نذیر بھیجنے کے باوجود تم نے اپنی حالت کو درست نہیں کیا

فَذَوْقُوا آثَابَ بَعْضِ الَّذِي كَانْتُمْ تَعْمَلُونَ۔ اللہ تعالیٰ سزا میں مبتلا کرنے کا حکم
لِلظَّالِمِينَ مِثْلَ نَجْمٍ فِي سَحَابٍ میں ظلم کرنے والوں کے لیے کوئی مددگار
نہیں ہوگا، آج ان کا قبیلہ، بلندی، اجتماع، سفارتی غرضیکہ کوئی بھی عذاب الہی
سے نہیں بچا سکے گا۔

ومن یقنت ۲۲

فنا طرد ۲۵

سورہ دہم ۱۰

آیت ۲۸ تا ۴۱

إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ غَيْبِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ
 عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۳۸﴾ هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ
 خَلْقًا فِي الْأَرْضِ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ
 وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِلَّا
 مَقْتًا وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا ﴿۳۹﴾
 قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَكُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ
 دُونِ اللَّهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ
 أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَوَاتِ أَمْ آتَيْنَهُمْ
 كِتَابًا فَهُمْ عَلَى بَيِّنَةٍ مِّنْهُ بَلْ إِنْ يَعِدُ
 الظَّالِمُونَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا إِلَّا غُرُورًا ﴿۴۰﴾ إِنَّ
 اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا وَلَئِنْ
 زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّنْ لَّدُنْهُ
 إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ﴿۴۱﴾

ترجمہ :- بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے پرتیہ
 چیزیں آسمانوں اور زمین کے ۔ بے شک وہ خوب جانتا ہے
 سینوں کے راز ﴿۳۸﴾ وہی ذات ہے جس نے بنایا تم کو

عیقہ زمین میں۔ پس جس نے کفر اختیار کیا، پس اسی پر
اس کے کفر کا وبال پڑا۔ اور نہیں زیادہ کرتا کافروں کے
یہ اہی کا کفر ان کے پروردگار کے پاس مگر ناراضی۔
اور نہیں زیادہ کرتا کفر کرنے والوں کے یہ اہی کا کفر
مگر نقصان (۳۹) لئے پیغمبر! آپ کہہ دیجئے، بتلاؤ تمہارے
وہ شریک جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، مجھے
دکھلاؤ انہوں نے کیا پیدا کیا ہے زمین میں۔ یا ان کے
یہ کوئی شراکت ہے آسمانوں میں، یا ہم نے اہی کو
کوئی کتاب دی ہے، اور وہ کھلی دلیل پر ہیں اس سے
نہیں بچہ نہیں وعدہ کرتے ظالم لوگ بعض بعض کے ساتھ
مگر فریب کا (۴۰) بے شک اللہ تعالیٰ روکتا ہے آسمانوں
کو اور زمین کو اس بات سے کہ وہ ٹل جائیں۔ اور اگر وہ
ٹل جائیں تو نہیں روک سکتا ان دونوں کو کوئی بھی اس کے
سوا۔ بے شک وہ ہر بار اور بخشش کرنے والا ہے (۴۱)

ربطیات

گزشتہ درس میں انداز کا مضمون ذکر ہوا تھا۔ قرآن کے درجہ اولیٰ قسم کے
آدمی ہیں۔ بعض وہ ہیں جو صفات و کبار کا ارتکاب کر کے اپنی جانوں پر ظلم
کرتے ہیں۔ دوسری قسم کے لوگ میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔ جب کہ غیر
گروہ وہ ہے جو بھلائیوں میں سبقت کرتے ہیں۔ یہ سب گروہ اہل اسلام
اور مہلبین قرآن ہیں۔ پھر اللہ نے نیکی کرنے والوں کے اخلاص کا ذکر کیا۔
اور کفر کرنے والوں کے عذاب اللہ ان کی صیغ و پکار کو بیان کیا۔ اللہ فرمایا
کہ تمہیں دنیا میں کتنی عمر تک صحت دی تھی۔ اس صحت کے دوران تمہارے
پاس اللہ کے نبی بھی آئے جو تمہیں ڈر سنا رہے تھے، اللہ کی وحدانیت کے
دلائل بھی تمہیں آگاہ کرتے رہے۔ انسانی زندگی کے تغیرات خود مزید یہ بات

کا بٹھا پائے یاد دلاتا ہے کہ زندگی کا باقی حصہ مختصر اور گھبراہٹ سے گزرا گیا ہے، اب بھی کچھ جاؤ، مگر تم نے ان چیزوں سے نصیحت حاصل نہ کی، اب پیچھے چلنے کا کچھ فائدہ نہیں، اب اپنے عقیدے اور عمل کا مزہ چکھو، اب ظالموں کو کسی طرف سے دو نہیں آئے گی۔

علم الغیب
فانت

اب سورۃ کے آخری حصے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض صفات اور جزائے عمل ہی کا ذکر کیا ہے۔ ساتھ ساتھ قریب کے عقلی دلائل بھی بیان کیے ہیں۔ قرآن کی صداقت کو ماننے والے اور انکار کرنے والوں کا ذکر ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: إِنَّ اللَّهَ عَلِيمُ غَيْبِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ بے شک اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کی مخفی چیزوں کو جاننے والا ہے۔ راستہ يُخَيِّرُ بَيْنَ ذَاتِ الصَّدُوقِ بے شک سینوں کے رازوں کو بھی وہ خوب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کی نیت، ارادے، استعداد اور صلاحیت تک کو جانتا ہے۔ اسی بنا پر گذشتہ حدیث میں اللہ کا یہ فرمان گزر چکا ہے فَذُوقُوا عَذَابَ الْغُلَامِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَبْلُغَ أَكْمَالَهُمْ (آیت - ۳۷) اب عذاب کا مزہ چکھو۔ آج کے دن ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ اس دن کافر لوگ کہیں گے رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذَا (آیت - ۳۷) پھر وہ گار نہیں اس عذاب سے نکال دے۔ ہم اچھے عمل کریں گے۔ مگر اللہ چونکہ ان کی نیت اور ارادے سے واقف ہے، وہ کہے گا وَلَوْ زُرْتُمُوهَا لَمَلَأْنَا صَدُوقَهُمْ (آیت - ۳۸) اگر بالفرض ہم ان کو دنیا میں واپس لوٹا بھی دیں تو یہ پلٹ کر وہی کام کریں گے جس سے انہیں منع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ علیم کل اور تمام مخفی باتوں کو جاننے والا ہے، لہذا وہ ہر انسان کے ساتھ اس کی نیت، ارادے اور عمل کے مطابق ہی سلوک کرتا ہے۔

خلافت النبی

ارشاد ہوتا ہے هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ فِي الْأَرْضِ خدا تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا۔ اللہ نے اپنا

یہ انعام یاد دلا کر شکر گزار ہی کا مطالبہ کیا ہے۔ مگر اکثر لوگ اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے۔
 خلافت عام میں ہے اور خاص بھی۔ اللہ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق کے مشعل فرشتوں
 کو خطاب کر کے فرمایا اِنِّیْ جَاعِلٌ فِیْہِ الْاَرْضِیْنَ خَلِیْفَۃً (البقرہ - ۳۰)
 میں زمین میں خلیفہ یعنی نائب یا قائم مقام بنانے والا ہوں۔ یہ خلافت خاص تھی۔
 اور خلافت عام یہ ہے کہ بعد میں آنے والے لوگ پہلے گزرے ہوئے لوگوں کے
 خلیفہ، جانشین یا قائم مقام ہیں۔ پہلے بادشاہوں کی جگہ موجود حکمران خلیفہ ہیں۔
 پہلے زمینداروں اور کاشتکاروں کے جانشین موجود زمیندار یا کاشتکار ہیں۔
 مفسرین کلام یہ بھی فرماتے ہیں کہ جَعَلْتُکُمْ کُلَّہُمْ اٰمَۃً مَّوَدَّہً سے ہے
 کہ اللہ نے تمہیں پہلوں کا خلیفہ منتخب کیا ہے۔ اب غلط ازمنہ تمہاری سپرداری
 میں ہے۔ اب یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ خود بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔
 اور اس کے احکام کو بھی زمین میں جاری کرو۔ اللہ کی مخلوق کو جہالت سے نکللو۔
 اَنْ سَے ظلم و زیادتی کو رفع کرو، اَنْ کو عدل و انصاف کا درس دو اور زمین کو
 شر و فساد کی بجائے امن و سکون کا گہوارہ بناؤ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
 وَلَا تَقْسُوْا فِی الْاَرْضِیْنَ بَعْدَ اَمْرِیْہَا (الاعراف - ۵۶)
 زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ۔ اللہ تعالیٰ اس خلافت کے
 ذریعے تمہاری آزمائش کرنا چاہتا ہے قَیْنُظُنُّ کَیْفَ تَقْسُمُوْنَ (زمین)
 وہ ظاہر کر دے گا کہ تم کیسے کام کرتے ہو۔ مگر عام طور پر یہی دیکھا گیا ہے کہ
 جب کسی فرد یا قوم یا جماعت کو اقتدار حاصل ہو جاتا ہے تو پھر شر و گمراہی کی
 بجائے ناشکری ہی کے مرکب ہو جاتے ہیں، اور اپنی ذمہ داری پوری نہیں کرتے
 زمین کی اکثر آبادی کو کفر اور شرک میں مبتلا ہے۔ آج کے زمانہ میں بھی دنیا کی کل
 آبادی کے چار حصے کفر و شرک میں ڈوبے ہوئے ہیں اور صرف پانچواں حصہ

دین و ایمان سے قہرے تعلق رکھتا ہے۔ بہر حال نیابت اللہ تعالیٰ کا انعام ہے، اس کا شکر یہ ادا کرنا چاہیے مگر اکثر لوگ ناشکر گزار ہیں۔

ناشکر گزاری کا انجام

لَا تَزِدُكُمْ فَتَنًا كَفَرًا فَحَسْبُ كُفْرًا ۖ أَجْزَىٰ أَنْ يَكْفُرًا ۖ نِعْمَتُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ لَا يَمَسُّكُمْ فِي أَمْنٍ شَيْءٌ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُدْرِكُ الْكَاذِبِينَ ۚ
یعنی ناشکر گزاری کی تر اس کا وبال اسی پر پڑے گا، اللہ کا کیا جانے گا! چاہیے کہ جسے تمنا کہ لوگ اللہ کی آیات، اس کی صفات اور دلائل قدرت میں غور و فکر کر کے اس کی توحید کو تسلیم کرتے، عدل و انصاف قائم کرتے، اللہ کی زمین میں اصلاح کرتے اور اس طرح اللہ کی نعمت کا شکر یہ ادا کرتے مگر اس کی بجائے انہوں نے کفر و شرک کا راستہ اختیار کر کے کفران نعمت کا ثبوت دیا جو خود ان کے حق میں بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (البقرہ - ۲۸۶) انسان بنے جو نیکی کاٹی ہے وہ اس کے لیے کارآمد ہے اور جو برائی کی ہے، اس کا وبال اسی پر پڑے گا۔ اس میں کسی دوستی کا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ سورۃ المدثر میں ارشاد خداوندی ہے كُلُّ نَفْسٍ لِّمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ (انیت - ۲۸) ہر انسان اپنی کمائی میں پھنسا ہوا ہے۔ قیامت ملے دن اس کا قدم نہیں اٹھ سکے گا جب تک کہ ایک ایک عمل کا حساب نہیں ہو جائے گا۔

فرمایا جس نے ناشکر گزاری کی تر اس کا وبال اسی پر پڑے گا وَلَا يَنْفَعُ الْكَاثِرِينَ ۚ كَفَرُكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ إِلَّا مَقْتًا ۚ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ عَنْ شُكْرِكُمْ غَافِلِينَ
ان کے پروردگار کے ہاں نہیں زیادتی کرتی مگر ناراضگی کو۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے کفران نعمت سے ناراض ہی ہوتا ہے۔ جس مقدار میں ناشکر گزاری ہوتی ہے اسی قدر اللہ کی ناراضگی اور سزا بڑھتی ہے والی بات ہے وَلَا يَنْفَعُ الْكَاثِرِينَ ۚ كَفَرُكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ إِلَّا مَقْتًا ۚ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ عَنْ شُكْرِكُمْ غَافِلِينَ
یہ نقصان ہی کا باعث بنتی ہے، الیا کرنے سے کسی نفع کی امید نہیں کی جا سکتی۔ سورۃ بنی اسرائیل میں فرمایا ہے وَلَا يَنْفَعُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا

راہیت : ۸۲۔ ظلم کرنے والوں کو بھی نقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ نقصان ہمیشہ بڑھتا رہتا ہے اور اس کی وجہ سے ہر دنیا کی زندگی درست ہو سکتی ہے اور یہ ہدیہ امہ آخرت میں بہتر مقام حاصل ہوتا ہے بلکہ وہ زندگی ہی خواہم ہو باقی ہے۔ یہ حال فرما کہ ناشکر گزری خدا کی ماضی اور نقصان کا باعث ہے۔

شرک کی تہذیب

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے شرک کی تردید فرمائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے
كُلُّ لَيْسَ بِشَيْءٍ اِلَّا اِنْ تَكْفُرْ کہیں۔ اَوْ دُوَيْتُ شَيْءًا كَلَّا
اَلْاَوْثَانُ شَيْءٌ مِّنْ دُونِ اللّٰهِ سُبْحَانَ الَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ
وَيُخَوِّضُ فِيْهِ مَن يَّشَاءُ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، یعنی جن کو زندگی دینا پسند کر کے ان کی عبادت طلب کرتے ہو، اَلْاَوْثَانُ شَيْءٌ مَّا ذَا خَلَقُوا وَمَنَ الْاَوْثَانُ يَخْلُقُ
 جو کچھ انہوں نے زمین میں پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے توحید کے اثبات اور شرک کی تردید میں یہ عقلی دلیل پیش کی ہے کہ تم جن معبودانِ باطل کو اپنی حاجت بڑی یا مشکل کوئی یا سفارش کے لیے پکارتے ہو اور کہتے ہو کہ اللہ نے ان پر الوہیت کی چادر ڈال رکھی ہے کیا انہوں نے آج تک زمین میں کوئی چیز تخلیق کی ہے اگر کی ہے تو مجھے دکھاؤ اگر تمہارے شرک کا جواز پیدا ہو سکے۔ اور اگر انہوں نے کوئی چیز پیدا ہی نہیں کی تو تم ان سے کیا چاہتے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ سارا دنیا و آخرت کے پاس ہے، اس نے اپنا اختیار کسی مخلوق کو نہیں دیا، تمام معاملات کی تدبیر وہ خود کرتا ہے، جیسا کہ اس کا ارشاد ہے۔ يَدْبِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (السنۃ - ۵) آسمان کی فضا و زمین سے لے کر زمین کی پتھری تک ہر چیز کی تدبیر وہ خود کرتا ہے اور اس معاملہ میں اس نے کسی کو اختیار نہیں دیا۔

نہی ساری کر با اختیار مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت اسیلے کرتے ہیں کہ وہ ہماری حاجات پوری کرتے ہیں۔ جیسا کہ صریح علیہ السلام کے متعلق الوہیت کا عقیدہ کہتے ہیں کہ خدا نے ان کو اختیار دے رکھا ہے۔ قبر پرست لوگ قبروں پر چادریں پھرتے اور غم و نیاز پیش کرتے ہیں تاکہ اصحابِ قبر

اپنے اختیار سے ان کی جگہ بنادیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر سب کچھ عبور ہوا ہے۔
 اللہ کے سوا نہ کوئی کسی کو کچھ دے سکتا ہے اور نہ کسی سے کچھ نہ لے سکتا ہے۔ بلکہ
 سارے کے سارے اللہ کے عاجز بندے ہیں، کسی میں الوہیت یا اختیار والی کوئی بات
 نہیں۔ اللہ نے قرآن پاک میں اس عقیدے کی بجا بارغنی کی ہے۔ ہر چیز کا خالق،
 مالک اور رب اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ وہ بلا شریک غیرے ہر ایک کی تعالیٰ
 اور محکم کثالی کر ہے۔ لہذا اللہ ہی ہے۔

فرمایا مجھے دکھاؤ تمہارے خود ساختہ معبودوں نے زمین میں کون سی چیزیں تخلیق
 کی ہے، کوئی انسان درخت، پتھر، جانور، نباتات، امانج، پھل ان میں سے
 کچھ تو پیدا کیا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر چیز کا خالق صرف اللہ ہے۔ اللہ نے
 سترہ برس میں فرمایا ہے کہ انسان نہ اپنے کھانے میں غور کر سکے دیکھے کہ ہڈوں
 کو کس نے چلایا، بادلوں کو اڑا کر کون نے کیا، بارشیں کس نے برساتی، حشر
 شَقَقْنَا الْأَرْضَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (آیت ۲۶) پھر زمین کو چھانک کر پھیل، پھول اور
 آج کس نے آگیا جسے تم بھی کھاتے ہو اور تمہارے جانور بھی اپنی غذائی صورت
 پوری کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ کوئی شخص بھی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اللہ کے
 کسی نے زمین میں کوئی چیز پیدا کی ہے۔ اچھا اگر انہوں نے زمین میں کچھ سبھی
 پیدا کیا آخر کچھ شے نہ ہو؟ فَمَا السَّمَاءُ لَوْ كَانَتْ آسَافًا لَيَخْلُقَنَّ
 ان کی کوئی شراکت ہے؟ آسمانوں کا کوئی حصہ آیا کوئی آسانی تھو ہی عبودان باطلہ
 کا پیدا کردہ ہو، ان سدا، چاند، زہرہ، مریخ وغیرہ میں ان کا کوئی حصہ ہو؟ اگر یہ
 بھی نہیں ہے تو پھر تمہیں ان کی پرستش کا کیا حق پہنچا ہے؟

فرمایا اگر زمین و آسمان میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے تو یہ ہی جتنا
 اَمَّا تِلْكَ الْأَمْثَلُ كَيْتَابًا فَهِيَ عَلَىٰ رِجْلَيْهِ قَائِمَةٌ يَوْمَ تَكُونُ
 کتاب عطا کی ہے اور وہ اس سے کھلی دلیل پر ہیں۔ دوسری جگہ ہے
 قَدْ رُسُودٌ جِسْمٌ كَرَمٍ مِّنْ مَّحْطٍ مَّحْطَةٍ هُوَ اَوَّلُ اسْ كِتَابٍ مِّنْ كِتَابٍ هُوَ لِسَانٌ

ان خود ساختہ معبودوں کو کوئی اختیار ہے اور انہیں پکار کر ان سے حاجت باری کی جاسکتی ہے۔ اس چیز کا بھی کوئی ثبوت نہیں پیش کیا جاسکتا۔ حقیقت یہ ہے
يَكُلُّ اِنْ يَّعِدُّ الظَّالِمُونَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اَلْعَذَابُ اَكْبَرُ کہ یہ ظالم لوگ
 ایک دوسرے کے ساتھ محض فریب کاری کا وعدہ ہی کرتے ہیں۔ ان کے پاس نہ
 کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ کتاب کی صورت میں کوئی نقلی دلیل بلکہ محض جھوٹی باتوں
 کے ذریعے پراپیگنڈہ ہے جو کہ فریب کاری کے سوا کچھ نہیں۔

شفاعت کا
 غلط تصور

بعض مشرک کہتے ہیں کہ ہمارے یہ مجبور خود تو کوئی کام نہیں کرتے البتہ سفارش
 کر کے اللہ کے ہاں سے کام بنواتیتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کا بیان اللہ نے قرآن
 میں نقل کیا ہے جو کہتے ہیں لَهُوَ اَلْاَوْشُقَعَا وَنَا عِنْدَ اللّٰهِ (یونس - ۱۸) یہ
 تو اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ ان کی سفارش اللہ تعالیٰ رد نہیں کرتا لہذا ہماری
 بجزوی بنواتیتے ہیں۔ چنانچہ مَا نَعْبُدُ هُمْ اِلَّا لِيُقْرِبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ (الزمر - ۲۳)
 ہم ان کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کا قرب دلا
 دیتے ہیں۔ یہ سب دھوکے اور فریب کی باتیں ہیں۔ اللہ کے حکم کے بغیر سفارش
 بھی کوئی نہیں کر سکتا۔ لہذا کافروں اور مشرکوں کے حق میں کسی کو سفارش کرنے کی
 اجازت نہیں ہوگی۔ سوائے صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے سوا کوئی قدرت نامہ
 کا مالک نہیں، مخلوق ہونے میں سب برابر ہیں اور سب کے سب اللہ کو راضی
 کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لہذا انسانوں، جنوں اور ملائکہ میں الوہیت کی
 کوئی صفت نہیں پائی جاتی۔ ان سے قیامت والے دن پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے
 میرے بندوں کو شرک پر آمادہ کیا تھا۔ تو وہ صاف جواب دیں گے سُبْحٰنَكَ
 مولا کریم! تیری ذات پاک ہے، بھلا ہم کسی کو شرک کی دعوت کیسے دے
 سکتے تھے؟ عیسیٰ علیہ السلام بھی کہیں گے کہ مولا کریم! میں نے تو اپنی قوم کو
 یہی تعلیم دی تھی اَنِ احْبُدُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ (المائدہ - ۱۱۷)
 کہ اس اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے الغرض

فرمایا: خالم لوگ ایک دوسرے کے ساتھ دھوکے اور فریب کی بات کرتے ہیں۔
 کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے۔

نظامِ کائنات
 کا احکام

انھی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ تامہ کی طرف کچھ اشارہ کیا ہے۔ ارشاد
 ہوتا ہے: إِنَّ اللَّهَ يُخَوِّلُ الْغَنَاءَ وَالْأَمْرَ مَنْ أَنْ تَوَلَّوْا بِهِ شَكَّ
اللَّهُ تَعَالَى حَىٰ آسَانُ اور زمین کو تھامتا ہے کہ وہ ٹل جائیں۔ وَلَكِنْ زَاكَا
إِنْ أَمْسَكَ كَهْمَا مِنْ أَحَدٍ مِّنْكُمْ نَبَعْدُ اور اگر یہ آسمان و زمین اپنی
 جگہ سے ٹل جائیں تو ان کو کوئی تھا منے والا نہیں ہے، سورج، چاند زمین اور
 دیگر گہرے فضا میں معلق ہیں۔ اللہ نے ہر ایک کا مدار مقرر کر رکھا ہے سورج کیس
 میں ہے كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ (آیت ۳۰) سب کے سب اپنے
 اپنے مدار میں گھوم رہے ہیں۔ اللہ نے ایسا نظام قائم کر رکھا ہے کہ وہ ایک لمحے
 سے ٹکراتے نہیں کسی گہرے کا مدار چھوٹتا ہے اور وہ جلدی اپنا چکر پورا کر لیتا ہے
 اور کسی کا مدار لمبا ہے اور وہ اس کے مطابق زیادہ وقت لیتا ہے۔ کوئی گہرہ جو میں
 گھٹنے میں اپنے مدار کے گرد چکر لگاتا ہے کوئی ایک ماہ میں، کوئی بیس سال
 میں اور کوئی ہزاروں سال میں۔ سب اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ اور
 کائنات کا یہ نظام چل رہا ہے۔ فلکیات والے بتاتے ہیں کہ سورج زمین کی
 نسبت تیرہ لاکھ گنا بڑا ہے مگر بہت دور ہونے کی وجہ سے اس قدر چھوٹا نظر آتا ہے
 یہ زمین سے نو کروڑ تیس لاکھ میل دور ہے۔ اسی طرح زمین سے نزدیک
 ترین گہرہ چاند اڑھائی لاکھ میل کی مسافت پر ہے۔ شعری سیارہ جس کے تعلق
 قرآن پاک میں آتا ہے هُوَ رَبُّ الشَّعَرِ (النجمہ - ۳۹) یعنی شعری
 سیارے کا رب بھی وہی ہے، یہ سیارہ سورج سے بیس گنا بڑا ہے۔ ہر گہرہ
 کا وزن ہے اور یہ حکمتِ خداوندی کے مطابق جب تک اس کو منظور ہے چلتے
 رہیں گے۔ پھر جب مقررہ وقت آجائے گا تو سارا نظام دم دم ہر دم ہو جائے گا
 اور نیا نظام قائم ہو گا۔ اللہ نے وقوعِ قیامت کی مختلف نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔

میں فرمایا اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (التکویر - ۱) جب سورج گنجانے کا سہہ
 زلزلہ میں فرمایا اِذَا زُلْزِلَتْ الْأَرْضُ زِلْزَالًا فَكَا (۱) جب زمین
 کو خوب جھڑیا جائے گا۔ اس کے ذرات بکھر جائیں گے اور پہاڑ دھنیں ہوئی اُون
 کی طرح اٹھنے لگیں گے، سارے بے نور ہو جائیں گے اور سارا نظام مدہم مدہم
 کمر دیا جائے گا۔ تو پھر عالم بالا کا نظام قائم ہو گا۔

فرمایا اِنَّهٗ كَانَ حَیْثُ عَفُوٌّ ذَلِیْلٌ فَکَانَ اَللّٰهُ تَعَالٰی بَرَّ اَمَّا
 اور بخشش کرنے والا ہے۔ وہ انسان کی کوتاہیوں پر فوری گرفت نہیں کرتا بلکہ
 ہلکتا دیتا رہتا ہے۔ پھر جب مقربہ وقت آیا ہے تو مجرم کو پکڑ لیتا ہے
 اور جب کوئی مجرم اس کے دروازے پر آکر ٹائپ ہو جاتا ہے تو پھر اس کی رحمت
 و بخشش بھی بڑی وسیع ہے اور وہ معاف کر دیتا ہے۔ اگر اس کی بخشش اور
 معافی نہ ہوتی تو لوگوں کے کفر، شرک اور معاصی کی وجہ سے دنیا یکدم دیران ہر
 جاتی۔ یہ خدا تعالیٰ کی رحمت و بخشش کی وجہ سے ہی کائنات کا نظام قائم ہے
 وہ اپنے وقت پر عمل و انصاف کے بارے میں تعاضل پر رے کر کے دکھا رہا ہے۔

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَهُمْ
 نَذِيرٌ لَّيَكُونُنَّ أَهْدَىٰ مِنْ إِحْدَى الْأُمَمِ
 فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِيرٌ مَّا زَادَهُم إِلَّا نُفُورًا ٢٢
 اسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ وَمَكُرُ السَّيِّئِ وَلَا يَحِيقُ
 الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ فَهَلْ يَنْظُرُونَ
 إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ
 اللَّهِ تَبْدِيلًا وَلَكِنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا ٢٣
 أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ
 كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكُنُوا
 أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ
 مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ
 إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا ٢٤ وَلَوْ يُوَاخِذُ اللَّهُ
 النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَى ظُهُرِهِمْ
 مِنْ دَابَّةٍ وَلكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ
 مُّسَمًّى ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ
 بِعِبَادِهِ بَصِيرًا ٢٥

تو جب وہ وہ قہیں اٹھائیں ان لوگوں نے اللہ کے
 نام کی پختہ قہیں کر اگر آئے گا اُن کے پاس کوئی اور
 سناٹا نہ والا تو البتہ ہوں گے وہ کسی بھی دوسری امت
 سے زیادہ راہ پانے والے۔ پس جب آیا اُن کے پاس
 نور سناٹا والا تو نہ زیادہ کیا اُن کے لیے مگر یہ کہ (۴۲)
 مقرر کرنے ہوئے زمین میں اور بری تدبیر اور نہیں گھیرتی
 بری تدبیر مگر انہی لوگوں کو جو تدبیر کفہہ ہوتے ہیں۔ پس
 نہیں انتظار کرتے یہ لوگ مگر پہلے لوگوں کے دستور کا
 پس ہرگز نہ پائے گا تو اللہ کے دستور میں تبدیلی
 اور ہرگز نہ پائے گا اللہ کے دستور میں مل جاتا (۴۳)
 کیا نہیں پہلے یہ لوگ زمین میں پس دیکھ لیں کیا ہوا
 انجام اُن لوگوں کا جو ان سے پہلے مقررے ہیں اور تھے
 وہ ان سے زیادہ قوت والے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے
 کہ اُس کو کوئی چیز عاجز کرے۔ آسمانوں میں اور نہ زمین
 میں، بیشک وہ سب کچھ جاننے والا اور قدرت رکھتا
 ہے (۴۴) اور اگر مٹا دے کرے اللہ تعالیٰ لوگوں سے
 اُس کے ہرے جو انہوں نے کیا تو نہ پھر اُسے زمین کی
 پشت پر کوئی چلنے پھرنے والا جاندار۔ لیکن وہ ہدایت
 دیتا ہے اُن کو ایک مقررہ وقت تک، پس جب
 آجائے گا اُن کے پاس اُن کا مقررہ وقت، پس بیشک
 اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ خوب دیکھنے والا ہے (۴۵)

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے کچھ عقلی دلائل پیش
 کیے تھے اور شرک کی تردید فرمائی تھی۔ فرمایا وہ اللہ کی ذات ہی ہے جس نے

ربط آیات

آسمان و زمین کو اپنی قدرت تبار اور حکمت بالغہ کے ساتھ تمام رکھتا ہے اور اگر وہ ان دونوں کو اپنی جگہ سے ہٹانا چاہے تو کوئی دوسرا ان کو تھامنے والا نہیں اللہ تعالیٰ علیم و خبر ہے اور انسانوں پر فوری گرفت نہیں کرتا بلکہ مصلحت دیتا ہے مگر لوگ اس مصلحت سے غافلہ اٹھانے کی بجائے مزید سرکشی اختیار کرتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وقت مقررہ پر اللہ کی گرفت آجاتی ہے اور نافرمانوں کو جپس کر رکھ دیتی ہے۔

مشرکین کو
کاغذ رنگ

اب آج کی پہلی آیت میں مشرکین مکہ کے باطل زعم کا خصوصی رد کیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَمْعًا ايمان فہو یہ لوگ اللہ کے نام کی پختہ قسمیں اٹھا کر کہتے تھے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ جبکہ هَؤُلَاءِ يَكْفُرُونَ اھل کفر ہی میں إِحْدَى الْأُمَمِ کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آگیا تو وہ کہہ بھی دے دوسری امت سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوں گے مشرکین مکہ یہود و نصاریٰ کے متعلق سنتے تھے کہ اللہ نے ان پر بغیر جیسے کتابیں نازل کیں، مگر انہوں نے جبروں کی مخالفت ہی کی اور ہدایت قبول نہ کی، قریہ لوگ وعدہ کرتے تھے کہ اگر ہم میں کوئی نبی آگیا تو ہم اس کی کماحقہ اطاعت کریں گے۔ اس کا ساتھ دیں گے اور اس کی لائی ہوئی ہدایت کو مستبول کریں گے، مگر اللہ نے فرمایا فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِيرٌ جب ان کے پاس ڈرانے والا اللہ کا آخری نبی آگیا تو اس پر ایمان لانے کی بجائے مَارَدَ هُمْ إِلَّا تَقْوَاهُ ان کی نفرت میں ہی اضافہ ہوا۔ وہ نبی کی اطاعت نہ کیا کرتے اٹا اُس کے دشمن ہو گئے اور اللہ کے رسول کے متعلق ان کی نفرت میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ پہلے لوگوں نے اپنے انبیاء سے جس قدر نفرت کی، انہوں نے ان سے بھی زیادہ غبارت کا اظہار کیا۔ اُس کے خلاف طرح طرح کے منصوبے بنائے حتیٰ کہ قتل تک کے وہ پلے ہوئے اور یہ اس وجہ سے رَأَيْتُكُمْ زَاغِي الْأَعْيُنِ کہ وہ زمین میں غرور و تکبر کرنے لگے تھے۔ ان لوگوں کو اپنی سیادت و قیادت

گڑھا کھد آنہ خدا اس میں گڑھا ہے۔ بعض روایات میں مَنَسْکَا کا لفظ بھی آیا ہے
یعنی اونہ سے نہ گڑھا ہے۔ فارسی کا قول بھی ہے ”چاہ کن راپاہ نہ پیش“ جو
کس کے لیے بڑائی سوچا ہے اور خودی اس کا شکار ہو جاتا ہے۔

تین گزنی
و کلمات

فرز خندق کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے اہل ایمان نے حضور علیہ السلام کی
قیادت میں بڑی قریظہ پر چڑھائی کہ کے اُن کو مغلوب کیا۔ انہوں نے مسلمانوں کے
ماترہ واقعی سامہ کر کے باوجود غنہ کنی کی بھی لہذا اُن کی سرکوبی ضروری تھی۔
جبکہ وہ مغلوب ہو گئے تو انہوں نے حضرت سعد بن معاذ کو اپنا فیصلہ مقرر کیا
جنہوں نے یہ فیصلہ دیا کہ بڑی قریظہ کی سڑیہ ہے کہ ان کے تمام باغ مردوں کو قتل
کر دیا جائے اور انہوں کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔ یہ فیصلہ حضور علیہ السلام
نے بھی پسند فرمایا کہ یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہے۔ الغرض اس
فیصلے پر عمل درآمد کرتے ہوئے بڑی قریظہ کے تمام باغ مردوں کو قتل کر دیا گیا۔ اگلے
وقت کعبہ ایک بچے تھے جو قتل ہونے سے بچ گئے اور بعد میں اسلام قبول
کر دیا اور بڑا علم حاصل کیا اور منیر قرآن شمار ہونے لگے۔ اُن کے بیٹے محمد بن کعبہ
بھی عظیم منیر قرآن ہو گئے اُن کا قول ہے کہ میں چیزوں کا انجام ضرورہ واقع ہو کر رہتا ہے
فرماتے ہیں کہ پہلی چیز وہی ہے جو اس آیت کریمہ میں بیان کی گئی ہے کہ جو شخص کسی دوسرے
کے لیے بری تدبیر سوچتا ہے وہ خود اس کا شکار بنتا ہے اور دوسری چیز وہ ہے کہ
قرآن کی اس آیت میں بیان کی گئی ہے کہ یَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا نَعْبُدُكَ عَلَى
أَنْفُسِكُمْ (یونس، ۲۳) اے لوگو! تمہاری سرکشی خود تمہارے ہی نفسوں کے
مخلاف پڑے گی۔ قول میں الہی اور بعد شرعی کو توڑنا ہی سرکشی ہے اور دنیا میں
اکثر و بیشتر ایسے لوگوں کو سائل کر رہی ہے۔ اور فرمایا فیسی چیز وہی ہے کہ اس کا
کاتب بھی ضرورہ ظاہر ہوتا ہے فَمَنْ تَكُنْ فَإِنَّمَا يَتَكُونُ عَلَى

تفسیر (الفتح - ۱۰) جو کوئی عہد کو توڑا ہے تو اس کا وبال بھی اسی پر پڑتا ہے اور وہ بھی ذلیل و خوار ہو کر رہتا ہے جیسا کہ بزقریطہ کا واقعہ بیان ہوا ہے۔

نہایت لوگوں
کے نقش قدم

فرمایا: پہلے تو یہ لوگ کہتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کوئی نذیر آئے تو ہم فوراً اس سے بڑھ کر اس کی اطاعت کرتے مگر جب اللہ کا نبی بطور نذیر آئی تو اس کے

ظلمات ہم پر سر چنے گئے۔ فرمایا: فَمَا لَیْمُنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّتِ الْأَوَّلَیْنَ کیا یہ لوگ پہلے لوگوں کے دستور کا انتظار کر رہے ہیں۔ پہلے لوگوں نے بھی انبیاء

کے خلاف بغاوت کی، مصلحین اور مبلغین کے خلاف سازشیں کیں کہ خدا کی گرفت میں آئے۔ اگر یہ بھی انہی لوگوں کے نقش قدم پر چلنا چاہتے ہیں تو جان لیں فَلَنْ یَّجِدَ

اِسْنَتَ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا کہ تم نہیں پاؤ گے اللہ کے دستور میں کوئی تبدیلی۔ وَلَنْ یَّجِدَ اِسْنَتَ اللّٰهِ تَحْوِیْلًا اور تم اللہ کے دستور کو جلتے ہوئے بھی نہیں

پاؤ گے مطلب یہ کہ اللہ کا دستور تو ہے کہ جب کوئی قوم بغاوت برپا کرے آتی ہے تو پھر وہ اللہ کی گرفت سے بچ نہیں سکتی۔ تاریخ عالم اس بات کی گواہ

ہے۔ اسی طرح اگر تم بھی سرکھ سے باز آئے تو اللہ کا دستور تمہاری خاطر تو تبدیلی نہیں ہوگا۔ اگر تم بھی الیکرو گے تو عذاب میں پھڑپھڑاؤ گے۔ دنیا کی

ہڈیوں میں بعض اوقات دشمنت یا سفارش کی بناء پر مجرم کی سزا کو ٹال دیا جاتا ہے یا اس میں تخفیف کر دی جاتی ہے مگر خدا تعالیٰ کے قانون میں ایسی کوئی گنجائش

نہیں ہے۔ وہ مجرم کو مہلت تو دے دیتا ہے مگر سزا دیے بغیر چھوڑتا نہیں۔ آخر میں اللہ نے بطور نصیحت اور تنبیہ فرمایا ہے اَوَلَمْ یَسِیْرُوا

فِی الْاَرْضِ فَمَنْ یَسْتَنْظِرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِثْلُ

قَبْلِہُمْ کیا انہوں نے زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے لوگوں

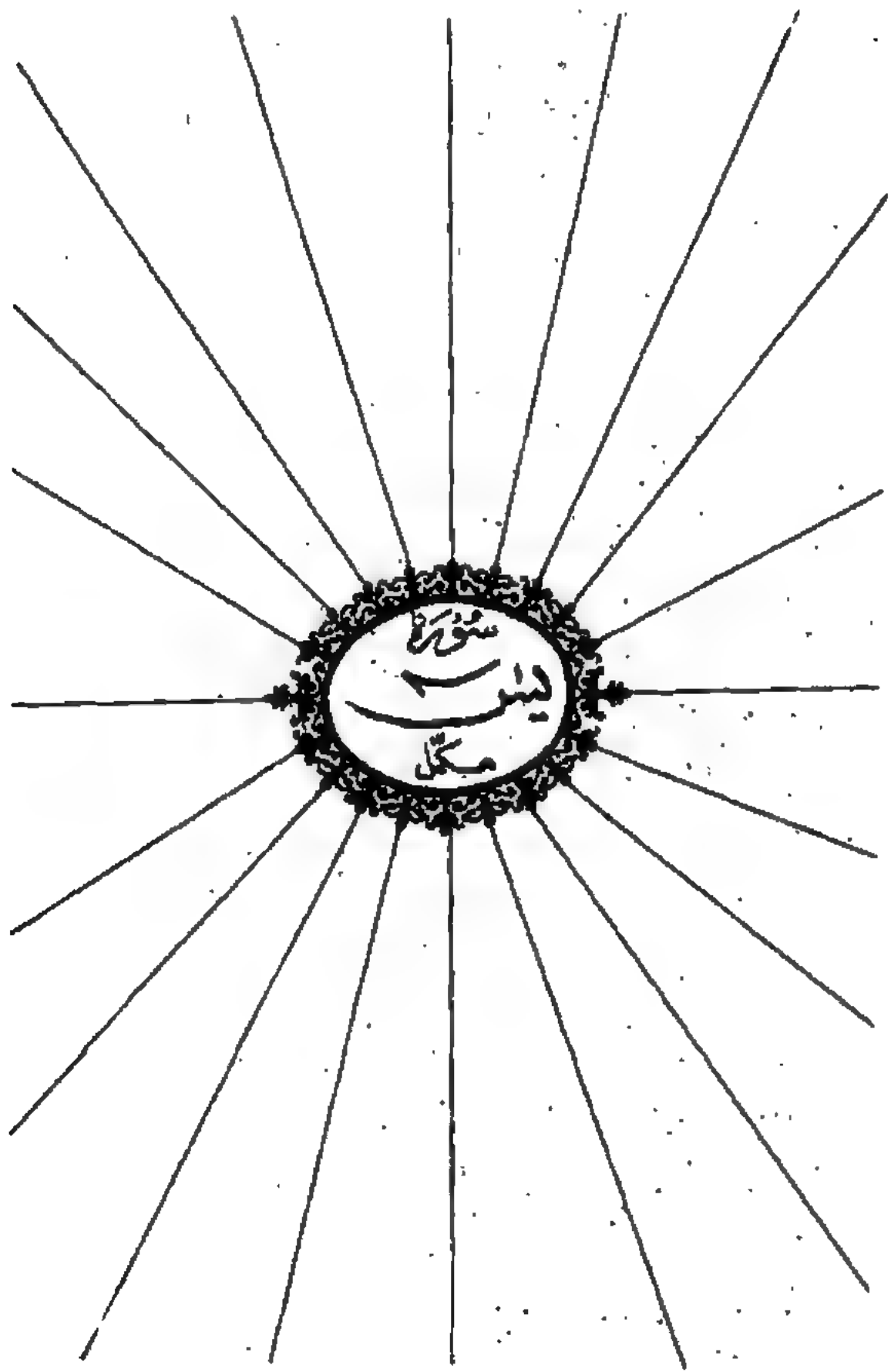
کا کیا انجام ہوا۔ وَعَلَوْا اَسْتَدْرَجُوْهُم مِّنْ قُوَّةٍ وہ قریاقت میں ان سے بھی زیادہ تھے۔ ہرالی قوموں کے حالات پڑھیں اور ان کے آئینہ دیکھیں کہ پتہ چل جائے گا کہ ان کی سرکشی کا کیا انجام ہوا۔ مصر کے فرعون، اہل کے آشوری اور

کھڑائی، خار اور ٹھوس ٹھوسے بڑے طاقتور اور ملک و خزانوں کے مالک تھے۔
 یونان میں سکندر جیسے فاتح عالم بھی ہوئے ہیں پچھلی سورت میں مقرر کیا ہے کہ
 عرب والوں کو رسالۂ ازام کا عشر عشیر بھی نہیں ملا، یہ کس بات پر اقرار ہے جن اور
 کس غرور میں مبتلا ہیں، اگر وہ اتنے طاقتور اور جاہ و شہرت کے مالک اپنی سرکشی کی
 کی وجہ سے نالہ نہ ہو گئے، تو یہ کس باغ کی سولی ہیں کہ ہمیشہ قائم رہیں گے، جب
 اللہ کی گرفت آئیگی تو صفحہ ہستی بے حرف غلط کی طرح مٹا دیے جائیں گے۔

فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو پھر اس کے راستے میں
 کوئی رکاوٹ کھڑی نہیں ہو سکتی وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُتْرِكَ شَيْءًا
 فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ اَوْ اِلَّا رِضًا اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ آسمان زمین
 کی کوئی چیز اسے عاجز کر دے اور وہ اپنے ارادے اور شہیت کو پانہ تکمیل تک
 دینے کا ہے۔ قَالَ اللَّهُ يَعْطِي شَيْءًا وَهُوَ خَلِيسٌ (البقرہ - ۲۸۲) اللہ تعالیٰ ہر شے
 کا علم رکھتا ہے اور لورہ کرنا ہے مَا تَسْأَلُ قَالَ اللَّهُ عَنِّي شَيْءٌ وَفَدَيْنُ الرَّبُّ
 اور وہ ہر چیز پر قدرت بھی رکھتا ہے، لہذا اس کے ارادے کو کوئی نہیں بدل سکتا۔
 چنانچہ جب وہ کسی قوم کو پکڑنے پر آتا ہے تو پھر کوئی بھی پیر غواہ وہ آسمان کے
 کائنات یا زمین کے کسی گوشے میں ہو، اللہ کی شہیت کے راستے میں رکاوٹ
 نہیں ہو سکتی، بلکہ کام ہو کر رہتا ہے۔ فَرِيقًا مِّنْهُمْ نَحْنُ مَحْكُومُونَ (جک
 اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھتا ہے اور ہر چیز اسی کے قبضہ قدرت میں ہے وہ
 جب پاس ہے گا سرکشی کر پکڑے گا۔

اللہ تعالیٰ
 کی قدرت
 کے مہلت

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے خبر دے کیا ہے وَلَوْ كُنَّا نَسْتَمِعُ لَللَّذِينَ
 يَمُنُّونَ اَلَمْ نَسْمَعْ اَلَمْ نَسْمَعْ اَلَمْ نَسْمَعْ اَلَمْ نَسْمَعْ اَلَمْ نَسْمَعْ اَلَمْ نَسْمَعْ اَلَمْ نَسْمَعْ
 مَا تَقُولُ عَلٰی ظَنِّهِمْ هَا مِنْ دَابَّةٍ تَرُزُّهُمْ بِرِجْلَيْهَا وَتَقُولُ
 كُنْ فَاَنْذَرُكُمْ نَحْمُوتُكُمْ اَلَمْ نَسْمَعْ اَلَمْ نَسْمَعْ اَلَمْ نَسْمَعْ اَلَمْ نَسْمَعْ اَلَمْ نَسْمَعْ
 کس باڈر کو نہ چھوڑے ہر جاہل اسے کوئی نہ کوئی غلطی تو ضرور ہو جاتی ہے۔
 جب کہ انسان توبہ سے تھکا تھکا مغرور اور مغتوی ہیں ہر صافی کا ارتکاب کرتے ہیں۔



سُورَةُ بَاقِيَةِ مَكِّيَّةٍ وَهِيَ ثَلَاثُونَ آيَةً وَخَمْسُ رُكُوعَاتٍ
سورة بقیہ مکیہ ہے، اس کی تراسی آیات اور پانچ رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو رحیم مہربان، بڑا ہی بخشنے والا ہے

بِسْمِ ① وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ ② إِنَّكَ لَمِنَ
الْمُرْسَلِينَ ③ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ④
تَنْزِيلَ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ⑤ لِتُنذِرَ قَوْمًا
مَّا أُنْذِرَ آبَاؤُهُمْ فَهُمْ غَافِلُونَ ⑥ لَقَدْ
حَقَّ الْقَوْلُ عَلَىٰ أَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا
يُؤْمِنُونَ ⑦

ترجمہ :- بسم ① اسم ہے حکمت والے قرآن کی ②
بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں سے ہیں ③ یہی ہے
پر ہیں ④ قرآن انازا ہوا ہے کمال قدرت رکھنے والے
لور نہایت مہربان خدا کی طرف سے ⑤ تاکہ آپ لوگوں
اس قوم کو کہ نہیں ڈھائے گئے ان کے اباؤ اجداد، یہی
وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں ⑥ البتہ یقیناً ثابت
ہو گئی ہے یہ بات ان کی اکثریت پر، پس وہ نہیں

ایمان لائیں گے ﴿۵﴾

اہم اور
سکرات

اس سورۃ مبارکہ کا نام سورۃ یٰسین ہے جو کہ اس کے ابتدائی لفظ سے
ماخوذ ہے، اس کا دوسرا نام سورۃ الممتحیٰ بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ یہ سورۃ دنیا و آخرت
کی بستی پر مشتمل ہے۔ مفسرین اس کا تفسیر اہم واقعہ بیان کرتے ہیں کہ یہ بڑی کورس
والی سورۃ ہے۔ اس کا ایک نام قاضیہ بھی ہے کیونکہ اس کی تلاوت ان فی حاجات
کی تکمیل کا فدیہ ہے۔ یہ سارے نام امام بیضاوی نے اپنی تفسیر میں بیان کیے ہیں۔

مضامین سورۃ

یہ سورۃ مکی روز کے وسطی نماز میں سورۃ جن کے بعد نازل ہوئی۔ اس کی تراویح
آیات اور پانچ رکوع ہیں۔ یہ سورۃ سات سو انیس کلمات اور تین ہزار حروف پر مشتمل ہے
دیگر مکی سورۃوں کی طرح اس سورۃ مبارکہ میں بھی چار فیادری مقام نہایت شروع و
بسط کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ ابتدا میں قرآن پاک کی حقانیت اور صداقت کا
ذکر ہے اور ساتھ رسالت کا بیان ہے۔ اس ضمن میں بہت سے تاریخی واقعات
بھی ذکر کیے گئے ہیں۔ تو خیر خداوندی کا ذکر بڑے کمال طریقے سے کیا گیا ہے۔ اور
ساتھ ساتھ پورے طریقے سے مشرکین کا رد ہے۔ اس سورۃ میں پورے دلائل کے
ساتھ یہ بات بیان کی گئی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود اور کارساز نہیں۔ مخلوق میں
سے انسان ہوں یا جن یا ملائکہ یا اولیاء ہوں یا اصفیاء خمس و قمر ہوں یا دریا اور بار
سب کے سب اللہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ وہ عالم الغیب اور عظیم کل
ہے۔ اس بات کو بڑے اچھے پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح وقوع قیامت
اور محاسبہ اعمال کا ذکر بھی ان لوگوں کے ضمیر کو بھروسے کے لیے کافی ہے۔ یہ
چاروں مضامین آگے چل کر سورۃ الواقعہ میں بھی بیان ہوئے ہیں۔ وہاں پر بھی پھرتی
آیتوں میں مجازات (جزائے عمل) کا پہلو غالب ہے۔ عکریاں پر تمام مضامین یکساں طور
پر دو سر عزرائل کے تحت بیان کیے گئے ہیں۔

لے ابرہہ ص ۲۴۲ و قمری ص ۲۴۲ لے السراج المنیر ص ۲۲۵
لے السراج المنیر ص ۲۲۵ لے بیضاوی ص ۲۴۲ (فیاض)

کہے گا، اس کریم کے وقت خدا تعالیٰ کی جانب سے بخشش و مغفرت کا پڑا ہے
 ہے گا، پسند احمد میں حضور علیہ السلام کا یہ فرمان بھی آتا ہے جسے امام لائی نے علیہ السلام
 وائیل میں نقل کیا ہے کہ سورۃ یونس قرآن کا دل ہے لا یَقْرَءُهَا وَجِلٌ مُّخْرِیةٌ
 اللہ وَاَلَا تَرَ الْاُخْرٰی اِلَّا عَفْوًا جو شخص اس سورۃ کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت
 کے گھر کی تلاش کے لیے پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کو ضرر بخش دے گا۔ منسٹریا
 اَقْرَبَ مِنْهَا عِلَافٌ مَّقَاتِکُمْ تَمَّ اَسَہُ قَرِیْبُ الْمَرْکِ لَوْ کُوْنُ الْکَاسِ پُرًا
 کرو تا کہ انہیں صحیح ایمان نصیب ہو، اس سورۃ میں ایمان کے تمام اصول بیان
 کر دیے گئے ہیں۔

مندرجہ ذیل کے حوالے سے مفسرین کرام یہ حدیث بھی بیان کرتے ہیں۔ کہ
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا لَوْ دُرُیْتُ اَنَّهَُا فِیْ کُتُبِ
 الْقَلْبِ لَرَأَیْتُ مِنْ اَمْنِیِّیْ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ یہ سورۃ میری امت
 کے ہر شخص کے دل میں ہو، یعنی ہر شخص کو اسے حفظ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے
 صاحب تفسیر حنفی لکھتے ہیں۔ کہ ہر گاہ کہ دین فرماتے ہیں کہ سورۃ یونس پڑھنے سے
 اللہ تعالیٰ آدمہ غنمی کو دوزخ کر دیتے ہیں، اور موت کے وقت یہ سورۃ پڑھنے سے
 نذر آسانی سے نکلتی ہے اور ایمان بھی نصیب ہوتا ہے۔ مفسر حنفی نے یہ بھی لکھتے
 ہیں کہ زندگی کی مہمات یعنی عام اہم مواقع پر اس سورۃ کی تلاوت اکیر کا حکم رکھتی ہے
 بلکہ حروف مقطعات میں سے ہے۔ مفسرین کرام نے ان حروف
 کے مختلف معانی بیان کیے ہیں۔ بعض لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اساد ہمارے یہ شمار
 کرتے ہیں۔ اگر یہ بات درست ہے تو ہر کسی شخص کا نام انہیں نہیں

حروف
مقطعات

۱۔ مندا محمد ص ۵۷۱ وائل ص ۵۷۱ قرطبی ص ۱۵۱ و خازن ص ۱۰۱ و جبل ص ۱۱۰

۲۔ درمشر ص ۵۶۶ و ابن کثیر ص ۵۶۶ ۳۔ حنفی ص ۱۱۰

۴۔ حنفی ص ۱۱۰ ۵۔ طبری ص ۱۱۰ و ابن کثیر ص ۵۶۶ و زاد المیر ص ۱۰۱ (فیاض)

رکھنا چاہیے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے اسماء مختلفہ میں سے ہے اور ایسے اسماء کا اطلاق مخلوق پر نہیں ہو سکتا بلکہ
 ہی دیگر اسماء زمان، خالق اور اللہ وغیرہ ہیں جو کسی انسان کے نام نہیں ہو سکتے۔ بلکہ
 بعض اسمائے ربانی ایسے بھی ہیں جو کسی مذکر مخلوق کے لیے بھی استعمال کیے
 جا سکتے ہیں مثلاً رحیم، کریم، ملک، عالم، مدد، وغیرہ۔ اور اگر کسی کو اللہ
 کے اسمائے مختلفہ میں شمار نہ کیا جائے تو پھر اس کا اطلاق کسی آدمی پر بھی ہو سکتا ہے
 مگر اس کے معنی کو ملحوظ رکھنا ہو گا کہ جب اسی نام کو خدا تعالیٰ کے لیے استعمال
 کیا جائے تو اس کا اطلاق اس طرح ہو گا۔ جس طرح اسکا شان کے لائق ہے۔
 اور اگر اس کا اطلاق کسی انسان پر کیا جائے تو اس کی مناسبت انسان کی حالت
 کے ساتھ ہو گی۔ مثلاً رزق کا نام اللہ تعالیٰ اور بندے دونوں کے لیے استعمال
 ہوتا ہے مگر دونوں جگہ مفہوم مختلف ہو گا۔ جب صحبت رافت کر خدا تعالیٰ کی
 طرف ماسوب کیا جائے گا، تو معنی یہ ہو گا کہ خدا تعالیٰ عریالی اور فیضان فرماتا ہے۔ اور
 جب یہ لفظ کسی انسان کے لیے استعمال کیا جائے گا۔ تو دلوں پر رافت سے
 مراد وہ دہل اور شفقت ہو گی جو کسی کی خستہ حالت و کمزوری کے دل میں پیدا ہوتی
 ہے اور پھر اس شخص ضرورت مند کی حاجت بڑی بھی کرتا ہے۔ دل میں درہم پیدا
 ہوتا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ماسوب نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس کا تعلق مادیت سے
 ہے اور خدا تعالیٰ کی ذات تمام مادی تصورات سے پاک ہے۔
 بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ ایسی سورۃ کا نام ہے۔ اور بعض کہتے ہیں
 کہ یہ حضور علیہ السلام کا نام مبارک ہے، بالکل اسی طرح جس طرح خذہ حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کا نام ہے۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ یا ادریسین دو حروف کا مرکب ہے

۱۔ نوح البیان ج ۲/۲۶ و کتاب ج ۲/۲۶ و زاد المسیر ج ۲/۲۶ و مفسرہ التفسیر ج ۲/۲۶
 ۲۔ زاد المسیر ج ۲/۲۶ و فتح القدر ج ۲/۲۶ و مدارک ج ۲/۲۶ و الاتقان ج ۲/۲۶ و البحر المحیط ج ۲/۲۶
 ۳۔ خازن ج ۲/۲۶ و تفسیر المرافی ج ۲/۲۶ و البحر المحیط ج ۲/۲۶ و معالم التنزیل ج ۲/۲۶ (فیاض)

اور اس کا معنی ہے اے انسان عرب کے مشہور قبیلہ بنی طی کے ہاں اس لفظ کا
 یہی معنی لیا جاتا ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ یہ معنی حبشہ کی زبان میں لیا جاتا ہے، مگر
 یہ انسان سے خطاب کیا گیا ہے۔ بعض نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ اشارہ یرم شایق
 یعنی اس دن کی طرف ہے جب اللہ نے بنی آدم کی تمام ادوار سے عہد لیا تھا
 فرماتے ہیں کہ اس کا اشارہ راز کی طرف ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے محبوب بندوں کا راز۔
 بعض یہ بھی فرماتے ہیں رئیس حضور علیہ السلام کی طرف خطاب ہے، اور
 معنی یہ ہے یا سید البشر یعنی اے بنی نوح انسان کے سردار، حدیث میں آیا ہے
 کہ حضور علیہ السلام نے خود فرمایا اَنَا سَيِّدُ الْبَشَرِ۔ اَنَا سَيِّدُ قَوْلِهِ اَدَمُ
 یعنی میں تمام نسل انسانی کا سردار ہوں، فرمایا یہ بات میں غصہ سے نہیں کہنا بلکہ یہ تو
 میرے اللہ کی مہربانی ہے کہ اس نے مجھے اس منصب پر فائز فرمایا ہے۔ قیامت
 والے دن جب تمام اولین و آخرین جمع ہوں گے تو حضور علیہ السلام کی قیادت
 عامہ کا ظہور اس وقت ہوگا اور ساری مخلوق جانے گی کہ آپ واقعی سید البشر
 میاں اشدکین اور سید ولد آدم ہیں۔

۱۱ام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ لیتس کے تینوں حروف
 ہی اسی اورن میں ختم لفظ ہوتی ہیں اور اس سے مراد ایک خاص قسم کا نور ہے، جو
 کائنات میں سرایت کر رہا ہے۔ اس نور کا نزول قرآن پاک اور اس سورۃ مبارکہ کے
 ذریعے ہو رہا ہے اور اسی نور سے کائنات کی ہدایت اور رہنمائی کا پروگرام سمجھا
 کر رہا ہے۔

پھر حال اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ مبارکہ کا آغاز حروف مقطعات سے کیا ہے

۱۔ تفسیر الشافعی۔ ج ۲۵۸۔ ج ۵۔

۲۔ غازی۔ ج ۱۔ دھرمی۔ ج ۱۔ والاتقان۔ ج ۲۔ وفتح القدر۔ ج ۱۔

(فیض)

۵

۶

اظهار کرتے تھے۔ چونکہ شرک لوگ انکار رسالت میں شریعت تھے تو اللہ نے
 یہاں پر تصدیق رسالت بھی اسی قدر کفایت طریقے سے قسم اٹھا کر کی یعنی قسم ہے
 حکمت و لطف یا مستحکم قرآن کی کہ بلاشبہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور
 سند رسالت کی آخری کڑی ہیں۔ آپ خاتم النبیین ہیں، سید ولد آدم ہیں، ان کے
 کمال ہیں اور تمام انبیاء کے بھی نبی ہیں۔ ساتھ یہ بھی فرمایا خَلَقَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا
 آپ اللہ کے قائم کردہ بالکل سیدھے راستے پر ہیں۔ آپ اُمّی شامیہ پر عمل ہے
 ہیں جو طَبِيعَةُ الْقُدُسِ اور اللہ کی رحمت کے مقام تک جاتی ہے۔ آپ کا قول اصل
 عمل اور مجتہدہ سب کچھ سمجھا ہے۔ آپ بالکل صراط مستقیم پر ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا
 کہ آپ تو بلاشبہ صراط مستقیم پر ہیں۔

— اور ساتھ ساتھ قَدْ أَفْلَحَ لَمَنِ اهْتَدَىٰ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ (الضحیٰ ۵۲)
 اور دوسروں کی بھی صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرتے ہیں تاکہ وہ بھی منزل مقصود
 تک پہنچ جائیں۔

مقصود نزول قرآن

اللہ نے ابتدائی آیت میں جس قرآن حکیم کی قسم اٹھا کر حضور علیہ السلام کی رحمت
 کی گواہی دی تھی، اس قرآن کے متعلق فرمایا تَنذِيلًا مِّنَ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ یہ
 غالب اور ازہر مردان خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ اگر کسی کی مرادانی شہل
 حال نہ ہوتی تو انسان ہدایت الہی سے محروم رہتے۔ اللہ نے یہ قرآن نازل فرما کر بڑا
 احسان فرمایا۔ سورۃ امراہیم کی ابتدا میں نزول قرآن کی غایت یہ بیان کی گئی ہے
لِنُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ (آیت ۱) تاکہ آپ لوگوں کو اندھیروں
 سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئیں۔ لوگ اخلاقی، روحانی، مادی وغیرہ ہر قسم کے
 اندھیروں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ کہیں گمراہی کے اندھیرے ہیں تو کہیں سود و لعب
 کے اندھیرے چھائے ہوئے ہیں لوگوں نے اس وقت ہدایت کا کلور و غارم سوچا۔
 رکھا ہے۔ مرنے کے بعد یہ نشانہ اتر جائے گا تو نہ چلے گا کہ ہم دنیا میں کیا کرتے رہے ہیں۔
 اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کے نزول کا مقصد یہ بیان فرمایا ہے لِتُنذِرُوا

قَوْمًا مَّا أَتَدْرَأُ أَبَاؤُهُمْ فَهُمْ غَافِلُونَ تاکہ آپ ان لوگوں کو
ڈرا دیں جن کے آباؤ اجداد کو نہیں ڈرایا گیا، اور وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ حضرت
نام شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں سے بنی اسماعیل مراد ہیں کہ اس قوم میں قریباً
دو ہزار سال تک کوئی نبی بعثت نہیں ہوا تھا۔ بنی اسرائیل میں تو پہلے وہ پہلے نبی
آتے رہے مگر بنی اسماعیل میں آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوا۔ بنی اسماعیل کے
خزاندوں خاندان اور آگے خزانوں شاخیں تھیں۔ یہ وسیع سلسلہ نسب ہے، جو
عرب میں اور عرب کے باہر خراسان کے پرے کناروں تک پھیلا ہوا تھا، مگر قریب
زمانے میں ان کے پاس کوئی خزانہ نہ رہا تھا۔ اسی لیے فرمایا کہ اے اللہ
کے آخری نبی! آپ ان لوگوں کو ڈرا دیں جن کے پاس زمانہ قریب میں کوئی ڈرانے
والا نہیں آیا، ساتھ ہی فرمایا لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰی اَكْثَرِهِمْ کہ ان
میں سے اکثر پر یہ بات ثابت ہو چکی ہے فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ تاکہ آپ کی تمام
ترسائی کے باوجود یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ ان کی اکثریت کفر و شرک میں ہی
جستار رہیگی۔ چنانچہ ان کے خلاف بڑی جنگیں لڑی گئیں، پر طریقے سے سمجھانے کی
کوشش کی گئی مگر یہ لوگ ناہود نور ہو گئے۔ مگر ایمان نہیں لائے۔ اب اگلی آیت
میں اللہ نے ہدایت اور گمراہی کی محنت اور فلسفہ بیان فرمایا ہے۔

إِنَّا جَعَلْنَا فِي أَعْنَاقِهِمْ أَغْلًا فَبُهِتَ إِلَى الْأَذْقَانِ
 فَهُمْ مُقْمَحُونَ ⑧ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ
 سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ
 لَا يُبْصِرُونَ ⑨ وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أُنذِرْتَهُمْ
 أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ⑩ إِنَّمَا تُنذِرُ
 مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمَنَ الْغَيْبُ
 فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ ⑪ إِنَّا خُفِّنَا
 الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَرَهُمْ وَكُلُّ
 شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ⑫

ترجمہ :- بے شک ہم نے کریم ہیں ان کی گزروں
 میں طوق، پس وہ ٹھڑیوں کی طرح (بستے ہوئے ہیں)
 پس ان کے سر اوپر کو اٹھ رہے ہیں ⑧ اور بنائی
 ہے ہم نے ان کے سامنے رکاوٹ اور ان کے پیچھے
 بھی رکاوٹ۔ پس ہم نے ان کو ڈھانپ دیا ہے،
 اوپر سے، پس وہ نہیں دیکھتے ⑨ اور برابر ہے ان پر
 کہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، وہ ایمان قبول
 نہیں کریں گے ⑩ بے شک آپ اس کو ڈرنا لے
 ہیں جو پڑی کرتا ہے نصیحت کی ادھ ڈرنا ہے رحمان

سے بغیر دیکھئے۔ پس آپ خوشخبری دے دیں اس کو بخشش اور عزت ملے اخیر کی ⑪ ایک ہم زندہ کرتے ہیں مہلک کہ اور بکھتے ہیں وہ جو آگے بھیجا اور اُن کے ثنات بھی۔ اور ہر چیز کو ہم نے شمار کر رکھا ہے ایک گھل کتاب میں ⑫

مگر مشہد آیات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حاکمیت اور صداقت کا ذکر کیا اور پھر ساتھ نبوت و رسالت کی تصدیق کی کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بچے رسول ہیں اور صراطِ مستقیم پر گامزن ہیں۔ پھر اللہ نے قرآن حکیم کے فہم کی غایت یہ بیان کی تاکہ آپ اپنے اولین مخالفین مشرکین کو ڈر دیں جن کے آباؤ اجداد کے پاس قرہبی زمانہ میں کوئی ٹہلنے والا نہیں آیا۔ مگر ساتھ یہ بھی بتلادیا کہ آپ کی تمام تر سماجی کے باوجود ان لوگوں کی اکثریت ایمان سے محروم ہے گی۔

اب آج کی آیات میں ایمان نہ لانے والوں کی حالت کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور خوفِ خدا رکھنے والوں کے بعض اوصاف بیان ہوئے ہیں۔ اس کے بعد اللہ نے جزائے عمل کا ذکر کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے إِنَّا جَعَلْنَا هَٰذَا قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ ہم نے نہ انہی والوں کے گمے میں طوق ڈال دیے ہیں۔ فَہِیَ الْبَیِّنَاتُ الَّذِیْنَ اور یہ ان کی ٹھوڑیوں تک اٹھے ہوئے ہیں، جس کی وجہ سے فَہِیَ مُتَقَاتُونَ ان کے سر اُپر کر اٹھ رہے ہیں۔

موتوں میں ہتھ کڑی، پاؤں میں بیڑاں اور گمے میں طوق ہونا سزا کی علامت ہے یعنی یہ شخص مجرم ہے جس کو سزا دی جا رہی ہے اور یہاں میں طوق کا ذکر کیا گیا ہے وہ اتنا بڑا اور بھاری ہے کہ جب گمے میں پہنایا گیا ہے تو ٹھوڑی تک بھر گیا ہے جس کی وجہ سے اس کا سر اگلی طرف سے اُپر کر اٹھ گیا ہے۔ حضور علیہ السلام کافرانِ مشرکین کو خواب میں ہتھ کڑی، بیڑا سنا اچھائی کی علامت ہے اور اس

کا مطلب یہ ہے کہ شخص دین میں پختہ ہے۔ البتہ اگر خواب میں کوئی دیکھے کہ اُمّی
نے گھگھے میں طوق پہن رکھا ہے قرعہ سخت ذلت کی نشانی ہے۔

اگے پیچھے
دیباچہ

ایمان سے محروم پہنے والے لوگوں کی دوسری نعمت اللہ نے یہ بیان فرمائی
ہے وَجَعَلْنَا مِنْكُمْ آيَاتٍ فَهَمَّ مُسْتَدَاهُمْ نے ان کے آگے بھی پتھر
کی رکاوٹ کھڑی کر دی ہے وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا اور ان کے پیچھے بھی ایسی
ہی رکاوٹ ہے فَأَعْيُنُهُمْ ہم نے ان کو اوپر سے ڈھانپ دیا ہے۔
فَهُمْ لَا يَبْصُرُونَ لہذا وہ نہیں دیکھ سکتے۔ ظاہر ہے کہ جس کے آگے پیچھے اور
دائیں بائیں رکاوٹ کھڑی کر دی جائے اور اوپر سے بھی کوئی غیر وغیرہ ڈال کر ڈھانپ
دیا جائے تو اسے کسی طرف سے کچھ بھی نظر نہیں آئے گا۔ اللہ نے ان لوگوں اور گمراہی
کا راستہ اختیار کرنے والوں کی یہ مثال بیان کی ہے کہ وہ اندھیرے میں ٹامک ٹولیاں مارتے
پھر یہ نہ پا سکتے کہیں سے بھی راستہ نظر نہیں آتا جس پر چل کر وہ منزل مقصود تک پہنچ سکیں اسکا نتیجہ
یہ نکلا کہ وہ ہمیشہ سرگرداں رہتے ہیں ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا وَسَوْفَ أَكْبِتُهُمْ أَفْذَكُم
أَمْرًا فَتَذَرُوهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ آپ کی طرف سے ان کو ڈرانا یا نہ
ڈرانا برابر ہے، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ ایسے لوگوں کے غلے میں غلط نظریات
اور باطل رسوم کے طوق پڑے ہوئے ہیں، انسانی خواہشات نے ان کو اگلی طرف
سے روک رکھا ہے اور پیچھے سے مادی پیش و عشرت کی رکاوٹ ہے، لہذا
انہیں اصل منزل کی طرف جانے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔

شاہ ولی اللہ
کا فلسفہ

امام شاہ ولی محدث دہلوی کی اصطلاح میں یہ لوگ حجاب طبع اور حجاب کم
میں مبتلا ہیں۔ حجاب طبع سے مراد مادی ضروریات کا حجاب ہے، مگر یہ لوگ
اچھا کھاتے، اچھا پہنتے، اچھی رہائش، اچھی سواری کی فخر میں ہی مبتلا رہتے ہیں شاہ حجاب
کے بقول یہ لوگ مادیت کے گارے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ سادے خواہشات کی دلیار
ہے اور پیچھے مادیت کا گارہ ہے۔ جب انسان مادیت کے غول سے باہر نکلا ہے

تورسوم کی دلدل میں پھنس جاتا ہے جسے حجابِ رسم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پھر وہ اپنے خاندان، برادری، علاقائی اور ملکی رسم و رواج کی طرف دیکھتا ہے کہ دوسرے لوگ کیا کر رہے ہیں تاکہ وہ بھی بلا سوچے سمجھے اپنی کئی پیچھے چلنا شروع کر دے چنانچہ جس طرح دوسرے لوگ شان و شوکت کے اظہار کے لئے مکان بناتے ہیں۔ وہ بھی بنا لگتا ہے۔ جس طرح کی دھوم دھام سے وہ شادیاں کرتے ہیں۔ یہ بھی ان کی نقالی کرتا ہے۔ جس طرح وہ عرس مناتے، قرالی کراتے، قبروں کو ہنختہ بناتے، اُوپر غلات چڑھاتے اور نذر و نیاز پیش کر دیتے ہیں، اسی طرح یہ بھی کرنے لگتا ہے۔ موت کی رسوم میں بھی شخص اپنی قوم اور برادری کے نقش قدم پر چلتا ہوا حیثیت سے بڑھ کر کام کر جاتا ہے، امیر لوگ تو اپنی دولت کے بل بوتے پر پیدائش، شادی اور اموات کو دھوم دھام سے مناتے ہیں مگر ایک غریب آدمی بھی ان سے پیچھے نہیں رہنا چاہتا۔ یہ حجابِ طبع اور حجابِ رسم کا طوق ہے جو اس کے گلے میں پڑا ہوا ہے اور جس کی وجہ سے اس کا سر اُوپر کو اٹھا ہوا ہے، آگے اور پیچھے نفسانی خواہشات اور مادی عیش و عشرت کی دیواریں کھڑی ہیں جو اسے حقیقتِ ایمان سے واقف نہیں ہونے دیتیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کی پوری زندگی اپنی پیکروں میں ختم ہو جاتی ہے مگر اُسے توجیدِ خالص سے شناسائی نہیں ہوتی۔

سنت
اور اس کا
جواب

ان آیات سے بظاہر یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے خود ہی کسی انسان کے گلے میں طوق ڈال دیا ہے، اُس کے آگے پیچھے دیواریں کھڑی کر کے اُوپر سے بھی ڈھانپ دیا ہے تو پھر اُس سے صراطِ مستقیم پر چلنے کی امید کس طرح کی جاسکتی ہے۔ اور اُسے مکلف کیوں کہ کھڑایا جاسکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ابتداء ہی میں کسی شخص کے راستے میں مذکورہ رکاوٹیں کھڑی نہیں کر دیتا بلکہ پہلے ہدایت کے جملہ اسباب دیا کر کے اور ہدایت اور گمراہی کے اصول واضح کر کے اُسے اختیار دیتا ہے۔ کہ وہ ہدایت اور گمراہی میں سے جو راہ چاہے اختیار کرے۔ امام بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ اللہ نے انسان کی ہدایت کے تمام

اسباب مہیا کر دیے ہیں جن میں سے اولین سبب عقل جبراً جو ہر کمال ہے، حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عقل کو ہلا کر فرمایا کہ میں تیری وجہ سے ہمارا مواخذہ کروں گا اور تیری وجہ سے ہی گرفت کروں گا، عقل بہت بڑی نعمت ہے جس کے ذریعے انسان غور و فکر کر کے اچھائی اور برائی میں امتیاز کرتا ہے، نیکی اور بدی کی پہچان کرتا ہے، سیر بلوغت کر پینے پر انسان کی عقل بھی کمال ہو جاتی ہے لہذا اس وقت تکلف بن جاتا ہے اور اپنے عقیدے اور عمل کا جوا بد ہو جاتا ہے، اس پر قانون کی پابندی لازم ہو جاتی ہے اور خلاف حدی پر اخذ ہو سکتا ہے۔

عقل کے بعد ہدایت کے دوسرے اسباب میں عقل کے خدام سماعت، بصر، سونگھنا، لٹوئی اور ذائقہ وغیرہ حواس ہیں جو جملہ معلومات جمع کرنے کے عقل کے سامنے پیش کر دیتے ہیں اور پھر عقل ان کے درمیان فیصلہ کرتی ہے کہ کس چیز کو اختیار کرنا ہے اور کس کو چھوڑ دینا ہے۔ اسی طرح حواس باطنہ بھی اسباب ہدایت میں سے ہیں۔ اللہ نے انسانوں کو قوت دہمہ، خیال، عقل، شہرہ، قوت متکبرہ وغیرہ عطا کی ہیں جن کو برے کار لا کر انسان اچھائی اور برائی میں تمیز کر سکتا ہے۔ ان اسباب کے علاوہ اللہ نے انسان کو جسم اور صحت عطا فرمائی ہے۔ اپنے پیغمبر بھیجے اور کتابیں ازل کی ہیں۔ گویا ہدایت کے سامان لیا کرنے کے بعد منہرایا۔

فَمَنْ شَاءَ فَلْيُشْرِكْ وَ مَنِ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ (الکہف - ۲۹)

جس کا بھی چاہے ایمان قبول کرے اور جس کا بھی چاہے کفر کا راستہ اختیار کرے اللہ تعالیٰ یہ اختیار عطا فرماتا ہے۔

كُنَّا بَكَّةَ نَقُولُ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِحُ لَكُمْ وَنُصْلِحُ لَكُمْ وَنُصْلِحُ لَكُمْ (النہد - ۱۱۵)

میرے سر کرئی جا، چاہتا ہے اور میری کی توفیق سے دینا ہے پھر جب کوئی غلط راستہ اختیار کرے کفر، شرک اور معاصی کی راہ پر گامزن ہوتا ہے تو اسے منہزمک پہنچاتا ہے جو کہ بہت بڑا نقصان ہے۔ اسی

یہ ایمان کو اپنے ارادے اور اختیار سے قبول کرنا ضروری ہے۔ اگر کسی شخص نے غلطی حالت میں ایمان کی تصدیق کر دی تو وہ معتبر نہیں ہوگی، بلکہ ایمان کی تصدیق وہ قابل قبول ہوگی جو ارادے اور اختیار سے کی جائے گی۔ این تمام تر اسباب ہدایت کے باوجود جب کوئی شخص اپنے اختیار سے ہدایت کا راستہ قبول نہیں کرتا تو پھر اللہ تعالیٰ اس کے گمے میں ملوث ڈال دیتا ہے، آگے پیچھے دیواریں کھڑی کر دیتا ہے، اور اوپر سے بھی ڈھانپ دیتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ عمر بھر بھٹکا پھرتا رہے اور آجے راستہ نہیں ملتا۔

سیدھا راستہ تو ان لوگوں کو نظر آئے گا جن میں طلب ہوگی اور وہ اس کے لیے کوشش بھی کریں گے۔ اللہ کا فرمان ہے وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (الحج ۶۹) جو ہمارے راستے کی تلاش میں محنت کرتے ہیں ہم ان کے لیے ہدایت کا راستہ ضرور واضح کر دیتے ہیں۔ اور یہ راستہ اسی صیحت میں ہے گا کہ سادہ قرآن، شرک اور معاصی کو ترک کر دے۔ اپنی مابعد کو تائبوں پر تائب ہو جائے۔ جب ایسا ہوگا تو پھر عقل، حواس، کتابیں اور مندر سب کا ذکر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ہر ایک شخص کی توفیق عطا کر دے گا۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق فرمایا اِمَّا مَنذُورٌ مِّنْ اَشْيَعِ الَّذِيْنَ اٰتٰهُمُ الْكِتٰبَ اَن يَّكُوْنُوْا لِرِجْزٍ مِّنْهُم مَّوَدَّةَ بَيْنٍ مَّا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا هُمْ مَعَهُ (الحج ۶۸) لوگوں کے لیے مفید ہو سکتا ہے جو نصیحت کی پیروی کرتے ہیں جو شخص نصیحت کو اچھا ہی نہیں سمجھتا اس کے لیے نصیحت کا رگہ نہیں ہو سکتی اور پھر نصیحت اس شخص کے لیے بھی کارآمد ہوگی وَخَشِيَ الرَّجُلُ الْغَیْبَ بِرَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّهِ (الحج ۶۷) رحمان سے بن دیکھے ڈرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر کسی نے نہیں دیکھا، نہ جنت و نرگاہ کو دیکھا ہے، نہ فرشتوں کو دیکھا ہے اور نہ بعد میں آنے والوں نے اپنے انبیاء کو دیکھا ہے۔ یہ ایمان بالغیب ہی تر ہے۔ ہمارا اس پر بھی یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا خالق و مالک ہے اور وہ ہمارا حامی و مددگار بھی کرے گا۔ ایسے ہی شخص کے لیے آپ کی نصیحت مفید ہوگی فَرَاغَ بَشِيرَةٍ كَمَا تَفْتَرِیْهِمْ وَاَجِبْ حَقَّ نَبِیِّہِ

مطلوبہ

ایسے شخص کے یہ بخشش اور عزت دینے کی خبر ہی سنادیں۔ اللہ تعالیٰ
 چھوٹی بھائی کو آپس میں معاون فرمائے گا۔ اور ساتھ عزت والا بدلہ بھی عطا فرمائے گا۔
 اور وہ بندہ کامیاب ہو جائے گا۔

جزائے عمل
 کی منزل

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو قریب قیامت اور جزائے عمل کا ذکر فرمایا ہے
 اِنَّمَا تُحَنُّ عَنِّي الْغَوَاةُ سِوَىٰ الْمُسْلِمِينَ اِنَّكَ اَنْتَ الْحَسِيبُ
 کتاب کے جزائے عمل کا فیصلہ کر سکیں۔ اور اس کام کیلئے وَ تَكْتُبُ مَكَا
 فَكَامُوا اَم تَكْتُمُوْنَ جو کچھ انہوں نے اس زندگی کے دوران اگلی زندگی کے
 لیے آگے بھیجا۔ وَ اَنْتَ رَٰحِمٌ اَوْ اَنْتَ اَعْمٰی اُن کے نشانات بھی لکھتے ہیں تاکہ حساب
 کتاب کے وقت ہم ان کو ان کا سارا اعمال نامہ دکھا سکیں۔ اگرچہ کچھ کی
 ضرورت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ تو عظیم کل ہے اور وہ ازل سے لے کر اب تک
 کی چیزوں کو بغیر لکھے بھی جانتا ہے مگر اس نے لکھنے کا ایک منابض مقرر کر
 دیا ہے جن کو دیکھ کر انسان اپنے کردہ اعمال کو پہچان لیں گے۔ اس مقصد کے
 لیے اللہ نے بحران اور محاذِ فقر سے متعلق ہر شے کے ہر حصے میں جو ہر انسان کے ہر
 عمل کو محفوظ کر رہا ہے اور اپنے رجسٹروں میں درج کر رہا ہے۔

انہ کی
 توجہ

آگے بھیجے جانے والے کردہ نیک یا بد اعمال میں جو انسان دنیا میں کھاتے
 ہیں اور آگے سے ملو وہ نشانات ہیں جو انسان اپنے تہیجے اس دنیا میں چھوڑ جاتے
 ہیں یا چھوڑ رہے والوں میں آثارِ الطاعت بھی ہیں اور آثارِ معصیت بھی حضور علیہ الصلوٰۃ
 والسلام کا ارشاد مبارک ہے کہ ہر شخص دنیا میں کوئی اچھی چیز چھوڑ جاتا ہے اس کا اجر
 اس کو مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے، اور جو کوئی بُری رسم چھوڑ جاتا ہے تو اس پر عمل
 کرنے والوں کا ایک ایک گناہ اس شخص کو بھی ملتا رہتا ہے۔ حضور علیہ السلام کا ارشاد
 ہے کہ جب کوئی شخص اس دنیا سے چلا جاتا ہے تو اس کا اعمال نامہ بند کر دیا جاتا

ہے۔ البتہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا ثواب مرنے کے بعد بھی برابر ملتا رہتا ہے۔ فرمایا ایک حدیث جاریہ ہے کہ آدمی رفا و عامہ کا کوئی کام کر گیا ہے کوئی مسجد یا مدرسہ یا سرائے بڑا لگایا ہے یا کنڈاں بکرا گیا ہے تو اس کا ثواب اُسے پہنچتا ہے گا۔ دوسری چیز نافع علم ہے۔ تقریر و تحریر کی صورت میں علم بھی بڑی ہے، قرآن و سنت کی ترویج ہے یا احکام دین کی تشریحات ہیں، تو جب تک لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے اس کا ثواب ہر روز اکٹرا کر بھی ملتا ہے گا۔ مندرجہ بالا تین چیزیں نیک اولاد ہے۔ جو مرے ملے ملے کے یہ بخشش کی دعائیں کرتی ہے، یہ چیزیں آثار میں داخل ہیں جن کے متعلق یہاں فرمایا ہے کہ ہم ان کو بھی دیکھتے ہیں۔

حضور علیہ السلام کے نماز مبارکہ میں جتنی سکنے کے لوگ مسجد نبوی سے کچھ فاصلے پر پہنچتے تھے، مسجد کے قریب کچھ مکانات خالی برائے قرائن لوگوں نے وہاں منتقل ہونے کا ارادہ ظاہر کیا، تاکہ مسجد سے قریب ہو جائیں۔ حضور علیہ السلام کو اس بات کا پتہ چلا تو آپ نے فرمایا کہ تم اپنی جگہ پر وہیں ٹھہرے، جو کونسا تم جتنے قدم چل کر مسجد میں آتے ہو وہ دیکھ جائے ہیں۔ جب تک دور سے آتے رہو گے تو زیادہ قدم لکھے جاتے رہیں گے، لہذا تمہارا فائدہ دور پہنچنے میں ہی ہے۔ حدیث کے الفاظ میں دیکھا کہ کثرتُ اُفکار و کثرتُ تم اپنے محلے میں لگے رہو کہ تمہارے قدموں کے نشانات لکھے جاتے ہیں غریبوں کے نشانات کہ بھی حضور علیہ السلام نے انہیں شمار کیا ہے، کسی بھی نیک کام کے لیے انسان چل کر جانے تو اس کے نقوش اپنے قدم کا حساب رکھا جائے اور اُسے اجر ملے۔

فرمایا وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ہم نے

انسان کی ہر چیز کو کھلی کتاب میں شمار کر دیا گیا ہے جو کہ اللہ کے علم کا نمونہ اور محفوظ
 ہے۔ یہ سارا اعمال نامہ قیامت کے دن پیش کیا جائے گا اور پھر اس کے مطابق
 جزا اور سزا کے فیصلے ہوں گے

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ إِذْ جَاءَهَا
 الْمُرْسَلُونَ ۝۱۳ إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اشْتَبِ
 فَكَذَّبُوهُمْ فَخُذْ ذُنُوبًا ثَلَاثَ فَقَالُوا إِنَّا إِلَيْكُمْ
 مُرْسَلُونَ ۝۱۴ قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا
 وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا أَنْتُمْ
 تَكْذِبُونَ ۝۱۵ قَالُوا رَبَّنَا يُعَلِّمُكُمُ إِنَّا إِلَيْكُمْ
 لَمُرْسَلُونَ ۝۱۶ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ
 الْمُبِينُ ۝۱۷ قَالُوا إِنَّا نَطِيرُكُمْ فِيكُمْ لَيْلٍ لَمْ
 تَنْهَمُوا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِنَّا عَذَابٌ
 أَلِيمٌ ۝۱۸ قَالُوا طَائِفُكُمْ مَعَكُمْ وَإِنْ ذُكِّرْتُمْ
 بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ۝۱۹

ترجمہ :- اور بیان کریں آپ ان کے سامنے مثال بتی
 والوں کی جب کہ آنے ان کے پاس بھیجے ہوئے ۱۳
 جب کہ ہم نے بھیجے ان کی طرف تیرے کو ، پھر ان
 دونوں کو انہوں نے جھٹلایا ۔ پھر ہم نے قوت دی
 ایک تیسرے کے ساتھ تو انہوں نے کہا بیشک
 ہم تمہاری طرف بھیجے ہوئے ہیں ۱۴ کہ ان لوگوں

نے نہیں ہو تم مگر انسان ہمارے جیسے، اور نہیں انہما
 - خدا نے جان کے کسی چیز کو، نہیں ہو تم مگر جھوٹ
 برستے (۱۵) کہ انہوں نے کہ ہمارا پروردگار جانتا ہے
 کہ بیشک ہم تمہاری طرف البتہ بھیجے ہوئے ہیں (۱۶)
 اور نہیں ہے ہمارے ذمے مگر کھول کر پیغام
 پہنچا دینا (۱۷) وہ کہنے لگے، بیشک ہم تمہاری
 وجہ سے شگون لیتے ہیں، اگر تم باز نہیں آؤ گے
 تو ہم تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیں گے، اور
 پیچھے کا تم کو ہماری طرف سے دوزخ عذاب (۱۸)
 کہا انہوں نے تمہارا شگون تمہارے ساتھ ہی ہے
 اس وجہ سے کہ تم کو نیست کی گئی ہے، نہیں
 بجز تم سے بڑھنے والے لوگ ہو (۱۹)

سورۃ کی ابتداء میں قرآن پاک کی حقانیت اور صداقت کا بیان ہوا، پھر
 رسالت کا ذکر ہوا۔ اللہ نے ایمان نہ لانے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ اکثر لوگ
 حسابِ کتب یا حسابِ رسم میں مبتلا رہ کر ہی زندگی ختم کر لیتے ہیں اور عمر بھر نہ خود ایسا
 کے معاملے میں غور و فکر کرتے ہیں اور نہ ہی اسے مسمول کرتے ہیں۔ پھر اللہ نے
 فرمایا کہ مردوں کو زندہ کرنا ہمارا کام ہے، ہم مقررہ وقت پر انہیں دوبارہ زندہ
 کریں گے، ان کے تمام اعمال اور ان کی ہر ہر نعل و حرکت، ہمارے پاس لکھی ہوئی
 ہے جو انہیں نئی زندگی دینے پر پیش کردی جائے گی اور پھر اس اعمال کے کی
 بنیاد پر ان سے حساب کتاب لیا جائے گا۔ اور جزا اور سزا کے فیصلے ہوں گے۔
 سورۃ ہذا کی آیت - ۲ میں رسالت کا بیان گنہ چک ہے اِنَّكَ لَمِّنَ
 الْمُرْسَلِينَ آپ اللہ کے پکے رسولوں میں سے ہیں۔ اب اسی رسالت
 ہی کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے ایک مثال کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

بتی میں
 مرسلین کی آمد

معروف ہوتی ہے۔ یہ یقیناً ابتداً سکندر اعظم کے زمانے میں آباد ہوئی تھی۔ اسس
 زمانے میں شام اور مصر وغیرہ سلطنتِ مدائین میں شامل تھے اور یہاں پر ان کے گورنر ہوتے
 تھے۔ سکندر رومی کے بعد جب یہ یقیناً ویران ہو گئی تو پھر انکو کس نامی گورنر یا بادشاہ
 نے اسے دوبارہ تعمیر کیا، بہر حال اس وقت میں عیسیٰ علیہ السلام کے فرستے وہ تین مبلغین
 آئے۔ ان کی تبلیغ کے کچھ لوگ ایمان بھی لے گئے چنانچہ اسے ہی ایک عیسوی شخص
 کا ذکر کئے اور اسے فَجَاءَهُمْ مِنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَسْعَى
 (آیت ۶۰) اس شخص نے مسلمانوں کی آئندہ کی تھی جس کی پاؤں میں اسے قتل کر دیا
 گیا اور اللہ نے اسے بہت بلند مرتبہ عطا فرمایا۔

اولیٰ یسعی کی
 طرف سے
 تخریب

بہر حال اس واقعہ کے متعلق فرمایا اِذْ اَرْسَلْنَا اِلَيْهِمْ اَسْتِیْنِ
فَكَذَّبُوهُمَا جب کہ ہم نے بھیجا اس یسعی میں دو مسلمانوں کو کہ اس یسعی والوں
 نے ہمارے گھر کو تباہ کر دیا۔ فَعَزَّزْنَا بِشَارِکِیْهِ پھر ہم نے تیسرے مرسل کو پہلے
 دو کی تائید کے لیے بھیجا۔ کس کام کی تکمیل کے لیے تائید کا ہونا بھی ضروری ہے، یہی فرض
 کے لیے رسول علیہ السلام نے بھی بارگاہِ رسالت میں عرض کی تھی کہ میرے بھائی اور من علیہم السلام
 کو میرا نائب بنائے وَاشْرِكْهُ فَاَنْتَ اَمْرٌ بَیْ (طہ ۳۲) اور اسے میرے کام
 میں شریک کرے۔ چنانچہ آپ کی یہ دعا مستجاب ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اردن علیہ السلام
 کو بھی نبوت و رسالت عطا کی اور رسول علیہ السلام کا معاون بنا دیا۔ بہر حال اللہ کے مسلمان یا عیسوی
 کے فرستادہ انطاکیہ کی بہت سی پہنچے فَقَالُوا اِنَّا اِیْمَنُ بِمَنْ سَلَوْنَا تو کہنے لگے کہ تم تمہاری طرف
 بھیجے ہوئے ہیں اور تمہیں اللہ کا پیغام سنانے کے لیے آئے ہیں۔ اس کے
 جواب میں الیٰہی ہستی نے کہا فَاَنْتُمْ اَمْرٌ بَیْ اَنْتُمْ اَمْرٌ بَیْ اَنْتُمْ اَمْرٌ بَیْ کہ نہیں
 ہو تم مگر ہمارے جیسے انسان، تمہیں کرن سے بہرِ غائب کے پر گئے ہوئے ہیں
 جو نبوت و رسالت کا دعویٰ کر رہے ہو۔ انبیاء کی بشریت قبول حق میں ہمیشہ سے
 مانع رہی ہے۔ سورۃ نبی اسرائیل میں فرمایا فَمَا مَتَّعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا
اِذْ جَاءَهُمُ الْهُدٰی اِلَّا اَنْ قَالُوْا اَبْعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا۔

(آیت - ۹۴) جب بھی لوگوں کے پاس اللہ کے نبی ہدایت لے کر آئے تو انہوں نے یہی کہہ کر انکار کر دیا کیا اللہ نے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ وہ یہ بھی کہتے تھے مَا لَ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ (الفرقان ۲۴) کہ یہ کیا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ نبی تو کوئی بڑا مخلوق میں سے ہونا چاہیے تھا جو نہ کھاتا نہ پیتا اور نہ بازار میں سودا سلف خریدتا۔

منکرین رسالت کا ایک اعتراض تو یہ تھا کہ نبی انسان نہیں ہونا چاہیے، اور دوسرا یہ کہ اگر انسانوں میں سے اللہ نے رسول مقرر کرنا ہے تو پھر کسی بڑے آدمی کو بنایا ہوتا۔ مشرکین مکہ بھی یہی کہتے تھے کہ ہم اس نادار آدمی کو نبی کیسے مان لیں جس کے پاس نہ مال و دولت، نہ کوٹھی اور جنگل، نہ کدہ چاکہ اور نہ فوج اور لہ لیس، نہ زمین نہ باغات۔ کہتے تھے كَوْلًا نُّزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ (الزخرف - ۳۱) یہ قرآن مجھے اور طاٹھ، کی بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہیں ہوا۔ منصب نبوت و رسالت کے لیے کیا ابو طالب کا تعلیم بھتیجا ہی رہ گیا تھا؟ اور لوط علیہ السلام کی قوم نے بھی کہا تھا کہ ہم پاگل ہیں جو ایک انسان کا اتباع کریں؟ یہ شخص ہمارا جانا پہچانا ہے اور ہمارا داماد ہے، بھلا اس میں نبوت والی کون سی خصوصیت ہے جو اسے نبی تسلیم کر لیں؟ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ مشرکین کسی بے نبوت کو تسلیم کرنے میں ہمیشہ حجاب بشریت مانع رہا ہے۔ اللہ نے اپنے نبیوں میں جو صلاحیت، استعداد، کمال اور نیکی و ولایت کی تھی، مشرک لوگ اس کو نہ پہچان لے لہذا انکار کر دیا۔ شرف نبوت و رسالت اللہ تعالیٰ کو ڈروں انسانوں میں سے کسی کو عطا کرتا ہے۔ اُس پر وحی کا نزول ہوتا ہے اور وہ بلند ترین ہستی ہوتی ہے۔ نبوت سے بڑھ کر کوئی شرف نہیں ہے۔

بہر حال بستی والوں نے اللہ کے رسولوں کا انکار کیا اور کہنے لگے وَمَا
 أَنْزَلْنَاكَ إِلَّا كَفًّا لِّسَانٍ وَتُحْذَرُ بِهِ قُلُوبُ مَعْذِرَاتِهِمْ لَمْ يَأْتِ
 غلط ہے کہ خدا نے تم پر وحی نازل کی ہے اور اس نے اپنی وحدانیت کو تسلیم کرنے کا
 حکم دیا ہے اِنْ أَنْتُمْ إِلَّا قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ مُّسْرِئِينَ۔

مصلین کا
 کام

اس کے جواب میں عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں یا اللہ کے نبیوں نے کہا قَالُوا
 رَبَّنَا لَا تَجْعَلْ لَّنَا إِلَٰهًا إِلَٰهًا كَمَا تَجْعَلْ لِّلْغَالِطِينَ ہمارا پروردگار جاننا ہے کہ بیشک ہم
 تمہاری طرف بھیجے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اس معاملہ میں اللہ کی گواہی پیش کی کہ
 ہم فرستادہ ہیں اور ہم جھوٹ نہیں ہوتے۔ جس قدر شدت سے وہ لوگ انکار و نیرت
 کرتے تھے اتنی ہی شدت سے مصلین نے جواب بھی دیا کہ ہم ضرور تمہاری طرف
 بھیجے ہوئے ہیں وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ اور باری ذمہ داری صرف
 اتنی ہے کہ ہم اللہ کا پیغام کھول کر سنچا دیں۔ اس کے بعد یہ تمہاری ذمہ داری ہے
 کہ تم اس دعوت کو قبول کر کے ہر مانیں۔ کسی کو پتہ نہ کہ یہ کتنی سی ایمان میں داخل کرنا
 ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ ہم تو صرف پیغام الہی پہنچاتے ہیں لِقَوْمٍ يَعْبُدُوا
 اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ خَلِيقُهُ (اعراف ۸۵) اے میری قوم کے لوگو! اللہ
 اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، قیامت برحق ہے
 نیرت و رسالت و دوست ہے۔ ایمان لانا مدار نجات ہے۔ نیکی کرنے پر ان کو
 درجات ملتے ہیں اور تکذیب پر سزا ملتی ہے۔ غرضیکہ ہمارا کام تو خدا کا پیغام
 کھول کر دینا ہے، آگے اتنا یا نہ اتنا یہ تمہاری مرضی ہے۔

اہل بستی کا
 برا شگون

آگے سے لوگوں نے جواب دیا۔ قَالُوا إِنَّا فَطَّرْنَاهُ سُبْحًا
 کہنے لگے ہم تمہیں بخوس سمجھتے ہیں اور تمہاری وجہ سے بڑا شگون بڑھتا ہے۔ تم
 جب سے ہماری بستی میں آئے ہو بارشش رک گئی ہے اور قحط پیدا ہو گیا ہے۔ نیز
 کھیر گھریں تم نے اختلافات ڈال دیے ہیں۔ اور لڑائی جھڑائی شروع ہو گئی ہے۔ اناج
 اور پانی کی قلت پیدا ہو گئی ہے اتم سب سے بخوس آئے ہو۔

اصل میں تطہیر کا معنی پرندے کو اڑا کر اس سے شگون لینا ہے بشرکین عرب میں یہ دستور عام تھا کہ جب کسی اہم کام کے ارادے سے نکلنا ہوتا تو کسی پرندے کو اڑاتے اگر وہ دائیں طرف کو اڑتا تو جان لیتے کہ اُن کا یہ سفر مبارک ہے لہذا جس کام کے لیے جاسے ہیں وہ ہو جائے گا، برعکس اس کے کہ اگر پرندہ اڑ کر بائیں طرف کو جاتا تو سمجھتے کہ حالات اُن کے حق میں نہیں، لہذا وہ اس کام کا ارادہ ترک کر دیتے۔

ہندوؤں میں بھی اس قسم کا زعم پایا جاتا ہے۔ صبح گھر سے باہر کسی کام کے لیے نکلے، اگر کالا کتا سامنے آگیا یا کالی بلی نے راستہ کاٹ دیا تو اس سے بُرا شگون لیا کہ یہ کام نہیں ہو گا۔ اگر کہیں کوایا تو بیٹھا دیکھ لیا تو اسے ویرانی اور بربادی پر محمول کیا۔ اگر گھر سے نکلے وقت عورت سامنے آگئی تو اسے بھی کام کی تکمیل میں محسوس تصور کرتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے ایسے شگون کے متعلق فرمایا الطَّيْرَةُ مِنَ الشَّرِّ کہ شگون لینا شرک کی ایک قسم ہے۔ آپ دعا فرمایا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ اِلاَّ خَيْرُكَ وَلَا طَيْرَ اِلاَّ طَيْرُكَ وَلَا اِلٰهَ اِلاَّ خَيْرُكَ اے پروردگار! خیر تیری ہی خیر ہے اور شگون تیرا ہی شگون ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ اس قسم کا شگون شیطانی دھم ہوتا ہے اور اہل ایمان کو دل میں ایسا خیال نہیں لانا چاہیے۔ ہر چیز کا اختیار اللہ کے پاس ہے، اور شگون والا خیال باطل ہے۔

فال بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ کوئی قرآن سے فال نکالتا ہے، اور کوئی دیوان حافظ سے، کوئی ہیرا پنچے کی کتاب کو فال کے لیے استعمال کرتا ہے حالانکہ یہ سب فضول باتیں ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فال کی بے بارے میں صرف اس قدر فرمایا ہے کہ اگر کوئی اچھا لفظ من کو دل خوش ہو جائے تو اتنا درست ہے باقی سب شرک ہے۔ بہر حال بستی والوں نے کہا کہ تم ہمارے شہر میں ایسے

اہل بیت
کی رہنمائی

مخس آئے ہو کہ ہر طرح طرح کے مصائب میں پھنس گئے ہیں۔
 پھر انہوں نے یہ دیکھی بھی دی کہ لَسْتُ تَشْتَمُوْا لَوْ جِئْتُمْكُمْ
 اگر تم اپنی اس تبلیغ سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں پتھر مار کر ہلاک کر دیں گے۔
وَلَكَيْسَ لَكُمْ قَوْلًا عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور اپنی طرف سے تمہیں سخت دردناک سزا
 دیں گے۔ یہ جو واقعی سخت ترین اور غیر تاکہ سزا ہے، جو اللہ نے محض ذاتی اور ذاتی
 کے لیے مقرر کی ہے، حضور علیہ السلام کے زمانہ میں بعض منافقات میں بھروسہ کو
 یہ سزا دی گئی اور انہیں میردام سسٹا رکھا گیا۔ بعض سابقہ کافران قسروں کو بھی سسٹا رکھا
 کی سزا دی گئی، چنانچہ لوط علیہ السلام کو بت کر الٹ دیا گیا اور آپ سے پتھروں کی بارش
 بھی کی گئی۔ اللہ نے فرمایا ہے مُسَوِّمَةً عِنْدَ دِيْكٍ (ہود-۸۳) ہر پتھر
 پر اللہ نے نام لکھ دیا تھا کہ وہ فلاں کے سر پہ لگے گا اور یہ فلاں تاجدار کا بیڑا فرق
 کرے گا۔ بہر حال اہل بیت نے کہا کہ ہم تمہاری آمد سے بڑا شگون لیے ہیں اور
 اگر تم اپنی حرکات سے باز نہ آئے تو ہمیں سسٹا کر دیا جائے گا۔

مسلمین کا
جواب

اس پر مسلمین نے یہ جواب دیا قَالَ الْوَاهِلِيُّ کہ تم کہہ سکتے ہو کہ تمہارا شگون
 اور خواست تمہارے ہی سر پہ ہے، تمہارے اعمال بد کی وجہ سے ہی تم پر
 خواست چھائی ہوئی ہے اور تم خط اور لڑائی جھگڑے میں مبتلا ہو۔ یہ خواست
 ہماری پیغام رسانی کی وجہ سے نہیں بلکہ تمہارے کفر و شرک کا نتیجہ ہے۔ آپ نے
ذُرِّيَّتُكُمْ کیا یہ باتیں تم اس لیے کہتے ہو کہ ہم تمہیں نصیحت کرتے ہیں، کیا
 ہم اپنا فرض تمہیں تک کر دیں؟ نہیں بلکہ خواست تو تمہاری شامت اعمال کا
 نتیجہ ہے۔ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ حد سے بڑھنے والے تم ہی لوگ ہو
 تمہارا قول فعل، اخلاق، عقیدہ سب کچھ حد سے بڑھا ہوا ہے۔

اس کے بعد لوگوں نے اللہ کے نبیوں یا عیسیٰ علیہ السلام کے مبلغین کے
 ساتھ بڑی سختی کی۔ آگے اٹھ کر لوگوں کا ذکر بھی آ رہا ہے جو مسلمین کی حمایت میں کیا
 تھا۔ لوگوں نے انکی جان کو لے لی مگر اللہ نے اسے بلند مرتبہ عطا فرمایا۔

وَجَاءَ مِنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَسْعَى قَالَ
يُقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ ②٠ اتَّبِعُوا مَنْ لَا
يَسْأَلُكُمْ أَجْرًا وَهُمْ مُهْتَدُونَ ②١ وَمَالِي
لَا عَبْدٌ الَّذِي فَطَرَنِي وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ②٢
مَا أَخَذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْ يُرِدِنَ الرَّحْمَنُ
بُضْرًا لَا تَغْنِ عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَلَا
يُنْقِذُونِ ②٣ إِنْ أَرَادَنِيَ ضَلَالٌ مُبِينٌ ②٤ إِنْ
أَمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمِعُونِ ②٥ قِيلَ ادْخُلِ
الْجَنَّةَ قَالَ يَلَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ②٦
بِمَا غَفَرْتُ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ ②٧
وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى قَوْمِهِ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ جُنْدٍ
مِّنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِينَ ②٨ إِنْ
كَانَتْ إِلَّا صِغَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ
خَامِدُونَ ②٩ يَحْسَرَةُ عَلَى الْعِبَادَةِ مَا يَأْتِيهِمْ
مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ③٠

أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ
 أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿٢١﴾ وَإِنْ كُلُّ لُتَّا
 جَمِيعٍ لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿٢٢﴾

ج

تو جبکہ اللہ کیا شر کے پرے کنارے سے ایک
 شخص ددڑا ہوا، کہنے لگا اے میری قوم کے لوگ !
 پیروی کرو مجھے ہدوں کی ﴿۲۰﴾ تابعداری کرو ان کی جو نہیں
 مانگتے تم سے بدلہ، اللہ وہ ہدایت کے راستہ پر
 ہیں ﴿۲۱﴾ اللہ کیا ہے مجھے کہ میں نہ عبادت کروں اس
 ذات کی جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور اس کی طرف
 تم پھیرے جاؤ گے ﴿۲۲﴾ کیا بناؤں میں اللہ کے سوا
 دوسروں کو معبود ؟ اگر غلطے رحمان چاہے نقصان پہنچا
 تو ان کی سفارش مجھے کچھ کام نہیں آسکتی، اور نہ وہ چھڑا
 سکتے ہیں ﴿۲۳﴾ اس وقت تو ایسے البتہ گمراہی میں ہو
 جاؤں گا ﴿۲۴﴾ تحقیق میں ایمان لایا ہوں تمہارے پروردگار
 پر، پس سنو ﴿۲۵﴾ کہا گیا اس شخص سے کہ داخل ہو جاؤ
 جنت میں۔ اس نے کہا، کاش میری قوم کے لوگ
 جانتے ﴿۲۶﴾ اس چیز کو کہ بخانا ہے مجھے میرے پروردگار
 نے، اللہ بنایا ہے مجھے عزت والوں میں سے ﴿۲۷﴾
 اللہ تمہیں امارت ہم نے اس کی قوم پر اچھی کے بندہ کوئی
 فکر آسمان سے اور نہ ہی تھے ہم آواز سے ملے ﴿۲۸﴾
 اللہ نہیں مٹی مگر ایک ہیچ، پس اچانک وہ صعب
 پہنچنے والے ہو گئے ﴿۲۹﴾ انہوں نے بندوں پر نہیں

آا اُن کے پاس کوئی رسول مقرر نہ ہونے کے ساتھ بٹھا کرے
 ہیں (۳۲) کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ ہم نے اُن سے پہلے
 کتنے جاثقین ہلاک کر دی تھیں۔ بے شک وہ اُن کی طرف لوٹ
 کر نہیں آئیں گے (۳۳) اور نہیں ہے کوئی مگر تمام کے
 تمام ہمارے پاس حاضر کیے جائیں گے (۳۴)

مکی محدثوں کے چار بنیادی عقائد میں سے اس رکوع میں رسالت کا
 مسئلہ بیان ہو رہا ہے۔ مگر مشہور حدیث میں ان کا یہ کہ بتی کا ذکر ہوا کہ اُس میں انبیاء
 کے پیغمبر ہونے نبی یا علی علیہ السلام کے فرستادہ مبلغین دین اسلام کی تبلیغ
 کے لیے آئے تھے تو اہل بتی۔ ان کی تکذیب کی۔ پسو کی کہنے اور ایذا پہنچانے
 کے علاوہ اُن کو طعن بھی کیا کہ تمہاری آمد کی وجہ سے ہم پر غمست بھاگتی ہے، ہمارے
 علاقے میں خشک سالی پیدا ہو گئی ہے اور گھر گھر میں لڑائی جھگڑا شروع ہو گیا ہے۔
 رسولوں نے جواب دیا کہ یہ اسباب کی ہماری وجہ سے نہیں ہے بلکہ تم خود ہی اس سے
 بڑھتے والے ہو۔ جس کی منشا تمہیں ملی رہی ہے

مفسرین نے اپنی تبلیغ جاری رکھی جس کی وجہ سے اہل بتی مشتعل ہو گئے اور
 وہ ان کے قتل کے منصوبے بنانے لگے۔ مگر کی دوسری طرف ایک اہل ایمان آدمی
 رہتا ہے جس کا نام حبیب بن ہاشم تھا۔ تفسیر ثعلبی اور ترمذی روایات میں آتا ہے کہ پہلے تو
 یہ شخص بت تراش تھا۔ پھر اُس نے مسلمانوں کی کرامت دیکھی تو اللہ نے اسے ایمان
 لانے کی توفیق دی اور وہ ایمان لے آیا۔ حبیب اہل بتی مسلمانوں کو ایذا پہنچاتے
 تو اس شخص کو بڑی گرفت ہوتی۔ جب اُسے پتہ چلا کہ یہ لوگ اُن مبلغین یا رسولوں کو
 قتل کرنے کے واسطے ہیں تو اس سے رابطہ کیا اور اس شخص سے معاملہ میں اپنا فرض ادا

ایک مکتب
 کا غیر نوازا

انکرنے کا فیصلہ کیا۔ اسی بات کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا وَجَاءَ مِثْ
أَقْبَصَ الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَكُونُ غُمر کے پرے کنارے سے ایک شخص دوڑتا
ہوا آیا اور اُس نے اپنی قوم کو بھانے کی کوشش کی کہنے لگا قَالَ يٰ قَوْمِ اتَّبِعُوا
الْمُرْسَلِينَ اے میری قوم کے لوگو! ان فرستادہ شخصیات کی پیروی کرو۔
 یہ تمہیں غلط راستے سے ہٹا کر صحیح راستے پر لانا چاہتے ہیں، کفر و شرک کے
 اند میری سے نکال کر حید کی مدد شنی میں لانا چاہتے ہیں۔ وہ تمہارے مائدہ غیر خیرای
 کا سلوک کر رہے ہیں تاکہ تم آخرت کے دائمی عذاب سے بچ جاؤ۔ اس شخص نے
 یہ بھی کہا اتَّبِعُوا مَن لَّا يَسْئَلُكُمْ أَجْرًا تم ان کا اتباع کرو جو تم سے
 کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتے۔ وہ تمہاری غیر خیرای میں مخلص ہیں۔ وہ تمہاری
 بے لوث خدمت کر رہے ہیں، لہذا ان کی بات مان لو کیونکہ وَهُمْ
مُفْلِحُونَ فَنَزَلْنَا مِنِّي آيَاتٍ میں اور تمہیں بھی ہدایت کی راہ پر پہنچانا
 چاہتے ہیں۔

ترجمہ پر
استقامت

پھر اس شخص نے ترجمہ پر اپنی استقامت کا اس طرح اظہار کیا ۔
وَمَالِيَ لَا أُعْبِدُ إِلَّا اللَّهَ الَّذِي قَطَعْتَ اے کیا ہے مجھے کہ میں اُس ذات کی
 عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ یہاں اُس مومن آدمی نے اللہ کی
 صفت قطر کا ذکر کیا ہے یعنی وہ اللہ جس نے مجھے سستی بخٹی ہے، میں ضرور
 اُسی کی عبادت کروں گا کیونکہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ پھر
 ساتھ ساتھ اپنے مخاطبین کو تیسرے بھی کی وَالَّذِينَ تَدْعُونَ لِيَبْجَعُوا تم سب اُسی
 خدا کے وعدہ لاشریک کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ سرنے کے بعد تم کو اُسی کے
 کے سامنے حاضر ہو کر اپنے حاتمہ و اعمال کی جواب دہی کرنا ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح
 میں خاص اُسی کی عبادت کرتا ہوں۔ اسی طرح تم بھی کفر اور شرک کو چھوڑ
 صرف خدا کے وعدہ لاشریک کے بندے بن جاؤ۔

اس کے بعد اُس شخص نے شرک کی تردید اسس انداز میں کی عَاثِدُ

مِنْ دُونِهِ الْيَقِيْنُ کیا میں اُس ایک خدا کو چھوڑ کر دوسروں کو معبود بنا لوں؟
 اِنْ مَعْبُوْدِيْنَ بِالْعِلْمِ کی حالت تو یہ ہے اِنْ لَيْسَ دِنَ الْوَحْيِ بَصِيْرًا اگر خدا نے رحمان
 کسی تکلیف میں مبتلا کرنا چاہے لَا تَقْنُ عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا تو ان
 معبودوں کی سفارش مجھے کچھ فائدہ نہیں دے سکتی۔ یہ تو بے اختیار اللہ عاجز
 ہستیاں ہیں وَلَا يَنْفَعُ دُوْنًا اور نہ ہی یہ مجھے کسی مصیبت سے نجات دلا سکتے
 ہیں۔ کسی میں اتنی طاقت نہیں کہ خدا تعالیٰ کی بھیجی ہوئی تکلیف کو رد کر سکے۔ اگر
 میں ایسی ہستیوں کی عبادت کر دوں گا تو یہ تو عاقبت والی بات ہوگی۔ ایسی صورت
 میں اَلَا اَلْفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ بلاشبہ میں گھلی گمراہی میں جا پڑوں گا
 اس سے زیادہ کون سی گمراہی ہوگی کہ انسان خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں سے
 حاجت روائی اور شکل کشی کرنا چھوڑے، ان کی تذرونیاز ہے اور ان کی ایسی
 تعظیم کرے جو اللہ و وحدہ لا شریک کے لیے مختص ہے۔ غرضیکہ اُس مرد مومن
 نے عقلی انداز میں لوگوں کو توحید کے اثبات اور شرک کے رد کی بات بتائی۔
 پھر کہنے لگا اَلَا اَلْفِیْ اٰمَنَتْ بِرَبِّكُمْ میں تو تمہارے پروردگار پر ایمان
 لایا ہوں۔ پہلے اللہ کی صفات بطور کا ذکر کیا تھا۔ اب ربوبیت کی بات کی۔ گریا
 پیدا کرنے والا بھی، سچا اللہ ہر چیز کو تبدیل و تبدیل شدہ کمال تک پہنچانے والی ذات بھی وہی
 ہے۔ میں اچھی خداوند قدس پر ایمان لایا ہوں جو ان صفات کا حامل ہے۔
 فَاسْتَعُوْذُ بِكُمْ میں بھی اس بات کو اچھی طرح سن لو۔ میں یہ بات چھپ کر نہیں کر
 رہا ہوں بلکہ علی الاطلاق کہتا ہوں کہ میں خدا خدا نے رحمان پر ایمان لا چکا ہوں اور
 تمہیں بھی یہی دعوت دیتا ہوں کہ ان خود ساختہ معبودوں کو چھوڑ کر ان سرسلیں
 کے رب پر ایمان لے آؤ۔ اسی میں تمہاری نجات ہے۔

وہاں ہنجر قوم ہیں مرد مومن کی نصیحت پر تو کیا عمل کرتی، وہ اس
 شخص کے بھی اسی طرح مخالف ہو گئے۔ جس طرح وہ سرسلیں کے مخالف تھے
 بلکہ اس شخص کے ساتھ ان سے بھی زیادہ منہ اور خدا کا مظاہرہ کرنے لگے

مومن آدمی
 کا قتل

چنانچہ انہوں نے اُس ایذا دار شخص کو قتل کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے
 میں آتا ہے کہ قرم نے اُس شخص کو پاؤں کے نیچے اس قدر روندنا کہ اُس بچا رہے
 کی آستیں پیٹ سے باہر نکل آئیں اور وہ شدید ہو گیا۔ مفسر وہاں کا بیان ہے کہ حبیب
 وہ ظالم اس اہل ایمان کو ایذا نہیں دے رہے تھے تو وہ ان کے حق میں ہدایت کی دعا میں
 سرور تھا۔ یہ شخص بڑا ہی نیک اور عبادت گزار تھا۔ کہتے ہیں کہ دینی بھروسہ کو کچھ کا کر دیا
 شام کو کھانے دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حصہ بال بچوں کے حوالہ کر دیا اور دوسرا حصہ
 محتاجوں میں تقسیم کر دیا۔

مسیح علیہ السلام کی امت کے اس شخص کی استقامت ایمان کی مثالیں امت
 محمدیہ میں بھی ملتی ہیں۔ مسیلہ کذاب نے حضور علیہ السلام کے زمانہ میں ہی نبوت کا دعویٰ
 کیا تھا اور پھر اس کے ساتھ فیصلہ کن معرکہ بھی پیش آیا۔ اس داعی نبوت کی گرفت
 میں کسی طرح وہ ایذا دار آدمی آگئے، جن میں ایک شخص کا نام حبیب ابن زید تھا۔ مسیلہ کذاب
 نے اس سے پوچھا کیا تم کو اہی جیتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں تو اس
 نے کہا ہاں۔ پھر اس نے کہا کیا تم کو اہی جیتے ہو کہ مسیلہ کذاب بھی اللہ کا رسول ہے
 تو وہ شخص کہنے لگا کہ تمہاری یہ بات مجھے سنائی ہی نہیں دیتی۔ مسیلہ نے اُس سے
 اپنے حق میں گواہی لینے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا مگر وہ یہی کہتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 کی رسالت کی گواہی تو دیا ہوں مگر وہ میری بات میری سماعت میں ہی نہیں آتی۔ اس
 پر مسیلہ سخت غیظ آگیا۔ اور اُس نے اس مرد مومن کا ایک ایک عضو کاٹ کر
 اُس کو ہلک کر دیا مگر وہ شخص اپنے ایمان پر پکا رہا۔

اسی طرح طائف میں قبیلہ ثقیف کے سردار حضرت عمرو بن مسعود ثقیفی

۱۔ تفسیر ابن کثیر ص ۵۶۹

۲۔ ابن کثیر ص ۵۶۸ و معالم التنزیل ص ۲۰۲

۳۔ طبری ص ۱۵۹ و ابن کثیر ص ۵۶۹ (فیاض)

حضور علیہ السلام کے صحابی ہیں۔ آپ نے ان کے متعلق فرمایا کہ ان کی شکل و رشتہا بہت
حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کے ساتھ ملتی جلتی ہے۔ جب یہ حضورؑ کی خدمت میں حاضر
ہو کر ایمان لائے تو عرض کیا، حضور! مجھے اجازت دیں کہ میں واپس اپنے قبیلے میں جا کر
ان کو تبلیغ اسلام کروں۔ آپ نے فرمایا کہ لوگ تمہاری مخالفت کریں گے، تو وہ
کھینچ لگا کر میں اپنی قوم کا سرور ہوں وہ میرا بڑا احترام کرتے ہیں۔ مثنیٰ کہ حبیب میں سو
لو ہونا ہوں تو کوئی آدمی مجھے جگانے کی جرأت نہیں کرتا۔ بہر حال وہ صحابی آپ کے اجازت
سے کہ قوم کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ لات و منات ان عزیزی کے چھوڑ کر حضور علیہ السلام
کی رسالت کو تسلیم کر لو اور اللہ و وحدۃ لا شریک پر ایمان لے آؤ۔ اتنی بات مثنیٰ کہ قوم
دشمن ہو گئی تھی کہ جب آپ نماز کئے لیے اذان دیتے وقت شہادت کے کلمات ادا
کرتے تھے تو ایک بد بخت نے تیرا کہہ دیا کہ دیا، یہ بھی حبیب نجد کے ساتھ
عاجلہ واقعہ ہے۔

ان آیات میں اس سرورِ مومن کی ہلاکت کا ذکر تو نہیں کیا گیا بلکہ ان کی طرف سے
قوم کو دھوکے دینے کے بعد فرمایا قَبِيلُكَ اَدْخِلَ الْجَنَّةَ اس شخص سے کیا کہ
جنت میں داخل ہو جاؤ۔ ظاہر ہے کہ جنت کا داخلہ تو مورت کے بعد ہی ممکن ہے
جنت میں داخلے کی دو صورتیں ہیں۔ قیامت کے بعد مشرور و نشر اور حساب کتاب
ہونے کے بعد تو جنت کا داخلہ بالکل قابل فہم ہے۔ البتہ مرنے کے فوراً بعد جنت
میں داخلہ بھی اس کمال سے قابل فہم ہے کہ انسان عالمِ برزخ میں تو سخی ہی جانتا ہے
اور وہاں بھی ابتدائی سوال و جواب کے بعد اس کے لیے یا تو جنت کی کھڑکی کھول دی
جاتی ہے اور اسے راحتِ محسوس پہنچے گی یا اگر وہ کفر و شرک یا معاصی
کا مرتکب ہے تو اسے عذراخ کی تکلیف محسوس پہنچے گی ہے تو بہر حال جنت
سے مراد جندرخ میں جنت کا احساس بھی ہو سکتا ہے۔

مومن آدمی
کی حرکت

اس شخص کی مرنے کے بعد بھی یہی حسرت تھی قَالَ یٰلَیْتُ قَوْمِیْ یَعْلَمُونَ
 کاش کہ میری قوم کو علم ہو جاتا جسے عقیقہ کی ریتا کہ میرے پروردگار نے مجھے
 بخش دیا ہے وَجَعَلَنِیْ مِنْ الْمَلَائِکَةِ اَوَّحٰی اود مجھے با عزت لوگوں میں شامل
 کر دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ کے نزدیک عزت ملے وہی رگ ہیں جن کو اللہ
 نے جنت کا ٹکٹ دیدیا ہے اور وہ کامیاب ہو گئے ہیں اس لئے لگا، کاش
 میری قوم کے لوگوں کو میری کامیابی کا پتہ چتا تو وہ ایسی ظالمانہ حرکتیں نہ کرتے اور کفر
 اور شرک کی بجائے توحید کو اختیار کر لیتے۔ الغرض اس اللہ کے بندے کا پرزہ
 میں بھی قوم کے ساتھ غیر خواہی کا اظہار ہی کیا۔

ظالم قوم
 کی ہلاکت

آگے اللہ تعالیٰ نے اس ظالم قوم کی ہلاکت کا حال بیان کیا ہے۔ ارشاد
 ہوتا ہے وَمَا اَنْزَلْنَا عَلَیْ قَوْمِہٖ مِنْ بَعْدِہٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ
 السَّمَاءِ ہم نے اس ظالم قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہیں بھیجا جو انہیں ہلاک کرنا تھا
 کُنَّا مُنْزِلِیْنَ اور نہ ہی ہم دیا کوئی لشکر اترنے والے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ اس
 ظالم قوم کی ہلاکت کے لیے کسی فوج کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ اس کام کے لیے اِن
 مَکَانَتْ اِلَّا صِیْحَةً وَّاجِدَةً اکیس پنج ہی کافی تھی جو ہم نے بھیج دی فَادَّاهُمُ
 خَاصِدٌ وَّنْ ہیں اچانک وہ بچنے والے ہو گئے یعنی وہ اسی طرح صحنی تھی سے
 ہلایمٹ ہو گئے جس طرح دیکھتے ہوئے کوٹوں پر پانی ڈال دیا جائے تو وہ بکھر جاتے
 ہیں۔ مفسرین کو اہم فرماتے ہیں کہ اللہ نے ایک فرشتے کو بھیجا۔ جس نے شمر کے دروازے
 پر ہاتھ رکھ کر ایسی چیخ ماری کہ سب اہل امتی کے دل پھٹ گئے اور وہ ہلاک ہو گئے
 اُنْکے فرمایا یٰحَسْرۃ عَلَی الْعِبَادِ بندوں کی حالت پر افسوس ہے مَا یَا تِیْہُمُ
 مِّنْ رُّسُوْلٍ اِلَّا کَاٰنُوْا بِہٖ یَسْتَهْزِئُوْنَ کہ جب بھی ان کے پاس اللہ
 کا کوئی رسول آیا۔ انہوں نے اس کے ساتھ ہٹا ہی کیا۔ انہوں نے اللہ کے پیوں

کی دعوت پر نہ ترغیب کیا اور نہ انہیں قید کیا۔

اگلی آیت میں اللہ نے سخن نزولِ قرآن کے دامن کے شرکین کی طرف ہوتا ہے
 اور یہی بات ہر زمانہ کے لوگوں کے لیے بھی باعثِ عبرت ہے۔ أَلَمْ يَرَوْا كَرِهَ
اللَّهِ لِكُلِّ فِتْنَةٍ الْكَافِرِينَ کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے ہم نے
 کتنی جماعتوں کو ہلاک کیا ہے اور انہیں ہلاک کیا ہے اور انہیں ہلاک کیا ہے وہ ان
 کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے، وہ تباہ و برباد ہو گئے، اس دامن سے فتنہ ہو گئے۔
 اب وہ کہاں واپس آئیں گے؟ عَفَا وَأَنْفَا كَرِهَ کفر اور کفر اور کفر اور کفر
 اور نہیں کرتی مگر سب کے لیے ہمارے سامنے حاضر کیے جائیں گے، ہر شخص
 کو ہمارے سامنے پیش ہونا ہے۔ وہاں سب کے متعلق جزا اور سزا کے
 فیصلے ہوں گے اور مجرم نجات نہیں ملیں گے۔ یہ ترغیب و نفی جاری ہے کہ کفر و شرک
 کو چھوڑ کر ایمان قبول کر لو، ورنہ تمہارا حشر بھی پہلی قوموں سے مختلف نہیں ہو گا۔

والم ۲۳

سورہ نجم ۵

یلوت ۲۶

آیت ۲۳ ۲۴

وَاٰیۃٌ لَهُمُ الْاَرْضُ الْمِیۡتَةُۙ اَحٰیۡتُنِہَا وَاَخْرَجْنَا
 مِنْہَا حَبًا فَمِنْہُ یَاۡکُلُوۡنَ ﴿۲۳﴾ وَجَعَلْنَا
 فِیۡہَا جَلۡتَ مِنْۢ نَّحِیۡلٍ وَّاَعۡنَابٍ وَفَجَّرْنَا
 فِیۡہَا مِنَ الْعُیُوۡنِ ﴿۲۴﴾ لِّیَاۡکُلُوۡا مِنْ ثَمَرِہٖ
 وَمَا عَمِلۡتُمۡۤ اَیۡدِیۡہُمۡۙ اَفَلَا یَشکُرُوۡنَ ﴿۲۵﴾
 سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ خَلَقَ الْاَزۡوَاجَ کُلَّہَا مِمَّا
 تُنۡبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنۡفُسِہُمۡ وَمِمَّا لَا
 یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۶﴾ وَاٰیۃٌ لَهُمُ اللَّیۡلُۙ تَسۡلُخُ مِنْہُ
 النَّہَارُ فَاِذَا هُمۡ مُّظۡلِمُوۡنَ ﴿۲۷﴾ وَالشَّمۡسُ
 تَجۡرِیۡ لِسُتۡقَرَّٰتِہَاۙ ذٰلِکَ تَقَدِیۡرُ الْعَزِیۡزِ
 الْعَلِیۡمِ ﴿۲۸﴾ وَالْقَمَرَ قَدَرۡنَہُ مَنَازِلَ حَتّٰی
 عَادَ کَالْعُرۡجُوۡنِ الْقَدِیۡمِ ﴿۲۹﴾ لَا الشَّمۡسُ
 یَنْبَغِیۡ لَهَا اَنْ تُدۡرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّیۡلُ
 سَابِقُ النَّہَارِ وَکُلٌّ فِیۡ فَلَکٍ یَّسۡبَحُوۡنَ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: ان دروں کے لیے ایک نشان سرور زمین ہے

جسے ہم نے نذر کر دیا اللہ رکلا اس سے ناز

پس اس سے وہ کھاتے ہیں (۳۳) اور بنائے ہم نے اس
 میں باغات کھجوروں اور انگوروں کے ، اور چائے ہم نے
 اس میں چٹے (۳۴) اگر یہ کھائیں اس کے پھل سے ۔ اور
 نہیں بنایا اسے ان کے ہاتھوں نے ۔ کیا یہ لوگ شک
 ادا نہیں کرتے ؟ (۳۵) پاک ہے وہ ذات جس نے پیدا
 کیے جڑے سب کے سب جن کو زمین اگاتی ہے ، اور
 خود ان میں سے اور ان چیزوں میں سے جن کو یہ نہیں
 جانتے (۳۶) اسی رات بھی ان کے لیے نشانی ہے ، ہم
 کھینچ لیتے ہیں اس کو دن سے ۔ پس اچانک یہ اندھیر
 میں گر جاتے ہیں (۳۷) اور سورج چٹا ہے اپنے مستقر
 کے لیے ۔ یہ ہے اندازہ ٹھہرا ہوا زبردست اور علم والے
 پروردگار کا (۳۸) اور چاند کو ہم نے مقدر کیا ہے اس
 کو مختلف منزلیں ۔ یہاں تک کہ وہ لوٹ کر پرانی ہفتی
 کی طرح ہو جاوے (۳۹) نہ کہ سورج چاند کو پاسکتا
 ہے ورنہ رات جھفت کر لے وال ہے دن سے ۔ اور یہ
 سب اپنے اپنے مدار کے اندر تیر رہے ہیں (۴۰)

ساتھ کے رسول اللہ تعالیٰ نے ایک بستی والوں کا حال بیان کیا کہ ان
 کے پاس تین رسول آئے ، کہ ان کو توحید کی دعوت دی مگر ان اہل بستی نے ان
 رسولوں کو مبینہ طور پر قتل کر دیا ۔ پھر ان کے قتل کے دن پہ چوٹے
 ان سرسبز کی آئینہ برآئے ۔ کہے کہ یہ کفار سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا ، اور
 قوم کو بھایا کہ ان رسولوں کی مدد کرتے ہوئے شرک سے تائب ہو جاوے ، اور
 توحید خداوندی کو اختیار کرے ، اور یہی حال اس مرد مومن کے بھی خلافت ہو گئے ،
 اور اسے قتل کر دیا ، میرا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نوحہ کی طرح کی صورت

بظاہر

میں خذاب آیا جس سے سارے بدن دھڑک پڑے۔ خدایا اللہ تعالیٰ نے شرک کی تردید فرمائی اور توحید کا اثبات پیش کیا۔ جنہوں نے عمل کا یہی بھی پڑا۔ اللہ نے فرمایا کہ جب بھی کسی قوم کے پاس اللہ کا نبی آیا تو قوم نے اُس کے ساتھ ٹھٹھا ہی کیا اور اس کی روٹ کر ٹسکا دیا، مشرک لوگ نبی آخر الزمان کے ساتھ بھی یہی سلوک کرتے تھے۔ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے بہت سی قوموں کو اسی جرم کی پاداش میں ہلاک کیا۔ ان سب کو ایک دن ہمارے دربارِ حاضر ہوتا ہے جب ان کے حقائق و اعمال کے متعلق حتمی فیصلے ہوں گے۔

زمین کی
روئیدگی

ابہ الکی آیات میں اللہ تعالیٰ نے بعض دلائل بیان فرمائے ہیں جن سے وقوعِ قیامت اور توحید کا اثبات کچھ میں آسکتا ہے۔ ارشادِ ہر تمسبہ و آیت لَقَسْمٌ اَلَا تَرٰنَ الْمَيِّتَةَ ان لوگوں کے لیے مردہ زمین بھی بطور ایکب نشانی کے ہے اَخْبَيْنٰهَا جس کو ہم نے زندہ کیا وَاَخْبٰنَ جَنَازِمَهَا حَتّٰی پھر اس سے اناج نکلا یعنی دانے پیدا کیے فَسَمِعَتْ یا تَكَلَّمَتْ پس یہ لوگ اسی اناج کو اپنی غذا بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کی روئیدگی کا بہت سے مقامات پر ذکر کیا ہے کہ آسمان کی طرف سے پانی برسا کہ ہم نے زمین کو روئیدگی بخشی اور پھر اس سے پھل پھول، اناج، سبزی اور چارہ پیدا کیا۔

یہ آیت توحیدِ خداوندی کی دلیل ہے کہ آسمان کی طرف سے جہاں اور جس قدر چاہے پانی برسا کہ مردہ زمین کو زندہ کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور اس میں کسی دوسری ذات کو کوئی دخل نہیں ہے۔ اور یہی آیت وقوعِ قیامت کی دلیل اس طرح ملتی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ بارگاہ کے ذیلے مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے، اسی طرح وہ قیامت دئے دن تمام مردوں کو بھی زندہ کر کے اپنے سامنے لا کر اکرے گا۔ جڑواں زمین یہ بھی فرماتے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ خشک زمین کو تر و نازہ کر دیتا ہے۔ اسی طرح وہ اپنی مہربانی کے ساتھ مردہ دلوں یعنی گمراہ

دولت کو تہذیب دایت ایمان اور توحید کی توفیق بخش کر ان میں روحانی زندگی پیدا کرتا ہے جب اس میں اطاعت کا بیج پڑتا ہے تو اسے روحانی غذا بھی حاصل ہو جاتی ہے۔

فرمایا ہم نے مردہ زمین کو زندہ کر کے اس میں سے اناج اگایا۔ اس کے علاوہ وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنَّاتٍ مِّنْ نَّجِيلٍ وَأَعْنَابٍ ہم نے اس زمین میں کھجوریں اور انگوروں کے باغات لگائے۔ وَجَعَلْنَا فِيهَا حَبْثَ الْعِوْنِ اور آبلہ ضرورت کے لیے زمین میں پختے بھی جاری کر دیے۔ وَيَاقُوتَ السُّورِ اور چشموں کے پانی سے باغداروں کی پینے اور دھوونے کی ضروریات پوری ہوتی ہیں اور یہی پانی کھیتی باڑی کے کام آتا ہے جس سے تمام باغداروں کی غذائی ضروریات پوری ہوتی ہیں جس طرح زمین میں پانی سمجھ سے مگر بصورتِ باغات پیدا ہوتے ہیں، اسی طرح ذوق و شوق کے ساتھ ذکر الہی کرنے والوں کے دلوں میں حکمت و دانائی کے پختے جاری ہوتے ہیں اور انسانوں کے دلوں میں بارخ و بار پید ہوتے ہیں۔

فرمایا اناج اور باغات پیدا کرنے کا مقصد یہ ہے لِيَأْكُلُوا مِن ثَمَرِهِ تاکہ انسان اور جانور ان کا پھل کھائیں جو کہ ان کی زندگی کا بقا کے لیے ضروری ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ تامہ اور حکمتِ بالغہ کا فیضان ہے وَكُلُوا مِمَّا عَمِلْتُمْ أَيُّدِيهِمْ ان لوگوں کے ہاتھوں نے کچھ بھی نہیں بنایا یہ خود سوچیں کہ کیا بارش ہر سال دیا، سرسبز اور پختے انہوں نے جاری کیے ہیں؟ کیا پھل، پھول، اناج اور سبزہ انہوں نے پیدا کیا ہے، کیا کھجوروں اور انگوروں کی پیدائش ان کا کام ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہی پیدا کردہ ہے۔ جب یہ بات ہے تو أَعَتَذَرُونَ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا شکر کیوں نہیں ادا کرتے؟ انہوں نے کافر من تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی لاتعداد نعمتوں کو استعمال کرنے کے بعد اس کا شکریہ بھی ادا کرتے مگر اللہ نے فرمایا کہ اس کے شکوہ گزار بندے بہت کم ہیں، اور اکثر لوگ ان نعمتوں کا کفران ہی کرتے ہیں۔

انہی آیت میں اللہ نے اپنی قدرت کی ایک اور لٹانی بیان فرمائی ہے۔

جوڑوں کی
پیدا کرنے

سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا پاكیزہ ذات جس نے پیدا کیے
جڑے سب کے سب۔ ان میں سے بعض جڑے وہ ہیں جن کا تفتیش
الْأَرْضِ مَجْنُونٍ نہیں آگتی ہے زمین سے لگنے والی چیزوں میں اناج، پھل، پھول اور
پلوں اور دیگر نباتات ہیں۔ اللہ نے ہر ایک کے جڑے بنائے ہیں جن سے ان
کی نسل کے ملتی ہے۔ ہر درخت، پلوں اور جنرے کے زروادہ ہوتے ہیں جو کہ لاناؤ
ہو کر جانوروں کے لیے خوراک بنایا کرتے ہیں۔ وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ اَنْفُسُهُمْ اور خود ان
کی جانوں میں بھی جڑے پیدا کیے ہیں۔ اللہ کی مخلوق انسانوں، جنوں، پرنڈوں،
پرندوں وغیرہ سب کا اللہ نے جڑے جڑے پیدا کیا ہے اور پھر زروادہ کے طبق
سے ان کی نسل آگے چلائی ہے۔ اگر جڑوں کی بجائے صرف ٹری یا صرف مادہ ہوتے
تو بکے نسل ممکن نہ ہوتی۔ اور فرمایا ہم نے ان چیزوں کے بھی جڑے بنائے۔
وَمَا تَكُنْ لَآ يَفْكُمُونَ سَمِعْنَا كَرِهَ الْإِنْسَانُ مَا يُخْفَىٰ۔ اللہ کی کتنی ہی مخلوق
ہے جو زمین کی پشت پر ہمارے سامنے چلتی پھرتی ہے اور لاکھوں مخلوق ایسی بھی
ہے جو ہاری آسمانوں سے اوپر ہے اور ہم اُسے جانتے تک نہیں زمین کی تولا
اور مہندوں کی گہرائیوں میں بسنے والے کتے کیڑے مکوڑے ہیں جن کے نام تک سے
ہم واقف نہیں۔ اللہ نے اُن کو بھی جڑوں کی شکل میں پیدا کرنے کے بعد نسل کا
انتظام کر دیا ہے تو فرمایا ہم نے زمین میں ہر چیز کے جڑے پیدا کیے۔

ان معروف جڑوں کے علاوہ بعض غیر مرئی جڑے بھی اللہ نے بنائے ہیں
جی کہ ابدی، معروف اور منکر، اذہیر اور اجالا سب جڑے ہی تو ہیں۔ ہر چیز اپنی
صفت سے پہچانی جاتی ہے۔ چاکر مٹی کی پہچان بدی سے اور روشنی کی پہچان اذہیر سے
کے ذریعے ہوتی ہے۔ یہ سب اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں جس طرح اللہ نے
ان سب چیزوں کو پہلی دفعہ پیدا کیا ہے، اسی طرح مرنے کے بعد انسانوں کو دوبارہ
بھی زندہ کرے گا۔ وہ راستہ خداوندی ہر عیب، نقص اور شرک سے پاک ہے
سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ (الطہور - ۴۳) اللہ تعالیٰ ہر گزروی

سے منزہ ہے، وہ ذات ان تمام چیزوں سے بلند و برتر ہے۔

آگے اللہ نے اپنی قدرت کی ایک اور نشانی بیان فرمائی ہے **فَاَيَةُ لَهُمْ
الَّيْلُ رَأَتْ** بھی ان لوگوں کے لیے بطور ایک نشانِ قدرت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی
قدرتِ کاملہ سے رات اور دن کا ایسا نظام قائم کر رکھا ہے کہ جب انسان دن بھر
کی مشقت سے تھکا جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ رات کو بے آتے ہیں تاکہ وہ اس
دوران میں آرام کر کے اپنی تحلیل شدہ قوی بحال کر سکیں۔ چنانچہ جب لوگ آرام کرتا
چاہتے ہیں تو فرمایا **فَسَلِّحُوا مِنَ النَّهَارِ** تو ہم اس رات کو دن سے
کیچنی لیتے ہیں۔ جیسے دن کے بعد رات چھا جاتی ہے **فَاِذَا هُمْ مُظْلِمُونَ**
تو پامک لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دن اور رات کا نظام
خاص تناسب کے ساتھ قائم کر رکھا ہے۔ **سورة الضحیٰ** میں ہے **وَهُوَ الَّذِي
جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً** (آیت - ۶۳) اللہ کی ذات وہ ہے جس نے
رات اور دن کو آگے پیچھے آنے والا بنایا ہے۔ اللہ کے شکر گزرا بندے دونوں
اوقات سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اگر کوئی دن کے وقت غلطی ہو جاتی ہے۔ تو
رات کو معافی مانگ لیتے ہیں، اور اگر رات میں کوئی کوتاہی ہوئی تو اس کی تلافی
دن کے وقت کر لیتے ہیں۔ الغرض: رات اور دن اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں
سے ہیں۔ جن میں غور و فکر کر کے انسان اللہ کی وحدانیت کو پہچان سکتے ہیں۔

سورج اور
چاند کی
گردش

جس طرح رات اور دن کا نہایت موزوں نظام قائم ہے، اسی طرح فرمایا،
وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا اور سورج بھی اپنے مستقر یعنی ٹھکانے ہوئے
راستے پر چل رہا ہے۔ اگر مستقر سے مراد مستقرِ زمانی ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ سورج اپنے
مقررہ وقت تک محو سفر ہے اور قیامت کو اپنے مستقر پر پہنچ کر ختم ہو جائے گا۔ اللہ
کافران ہے **اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ** (التکویر - ۱) جب سورج بے نور
کر دیا جائے گا، یہ اس وقت تک اپنی رفتار سے چلتا ہے گا۔ اور اگر مستقر سے
مراد مستقرِ مکانی ہو تو معنی یہ ہوگا کہ سورج اپنے مدار میں مقررہ رفتار سے سفر کر رہا ہے

حضرت علیہ السلام کا فرقان ہے کہ سورج اپنی منزل کی طرف چہا رہتا ہے اور ہر رات عرش
 عظیم کے چیمے بڑھ کر سورج العرش میں سمجھ رہا ہوتا ہے، اور اپنی رفتار کو جاری رکھنے
 کی اجازت طلب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ملتی ہے اور وہ اپنی
 منزل کی طرف رواں دواں رہتا ہے، پھر ایک دہری آئے گا کہ حسب معمول سورج
 اللہ تعالیٰ سے اپنے سفر کے تسلسل کی اجازت طلب کرے گا تو حکم ہوگا کہ اپنی حرکت کر
 معکوس کر دو، چنانچہ سورج مشرق کی بجائے مغرب کی طرف چلے گا۔ اور دو پہر تک اس وقت
 رہے گا۔ لوگوں میں وحشت پیدا ہو جائے گی، وہ خوف کے طے ایمان کا استمرار
 کہہیں گے۔ مگر اس وقت کا ایمان ناقص ہے بل نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کی کوئی
 نیکی قبول ہوگی۔

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جب سورج اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب
 کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ اپنی رفتار روک کر ہی آیا کہتا ہوگا۔ جس کی وجہ سے اس کے
 معمول میں فرق آنا لازمی ہے مگر ایسا نہیں ہوتا اور آج تک سورج کی رفتار میں یکسانیت
 کے ہزاروں حصے کے برابر بھی فرق نہیں آیا، آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کے جواب
 میں مفسرین کا اجماع یہ ہے کہ سورج کی سمجھ رہی کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی
 شخص خواب میں کئی ایک کام انجام دیتا ہے مگر جسم میں اس کے دل کی حرکت اور اس کے
 ساتھ زندگی کا تعلق برابر قائم رہتا ہے اور اس میں سرور و فرق نہیں آتا۔ اسی طرح سورج
 بھی اپنے کام میں غلطی ڈالے بغیر اللہ تعالیٰ کی ہر رات سمجھ کر رہتا ہے۔ اس کے علاوہ
 مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور بعض دیگر صاحب علم و حکمت حضرات فرماتے ہیں کہ سورج اپنے
 سفر کے دوران ہر لمحہ سفر کے تسلسل کی اجازت طلب کرتا ہے اور بغیر اجازت ایک
 انچ بھی آگے نہیں بڑھتا۔ فرماتے ہیں کہ اسی اجازت طلبی کا نام ہی سمجھ رہا ہے جس کا ذکر

۱۔ ابن کثیر ص ۱۵۵ و عالم التنزیل ص ۳۶ و قرطبی ص ۱۵۲

(فیاض)

۲۔ روح المعانی ص ۱۵۵

مذکورہ حدیث میں آیا ہے۔

نظام

پرانے یونانی ماہرین فلکیات سات سیارے سورج، چاند، مریخ، زہرہ، مشتری، زحل اور عطارد دریافت کئے تھے، مگر موجودہ زمانے کے سائنسدانوں نے دوسرے سیارے پتھروں اور آئوس بھی دریافت کر لیے ہیں جس سے ان کی تعداد بڑھ کر نو ہو گئی ہے۔ ان سب کا تعلق نظام شمسی ہے اور یہ سارا نظام کہکشاں کا ایک حصہ ہے۔ ہر ایک ہر ایک ستاروں سے مل کر بننے والی ششکئی کہکشاں کہلاتی ہیں۔ ہر کہکشاں میں کمر وڑوں جگہ رول ستارے ہوتے ہیں اور پورا نظام شمسی کسی ایک کہکشاں کا جزو ہے۔ اس نظام میں سب سے بڑا سیارہ سورج ہے اور باقی سارے سیارے اس کے گرد چکر لگاتے ہیں، ہماری زمین سے تو اس نظام کا صرف ایک ہی چاند نظر آتا ہے مگر حقیقت میں سورج کے گرد اکتیس چاند گزرتے ہیں۔ زمین سے قریب ترین سیارہ چاند ہے جو یہاں سے دو لاکھ چالیس ہزار میل دور ہے۔ اگر ان دونوں کا درمیانی فاصلہ اس سے زیادہ ہوتا تو وہ فوائد حاصل نہ ہو سکتے جو اس وقت ہو رہے ہیں۔ مثال کے طور پر اگر چاند اور زمین کا درمیانی فاصلہ صرف پچاس ہزار میل ہوتا تو سمندر سے پانی کی اتنی لہریں اٹھتیں کہ پوری زمین کا کاروبار درہم برہم ہو جاتا کیونکہ اس وقت سمندروں میں جو مد و جزر پیدا ہو رہا ہے۔ وہ چاند کی دو لاکھ چالیس ہزار میل کی دوری کے اثرات سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر یہ فاصلہ کم ہو جائے تو چاند کے سمندر پر اثرات کی مقدار بڑھ جائے گی اور پانی پر رے کر ارض پر پھیل جائے گا۔

ہماری یہ زمین ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے حرکت کر رہی ہے۔ جس کی وجہ سے رات دن اور مختلف موسموں پیدا ہوتے ہیں۔ یہ کمزور ترین رفتار ہے کہ زمین پر سہنے والے جانداروں کے مناسب حال ہے۔ اگر یہی رفتار دس ہزار میل فی گھنٹہ ہو جائے تو دن اور رات صرف سو سو گھنٹے کے رہ جائیں۔ اور ان حالات میں زمین کے باشندوں کا استقرار ختم ہو کر رہ جائے اور وہ کوئی کام نہ کر سکیں۔ اس کے برخلاف اگر زمین کی رفتار صرف ایک سو میل فی گھنٹہ تک کم

ہو جائے تو ایک سو بیس گھنٹے کا دن اور اتنی لمبی ہی رات ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ اتنا لمبا عرصہ سورج کی تپش سے زندگی گزارنا مشکل ہو جاتا۔ اور رات اتنی لمبی ہوتی کہ جانداروں کو بھجھ کر کے رکھ دیتی اور زندگی کا سارا کاروبار ٹھپ ہو کر رہ جاتا۔ الغرض! اللہ تعالیٰ نے زمین اور دیگر سیاروں کی رفتار اس طریقے پر مقرر کی ہے۔ جو جانداروں کی زندگی کے لیے موزوں ترین ہے۔

فضا میں نظر آنے والے ستاروں کی تعداد اربوں اور کھربوں تک ہے مگر وہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ مدار میں مقررہ رفتار سے چل رہے ہیں۔ اس زمین پر تو ٹریفک میں ذرا سی بے قاعدگی ہو جائے تو بے شمار گاڑیاں آپس میں ٹکرا جاتی ہیں۔ مگر ستاروں اور سیاروں کا اتنا بہترین نظام اللہ نے قائم کیا ہے کہ ہر ستارہ اور سیارہ چل رہا ہے مگر آج تک کوئی حادثہ پیش نہیں آیا۔ جب تک اللہ کو منظور ہے۔ یہ نظام چلتا رہے گا اور جب وہ چاہے گا اس کو ختم کر کے عالم بالا کا نظام بنائے گا۔

فرمایا ذٰلِكَ تَعْدِيَةُ الْعَزِيزِ الْعَلِيِّ یہ غالب اور علم والے خدا کا ٹھہرایا ہوا اندازہ ہے جس کے مطابق یہ سارا نظام کام کر رہا ہے۔ فرمایا وَالْقَمَرَ قَدَرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ سورج کی طرح ہم نے چاند کی بھی منزلیں مقرر کر رکھی ہیں حتیٰ کہ وہ چلتے چلتے پُرانی ٹہنی کی طرح دبلا پتلا ہو جاتا ہے۔ پھر بڑھتے بڑھتے پورا چاند ہو جاتا ہے اور اس کے بعد پھر گھٹتے گھٹتے باریک سی شخ کے مانند ہو جاتا ہے۔ فرمایا سورج اور چاند کو یہ نظام اس طریقے سے مقرر کیا گیا ہے لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ کہ سورج چاند کو نہیں پہنچ سکتا وَلَا الْكَلْبُ سَابِقَ النَّهَارِ اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے بلکہ وَكُلٌّ فِيْ فِئَةٍ فَلَوْلَا يُضْحِیْنَ اِنَّ مِنْكُمْ ہر ایک اپنے اپنے مدار میں چل رہا ہے۔ حضرت شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں کہ

بطریقہ سوسکائیہ نظریہ غلط ہے کہ چاند دوسرے آسمان پر ہے، اور سورج چوتھے آسمان پر، بلکہ یہ سارے سیارے آسمانوں سے نیچے فضا میں تیر رہے ہیں۔ یہاں پر فلک سے مراد آسمان نہیں بلکہ مدارِ مَرُوس ہے جس میں یہ سارے گِرہ دُش کر رہے ہیں۔

وَايَةٌ لَهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلِّ
 الْمَشْحُونِ ③ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهِ مَا
 يَرْكَبُونَ ④ وَإِنْ نَشَأْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيحَ
 لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُونَ ⑤ إِلَّا رَحْمَةً
 مِنَّا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ⑥ وَإِذَا قِيلَ
 لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَمَا
 خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ⑦ وَمَا تَأْتِيهِمْ
 مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا
 مُعْرِضِينَ ⑧ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ انْفِقُوا مِنَّا
 رَزَقَكُمْ اللَّهُ ۖ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ
 آمَنُوا اطَّعِمُوا مَن لَّوِي شَاءَ اللَّهُ أَطْعَمَهُ
 إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ⑨ وَيَقُولُونَ
 مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ⑩
 مَا يَنْتَظِرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ
 وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ⑪ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ

تَوْصِيَةٌ وَلَا إِلَافَ أَهْلِهِمْ يَجْمَعُونَ ﴿٥٠﴾

ترجمہ :- اور ایک نثانی ان کے لیے یہ ہے کہ بیشک ہم نے اٹھایا ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں ﴿۴۱﴾ اور ہم نے پیدا کیں ان کے لیے اس جیسی چھری جن پر یہ سوار ہوتے ہیں ﴿۴۲﴾ اور اگر ہم چاہیں تو ان کو خرق کر دیں، پس کوئی نژاد کو پہنچنے والا نہ ہو، اور نہ ہی یہ چھڑنے جائیں ﴿۴۳﴾ مگر صبرانی ہے ہماری طرف سے، اور فائدہ اٹھانے کا سامان ایک وقت تک ﴿۴۴﴾ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ بجز اس چیز سے جو تمہارے سامنے ہے اور جو تمہارے پیچھے ہے، تاکہ تم پر رحم کیا جائے ﴿۴۵﴾ اور نہیں آتی ان کے پاس کوئی نثانی ان کے رب کی نائزل میں سے مگر اس سے اعراض کر لے گئے ہوتے ہیں ﴿۴۶﴾ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خرق کرو اس میں سے جو اٹھنے لگے تمہیں روزی دی ہے تو کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ان لوگوں سے جو ایمان لائے، کیا ہم کھلائیں اسی کو کہ اگر اللہ چاہتا تو اسے خود کھلا دیتا۔ نہیں ہو تم مگر کھلی گھر ہی میں ﴿۴۷﴾ اور کہتے ہیں کب ہو گا، یہ وعدہ اگر تم بچے ہو ﴿۴۸﴾ نہیں انتظار کرتے یہ مگر ایک ہی چیز کا جو پھڑ لے گی ان کو اور یہ آپس میں جھگڑا ہے ہوں گے ﴿۴۹﴾ پس نہ طاقت رکھیں گے یہ وصیت کرنے کے، اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر آسکیں گے ﴿۵۰﴾

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانیوں کا ذکر کیا۔ انہی نشانیوں سے وقوع قیامت پر بھی دلیل قائم ہوتی ہے اور ساتھ ساتھ اللہ کی وحدانیت بھی سمجھ میں آتی ہے۔ تمام نشانیوں کو یاد کرنے والا صرف اللہ وحدہ لا شریک ہی ہے۔ اللہ نے سورج اور چاند کا ذکر کیا۔ ہر چیز کے جوڑے جوڑے بنانے کا ذکر کیا۔ جن میں انسان، جانور اور نباتات وغیرہ سب شامل ہیں اور یہ ساری نشانیاں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیل ہیں۔

کشتی بچانے کی نشانی

آج کی پہلی آیت میں اللہ نے کشتی کو اپنی قدرت کی نشانی کے طور پر متعارف کرایا اور ارشاد ہوتا ہے۔ وَإِذْ كَلَّمْنَا نوحًا اور ان کے لیے ایک نشانی یہ بھی ہے أَنَّا جَعَلْنَا قُرْبَيْنَاكَ فِي الْفُلِّ الْمَشْهُورِ کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ اس کشتی سے مراد حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ہے جو آپ کے ارشاد کے اس حکم کی تعمیل میں بنائی وَاصْنَعِ الْفُلَ بِأَعْيُنِنَا (دھود - ۲۷) ہمارے حکم اور ہماری دیکھ بھال کے کشتی بناؤ۔ چنانچہ اللہ کے حکم کے مطابق نوح علیہ السلام نے بہت بڑی تین منزلہ کشتی تیار کی جس میں انسان اور جانور سوار چڑھ گئے اور اس طرح یہ کشتی بھر گئی جس کا ذکر مہال کیا گیا ہے۔ ذریت کا لفظ عربی زبان میں اولاد یا نسل کے لیے بولا جاتا ہے۔ اس لیے ہم نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ تاہم بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ لفظ ذریت اصداؤں میں سے ہے اور اس کا معنی اولاد بھی ہے اور آبادیاں بھی۔ اگر دو سرسختی کیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے ان کے آبادیوں کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ یہ معنی بھی درست ہے کہ اس وقت زمین پر آباد تمام لوگ انہی کشتی والوں کی اولاد ہیں، اور جو وہ نسل انسانی کے آبادیوں کو بھری کشتی والے لوگ ہیں۔ کشتی نوح اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے کہ اسی کے ذریعے اُس نے نسل انسانی کا انتظام کیا۔

فرمایا ایک ترہم کے کشتی بنائی وَخَلَقْنَا لَهُمُ مِنْ مِثْلِہٖ مَا یَرْکَبُونَ اور ہم نے ان کے لیے اس جیسی دیگر چیزیں بھی تخلیق کیں جن پر یہ سوار ہوتے ہیں۔ کشتی اور دیگر سواری کی چیزوں کی تخلیق کو اللہ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ اگرچہ ہر ملاحظہ ہر مصنوع انسانی ہاتھوں کی تیار کردہ ہے، مگر فی الحقیقت یہ اللہ تعالیٰ ہی کا فضل ہے جس نے ان کو عقل، فہم اور غور و فکر کی صلاحیت بخشی اور پھر ہر مصنوع کی صنعت کے لیے وسائل مہیا کیے ہیں۔ اس کی مثال سورۃ النحل میں بھی ملتی ہے۔

جہاں اللہ نے گھوڑے، گدھے اور دیگر جیسی سواریوں کا ذکر کر کے فرمایا یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ لَعَلَّکُمْ تَعْلَمُونَ (آیت ۸) اللہ تعالیٰ ایسی سواریاں پیدا کرتا ہے۔ یا آئندہ زمانے میں کرے گا۔ جنیں تم نہیں جانتے۔ چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ جدیدہ نقل و حمل کی ابتداء جس کشتی سے ہوئی، وہ کشتی ترقی کر چکا ہے۔ پہلے عام کشتیاں سمندر میں اور دریاؤں میں چلتی تھیں، پھر ڈوبائی کشتیاں معرض وجود میں آئیں۔ پھر بھاپ سے چلنے والے سیٹھربنے اور آج تیل سے چلنے والے لاکھوں ٹن وزن کی جہاز سمندر کی سطح پر رواں دواں ہیں۔ انہی جہازوں کی بدولت ہزاروں مسافر اور لاکھوں ٹن وزنی سامان ایک ملک سے دوسرے کی طرف منتقل ہو رہا ہے۔ یہی نہیں بلکہ جہاز نقطہ نظر سے طیارہ پر دار جہاز تک معرض وجود میں آچکے ہیں جن پر ہیکڑوں طیارے اتر سکتے اور پرواز کر سکتے ہیں۔ سمندر کی تہ میں چلنے والی آبدوزیں بھی بنائی جا چکی ہیں بلکہ اب تو یہ ایسی طاقت سے چلنے لگی ہیں۔ یہ سب کچھ کشتی کی ترقی یافتہ صورتیں ہیں جس کا بیان ذکر ہو رہا ہے۔

سمندروں کے علاوہ جنگی پر چلنے والی لاکھوں سواریاں بھی ایجاد ہو چکی ہیں۔ ان میں غارتگر سے کھینچنے والی سواریوں کے علاوہ خورد کار سائیکل، موٹر سائیکل، ریل گاڑی، ٹرک، ٹریک اور بکتر بند گاڑیاں ہیں جو اس وقت انسانی استعمال میں ہیں۔ ہوا میں اڑنے والے ہوائی جہاز اور جہیل کا پٹر ہیں۔ جو ہم فضا میں بلند ہوتے دیکھ سہے ہیں۔ یہ نقل و حمل کے ذرائع میں سے تیز ترین ذریعہ ہیں اور ان کی وجہ سے پوری دنیا سمٹ کر رہ گئی ہے۔

عبرہ ازین اب تو زمین کی فضائی حدود سے پار دیکھ کر میاؤں تک کے نیلے
پہاڑوں پر رہی ہیں، بڑے بڑے رکتوں اور فضائی کارپوں کی در سے انسان چاند
تک پہنچ چکے ہیں اور آگے مزید تک پہنچنے کے پروگرام بن رہے ہیں۔ غرضیکہ گذشتہ
ایک صدی میں دیگر ضروریات زندگی کی طرح ذرائع نقل و حمل میں بھی بے تحاشا ترقی
ہوئی ہے۔ یہ سب کچھ لوح علیہ السلام کی اولین کشتی کی ترقی یافتہ صورتیں ہیں۔

زمین پر برقی ہوئی ٹریفک اور اس سے خارج ہونے والے دھواں اور اسی
طرح کا بخاروں کی چھپیروں سے بھرنے والے زہریلے مادہ نے اڑن کی آلودگی کا نیا مسئلہ
پیدا کر دیا ہے۔ ابھی دو سال کی بات ہے کہ بھوپال کی ایک فیکٹری میں گیس کا سنڈر
پھٹنے سے ہزاروں آدمی مٹا دیے گئے اور سینکڑوں کی تعداد میں موت کی آغوش
میں چلے گئے اور اس میں ایٹمی تابکاری کے استعمال سے سینکڑوں آدمی ہلاک
ہو گئے۔ اسی وجہ سے اب سائنس دان یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ ماحول میں
آلودگی پیدا نہ کرنے والی صنعت کو زمین سے اٹھا کر فضا میں قائم کر دیا جائے۔
تاکہ لوگ کیمیائی مادوں کے نقصان سے بچ سکیں۔ بہر حال یہ ساری سواریاں اللہ
کی قدرت کے غور سے ہیں جن کی طرف اس آیت میں اشارہ کر دیا گیا ہے۔

حفاظتِ فضا
میرتِ خداوندی

فَرَمَاوَاتِیْ نَسْأَلُکُمْ فِیْہُمْ اَکْرَمُ جَاہِیْنَ تَوْکِیْمِیْنَ اَوْ جَاہِیْنَ
سواروں کو پانی میں غرق کر دیں۔ دنیا میں اُسے دن عزت آتی ہے واقعات پیش آتے
رہتے ہیں۔ چھوٹی کشتیوں کے علاوہ بعض بڑے بڑے جہاز بھی کسی حادثہ کا شکار ہو
کر ڈوب جاتے ہیں۔ کبھی کسی چٹان سے کوئی جہاز ٹکرائے تو کسی درجہ باز آپس میں ٹکرا
گئے۔ بعض اوقات آگ لگ جاتی ہے اور کشتی یا جہاز ڈوب جاتا ہے۔ غرض
اگر ہم کسی کو غرق کرنا چاہیں هَلَّا مَرَجَ لَہُمْ تو ان کا فریاد کو پہنچنے والا کوئی نہ
ہو۔ وَلَا هُمْ یَنْقُذُوْنَہُ اور نہ ہی وہ چھوڑے جاسکیں، بِعِلَّا الشَّرِّ فِیْہِ
کے بغیر کوئی کسی کی مدد کر سکتا ہے اور مصیبت سے نجات دلا سکتا ہے؟ اس سے
ترجید کا مسئلہ بھی کھڑا ہوتا ہے۔ تم مصیبت کے وقت لاکھ کسی دلی دلیا،

کسی جن فرشتے، زندہ یا مردہ انسان کو یاد کوئی بھی تمہیں موت کے منہ سے نہیں بچا سکتا۔ اِلَّا وَفَتْحًا مِنَّا ہمارے مہربانی کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا۔ جب ہم کسی کو بچانا چاہتے ہیں تو پھر اس کے لیے مافوق الاسباب سلاں بھی میا کر دیتے ہیں۔ لَرَّایَا وَفَتْحًا عَلَیْہِ جِئْنَا بِمِیْمِنٍ پھر ہم ایک مقررہ وقت تک فائدہ اٹھانے کی ہمت دے دیتے ہیں۔ اللہ نے ہر مخلوق کو ایک مقررہ وقت تک زندگی عطا کی ہے جس کے دوران وہ اس دنیا کی نعمتوں سے مستفید ہوتی رہتی ہے۔ پھر جب وہ وقت آجاتا ہے تو تمام اسباب دھڑے کے دھڑے رہ جاتے ہیں اور ان کا ختم ہو جاتے ہیں۔ بہر حال ہر جاندار کی زندگی اللہ کی رحمت کی محتاج ہے۔

ارشاد ہوتا ہے وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتغُوا لَهُ الْوَسِيلَ کہ جسے کہنا شروع ہوا کہ تم اللہ سے ڈرو اور اس کے واسطے تلاش کرو۔

لنگر کی اکثریت پر افسوس ہے کہ وہ نہ تو نشانات قدرت میں غور و فکر کرتے ہیں اور نہ ہی نجات کے لیے کوئی جیلہ کرتے ہیں۔ بلکہ فرمایا وَمَا كَانَتْهُمْ قَوْمٌ اِيْتَوْهُنَّ اِلَّا هَكَذَا لَوْ كُنَّا اَعْيُنًا لَمَكُنَّا بِمَعْرِضَيْنِ اور نہیں آئی ان کے پاس کوئی نشانی اُن کے پیر و دھار کی نشانیوں میں سے مگر وہ خود

وہ کسی کو بالواسطہ عطا کرنا ہے اور کسی کو بلا واسطہ۔ انفیاء کو بلا واسطہ ملنے کو حکم دینا ہے کہ اس میں سے محتاجوں کی خدمت بھی کرو۔ اب امیر آدمی کے مال میں سے زکوٰۃ صدقات کی صورت میں جو غریب آدمی کو پہنچے وہ بالواسطہ ہو گیا، اور ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عطا۔ البتہ مال میں کمی بیشی میں اللہ کی حکمت یہ ہے کہ وہ مال ملے کہ بھی آزنا ہے اور اس سے محروم کر کے بھی آزمائش میں ڈالتا ہے۔ سورۃ الانبیاء میں ہے۔ قُلْ مَن لَّوْكَم مَّا فَلَاحُنَا وَالشَّرَّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةٌ رَّأَيْتُمْ (۱۲۵) ہم تمہیں برائی اور بھلائی ہر دو طریقوں سے آزماتے ہیں۔ وہ انفیاء کو مال ملے کہ آزنا ہے کہ وہ اس کے حقوق کس حد تک پورے کرتے ہیں۔ اور غریب کو محروم کر کے آزماتا ہے کہ وہ کس حد تک صبر کا مظاہرہ کرتے ہیں اور کیا وہ رزقِ حلال کی تلاش میں نکلتے ہیں یا چھ دیوار کا اندھو کہ وہی کا پیشہ اختیار کرتے ہیں بعض لوگوں کو امیر اور بعض لوگوں کو غریب بنانے کی ایک حکمت یہ ہے کہ مخلوق کی معیشت کا دار و دار ایسی قسم کی تقسیم پر ہے اگر سب کے سب امیر ہی ہوتے تو پھر مزدوری کون کرے، کاشتکاری کون کرے اور کارخانے کیسے چلتے اسی طرح اگر سب کے سب غنی ہوتے تو وہ اپنی احتیاج کس سے پوری کرتے؟ اس طرح بھی قدری کا نظام قائم نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کسی کو کاہنے دار اور کسی کو مزدور بنادیا کسی کو زمین کا مالک اور کسی کو کوکے بنادیا اور اس طرح دنیا کے قدری کی گاڑی چل رہی ہے۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ إِنَّ آتِنَاهُمُ إِلَّا خِفَ فَتَلِيلٌ مُّبِينٌ کے الفاظ لفظ و شکرین کا فطری نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو اپنے بندوں پر واضح کرنا چاہتا ہے کہ تم کیسی گمراہی کی باتیں کر رہے ہو حقیقت میں رازق تو ہر مخلوق کا اللہ تعالیٰ ہی ہے احم نے ہدزی رسانی کے مختلف ذرائع مقرر کر رکھے ہیں جن کے واسطے سے وہ ہر ایک کو اس کے حقے کا رزق پہنچا رہا ہے۔ تم اس کی حکمت کو نہیں جانتے۔

بعض لوگ ازراہ تعصب اور غدار کہتے تھے وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ
إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ اگر تم اپنے وعدے میں پکے ہو تو بلاؤ کہ وعدہ کیا
اور محاسبہ اعمال کا وعدہ کب پورا ہوگا۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ لوگ اپنی حقارت کی وجہ سے
اس قسم کے سوال کرتے ہیں۔ جب ہمارا وعدہ پورا ہونے کا وقت آئے گا، تو
ان کو گھڑی بھر بھی صلیت نہیں پڑے گی۔ فَسَرَّيَا مَا يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً
وَأُجْدَةً یہ لوگ نہیں انتظار کرتے مگر ایک ہی چیخ کا قلعہ ڈھکے جو ان
کو کچلے گی وَهُمْ يَخِيفَتُهُمْ اس حالت میں کہ یہ آپس میں جھگڑا کر
تے ہوئے فرمایا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دلائل میں غمزدگی کو کرنے کی بجائے تعصب
اور غما کی بنا پر غرور و تکبر والی بات کر رہے ہیں اور اپنی سوال کرتے ہیں۔ جب ہماری
گرفت آئے گی، تو پھر کب بے چارے ٹکڑے ٹکڑے کی ضرورت نہیں پڑے گی بلکہ ان کے
لیے ایک چیخ ہی کافی ہے جو ان کا کام تمام کر دے گی۔ مگر سشد آیات میں
صیبِ نجات کا وعدہ بھی بیان ہو چکا ہے إِنْ كُنْتُمْ إِلَّا صَيْحَةً وَأُجْدَةً
فَإِذَا هُمْ يَخُذُونَ (آیت ۲۹) فرشتے نے ایک ہی چیخ
ماری تو وہ نافرمان اس طرح غیاسیٹ ہو گئے جس طرح جلتے ہوئے کوٹے پانی
ڈالنے سے کچھ جاتے ہیں۔

فرمایا جب خدا تعالیٰ کی گرفت آتی ہے تو ہر کسی کو نیچلنے کا موقع نہیں
لَمَّا هَمَّ بِتَطْيَعُونَ تَوْصِيَةً پھر نہ تروہ کوئی وصیت ہی کر سکتے
ہیں کہ میرے بعد فلاں کام اس طرح کر لیں یا میرے مال کو اس طرح صرف
کرنا چاہئے تا تو موقع نہیں ملتا وَلَا أَهْلِيهِمْ يَنْجِعُونَ
اور نہ ہی وہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر آ سکتے ہیں کہ ان سے کوئی بستی کر میں
کوئی شخص بازار میں ہوا مکان میں، کھیت میں ہو یا گناہ میں دفتر میں ہو یا سفر کر
رہا ہو، جہاں کہیں بھی ہوتا ہے، اللہ کی گرفت وہیں آجاتی ہے۔ اور انہیں ذرا بھر
بھی صلیت نہیں ملتی۔ فرمایا قیامت کے متعلق پوچھ کر کیا یہ لوگ ایسے اچانک وقت کا
انتظار کر رہے ہیں؟

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَإِذَا هُمْ مِنَ الْأَجْدَاثِ
 إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ ﴿٥١﴾ قَالُوا يُوَيْلَنَا
 مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَرْقَدِنَا ۚ هَذَا مَا وَعَدَ
 الرَّحْمَنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ﴿٥٢﴾ إِنْ كَانَتْ
 إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَدَيْنَا
 مُحْضَرُونَ ﴿٥٣﴾ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا
 وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٥٤﴾
 إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ
 فَاكِهُِونَ ﴿٥٥﴾ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي
 ظِلِّ عَلَى الْأَرْبَابِ مُتَكُونَ ﴿٥٦﴾ لَهُمْ فِيهَا
 فَاكِهَةٌ وَلَهُمْ مَا يَدْعُونَ ﴿٥٧﴾ سَلَامٌ قَوْلًا
 مِنْ رَبِّ رَحِيمٍ ﴿٥٨﴾ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا
 الْمُجْرِمُونَ ﴿٥٩﴾

توجہ دے اور پھونکا جائے گا صور میں ، پس اچانک وہ
 لوگ قبروں سے اٹھ کر اپنے پیور دگار کی طرف دوڑیں
 گے ﴿۵۱﴾ کہیں گے ، افسوس ہمارا ، کس نے اٹھایا ہمیں

ہماری خراب گماہوں سے یہ وہ چیز ہے جو وعدہ نیا ہے
 خدائے رحمان نے اور سچ کہا ہے اس کے رسولوں نے (۵۲)
 نہیں ہے مگر ایک ہی بیج اچانک وہ سب کے سب
 ہمارے پاس حاضر کیے جائیں گے (۵۳) پس آج نہیں
 ظلم کیا جائے گا کسی نفس پر کچھ بھی ۔ اور نہیں بدلہ
 دیا جائے گا تم کو مگر وہ جو تم عمل کرتے تھے (۵۴) بیشک
 جنت والے لوگ آج کے دن مشغول ہیں ہوں گے ، اور آپس
 میں باتیں کر رہے ہوں گے (۵۵) وہ اور ان کی بیویاں سایوں
 میں تختوں پر تکیے لگانے والے ہوں گے (۵۶) ان کے
 لیے ان میں پھل ہوں گے اور ان کے لیے ہر وہ چیز
 ہوگی جو وہ طلب کریں گے (۵۷) اور سلام ہوگا ، ایک
 بات رب رحیم کی طرف سے (۵۸) اور رحیم ہوگا انکے
 ہو جاؤ آج کے دن اے گنہگارو! (۵۹)

ربط آیات

اپنی آیات قدرت بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کی
 خدمت بیان فرمائی اور یہ بھی کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آگے پیش آنے والے حالات
 کے لیے کچھ تیاری کر لو ، اور جو اعمال دیکھو چھوڑ آئے ہو ان کے متعلق بھی غور و فکر کرو
 تاکہ تم پر رحم کیا جائے قریہ لوگ نشانات قدرت دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے بلکہ
 اللہ اعتراض کرنے لگتے ہیں ۔ پھر اللہ نے ان میں سے مالداروں کی حالت کا ذکر
 بھی کیا کہ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی عطا کردہ روزی میں سے غریب اور مساکین
 پر بھی خرچ کرو تو کہتے ہیں کہ جن کو خود خدا تعالیٰ بھوکا رکھنا چاہتا ہے یعنی ان کو نادر
 بنایا ہے ، بھلا ہم ان کی اعانت کریں ۔ اللہ نے فرمایا کہ یہ تو نہایت ہی گمراہی
 کی بات ہے ، بلاشبہ ہر مالدار کا روزی رسال اللہ تعالیٰ ہی ہے ۔ مگر یہ افسس
 کا طریق کار ہے کہ کسی کو بلا واسطہ روزی پہنچاتا ہے اور کسی کو بلا واسطہ وہ ان محتاجوں

کو الارادوں کے واسطے سے رخصت کیا جاتا ہے۔ یہ عیسیٰ بن ماریہ سے ان کا حق ادا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ نیز اللہ نے یہ فرمایا کہ وہ ہر ایک کی آزمائش کرتا ہے۔ کسی کو مال و دولت دے کر آٹا ہے اور کسی کو محروم رکھ کر آزمائش میں ڈالتا ہے۔ پھر اللہ نے قیامت کا ذکر بھی کیا کہ کافر لوگ اس کا نسخہ اڑاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اگر واقعی قیامت آئے مٹا دیں اور محاسب اعمال ہونے والا ہے تو وہ قیامت کیوں نہیں جاتی۔ اللہ نے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے۔ قیامت بھی اپنے مقررہ وقت پر ہی آئے گی۔ جب وہ وارد ہو جائیگی تو پھر کسی کو ایک گھڑی بھی عرصہ ملت نہیں ملے گی۔ نہ کہ کوئی شخص نہ تو کوئی وصیت کر سکے گا اور نہ ہی اپنے گھروالوں کے پاس لوٹ سکے گا کہ ان کے ساتھ کوئی بات چیت ہی کر لے۔ بلکہ جس مقام پر بھی ہوگا، وہی اس کو ختم کر دیا جائے گا۔

وقوع قیامت
اور بعثت

اب آج کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے وقوع قیامت اور لوگوں کی بعثت کے متعلق بعض حالات ذکر کیے ہیں۔ اور اشارہ ہوا ہے وَنُفِخ فِي الصُّورِ اور صور میں پھونکا جائے گا۔ وقوع قیامت کا عمل صور پھونکنے سے ہوگا۔ اللہ کا ایک فرشتہ منجلیں بینگ کی شکل کا ایک جگن تھا ہے کھڑا ہے اور منتظر ہے کہ کب اللہ کا حکم ہو تو وہ اس صور میں پھونک جائے۔ جب یہ صور پھونکا جائے گا تو اس سے سارے جادو ہلاک ہو جائیں گے۔ قرآن پاک میں موجود ہے کہ صور دھنور پھونکا جائے گا اور دونوں کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہوگا۔ جب پہلی دھنور صور پھونکا جائیگا تو ہر چیز فنا ہو جائیگی، پھر پچیس سال کے بعد جب دوسری دھنور صور پھونکا جائے گا تو تمام لوگ قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور میدانِ حشر میں اپنے رب کے حضور پیش ہو جائیں گے۔ اس مقام پر اسی دور کے صور پھونکنے کا ذکر ہوا ہے کہ جب صور پھونکا جائے گا فَإِذَا هُمْ مِنَ الْأَجْدَاثِ

الْحَالِ كَيْفَ يَكُونُ تَرَابُكُم سَبَّ لِرُكَّ قُبُورِهِمْ اے اللہ کرپنے
رب کی طرف دھڑتے ہوئے جاؤ گے، اس طرف سے آواز آرہی ہوگی۔ اُس
طرف دھڑتے ہوئے جاؤ گے۔ سورۃ المعارج میں ہے کہ اس تیزی کے ساتھ
لوگوں کے کانٹھوں کو اُٹھائے گا یَوْفُضُونَ وَاٰیٰتِ ۱۴۳۔ بھیجے لشکاری
شکار کے مال کی طرف یا تیرپنے لٹنے کی طرف تیزی سے جانا ہے۔ اُس وقت
مادی مخلوق نعت پریشانی میں مبتلا ہوگی، قرآن میں اس کی تفصیلات موجود ہیں کہ نعت
وحدیپ، اُس کی تپش، ارگرد کا عظیم اجتماع اور جھوک پیاس کی شدت ہوگی اور لوگ نعت
محبوبت کے عالم میں ہوں گے۔

اے اُس وقت قَالُوا یٰوٰیْلَکَ اَھٰنْ بُعِثْنَا مِنْ مِّنْ قَدْ دَنَا
کیس نے اُٹھے افسوس! ہماری خواب گاہوں سے ہمیں کس نے اٹھا دیا۔ مرقد
لیٹنے یا آرام کرنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ صور پھونکے جانے کے بعد جب لوگ اپنا تک
اٹھ کھڑے ہوں گے اور وہ اُسے اپنے آرام میں غفل تصور کریں گے۔ یہاں پر اشکال
دلدادہ ہوتا ہے کہ قبر کی زندگی کو بنیادی زندگی سمجھیں ہیں ہر ایک وجہ کو جزا اور جزا کا احساس
بھی ہوتا رہتا ہے مگر آیت زیر درجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سب لوگ مکمل آرام کی حالت
میں ہوں گے اور وہ صور میں پھونکنے سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ مرنے کے بعد برزخ
کی جزا یا سزا آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور یہ چیز اہل سنت و اہل
کے عقیدے میں داخل ہے۔ یہ جزا یا سزا محمدی نوعیت کی اور عارضی ہوگی جب کہ حقیقی
جزا یا سزا اسی دنیا میں جزائے عمل کا فیصلہ ہونے کے بعد شروع ہوگی، مفسرین کرام
اس اشکال کو مد طریقے سے رفع کرتے ہیں، پہلی بات قریہ نہ ملنے پر کہ پہلے ضرر
پھونکنے جانے کے بعد دوسرے صور تک چالیس سال کے عرصہ میں کوئی تواب
یا عذاب نہیں ہوگا۔ گویا اس دوران سزا موقوف ہے گی۔ پھر جب لوگ دوبارہ اُٹھیں

گے تو محسوس کریں گے کہ وہ تو آرام سے سوئے ہوئے تھے، یہ کس نے جگا کر ان کے آرام میں خلل ڈالا۔

مفسرین کہتے ہیں اس کی دوسری تفسیر یہ بیان کرتے ہیں کہ بزمِ شادی کی سزا تو معمولی عینیت کی ہوگی، پھر جب وہ دوبارہ اٹھ کر حشر کی سختی کو دیکھیں گے تو وہ بزمِ شادی کی سزا کو قبول نہیں کریں گے، مگر یا انہیں کوئی سزا ملے گی یا نہیں ملے گی، لہذا وہ کہیں گے کہ ہمیں خراب گاہروں سے کس نے جگا دیا۔ ہم تو آرام سے سوئے ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا هَذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمَسْكُوْنُ یہی وہ چیز ہے جن کا وعدہ خدا نے رحمان نے کیا تھا اور جس کے خدا کے رسولوں نے سچ فرمایا تھا کہ ایک ایسا دن آنے والا ہے جب تم سب قبروں سے دوبارہ اٹھائے جاؤ گے، پھر حساب کتاب کی منزل آئے گی۔ اور ہر ایک کو اپنے اپنے کیے کا بدلہ ملے گا۔ پھر کہا ہوگا اِنَّ مَخَانَتِ الْاَصْفَحَةِ وَابْعَدَ اَيَّامٍ ایک ہی آواز آئے گی فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ پس آپاٹک سب کے سب ہمارے پاس حاضر کر دیئے جائیں گے۔ صاف پھر نکلنے کی دیر ہے کہ ہر شخص بھاگ بھاگ اللہ کے سامنے پیش ہوگا پھر ہر ایک کا حساب ہوگا اور جزا یا سزا کے فیصلے ہوں گے۔ کوئی تنفس اور حراست بھاگ نہیں سکے گا۔ دنیا میں تو منظم رویہ پیش یا مسترحہ بھی بھلاتے ہیں مگر وہاں کوئی ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکے گا جب تک کہ اس کا فیصلہ نہ ہو جائے۔

فرمایا فَالْيَوْمَ لَا تَخْطَلُهُمْ نَفْسٌ شَيْئًا اس دن کسی جان پر کوئی ظلم و زیادتی نہیں ہوگی، بلکہ ہر فرد کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ اس دن کسی کی ذمہ داری بھی کوئی بھی ضائع نہیں ہوگی۔ اور نہ ہی کسی بُرائی کی چھوٹ ہوگی بلکہ سب کو مکمل جزا یا سزا ملے گی۔ وَلَا يَحْزَنُوْنَ لِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

جزا کا محل

اللہ فرمائے گا کہ اے جنت والو! میری طرف سے تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سلامتی
 نصیب ہو۔ سورۃ النحل میں فرشتوں کے سلام کا ذکر بھی آتا ہے۔ جب فرشتے ایک
 لوگوں کی روح قبض کرتے ہیں یہ قولوں سَلَامٌ عَلَيْكُمْ اَدْخَلُوا الْجَنَّةَ
 بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (آیت ۱۳۲) تو کہتے ہیں تم پر سلامتی ہو۔ جنت میں داخل ہو جاؤ
 ان اعمال کے بدلے میں جو تم انجام دیا کرتے تھے۔ پھر جنتی آپس میں بھی ایک
 دوسرے کے لیے سلامتی کی دعاؤں کریں گے، سورۃ یونس میں ہے دَعُوا مُسَلِّمًا
 فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّاتُهَا سَلَامٌ (آیت ۱۰) جب جنتی جنت
 کی نعمتوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے سبحان اللہ اور وہ ان کی آپس میں دعا السلام علیکم
 ہوگی۔ لیکن جنت والوں کو سب سے زیادہ خوشی اس بات کی ہوگی کہ اللہ فرمائے گا۔ میرے
 بندو! میری طرف سے تم پر ہمیشہ کے لیے سلامتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ
 اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے جبریل! اُحِلَّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِي فَلَآ اَسْخَطُ عَلَيْكُمْ
 لَعْنَةً اَبَدًا میں اپنی رضا اور خوشنودی تم پر اتارتا ہوں۔ اس کے بعد تم پر کبھی
 ناراض نہیں ہوگا ہمیشہ خوش ہی رہوں گا۔ یہ اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہوگی۔
 پھر حکم ہوگا وَاَمَّا زَوْا الْيَوْمَ اَنتُمْ الْمَجْنُونُونَ اے گنہگارو!
 شرک، کفر، بدعت، اور معاصی کا ارتکاب کرنے والو! اپنی معاف عینہ بنا لو۔
 دنیا میں تو نیک و بد سب ملے جاتے تھے مگر آج تم عینہ ہو جاؤ کہ تمہارا راستہ نیکی کا رستہ
 سے الگ ہے اور تمہارا ٹھکانا بھی مختلف ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے محاسبہ
 کرے گا۔ یہ نہایت مشکل گھڑی اور پریشانی کا عالم ہوگا۔ اور مجبروں کے لیے بڑی
 کٹھن منزل ہوگی۔

مجبروں کی
 عینہ کی

وَمَالِ ٢٣

مُسْتَمِر ٨

يُنْتَبِ ٢٦

آيَت ٢٠ ٢٨٢

أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَبْنَئِ أَدَمَ إِلَّا تَعْبُدُوا
 الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ②٠ وَأَنْ
 اعْبُدُونِي هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ②١ وَلَقَدْ
 أَضَلَّ مِنْكُمْ جِيلًا كَثِيرًا أَفَلَمْ تَكُونُوا
 تَعْقِلُونَ ②٢ هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ
 تُوعَدُونَ ②٣ اصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ
 تَكْفُرُونَ ②٤ الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَى أَفْوَاهِهِمْ
 وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَنَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ
 بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ②٥ وَلَوْ نَشَاءُ
 لَطَمَسْنَا عَلَى أَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ
 فَأَلَى يَبْصُرُونَ ②٦ وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنَاهُمْ
 عَلَى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوا مُضِيًّا
 وَلَا يَرْجِعُونَ ②٧ وَمَنْ تَعْبِرُهُ نَكِيسُهُ فِي
 الْخَلْقِ أَفَلَا يَعْقِلُونَ ②٨

توجہ نہ کیا میں نے تم کو نہیں کہہ رکھا تھا اے بنی آدم! کہ نہ عبادت کرنا شیطان کی، بلیک وہ تمہارا کٹلا دشمن ہے (۶۰) اور یہ کہ تم صرف میری عبادت کرنا، یہی سیدھی راہ ہے (۶۱) اور البتہ تحقیق مجراہ کیا تم میں سے بہت سی مخلوق کو کہ کیا تم اتنی بھی عقل نہیں رکھتے (۶۲) یہ ہے وہ جہنم جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا (۶۳) داخل ہو جاؤ اس میں آج کے دن اس کے بدلے میں جو تم کفر کیا کرتے تھے (۶۴) آج ہم سرنگا دیں گے ان کے سونوں پر اور کلام کریں گے ہمارے سامنے ان کے ہاتھ اور گڑبڑ دیں گے ان کے پاؤں جو کچھ وہ کہاتے تھے (۶۵) اور اگر ہم چاہیں تو مٹا دیں ان کی آنکھوں کو، پس وہ دھڑکیں گے راستے کا طرف، پھر کہاں دیکھ سکیں گے؟ (۶۶) اور اگر ہم چاہیں تو مسخ کر دیں ان کی شکلوں کو ان کے ٹھکانے پر ہی، پس نہ طاقت رکھیں وہ چلنے کی اور نہ واپس لوٹ سکیں (۶۷) اور جس کو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں اس کو اٹا کر دیتے ہیں پیدائش میں، کیا یہ لوگ سمجھ نہیں سکتے؟ (۶۸)

گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کا بدلہ اور روز محشر کا کچھ حال بیان فرمایا تھا۔ جب صور نانی پھونکا جائے گا تو لوگ اپنی قبروں سے عاب کلاب کے لیے نکلیں گے۔ پھر ہر ایک کا محاسبہ ہوگا۔ ہر شخص کیلئے اس کے عقیدے اور عمل کے مطابق جزا یا سزا کا فیصلہ ہوگا اور کسی کے ساتھ کوئی نوازتی نہیں ہوگی۔ پھر جن لوگوں کے لیے جہنم کا فیصلہ ہوگا، وہ نہایت ہی آرام و راحت میں ہوں گے اور انہیں ان کی ہر مطلوب چیز

یہ آیات

حیا کی جائے گی۔ اس کے علاوہ ان پر ان کے پروردگار کی طرف سے سلام ہوگا۔ برصاف
اس کے اس روز مجرموں اور گنہگاروں کو حکم ہوگا کہ تم آگاہ ہو جاؤ اور اپنی پلڑہ صاف
بنالو۔ پھر ان کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

شیطان کی
اطاعت

مجرموں کی علامہ صفت بندی کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ان سے مخاطب ہو کر فرمے
﴿اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ بِيَوْمِ اٰدَمَ لَئِنْ اٰتٰكُمْ مِنْ بَيْنِ يَدَيْنِ سُلٰلٰتٍ لَّا تَلْبِسُوا صٰلِحًا بِظٰلِمٍ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ مُّسْمِعِيْنَ﴾
عمر نہیں یا تمہاری تعین تھیں یہ بات نہیں سمجھائی تھی اَلَا تَقْبَلُوْنَ وَالشَّيْطٰنُ
کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا۔ کیونکہ اِنَّكُمْ لَكُمْ عِدُوٌّ مُّبِيْنٌ
وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اللہ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد پوری اولاد آدم
سے یہ کہہ دیا تھا کہ شیطان سے جوڑ رہنا اور اس کے جھانے میں نہ آنا۔ یہ تمہیں
پر غلامی کا کوئی موقع ملے گا۔ پھر سے نہیں ملے گا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے
اللہ نے خصوصی طور پر فرمایا تھا قُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اَنْۢ اٰتٰكَ مِنْۢ بَيْنَ يَدَيْنِ سُلٰلٰتٍ
فَلَا يَخْرُجَنَّكَمَا مِنْ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰی رُطَبًا ۝۱۱۷

آدم! یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے۔ یہ کہیں تمہیں جنت سے نہ نکلائے۔
پھر تم شقت میں پڑ جاؤ گے۔ پھر ساری اولاد آدم کو اللہ نے بتے انبیاء کے لیے
خبردار کر دیا کہ شیطان سے بچتے رہنا اِنَّكُمْ لَكُمْ عِدُوٌّ مُّبِيْنٌ
مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ (الاعراف: ۲۷) وہ اور اس کا عقیدہ تمہیں
ایسی جگہ سے دیکھ رہا ہے جہاں سے تم اسے نہیں دیکھ سکتے۔ وہ غیر مرئی مخلوق
ہے وہ چھپ کر رہ کر رہا ہے، لہذا اس کے ہر کام میں نہ آنا۔ پھر شیطان نے
بھی روز اول سے قسم کھا رکھی ہے کہ میں تیرے مراد استغیم پر بیٹوں کا۔ ثُمَّ
لَا يَتَّبِعُهُمْ فِتْنٌ لِّئِنْ اٰتٰهُمْ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْنِ سُلٰلٰتٍ
وَعَنْ اٰمَنَاتِهِمْ وَعَنْ شَاۡمِتِهِمْ (الاعراف: ۱۷) میں
تیرے بندوں کے آگے سے بھی آؤں گا اور تیرے سے بھی، دائیں سے بھی آؤں گا،
دو بائیں طرف سے بھی اور پھر ان کو گمراہ کرنے کی کوشش کروں گا۔ پھر دنیا کی

راستے پر چلے، اور پھر قہار میں ٹھکانا ہوگا۔ لہذا اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِسْمَا
 كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ آج اس میں داخل ہو جاؤ اس کفر کے بدلے میں
 جس کا اور کتاب تم کرتے ہے، تم نے دنیا میں نصیحت کی بات نہ مانی، اور
 شیطان کے نقش قدم پر چلتے ہو۔ دنیا کے امور میں تربت ہوشیار اور مسجد
 تھے، لیکن ایمان کے بارے میں اتنے کمزور تھے کہ شیطان کے پیچھے گئے۔ اب
 اس کفر کا خمیازہ جہنم کی صورت میں ہوگا۔

انسانی اعضا
 کی شہادت

بعض لوگ محاسبہ اعمال کے وقت کفر، شرک اور حاسی سے انکار کر دیں گے
 جیسے شرکوں کے متعلق اللہ نے فرمایا کہ وہ کہیں گے وَاللّٰهُ نَبِّئْنَا مَا كُنَّا
 مُشْرِئِينَ (الانعام۔ ۲۳) اللہ کی قسم! ہم نے تو دنیا میں رہ کر شرک نہیں
 کیا۔ مگر یہ انسان کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ الودع محفوظ میں بھی راجح ہے
 اور انسان کے نامہ اعمال میں بھی لکھا ہوا ہے۔ گویا انسان کا ہر عمل محفوظ رہتا ہے۔
 پھر اللہ تعالیٰ اتمام حجت کے لیے فرشتوں یا دیگر چیزوں کو بطور گواہ پیش کریں
 گے، جیسے حدیث میں آیا ہے کہ بعض لوگ کہیں گے کہ ہم اپنے دھند کے سوا کسی
 دیکھ گواہ کو تسلیم نہیں کرتے۔ اُس وقت اللہ فرمائے گا۔ الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ
 اَفْوَاهِهِمْ اس دن ہم ان کے مونہوں پر حر لگا دیں گے۔ وَنُخَلِّمُنَا
 اَنْبِيَائَهُمْ لَوَان کے ہاتھ ہمارے ساتھ کلام کریں گے وَنُخَلِّمُنَا اَرْجُلَهُمْ
 اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ جو کچھ وہ ملتے
 تھے۔ مطلب یہ ہے کہ مجبوروں کی زبان تو بند ہو جائے گی اور ان کے جسم کے اعضاء
 ہاتھ پاؤں وغیرہ ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ کسی اچھے برے کام کے کرنے
 میں سب سے زیادہ دخل ہاتھوں کا ہوتا ہے چنانچہ آدمی کے ہاتھ کہیں گے کہ
 اس شخص نے ہمارے ذریعہ فلاں بڑا کام کیا تھا اور فلاں گڑبی دیکھ کر ہاتھ نہ چمک کر شخص

غلامی غلط مقام ہے کیا تھا۔ اس وقت گنہگار آدمی حیرت میں مبتلا ہوجائے گا کہ خود اس کے اعتقاد و جوارح ہی اس کے خلاف گواہی دے رہے ہیں۔ پھر وہ جسم کے اعضا سے مخاطب ہو کر کہے گا کہ میں نے تمہیں ہی سزا سے بچانے کے لیے جرم ۱۵۰ گناہ کی تلافی کر لی ہے یہ روزِ قاضی کبہ دیا ہے۔ اب تمہارا بچنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہی۔

امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ انسانوں کے اعمال کی حفاظت خود اللہ تعالیٰ نے محلِ طور پر کر رکھی ہے اور اس کا سرِ قول اور فعل اس کے اعلانِ میں درج ہو رہا ہے۔ یہ اعمالِ مہموت کے وقت انسان کے محلے میں لٹکا دیا جاتا ہے اور قیامت والے دن متعلقہ شخص کے سامنے پیش کر کے اللہ تعالیٰ فرمائے گا اِقْرَأْ کِتَابَکَ الَّذِیْ یَنْفَعُکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِبْنَا رِجْیَ اسرائیل (۱۴) یہ تیرا اعمال نامہ ہے جسے خود ہی پڑھ لو۔ حساب کتاب کے لیے آج کے دن ہی شروع کیا گیا ہے۔ چنانچہ خواہ دنیا میں کوئی شخص پڑھا لکھا تھا یا نہ پڑھا اپنا اعمال نامہ خود پڑھ کے گا۔ اس وقت انسان خیال کرے گا کہ میرے اعمال تو میرے اعضا کے ساتھ چپے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ ہاتھ اور پاؤں بھی گواہی دیں گے جیسا کہ میں نے بیان کر دیا۔

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس خطہ زمین پر انسان نے کوئی اچھا یا بُرا کام کیا ہو گا، زمین کا وہ ٹکڑا بھی اس کے حق میں یا اس کے خلاف گواہی دے گا۔ وہاں کے ارد گرد کی چیزیں بھی شہادت دیں گی۔ چنانچہ اذان والی حدیث میں آیا ہے کہ اذان کہنے والے شخص کے حق میں اس کے دائیں بائیں سے تمام شجر و جبر گواہی دیں گے اسی طرح حج کا عظیم پکارنے والے کے حق میں زمین کے آخری حصے تک کی تمام چیزیں گواہی دیں گی کہ مولا کریم! اس شخص نے تیرا نام احترام کے ساتھ

دیگر اشیاء
کی گواہی

بلند کیا تھا۔

سورة النجم میں آتا ہے حَتَّىٰ اِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ يَخْشَعَانُوا لِیَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾ جب مجرم لوگ اس مقام پر آجائیں گے تو ان کے کان آنکھیں اور کالیں گواہی دیں گی۔ اس کام کے متعلق جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ وہ لوگ اپنی کھالوں سے کیسے گرتے تھے۔ یہاں سے خلافت کیسے گواہی دیتی ہو، اور آج یہ قوت گواہی تمہیں کہاں سے حاصل ہو گئی تو وہ جواب دیں گی قَالُوا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَاَیْسَ مَرْجِعُوْنَ ﴿۲۱﴾ کہ ہیں اُس اللہ نے قوت گواہی عطا کی ہے جس نے ہر چیز کو یہ قوت بخشی ہے۔ یہ دہی ذات ہے جس نے تمہیں بھی پیدا کیا اور پھر تم اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہو۔ بہر حال فرمایا کہ قیامت والے دن انکار کرنے والوں کے سونوں پر مہر لگا دی جائے گی اور ان کے اعضاء و جوارح ہل کر ان کے خلاف گواہی دیں گے۔

خدا کی طرف سے
ملکہ سزا

فرمایا اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ جس کو چاہے صاف کر دے اور جس کو چاہے سزا دے۔ وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَیْنَہُمْ اَوْ اَنۡزَلۡنَاہُمْ اِذَا ہُمْ یَاۡمِنُوْنَ اور اگر ہم چاہیں، تو انفرانوں کی آنکھیں ہی ضائع کر دیں قَاتِلُوْا الَّذِیۡنَ اٰطَعُوْا فَکَیۡفَ یُبۡصِرُوْنَ پھر وہ راستے کی طرف دوڑنا چاہیں گے مگر انہیں کچھ نظر نہ آئے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسا کرنے پر بھی قادر ہے۔ جب لوط علیہ السلام کی قوم پر سزا کا وقت آیا تو فرشتے کو حکم ہوا کہ اپنا پر ملاؤ۔ جب ایسا کیا قَطَعْنَا عَیۡنَہُمْ (القمر۔ ۳۷) تو ہم نے انکی کی آنکھیں ہی ضائع کر دیں، وہ سب اندھے ہو گئے، یہاں بھی فرمایا کہ اگر ہم چاہیں تو مجرموں کو انعام کر دیں۔ اللہ نے یہ بھی فرمایا وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنٰہُمۡ عَلٰی اَعۡیُنِہِمْ اِنَّہُمۡ لَیَّۤیۡمُوْنَ اگر ہم چاہیں تو ان کے ٹھکانوں پر ہی ان کی شکلیں مسخ کر دیں ایسے واقعات پہلے بھی پیش آتے رہے ہیں۔ اللہ نے کئی افراد کو قوموں اور جموں کی شکلیں بگاڑ کر بند اور غنیمت بنا دیے۔ سورة المائدہ میں اہل کتاب کے متعلق فرمایا

وَجَعَلَ مِنْهُمْ الْقَوْمَةَ وَالْحَنَازِيقَ (آیت ۶۰) کہ ان کو بندوں
مرد غنہ زدوں کی شکلوں میں تبدیل کر دیا گیا۔

فرمایا ہم اس بات پر قدرت رکھتے ہیں کہ یہ لوگ جہاں بھی کھڑے یا بیٹھے ہوں
وہیں ان کی شکلیں مسخ کر دیں۔ فَمَا اسْتَطَاعُوا مُضِيًّا وَلَا يَرْجِعُونَ
پھر نہ وہ آگے چلنے کی طاقت رکھیں اور نہ واپس گھر جا سکیں۔ انہیں اتنی مہلت
بھی نہ ملے کہ انھی منزل تک پہنچ جائیں یا گھر والوں کو ہی بتا سکیں کہ ہم جلائے عذاب
ہو چکے ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کے متعلق بائبل کا بیان ہے کہ اللہ نے
اسے پتھر کی شکل میں مسخ کر دیا تھا۔ اسی طرح اساتذہ اکبر مرد درن نے خانہ کبر
میں زنا کا ارتکاب کیا تو اللہ نے ان کو پتھر بنا دیا اور وہ کافی عرصہ تک صفا اور
اور مردہ پر عبرت کے لیے پڑے رہے۔ بعد میں شیطان نے لوگوں کے دلوں میں
دوسرے اندازی کر کے ان کی پرستش شروع کر دی۔ بہر حال فرمایا کہ اگر ہم چاہیں تو
ان کی شکلیں مسخ کر دیں۔ کیا یہ اتنی بات بھی نہیں سمجھتے کہ خدا قادر مطلق ہے۔

بڑھاپے کی
حالت

فرمایا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نمونہ ہے وَمَنْ يُضِلَّ اللَّهُ فَمَا لَهُ مَدِينَةٌ
يُفِضْ الْخَلْقَ جَمْعُ زَادَ مَعْرُوفٌ دیتے ہیں ان کو یہ دانش میں اٹا کر دیتے
ہیں۔ أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ کیا یہ لوگ اس بات میں غرور و فک نہیں کرتے؟ ابتداء
میں انسان کچھ بہتا ہے۔ پھر جوان ہوتا ہے، طاقت آتی ہے، مگر جب بڑھاپے
کا دور شروع ہو گئے تو تمام اعضاء آہستہ آہستہ مضمحل ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔
اسی بات کے متعلق فرمایا ہے کہ جس کو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں۔ لَسْتُ بِمُحَرِّمِ الْفِتَنِ
کی حالت میں الٹ دیتے ہیں۔ سورۃ روم میں اللہ نے اسی طرح بیان فرمایا ہے۔
اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ مَّغْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ مَغْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ مَغْفًّ وَشَيْبَةً (آیت ۸۴)
اللہ کی ذات وہ ہے جس نے ضعیف کمزوری کی حالت میں پیدا کیا، پھر کمزوری کے
بعد قوت عطا کی۔ پھر قوت کے بعد دوبارہ کمزوری اور بڑھاپا طاری کر دیا۔ یہ حالات

لوگوں کے لیے نشانِ عبرت ہیں اگر انسان اپنی چیزوں میں خود کو دیکھے تو کفر، شرک اور مہما
کا اور تکاب نہ کہے بلکہ مراد آبادیٰ نے بھی کہا ہے۔

رخصت ہوئی شباب کے مہراہ زندگی

کہنے کی بات ہے کہ جتنے جارح ہوں ہیں

بہر حال اللہ نے زندگی کے مختلف مراحل کو اپنی قدرت کی نشانی بیان فرمایا ہے۔
اگر لوگ پھر بھی اُس کی توحید کو تسلیم نہ کریں تو وہ سزا دینے پر بھی قادر ہے۔

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ
هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ ﴿٦٩﴾ لِيُنذِرَ مَنْ
كَانَ حَيًّا وَيُحَقِّقَ الْقَوْلَ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٧٠﴾
أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ
أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ ﴿٧١﴾
وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا
يَأْكُلُونَ ﴿٧٢﴾ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ
أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾ وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ
إِلَهَةً لَعَلَّهُمْ يُنصَرُونَ ﴿٧٤﴾ لَا يَسْتَطِيعُونَ
نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُحْضَرُونَ ﴿٧٥﴾
فَلَا يَخْزِيكَ قَوْلُهُمْ إِنَّآ نَعْلَمُ مَا
يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٦﴾

ترجمہ یہ اور نہیں سکھایا ہم نے اس (پیغمبر) کو شعر
کہنا، اور نہ ہی لائق ہے اس کے کہ یہ کہے۔ نہیں ہے یہ
مگر نصیحت اور قرآن کھول کر بیان کرنے والا ﴿۶۹﴾ تاکہ
وہ سناٹے اس کو جو جان رکھتا ہے، اور ثابت ہو جائے

ہات کفر کرنے والوں پر ⑤ کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے کہ بیشک ہم نے پیدا کیا ہے ان کے لیے جو ہمارے انھوں نے بنایا ہے موسیٰ کیوں کر۔ اور وہ ان کے مالک ہیں ⑥ اور ہم نے ابج کر دیا ہے ان کو ان کے لیے۔ پھر ان میں سے بعض وہ ہیں جن پر ان کی ساری ہے، اور بعض وہ ہیں جن سے وہ کھاتے ہیں ⑦ اور ان کے لیے ان موسیٰ کیوں میں بہت سے فائدے ہیں، اور پینے کے گھاٹ ہیں۔ کیا یہ لوگ شکر ادا نہیں کرتے؟ ⑧ اور بنالیے ہیں انھوں نے اللہ کے سوا دوسرے معبود تاکہ وہ ان کی مدد کریں ⑨ وہ طاقت نہیں رکھتے ان کی مدد کی، اور یہ ان کے لیے لشکر ہو گا جو دیکھ کر حاضر کیے جائیں گے ⑩ پس نہ غم میں ڈالے آپ کو ان کی بات۔ بیشک ہم جانتے ہیں جو کچھ یہ چھپاتے ہیں اور جس کو یہ ظاہر کرتے ہیں ⑪

رہبر آیات

گزشتہ آیات میں اللہ نے میدانِ حشر کے کچھ واقعات بیان فرمائے قیامت والے دن گمراہ لوگ اپنے بڑے اعمال و افعال اور بڑے عبادت سے انکار کریں گے قرآن کی زبانیں بند ہو جائیں گی اور ان کے ہاتھ اور پاؤں بول کر ان کے خلاف گواہی دیں گے اور ان کے کہ قوت ثابت ہو جائیں گے۔ اب آخر سورۃ میں اللہ نے قرآن کی حقانیت اور جبرائے علی کا مسئلہ بیان فرمایا، اور ممتاز رسالت کا ذکر بھی آگیا ہے۔ الطرح سورۃ کے اس آخری حصے میں چاروں بنیادی مسائل کو اختصار کے ساتھ دہرایا جا رہا ہے۔

شجر گری
کا نغمہ

سکافراہ شکر لوگ قرآن پاک کو اللہ کا کلام تسلیم نہیں کرتے، بلکہ اُسے شاعری، کائنات یا شجر سے تعبیر کرتے تھے کبھی کتے کیل افترانہ کہ کزرت

کے دعویدار نے اسے افتر کیا ہے یعنی خود بنا کر لے آیا ہے اور پھر اسے خدا کی طرف منسوب کر دیا ہے، تو اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے کلام شاعر ہونے کی

مؤثر انداز میں تردید فرمائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشُّعْرَ اور ہم نے اپنے پیغمبر کو شعر گوئی سکھائی ہی نہیں۔ بھلا جس کو کسی کام کی تربیت ہی نہ ہو وہ کیسے اس کام کو انجام دے گا۔ حقیقت یہ ہے وَمَا يَنْبَغِي لَهُ کہ شعر و شاعری تو ہمارے نبی کے شایان شان ہی نہیں ہے، بھلا وہ اپنی طرف سے کس طرح شعر بنا کر پیش کر دے گا۔ فرمایا یہ قرآن کریم اشعار کا مجموعہ نہیں۔ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ بلکہ یہ تو سرسری نصیحت کی بات ہے وقرآن مبين اور کھول کر بیان کرنے والا قرآن ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ شاعری کی بنیاد تو وہم اور تخیل پر ہوتی ہے۔ اللہ نے سورۃ الشعراء میں فرمایا ہے وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ (آیت ۲۲۲) کہ شعراء کے پیچھے گننے والے اکثر گمراہ لوگ ہی ہوتے ہیں۔ اَلَمْ تَرَ تَوَلَّيْنَاهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ لَّيْمُوْنَ (آیت - ۲۲۵) کیا تم نے دیکھا نہیں کہ شاعر کس طرح ہر وادی میں خیالی گھوڑے دوڑاتے ہیں۔ کسی کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں اور اگر کسی کی مذمت کی ہے تو فحش گزشتہ تک پہنچ گئے ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ کسی شعر میں جس قدر جھوٹ ہوگا اور خیالی پلاؤ پکایا گیا ہوگا، اسی قدر وہ پسندیدہ ہوگا اور اس پر واہ واہ کے ڈونگرے برساتے جائیں گے۔

نتیجہ در شعر و در فن او

چو اکذب ادست حسن او

شعر جتنا جھوٹا ہوگا، اتنا ہی مزیدار ہوگا لہذا اس فن میں زیادہ دلچسپی نہ لو۔ یہی وجہ ہے شعر و شاعری نبوت و رسالت کے منافی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر ہر زبان میں شعر و شاعری بھٹی رہی ہے۔ مگر اکثر و بیشتر لوگ غلط کار، جھوٹے اور خیالی ہوتے ہیں، جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اہم استثنائیں یہاں بھی ہیں۔ خود سورۃ الشعراء میں موجود ہے کہ اکثر شعراء کے قول و فعل میں تضاد ہوتا ہے **إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ** (آیت ۲۴) مگر بعض ایسا نادر شاعر اچھا کلام بھی کہتے ہیں جس سے لوگوں کو کچھ نہ کچھ فائدہ بھی پہنچتا ہے۔ شاعری بذات خود تو بڑی چیز نہیں مگر اس کا قبول اور مبالغہ آرائی اس کو بڑا بنا دیتی ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ شعر و شاعری بھی ایک کلام ہے اس کا اچھا حصہ اچھا ہے اور برا حصہ برا ہے۔ اہم اس میں برائی کا عنصر زیادہ ہوتا ہے جس کی سب سے بڑی وجہ شعراء کی بددع گوئی اور قول و فعل کا تضاد ہوتا ہے **أَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ** (الشعراء ۲۲-۲۳) شاعر لوگ زبان سے بڑی باتیں کہتے ہیں مگر عمل میں مصروف ہوتے ہیں۔

ماہم دنیا میں اچھے شاعر بھی ہوئے ہیں۔ حضور علیہ السلام کے اپنے نانا مبارک کے مشہور شاعر حسان بن ثابتؓ اپنے اشعار کے ذریعے اسلام کا دفاع کیا کرتے تھے۔ جب کفار اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف شعر گوئی کرتے تھے تو حضور علیہ السلام حضرت حسانؓ کو جواب دینے کے لیے کہتے۔ آیت موقع پر حضور علیہ السلام نے حضرت حسانؓ سے فرمایا کہ ان کافروں کو جواب دو جبریل امین تمہارے نزدیک ہوں گے۔ اسی طرح مولانا دھرم کی مثنوی میں بڑی کام کی باتیں ہیں۔ ہمارے قومی شاعر ڈاکٹر محمد اقبالؒ کا کلام بھی بہت اچھا ہے۔ انہوں نے قوم و ملت کے ضمیر کو گھنچ دیا ہے۔ اسی طرح شیخ سعدیؒ کی گھنائیں اور بوستان کے قراجم دنیا بھر کی زبانوں میں

ہو چکے ہیں۔ ان میں بڑے تجربے اور نصیحت کی باتیں ہیں۔ یہ کتابیں دینی درسوں میں بھی پڑھائی جاتی ہیں۔

کسی نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ فسطیہ دریافت کیا، کیا حضور علیہ السلام کبھی بطور مثال کسی شعر کا ذکر بھی فرماتے تھے؟ فرمایا ہاں! بعض اوقات ایک آدمی شعر یا مصرعہ اپنی زبان سے ادا فرماتے تھے مثلاً آپ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے اشعار پڑھ لیا کرتے تھے۔

لَوْلَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا
وَلَا قَصَدْنَا وَلَا صَلَّيْنَا

اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت سے نہ لوازتا تو نہ صدقہ کر سکتے نہ نماز ادا کر پاتے۔ اسی طرح زمانہ جاہلیت کے ایک شاعر کا شعر بھی آپ بعض دفعہ زبان پر لے آتے تھے۔

وَيَاتِيكَ بِالْاَخْبَارِ مَنْ لَمْ تَزِدْ
سَبْدِي لَكَ اِلَّا يَامرًا كُنْتَ جَاهِلًا

زمانہ تیرے سامنے وہ باتیں ظاہر کر دے گا جس سے تو ناواقف ہے، اور تیرے پاس خبریں وہ لوگ لائیں گے جنہیں تو نے کوئی توثیق نہیں دیا ہوگا۔) زمانہ جاہلیت میں کوئی خبر معلوم کرنے کے لیے بڑا انتظام کرنا پڑتا تھا۔ اس کام کے لیے کوئی آدمی بھیجا پڑتا، اس کے لیے سواری کا انتظام کرنا ہوتا اور اُسے زادراہ کے علاوہ کچھ دیگر معاوضہ بھی ادا کرنا پڑتا تھا۔ مگر آج مادی ترقی کے زمانہ میں دنیا بھر کی خبریں گھڑ میٹھے بلا معاوضہ حاصل ہو جاتی ہیں۔ یہی مطلب ہے کہ بغیر توثیق کے خبریں معلوم ہو جایا کریں گی۔ اس شعر میں خود پیغمبر علیہ السلام کی ذاتِ مبارکہ کی

طرف بھی اشارہ ہے کہ اللہ کا نبی دنیا اور آخرت کی ساری خبریں بلا معاوضہ تم کو پہنچائے گا۔ ہر مالِ محضہ علیہ السلام کسی شاعر کا اچھا شعر گزبان پرے آئے تھے مگر خود شعر نہیں کہتے تھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے شعر گزبان کا علم اپنے نبی کو سکھایا ہی نہیں اور نہ ہی یہ منصب نبوت کے شایانِ شان ہے۔ اس کے برخلاف آپ جو کلام پیش کرتے ہیں۔ وہ سراسر نبیعت پر مشتمل ہے۔ آپ حقیقت کے ترجمان ہیں اور آپ کی جیسے کلائیاب مقصدِ دنیا کو اعلیٰ حقائق سے روشناس کرنا بھی ہے۔

قرآن بتا رہا
اشارہ

چنانچہ شعر و شاعری کے برخلاف پیغمبر اسلام نے اللہ کا کلام قرآن پاک پیش کیا اور اس کو پڑھ کر جو لوگ تباہ ہوئے انہوں نے دنیا میں کارِ باطلے نمایاں انجام دیے۔ شعر و شاعری تو نزدیکِ قرآن کے زمانہ میں باہم عروج پر تھی مگر اس کا ماحصل کیا تھا کسی کی تعریف کے بل باندھ دیے تو کسی کی بوجھ دی۔ الفاظ کے مانے مانے میں حقائق کو مسخ کیا اور جھوٹ لڑکا بنا۔ نئے کی گردش کی۔ اس سے دنیا میں کوئی انقلاب تو نہیں آگیا تھا بلکہ لوگ مزید لہو و لعب میں پڑ گئے۔ قرآن نے اگر زندگی کا مکمل پروگرام پیش کیا، فلاح کے اصول، اجتماعیت کا ماحول، نظم حکومت، اتحادیت کے اصول، سفرد حضرت اور صلح و جنگ کے قوانین بتائے۔ براعظمت کی بجائے اعلیٰ مسند دیے، برائی کی بجائے نیکی کو رائج کیا، دنیا کی بجا آخرت کی طرف رخ پھیرا غرضیکہ زندگی کے ہر موڑ پر راہنمائی فرمائی۔ تو ایسے اعلیٰ اقدار کے حامل قرآن پاک کو شعر و شاعری جیسے مجھوٹے اور مبالغہ آمیز کلام سے کیا نسبت ہو سکتی ہے! اسی لیے فرمایا کہ یہ قرآن شعر و شاعری نہیں بلکہ سراسر نصیحت اور کھول کر بیان کرنے والا کلام ہے۔ اور اس کا مقصد یہ ہے

لِيُذَكِّرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ أَكْثَرُ خَسِرَافًا
تَوْبَهُنَّ لِيُذَكِّرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ أَكْثَرُ خَسِرَافًا

لے موضح القرآن ص ۵۲ (فیاض)

کا مطلب یہ ہے کہ جس میں جان ہے یعنی وہ اپنے فائدے کے لیے نیکی کا اثر قبول کر سکتا ہے جو شخص نصیحت کا اثر ہی قبول نہیں کرتا اُس کو ڈرانا کچھ مفید نہیں ہو سکتا جیسے سورۃ البقرہ کی ابتدا میں کافروں کے متعلق فرمایا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَمْذَرُتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ (آیت - ۶) ایسے لوگوں کو ڈرانا یا نہ ڈرانا برابر ہے، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ بہر حال زندہ سے مراد وہ قوم، جماعت یا فرد ہے جس میں نیکی کا اثر قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہے فرمایا وَ يَحِقُّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ اور تاکہ یہ بات کافروں پر ثابت ہو جائے۔ اللہ نے کفار پر اتمام حجت کے لیے اس کتاب قرآن پاک کو نازل فرمایا ہے تاکہ کوئی شخص کل کو یہ نہ کہے کہ میرے پاس تو کوئی کتاب نہیں آئی، نہ کسی سمجھانے والے نے سکھایا اور کبھی نبی، رسول یا اُس کے نائب نے طوایا ان دو آیات میں قرآن پاک کی حقانیت و صداقت اور حضور نبی کریم علیہ السلام کی نبوت و رسالت کی گواہی بھی آگئی۔

موجودہ
کی پیدائش

آگے اللہ نے اپنی قدرت کے کچھ دلائل بیان فرمائے ہیں ارشاد ہوتا ہے اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مَا لَمْ يَكُنْ لَهُمْ شَيْءٌ مِنْ شَيْءٍ فَهُمْ لَا يَخِفُّونَ (آیت - ۱۰) اُن کو یاد ہے کہ ہم نے ان کو جو کچھ چاہا وہ بنا دیا ہے مطلب یہ ہے کہ جس چیز کی تخلیق کا ذکر ہو رہا ہے اس میں انسانی ہمتوں کا دخل نہیں بلکہ اللہ کی قدرت کا کام ہے اگر اس کو دست قدرت بھی مانیں تو اس سے مراد ایسے ہاتھ نہیں جیسے ہمارے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے وہ ہاتھ مراد ہیں جو اُس کی شان کے لائق ہیں۔ اللہ کے ہاتھوں کا ذکر بعض دوسرے مقامات پر بھی آیا ہے۔ سَبِّحْ يٰذَاكَ مَبِئْسَ الْوُجُوهٌ (المائدہ - ۶۳) اللہ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔

حدیبیہ کے واقعہ میں جب صحابہ کرام حضور علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے تو اللہ نے فرمایا يٰذَاكَ فَوْقَ اَيْدِيهِمْ (الفتح - ۱۰) اُن کے ہاتھوں کے اوپر اللہ کا ہاتھ تھا۔ غرضیکہ اللہ نے ہاتھوں کی نبدت اپنی طرف

کی ہے مگر یہ انسانی فطرت کے طبع و اثر ہیں، انہیں نہیں بلکہ جیسا اس کی شان کے لائق ہیں تو فرمایا
 کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جن کو ہمارے اُمتوں نے بنایا، اور وہ کیا چیز سے اُنکے
 وہ موشی ہیں جن کے ساتھ تمہیں شب و روز واسطہ پڑتا ہے اور وہ تمہاری خدمت
 پر مامور ہیں۔

فرمایا یہ موشی پیدا تو ہمارے دستِ قدرت نے کیے فہم کو کھسا
 فہم کو کھنکھاتا ہے مگر ان کے مالک یہ لوگ ہیں۔ ہم نے جن ملکیت ان کو دے دیا ہے
 حقیقت یہ ہے کہ پیدا کرنے والا بھی خدا تعالیٰ اور حقیقی مالک بھی وہی ہے کیونکہ
 مالک وہی ہو سکتا ہے جو کسی چیز کا خالق ہو، مگر اس نے اپنی مصلحت سے ان کا
 عارضی مالک ان لوگوں کو بنا دیا ہے کہ وہ جس طرح چاہیں ان سے خدمت لیں اور گزشتہ
 حقیقت مالک ہر شے خداست۔

ایں امانت چند روزے نزدیک است

اس حقیقت کو قرآن پاک میں جگہ جگہ واضح کیا گیا ہے اَللّٰهُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ
 وَمَا فِی الْاَرْضِ (البقرہ ۲۸۴) ارض و سما کی ہر چیز اللہ ہی کے لیے ہے
 یعنی ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

آج کل سرمایہ داروں اور محنت کشوں کے درمیان یہ بحث چل رہی ہے کہ
 اصل چیز سرمایہ ہے یا محنت۔ سرمایہ دارانہ ذہنیت کے لوگ بقدر میں کہ اصل
 چیز سرمایہ ہے۔ سرمایہ ہوگا تو محنت کے مواقع پیدا ہوں گے لہذا سرمایہ مقدم ہے
 دوسری طرف سوشلزم اور کمیونزم والے کہتے ہیں کہ سرمایہ محنت سے پیدا ہوتا ہے
 اگر محنت ہی نہیں ہے تو سرمایہ کہاں سے آئے گا۔ لہذا وہ مزدوروں کے حقوق
 کو مقدم سمجھتے ہیں۔ مگر قرآن کہتا ہے کہ کسی چیز کا مالک نہ سرمایہ دار ہے اور
 نہ محنت کش، بلکہ مالک حقیقی خدا تعالیٰ کی ذات ہے جو ہر چیز کا خالق ہے۔
 انسانی ملکیت عارضی ہے اور اللہ کی عطا کردہ ہے۔ اللہ نے آسمانوں کے لیے
 ملکیت ان کو عطا کی ہے۔ ان سے پہلے ہی وہی مالک تھا اور ان کے بعد

بھی وہی مانگ ہوگا۔ لہذا اس کے مقرر کردہ ضابطے کے مطابق عمل کرنا چاہیے تاکہ دنیا میں امن قائم رہے۔

فرمایا ہم نے کوئی پیدا کر کے انسانوں کی ملکیت میں دے دیئے وَذَلَّلْنَاهَا کھڑا اور پھر ان مویشیوں کو انسانوں کے تابع کر دیا۔ باقی اونٹ، گھوڑا، گائے، بھینس، کتے بڑے بڑے جالور ہیں۔ جو انسانوں سے جیسوں گنا زیادہ طاقتور ہیں۔ مگر اللہ نے ان کے طابع میں یہ بات ڈال دی ہے کہ تمہیں انسان کی خدمت کرنا ہے۔ چنانچہ وہ اتنے طاقتور ہونے کے باوجود انسان کے اشارے پر چلتے ہیں اور ہر وہ کام کرتے ہیں جو انسان کو مطلوب ہو آہے۔ چنانچہ فَرَمَا فِيْهَا مَكًّا رکھو بِهِنَّ بعض ان میں سے وہ ہیں جو انسانوں کے لیے سواری کا کام دیتے ہیں۔ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ اور ان میں سے بعض کا گوشت کھاتے ہیں۔ دیکھ لیں گے گا، گھوڑا، اونٹ وغیرہ سواری کا کام دیتے ہیں اور گائے، بھینس، بھیڑ، بکری کا گوشت کھایا جاتا ہے۔

فرمایا وَلَقَدْ فَرَمْنَا مَنَافِعَ ان جانوروں میں انسانوں کے لیے دیگر فوائد بھی ہیں۔ ان کے مال، کھال، ہڈیاں، چربی، گھی، سینگ اور چھڑا ہک انسانی ضرورت یا امت کا حصہ ہیں۔ جانوروں کا گوشت ہمیں ضائع نہیں جاتا۔ اس کو سکھا کر ایندھن کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور اس کی کھال استعمال میں لائی جاتی ہے اب تو قرآنی پیدا کرنے کے لیے گوبر کے پلانٹ بھی لگ رہے ہیں وہ شادبند اور جانور انسانوں کے لیے پھینکے گھاس بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے تھنوں میں وَأَفْرَدَ دَوْدَ حَیْدَ پیدا کر دیا ہے جو انسانی خوراک کا ایک اہم حصہ ہے فرمایا أَفَلَا يَشْكُرُونَ اتنے فوائد حاصل کرنے کے باوجود بھی کیا یہ لوگ شکر ادا نہیں کرتے؟ امام بیہقیؒ اور امام ترمذیؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے حدیث بیان

وہی بلو
خدا م

کہ سہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمادے کہ اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے کہ انسانوں اور جنوں کی حالت عجیب ہے اَشْفَقَ عَلٰی سَفَرِیْہِیْ کہ پرہیزگاروں کو گراہوں سے گھر یہ عبادت و سرور کی کرتے ہیں۔ نیز فرمادے۔ نعمت میں دیا ہوں مگر یہ شکر یہ غیروں کا ادا کرتے ہیں، انسانوں کی طرح جن بھی نعمت پر خوب اور فزوں میں تقسیم میں اور وہ ناشکر گزاری کرتے ہیں اَلَا شَاۡءَ اَشْرَکُفَرٌ کہ کفر و شرک بہ عقیدہ ہرگز کسی کا مقبوض ہے۔ اَعْلَمُ قَعْدٰی معصیت سب ناشکر گزاری کا حصہ میں۔ اگر انسان اللہ کی نعمتوں کی قدر کرتے تو ناخوش گزار نہ بنتے۔

آگے اللہ نے شرک کی خدمت بیان فرمائی ہے وَ اَتَّخَذُوا۟ دُوۡنَ اللّٰہِ اِلَہَۃً انہوں نے اللہ کے سوا دوسرے معبود بنا رکھے ہیں۔ جن کو حاجت پر اور مشکل کا سمجھتے ہیں ان سے ملوں مانگتے ہیں، ان کو نہ دنیا نہ پیش کرتے ہیں ان کو فوق الاسباب پکارتے ہیں انکے نام کی دعائی دیتے ہیں یہ سب مشرکانہ باتیں ہیں۔۔۔۔۔۔ کیونکہ خالق اور ایک تو ہیں ہر اور معبود ہی ہر کائنات پر خالق ہے لہذا یہ غیروں کو معبود کیوں بتاتے ہیں؟ اور ایسا کر سسے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے لَعَلَّہُمْ یَنْفُسُوۡنَ شاید کہ وہ دوسرے جائیں۔ یہ معبود مشکل وقت میں ان کی مدد کر سکیں گے۔ فرمایا وہ جیسا ہے ان کی کیا مدد کریں گے لَا یَسْتَطِیْعُوۡنَ نَفْسَہُمْ وہ تو ان کی مدد کرنے کی طاقت ہی نہیں رکھتے ان کی حالت تو یہ ہو گی وَقَسَمَ لَکُمۡ جُنۡدُکُمْ یہ لوگ ان معبودوں کے لشکر ہیں گے ان سب کو پکڑ کر حاضر کیا جائے گا۔ سب عابدانہ معبود اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوں گے تو اللہ فرمے گا کہ تم کہیں کی عبادت کرتے ہو۔ مگر کسی سے کوئی جواب بن نہیں آئے گا۔ اور پھر عابدانہ معبود ایک دوسرے سے بیزاری کا اظہار کریں گے اس کی وضاحت اگلی سورۃ میں آ رہی ہے۔

تسلیم کا
مضمون

کافر اور شرک لوگ پیغمبر اسلام اور آپ کے پیروکاروں کو سخت ذہنی اور جہانی ازیت پہنچاتے تھے۔ اللہ نے تسلی کے طور پر فرمایا فَلَا یُخۡزِیۡنَکُمۡ

فَوَلِّصْهُ اِنْ كُنْتَ اَتَمُّ اِلَىٰ اٰمِرٍ اَوْ اَمْرٍ اَوْ اَمْرٍ اَوْ اَمْرٍ اَوْ اَمْرٍ اَوْ اَمْرٍ
وَمَا يُعْلِمُونَ ہم خوب جانتے ہیں جس چیز کو یہ چھپاتے ہیں اور جس کو ظاہر
 کرتے ہیں۔ ہمارے علم سے ان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں، ہم ان کی نیت اور
 ارادے سے بھی واقف ہیں اور ظاہری حرکات کو بھی دیکھ رہے ہیں۔ ان کی خفیہ منصوبہ
 بنیاں بھی ہمارے سامنے ہیں اور ان کے نفاق کو ہم جانتے ہیں۔ منافقوں نے پہلے
 انبیاء کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کیا، آپ غم نہ کریں جبکہ اپنا کام جاری رکھیں، ہم خود ان
 سے نمٹیں گے۔

لَوْلَمْ يَرِ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ
 فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ ﴿٨٢﴾ وَضَرَبَ لَنَا
 مَثَلًا وَلَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُحْيِي
 الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ﴿٨٣﴾ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي
 أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ
 عَلِيمٌ ﴿٨٤﴾ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ مِنَ الشَّجَرِ
 الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِنْهُ تُوقِدُونَ ﴿٨٥﴾
 أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ
 بِقَدِيرٍ عَلَى أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ سُبْحًا
 وَهُوَ الْغَلَقُ الْعَلِيمُ ﴿٨٦﴾ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا
 أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿٨٧﴾
 فَسُبْحَنَ الَّذِي فِي يَدَيْهِ مَلَكُوتُ كُلِّ
 شَيْءٍ وَوَالَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٨﴾

۸۸

ترجمہ۔ کیا نہیں دیکھتا انسان کہ جیسے ہم نے پیدا
 کیا ہے اُس کو ایک قطرہ آب سے۔ پس اب تک
 وہ بڑا جھگڑنے والا ہے ﴿۸۸﴾ اور وہ بیان کرتا ہے

ہمارے پہلے شاہیں ، اللہ بھول جاتا ہے اپنا پیدائش کرکتا ہے
 کہ زندہ کرے گا ٹہلیں کو مالاخہ وہ ہر سیہ اور بچی
 ہوں گی (۷۹) آپ کہہ دیجئے ، زندہ کرے گا ان کو وہ
 جس نے پیدا کیا ہے اُن کو پہلی مرتبہ اللہ وہ ہر پیدائش
 کو خوب جانتے والا ہے (۸۰) وہ جس نے بنائی ہے
 تمہارے لیے بنزدخت سے آگ ۔ پس اچانک تم اس
 سے سناگتے ہو (۸۱) کیا نہیں ہے وہ ذات جس نے
 پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو ، قادر اس پر کہ پیدا کرے
 جسے اُن جیسے کہیں نہیں ۔ وہ تو بہت بڑا پیدا کرنے
 والا اور سب کچھ جانتے والا ہے (۸۲) بھیک اہل
 کا حکم جب وہ ارادہ کرتا ہے کسی چیز کے بارے میں
 کرکتا ہے اس کو جو جا ، پس وہ چیز ہر جاتی
 ہے (۸۳) پس پاکہ ہے وہ ذات جس کے دست
 قدرت میں ہے موت ہر چیز کی اور اسی کی طرف
 تم لوٹنے جاؤ گے (۸۴)

گزشتہ درس میں قرآن کریم کی تعانیت اور صداقت کا ذکر
 ہوا۔ پھر اللہ نے ترمیم کے عقلی دلائل دیے جن میں غمزدگی کے انسان اللہ
 کی وحدانیت اور اس کی قدرت کو کچھ کہتے ہیں۔ یہی دلائل وقوع قیامت کے
 لیے بھی کافی ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 کو قسماً دی کہ آپ کفار و مشرکین کی بیسودہ باتوں سے غفلت نہ ہوں ، ہم اُن کے
 ظاہر و باطن کو جانتے ہیں اور ان کے صحابہ و اعمال کا ضرور بدلہ دیں گے۔ اب
 آج کے درس میں بھی اللہ نے اپنی وحدانیت اور اپنی قدرت پر دلائل پیش
 کیے ہیں اور ساتھ ساتھ مشرکین کا رد فرمایا ہے۔

رابطہ آیت

فنان کی
پیدائش

ارشاد ہوا ہے اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ
کیا انسان نہیں دیکھتا کہ ہم نے اسے ایک قطرہ آب سے پیدا کیا۔ نطفہ شفاف و پانی
کر سکتے ہیں اور اس سے مراد انسان کا مادہ کرلید ہے جو انسان کی پیدائش کا ذریعہ
بنتا ہے۔ سورۃ سمۃ میں فرمایا ہے ثُمَّ جَعَلْنَا نَسَبَهُ مِنْ مَّاءٍ
مُحَيَّيْنِ (آیت ۸) ہم نے انسان کی تخلیق مکئی سے کی اور پھر اس کی نسل کو حیات
پانی سے پیدا جو پیشاب کی طرح ناپاک ہے اور اگر کسی کپڑے یا جسم کو گت جلتے لڑھکتے
بغیر دھارہ نہیں ہوتا۔ سورۃ الطارق میں ہے فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ نَسَبَ خَلْقِهِ
انسان غور کرے کہ اسے کس پیر سے پیدا کیا گیا ہے۔ خَلْقٍ مِنْ مَّاءٍ وَافٍ
اے اچھٹے دلتے پانی سے تخلیق کیا گیا ہے یَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ
وَالْتَّرَائِبِ جو سینے اور پیٹ کی ٹہریوں کے درمیان سے خارج ہوتا ہے مطلب
یہ کہ اگر انسان اپنی پیدائش میں ہی غور کرے تو اس کا تمام غرور و تکبر ختم ہو جائے
اور وہ اللہ کے معجزات میں محبت بازی نہ کرے۔

دوبارہ زندگی
پر مبنی

فرمایا کہ ہم نے تو انسان کو ایک حقیر قطرہ آب سے پیدا کیا فَاِذَا هُوَ
خَوْبٍ مُبِينٍ مگر اپنی بے پرواہی سے بڑا جگمگاتا رہتا ہے۔ اسے تو اپنی پیدائش کر دیکھ
کس ہی و عزت کا قافلہ ہر مانا پہنچتا تھا سرور و قرب قیامت اور دلائل قدرت
کے انکار میں طرح طرح کد محنت بازی کرتا ہے وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا
اور ہمارے سامنے طرح طرح کی مثالیں بیان کرتا ہے وَكَيْفَ خَلَقْنَا
اپنی تخلیق کو بے قول بناتا ہے کہ وہ کہیں سے کہیں ذرا نئے سے کی۔ فرمایا اِنْسَانِ اِلَيْهَا اَعَابَتْ
اندیشیں ہے کہ وہ دوبارہ زندگی کے متعلق یہ دلیل پیش کرتا ہے قَالَ مَوْتٌ
مَجْئِی الْعِظَامِ وَبِحَی رَئِیسُوْہُ اور کہتا ہے کہ ان ہڈیوں کو دوبارہ زندہ کرے گا
جب کہے بھر بھری ہو جائیں گی۔ بعض مشرکین پرسیہ ہڈیوں کو ہاتھ سے
مسل کر سکتے تھے کہ کیا یہ ہڈیاں دوبارہ زندگی سے آشتیا ہوں گی جو چہ چہ
ہو کر خاک میں مل جاتی ہیں؟ سورۃ سمۃ میں اللہ نے مشرکین کا یہ بیان نقل کیا ہے۔

طہریت ہوتی ہے لہذا یہ درخت خشک ہو کر جانے کے کام آتے ہیں۔ بعض فرماتے ہیں کہ بہر درخت سے ملو متنازعہ چیزیں ہیں۔ عرب میں دو قسم کے درخت ہوتے تھے، ایک کا نام سرخ اور دوسرے کا سفید تھا۔ ان دونوں درختوں کی ٹکڑیوں کو آپس میں رگڑنے سے بالکل اُس طرح آگ نکلتی تھی جس طرح چٹان کے دو پتھر رگڑنے سے آگ نکلتی ہے یا گھڑے کے ٹھم پتھروں سے ٹکڑے سے چنگاریاں نکلتی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ بہرہ افزا سے آگ پیدا کر سکتا ہے وہ برسیہ پڑیوں میں حیات بھی پیدا کر سکتا ہے۔ جب بہرہ افزوں سے آگ اللہ تعالیٰ پیدا کرے **فَإِنَّمَا أَنتَ مُوقِنٌ تَنُوحُ وَفَدَا لَنَا بِاِکْتَامِ اس سے ملگاتے ہوا یہی آگ کھانا پکانے کے لیے استعمال میں لاتے ہو۔**

مصر کے جدید علوم کے ماہر مفسر قرآن طنطاویؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ نے درخت کے سبز پتوں کو عجیب حکمت کے تحت تخلیق کیا ہے۔ سعدی کی موشنی کے دوران درختوں کے پتے — آگیں جیسی زندگی بخش گیس اپنے اندر جذب کرتے رہتے ہیں۔ ہر سانس کے ذریعے انسانی جسم میں یہی آگیں جمع جاتی ہے جس سے اس کا خون صاف ہوتا رہتا ہے اور اس کی زندگی قائم رہتی ہے۔ اگر یہی سانس تھوڑی دیر کے لیے رُک جائے تو انسانی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جب کوئی مریض سخت بیمار ہو جاتا ہے اور وہ معمول کے مطابق سانس لینے کی قوت بھی نہیں رکھتا تو پھر اس کے جسم میں مصنوعی طریقے سے سلائڈ کے ذریعے آگیں پہنچائی جاتی ہے۔ بہر حال درخت و پل کے وقت آگیں اپنے پتوں کے ذریعے اندر کھینچتے ہیں اور رات کو کاربن ڈی آکسائیڈ جیسی دہری گیس باہر نکالتے ہیں، اسی لیے تجربہ کار لوگ رات کو درختوں کے نیچے سوتے سے منع کرتے ہیں۔

آگسٹن ایک تیز گیس ہے جس میں آتشیں مادہ بھی پایا جاتا ہے اور آگسٹن کے غیر آگ بھی نہیں جل سکتے، تو گریا اللہ نے درختوں میں آگسٹن کا ذخیرہ کر دیا ہے جس کی وجہ سے یہ آگ پکڑ لیتے ہیں۔ اسی طرح پانی میں بھی دو گیسیں پائی جاتی ہیں مین آگسٹن اور ڈیٹھو جن۔ گویا قدرت نے پانی میں بھی آگ کا مادہ رکھا ہے۔ تو اللہ نے درخت کی مثال بیان فرمائی ہے اور اپنی قدرت کا شاہکار ذکر کیا ہے کہ وہ ہنرور درختوں سے آگ پیدا کر سکتا ہے تو کیا برسیدہ ڈیڑھوں میں دوبارہ زندگی نہیں دے سکتا؟۔ ضرور لا سکتا ہے اور وہ ایسا کر کے ہے گا۔

آسمان و
زمین کی
مثال

اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا بیان اس انداز میں کیا ہے۔
 اَوَّلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ یَعْدِرُ عَلٰی اَنْ یَّخْلُقَ
 مِثْلَهُمْ کَیَا اَسْمٰن و زمین کو پیدا کرنے والی ذات ان جیسے اور پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے؟ خدا نے آسمان، زمین اور ہزاروں جیسی بڑی بڑی چیزیں پیدا کر دی ہیں تو وہ اپنی لوگوں جیسی شکل و صورت قائم دوسرا لوگ کیوں نہیں پیدا کر سکتا۔ کسی چیز کو پہلی دفعہ پیدا کرنا تو ذرا مشکل ہو رہا ہے جب کہ پہلے سے اُس کا نمونہ بھی موجود نہ ہو مگر جب ایک انسان کو پیدا کر دیا اور پھر اس نے پچاس سال عمر بھی گزاری ہو تو اس کا دوبارہ پیدا کرنا کچھ مشکل نہیں ہو سکتا۔ دوسری جگہ فرمایا کہ تم ہر روز مشاہدہ کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ مختلف رنگ و نسل کے لوگ پیدا کر رہا ہے، نباتات، حیوانات اور جمادات کو پیدا کرتا ہے، لہذا وہ اپنی لوگوں کو اپنی اجسام اور اپنی شکل و صورت کے ساتھ دوبارہ پیدا کرنے پر بھی یقیناً قادر ہے فرمایا مَسٰلٰی کَیْرُوْنَ نَہِیْ وَ هُوَ الْخَلٰقُ الْعَلِیْمُ وہ تو سب سے بڑا پیدا کرنے والا اور علیم ہے، اس کے لیے یہ کام کرنا مشکل ہے۔ علیم سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ انسانی جسم میں پائے جانے والے تمام عناصر کو اللہ تعالیٰ نے خوب جانتا ہے، لہذا وہ ان سب کو دوبارہ جمع کر کے انسان کو اپنے سامنے لا کھڑا کر دے گا۔ قیامت کا انکار قریہ قونی کی بات ہے، البتہ کوئی یہ کہے کہ

اللہ تعالیٰ ابھی قیامت برپا کیوں نہیں کر دیتا اور پھر لوگوں کو دوبارہ زندہ کیوں نہیں کر دیتا، تو یہ اس کی حکمت اور مصلحت کے خلاف ہے۔ اُس نے ہر کام کے لیے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔ ہر فرد کی زندگی کا ایک وقت مقرر ہے اور اسی طرح ساری کائنات کے لیے یقینیت، محضی بھی ایک وقت مقرر ہے۔ جب وہ آئے گا۔ تو یہ سارا نظام تبدیل کر کے یا نظام قائم کیا جائے گا۔ پھر حساب کتاب ہوگا اور جبرائے علی کی منزل آئے گی۔ اُس وقت تمام انسان دوبارہ اپنی اجسام کے ساتھ اللہ کے حضور پیش ہوں گے۔

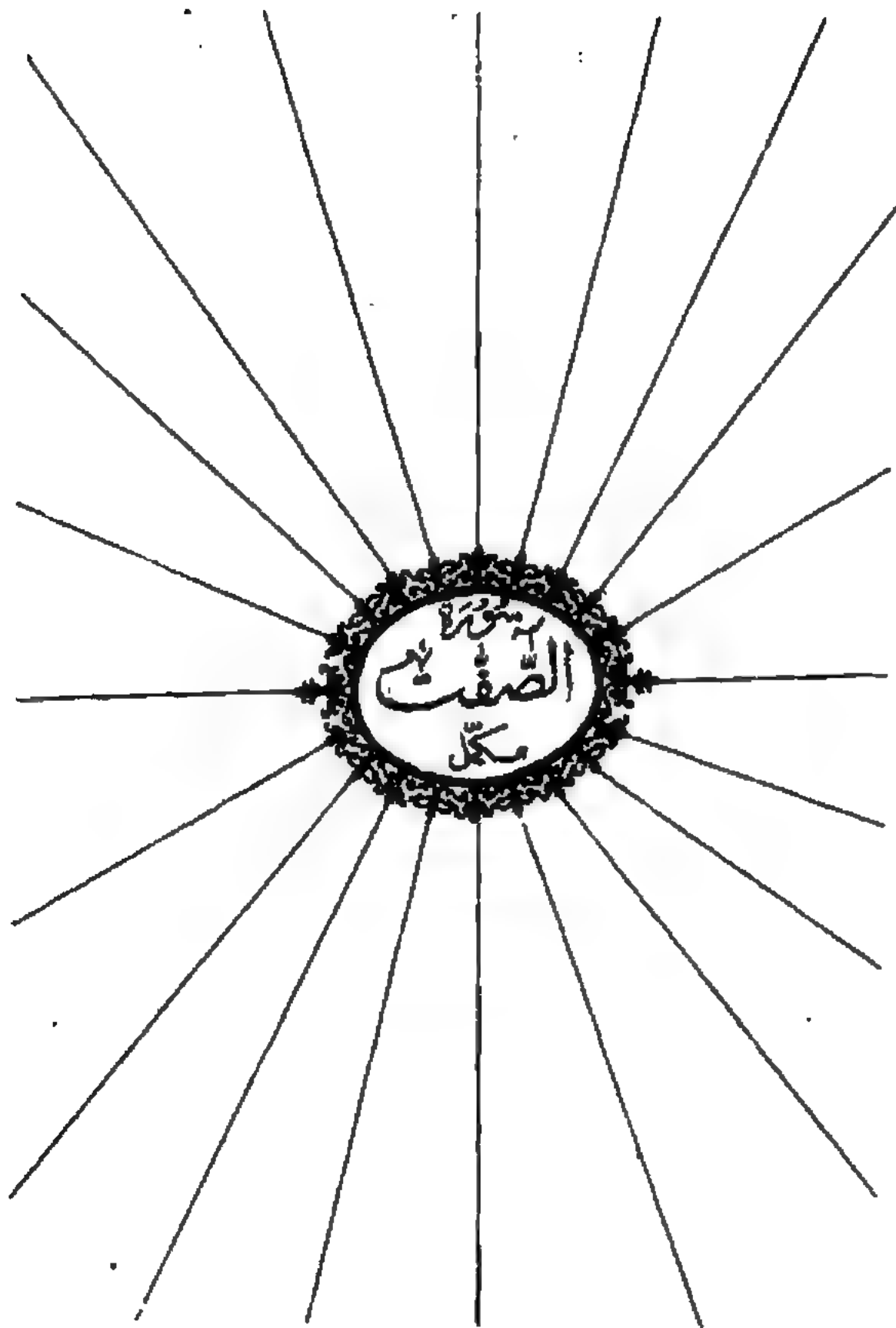
اللہ تعالیٰ
کی قدرت
کاظم

فرمایا، اللہ تعالیٰ قدرت نامہ کا مالک ہے اِنَّا اَعْمَلُوْا اٰرَادُ
شَيْئًا اَنْ يَّفْعَلَ لَهٗ لَكُنَّ جِبَّ وَ كَسِيْطًا اَرَادَ كَرَاهِيْ كَامٍ كُوْنَا نَحْمَدُ لَهٗ كَا فِعْلًا كَرَاهِيْ
تو کہتا ہے ہر جہاں کون ہیں وہ چیز ہر جہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ جس وقت، جس جگہ
صورت، جس وصف اور جس مرتبہ کی چیز تخلیق کرنا چاہتا ہے وہ چیز فوراً وجود میں
آجاتی ہے، پھر تاخیر نہیں ہوتی۔

پھر آخر میں فرمایا قَسْبُحٰنَ الَّذِیْ یَبْدُوْهُ مَلٰٓئِکَۃٌ مَّکٰتِبٌ مَّکٰتِبٌ
میں پاک ہے اللہ تعالیٰ کی ذات جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اقتدار ہے۔ حکومت
ملک کا سوا اللہ ہے اور مطلب ہے مکمل اقتدار، اختیار یا بادشاہی۔ تو ہر چیز کا اقتدار
اسی ذات کے پاس ہے، جو ہر عیب، نقص اور کمزوری سے پاک ہے۔
اور ہر اس شرکے سے منزہ ہے جس کو شرک لوگ اللہ کی طرف منسوب کرتے
ہیں۔ قُلْ اَلِیْسَ مَنْ جَعَلَ اَدْرِمَ سَبَّ اُمّیْ کِی طَرَفَ لَوْنِیْ جَاوَدَیْ۔ گویا تمام
امور کی انتہا بھی اللہ ہی کی طرف ہے پہلے سورۃ فاطر کی ابتدا میں بھی گنہ چکا ہے
فَاَلَمْ یَلٰہِکَ اللّٰہُ تَجْمَعُ اَلْاُمُوْسُ (آیت - ۴) تمام کام لوٹ کر اُمّی
اللہ کی طرف ہی جاتے ہیں۔ انسانوں کو بھی اُمّی عدالت میں پہنچا ہے۔ جہاں
محاسبہ ہوگا۔ اور اگر ایمان اور توحید کو اختیار نہ کیا تو سخت گرفت آئے گی
کیونکہ کوئی پیر اللہ کے دستِ قدرت سے باہر نہیں ہے، وہ ہر عیب

لوحہ نقص سے پاک ہے۔

سورۃ کے آخری حصہ میں اس کا خلاصہ دہرایا گیا ہے۔ قرآن پاک کی
حفاظیت و صداقت، توحید اور تفریح قیامت کے دلائل اور رسالت کا پھر حصہ
بھی ضمن آگیا ہے۔



الصَّافَّاتِ ۲۷

آیت ۱۰-۲۱

والم ۲۳

درس اول ۱

سُورَةُ الصَّافَّاتِ مَكِّيَّةٌ وَفِيهَا مِائَتَةٌ وَاشْتَقُّوا عَلَانُونَ اَيْتُهُمْ كُنُوزٌ كُنُوزٌ
سُورَةُ صَفَّاتِ مکی ہے۔ اس کی ایک سرباسی آیت اور پانچ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے

وَالصَّافَّاتِ صَفًّا ① فَالزَّجْرَاتِ زَجْرًا ②
فَالثَّلِثَاتِ ذِكْرًا ③ إِنَّ إِلَهَكُمْ لَوَاحِدٌ ④
رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا
وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ⑤ اِنَّا زَيْنًا السَّمَاءِ الثُّنْيَا
بِزَيْنَةِ الْكَوَاكِبِ ⑥ وَحِفْظًا مِنْ كُلِّ
شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ⑦ لَا يَسْمَعُونَ اِلَى الْمَلٰٓئِ
الْاَعْلٰى وَيُقَدِّفُونَ مِنْ كُلِّ حَايِبٍ ⑧
دُخُوْرًا وَلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ⑨ اِلَّا مَنْ
خَطَفَ الْخَطْفَةَ فَاتَّبَعَهُ شَهَابٌ
ثَاقِبٌ ⑩

ترجمہ :- قسم ہے صفت باندھنے والوں کی قطار

پنا کر ① اور ڈانٹ پلانے والوں کی جھڑک کر ②

اور ٹھوس کرنے والوں کی ذکر ③ بیگم تھڑا معبود

ایک ہی معبود ہے (۳) جو پھر دگر ہے آسمانوں اور
 زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ، اور پھر دگر
 ہے مشرقوں کا (۵) بے شک ، ہم نے سزین کیا ہے
 آسمان دنیا کو ستاروں کی مدد سے (۶) اور ان کے
 درمیان حفاظت کی جاتی ہے ہر سرکش شیطان سے (۷)
 نہیں من سکتے یہ علاہ اعلیٰ کی بات کو ، اور پیچھے جاتے
 ہیں وہ ہر جانب سے (۸) دیکھئے ہم نے ، اور ان کے
 لیے غلاب ہے ہمیشہ کے لیے (۹) ہاں ! مگر جس
 نے ایک یا کسی بات کو اپنا ، پس اُس کے پیچھے
 لگتا ہے چمکتا ہوا شباب (۱۰)

اس سورۃ مبارکہ کا نام سورۃ الضحیٰ ہے جو کہ اس کے پہلے لفظ سے
 ماخوذ ہے ۔ یہ سورۃ مکی دؤر میں سورۃ انعام کے بعد نازل ہوئی ۔ یہ مکی زندگی کا
 درمیانی عرصہ ہے ۔ اس سورۃ کی ایک تشریحات آیات اور پانچ رکوع ہیں اور یہ
 سورۃ آخر سورۃ الفاط اور تین ہزار آخر سورۃ التیس ختم ہوتی ہے ۔
 دیگر مکی سورتوں کی طرح اس سورۃ مبارکہ میں بھی زیادہ تر غیبی حقائق توحید و
 رسالت ، معاد اور قرآن پاک کی صداقت و حقیقت کا ہی ذکر ہے ، تاہم توحید کا
 بیان سب سے زیادہ ہے ۔ اس سورۃ میں بعض اچھے دلائل قدرت بیان
 کیے گئے ہیں ، جو دلائل توحید اور دلائل قیامت بھی ہیں ۔ رسالت کے
 سلسلہ میں حضرت نوح علیہ السلام ، ابراہیم علیہ السلام ، موسیٰ علیہ السلام ، ایسا
 علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام اور بعض دیگر انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے
 مگر یہ مضامین کے علاوہ بعض ضمنی مضامین بھی آگئے ہیں ۔ فرشتوں کا
 خاص طور پر تذکرہ ہے ۔ عرب کے مشرک فرشتوں کو خدا تعالیٰ کی بیسیاں تصور
 کرتے تھے اور بعض انہیں جمود سمجھتے تھے ، ہر زمانے میں مشرک لوگ فرشتوں

ہم اور
 کو انت

مضامین سورۃ

سے غائبانہ انداز طلب کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ اس سورۃ کی ابتدا میں جو قسم اٹھائی گئی ہے اس کے مصداق بھی فرشتے ہیں۔ اللہ نے فرشتوں کی اطاعت و فرمانبرداری کا ذکر بھی کیا ہے کہ وہ تو خود اللہ کے حکم کے تابع ہیں، پھر تم ان کو کس طرح معبود سمجھو؟ اس سورۃ کی ابتدا قسم سے ہوئی ہے وَالصَّفَّاتِ صَفًا قسم ہے قطار در قطار ہر کر صفت باندہ معنی والوں کی۔ اس سے مراد فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لیے ہر وقت صفت بہت نظر رہتے ہیں۔ یہی بات سورۃ کے آخر میں بھی آئے گی۔ وہاں اللہ نے فرشتوں کی زبان سے کھول دیا ہے وَأَنَّا لَنُخْفِتُ الْمَنَاقِبُ (آیت ۱۶۵) ہم تو ہر وقت صفت باندہ سے کھڑے رہتے ہیں۔ تاکہ اللہ کا حکم سن کر اس کی تعمیل کریں۔ غرضیکہ اللہ کے فرشتے اس کے حضور صفت بہت کھڑے رہتے ہیں۔ اس کا حجاب بھی ہو سکتا ہے کہ فرشتے عبادت الہی کے لیے صفت بہتہ بہتہ ہیں۔ اسی طرح صفت بندی سے مراد اہل ایمان انسانوں کی صفات بھی مراد ہو سکتی ہے ان کو بھی اعلیٰ ترین عبارتِ فائز کے لیے صفت بندی کی سخت تاکید کی گئی ہے۔

فرشتوں کی
صفت بندی

اہل ایمان سے صفت بندی دو مقامات پر مطلوب ہے، ایک نماز کے لیے اور دوسٹر میدان جنگ میں جہاد کے لیے۔ سورۃ الفتح میں جہاد کے لیے ہی صفت بندی کی ترغیب دی گئی ہے إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِمْ صَفًا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْمُومٌ (آیت ۴۰) اللہ تعالیٰ اس کے راستے (جہاد) میں سب سے چلائی ہوئی دیوار کی طرح صفت بندی کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے أَلَا تَعْلَمُونَ كَمَا تَصْعَدُ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا لَوْ أَنَّهُمْ نَادَوْا لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ (صحیح مسلم) ان کے پاس سے جہاد کے لیے اُس طرح صاف کیوں نہیں بندتے جس طرح فرشتے اپنے

صفت بندی
کی اہمیت

پہلے وہ گارہ کے ہاں صفت بندی کرتے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا: حضور! فرشتے کس طرح صفت بندی کرتے ہیں؟ فرمایا: یُسَبِّحُونَ الصُّفُوفَ الْأُولَىٰ وَيَتَرَامُونَ فِيهَا الصُّفُفَ کہ وہ پہلی صفوں کو گرا گرتے ہیں اور صفت میں مل کر کھڑے ہوتے ہیں یعنی درمیان میں غلار نہیں چھوڑتے۔ بعض روایات کے الفاظ ہیں وَلَا يَنْدَوْنَ فَوْجًا الشَّيْطَانِ کہ وہ شیطان کے لیے سنے نہیں چھوڑتے نمازیوں کے درمیان جتنا فاصلہ زیادہ ہوگا۔ اسی قدر شیطان کی آمد و رفت بھی زیادہ ہوگی، اور وہ نماز میں خلل ہوگا۔ نماز کے لیے صفوں کا اکیڈی حکم ایسا ہے پہلی صف میں بالغ اور عمر رسیدہ لوگ کھڑے ہوں، اس کے بعد بچوں کی صف ہو اور پھر آخر میں عورتیں صفت بنائیں۔ حضور علیہ السلام نماز کے لیے خود صفوں کا دستخط فرمایا کرتے تھے۔ صحابہؓ یقین کرتے ہیں کہ حضور کسلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو اس طرح سیدھا فرمایا کرتے تھے مَعَاذَ مَا يَسْتَوِي بِهِمَا الْفَيْدَا ح ر مسلم اگر کیا کہ صفت سے غیر سیدھا کیا جائے گا۔ اس طرح جب حضور علیہ السلام جبارہ کے لیے صفت بندی کرتے تو اس میں بھی کوئی رشتہ نہیں چھوڑتے تھے۔

صفت کے لفظ سے نظم و ضبط اور باقاعدگی کی تعلیم ملتی ہے ہر کام پر اس طریقے کے ساتھ انجام دینا چاہیے۔ بدلتی اللہ تعالیٰ کو قطعاً پسند نہیں۔ چنانچہ یہ تعلیم دنیا کے نظام میں بھی خرابی کا باعث بنتی ہے۔ ہر حال صفت بندی ہماری امت کی خصوصیت ہے۔ دیگر خصوصیات میں یہ بھی ہے کہ اللہ نے ساری زمین کو امت محمدیہ کے لیے مسجد قرار دیا ہے اور طہارت کے لیے مٹی کو پاک قرار دیا ہے جس میں سے تیمم دیا ہے۔

پہلے فرشتوں یا انسانوں کی صفت بندی کی قسم اٹھائی پھر منسربا یا۔

نہجی ضرورت

فَالَّذِي جَلَّدَ ثَوْبًا قِطْعًا هَؤُلَاءِ أُنْزِلَتْ عَلَيْهِمُ الْغُلُوبُ وَالَّذِينَ
 كَفَرُوا لَهُمْ لَظْمٌ أَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ لَكَفْكُفًا عَمَّا يُعْمَلُونَ
 یا تو شیاطین کو ڈانٹ پلاتے ہیں اور ان کو جھگڑاتے ہیں تاکہ وہ اُسرے جا کر عالم بالا
 کی بات نہ سن سکیں۔ اور یا بادلوں کو زبرد کر رہے ہیں۔ تم ذی شریعت کی روایت
 میں آ آ رہے کہ فرشتے بادلوں کو کورسے لاتے ہیں۔ اور وہ ہر بارش پر مانا مقصود
 ہوتا ہے، اور ہر بارش کے لئے جاتے ہیں۔ زبرد سے مراد بھی ہر شے ہے کہ مجرموں
 کو گناہ سے باز رکھنے کے لیے ان کو ڈانٹ چلائی جائے۔ مفسرین کرام بیان کرتے ہیں
 کہ برائی سے منع کرنے کے لیے ڈانٹ اور سخت ہے۔ نیک انسان کو پیشانی پر ضرب
 کو برائی سے ڈانٹ پلاتے ہیں تاکہ وہ کس معصیت میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اس
 طرح میدانِ حاد میں کافروں کو ڈانٹ ڈھس کی جاتی ہے۔ یہ تمام مواقع زبرد میں داخل
 ہیں اور اس آیت کا مصداق بنتے ہیں۔

ذکر الہی

آگے فرمایا فَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ لِسْمِ اللَّهِ فِي خُلُوعِهِمْ ان کے ذکر کی غفلت کرنے والوں
 کی۔ اس سے مراد یا تو اللہ کے فرشتے ہیں کہ وہ اللہ کے حکم کی غفلت کرتے
 ہیں یعنی اسی طرف ہر تن گھڑ رہتے ہیں، اور یا اس سے انسانی بھی مراد ہو سکتے ہیں
 جو ذکرِ الہی میں مصروف رہتے ہیں۔ قرآن و حدیث میں ذکر کی بڑی فضیلت آئی
 ہے۔ مثلاً سورۃ الحجہ میں وَإِذْ كُنَّا لِلْأَشْجَارِ أَكْثَرًا نَدْعُوهُ لَا نُؤْمِنُ (آیت ۱۰)
اللَّهُ كَاشِرَتِ سے ذکر کیا کرو۔ تاکہ تمہیں کھائی نصیب ہو۔ سورۃ العنکبوت
 میں ہے وَلَا تَدْعُوا اللَّهَ أَكْثَرَ دَعْوَىٰ (آیت ۲۵) یقیناً جاؤ کہ اللہ کا ذکر ہر چیز سے بزرگ تر
 ہے بھاری شریعت کی ہدایت میں حدیثِ قدسی کے الفاظ ہیں أَنَا مَخْلُوعٌ عَبْدٌ
إِذَا كُنْتُ فِي وَحْشٍ كُنْتُ يَهُنَّكَ جب میرا بندہ میرا ذکر کرتا ہے اور اس

۱۔ تم ذی شریعت

۲۔ منظر ہی میں درمیان المعانی میں ۳۳۳ ۳۳۳ جہاد ص (فیاض)

کھیلے اپنے غزلیں کر حرکت دیتا ہے تو میں اُس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ مجھیں کی حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ میرا معاملہ بندے کے ساتھ اس کے یقین کے مطابق ہے جب وہ مجھے اپنے جی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اُس کو اپنے جی میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا ذکر دوسروں کے سامنے کرے، تو میں ان سے بہتر بندوں کی حاجت یعنی فرشتوں کے ساتھ اس کا ذکر کرتا ہوں۔

بہر حال ذکر دو طرح سے ہوتا ہے۔ اگر زبان سے کلام پاک پڑھا جائے اور شریعت پڑھا جائے یا دیگر وظائف کئے جائیں تو یہ انسان کے اپنے فائدے کے لیے ہوتا ہے جس سے اُسے اجر و ثواب حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ فرشتے بھی اپنے پیسہ و کار کا ذکر اُس کی رضا اور خوشنودی کے لیے کرتے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ دوسروں کو تعلیم دینے کے لیے ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ بھی ضروری ہے تاکہ یہ مسئلہ آگے چلا سکے۔ اس سے پڑھنے اور پڑھانے والے دونوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

وہابیہ کی گواہی

اللہ تعالیٰ نے مذکورہ تین قسمیں اٹھا کر عسی تا کینا فرمایا اِنَّ اللہَ کَرِیْمٌ رَّحِیْمٌ بیشک تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ ہر نیک انسان، جن اور فرشتے صرف خدائے وحدہ لا شریک ہی کی عبادت کرتے ہیں۔ اللہ کو چھوڑ کر انسانوں، جنوں یا فرشتوں کو معبود بنانا تو بڑی بے وقوفی کی بات ہے۔ وہ تو خود اس فکر میں رہتے ہیں کہ کسی طریقے سے اللہ ہم سے راضی ہو جائے اور ہم سے کوئی نافرمانی کی بات سرزد نہ ہو جائے۔ اُن کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ اللہ کے ہر حکم کی تعمیل اُس کے خدائے مطابق ٹھیک طریقے سے ہو۔ فرشتے بھی اللہ کی اطاعت میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں۔ پھر انہی کو معبود بنانا کہاں کی عقلندی ہے؟ لہذا مشرکین کو کسی طرح بھی یہ حق نہیں پہنچا کہ وہ خدا کے علاوہ کسی دوسری ہستی کو معبود مان کر اُس کی عبادت کریں یا اُس کی دُائی دیں یا اُس کے سامنے نذر و نیاز پیش کریں حالانکہ معبود برحق تو ایک ہی ہے جو سب جانوں کا خالق، مالک

متصرف اور مربی ہے۔ بہر حال فرشتے صرف اذن سے کھڑے ہوں یا انسان سب
سنگینہ دیتے ہیں کہ معبود حقیقی صرف ایک ہی ہے۔

رب المشرق

اور وہ کہن ہے رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا
وہ پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا۔ اور جو کچھ اپنی دلوں کے درمیان ہے رب
کا سچا پروردگار نہ دلا یعنی ہر چیز کی اس طرح نشوونما کرنا کہ وہ بتدریج مدد کمال
تک پہنچ جائے، غرضیکہ اللہ تعالیٰ، انسانوں، جانوروں، نباتات اور جمادات
سب کا پروردگار ہے اور اس کام میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ ہر چیز کی
پرورش، بھڑائی اور حفاظت اسی کے ذمہ ہے۔

وَرَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (المعارج - ۴۰) بھی آیا ہے کہ تمام مشرق اور مغربوں کا
یعنی دلوں مشرق اور دلوں مغربوں کا رب بھی وہی ہے۔ اس کے علاوہ رَبُّ
الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (المعارج - ۴۰) بھی آیا ہے کہ تمام مشرق اور مغربوں کا
وہی پروردگار ہے۔ غرضیکہ مشرق اور مغرب، اور آسمان اور زمین دونوں میں
استعمال ہوئے ہیں۔ جہاں دامن کا صیغہ ہے وہاں پر عام فہم سنی ہے کہ مشرق
اور مغرب کا پروردگار اللہ ہے۔ جہاں شنیہ کا صیغہ استعمال ہوا ہے وہاں مطلب
یہ ہے کہ سورج اور گرمی ہر دو کو سوں کے مشرق اور مغرب کا رب اللہ ہے۔
ظاہر ہے کہ گرمی کے موسم میں سورج اور جگہ سے طلوع اور دوسری جگہ غروب
ہوتا ہے، جب کہ موسم سوا میں اس کا مشرق و مغرب قدرے مختلف ہوتے ہیں
اسی طرح جمع کا صیغہ استعمال کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ درحقیقت ہر دن
سورج کا مشرق و مغرب مختلف ہوتا ہے۔ چونکہ ہر روز کچھ نہ کچھ فرق پڑتا رہتا
ہے لہذا ان تمام مشرق و مغرب کا جمع کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔ البتہ اس
مقام میں صرف مشرق کا لفظ آیا ہے اور مغرب نہیں لایا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ
مشرق کا ذکر کر کے مغرب خود بخود ذہن میں آجاتا ہے کہ جس سورج نے طلوع ہوا

ہے اور طروب میں ہوگا۔ لہذا یہاں پر مغرب کا ذکر نہیں کیا گیا۔ تو فرمایا مشرق و مغرب کا معنی بھی اشرق و عشاء لا شریک ہے۔

آسمان دنیا کی زینت

آگے ارشاد ہوتا ہے اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ وَالْكَوْكَبِ
یہ فلک ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کے ساتھ زینت بخشی ہے۔ اللہ اور
انجیل کے رسول کے مضم کے مطابق آسمان تو سات بی ستر ہیں صرف ایک ہی نظر
آتا ہے جسے آسمان دنیا کا نام دیا گیا ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے اس آسمان پر ستارے
بکھیر کر اس کو خوشامیاد کیا ہے رات کے وقت چاند اور ستارے نظر آتے ہیں۔ ان
کو ستاروں ستاروں کے مختلف ساڈے اور مختلف رنگ ہیں۔ کوئی سفیدی مائل
اور کوئی سرخی مائل، کوئی نیلیوں اور کوئی ہندی مائل ہیں۔ اللہ نے ان میں بھی چمک
پیدا کر دی ہے جیسے قندیلیں روشن ہوں۔ فرمایا ستارے ایک تو آسمان دنیا کی
زینت ہیں اور ان کا دوسرا کام یہ ہے وَحِفْظًا مِّنْ حَوْلِ شَيْطَانٍ
مَّكِيدٍ کہ ہر سرکش شیطان سے حفاظت کا ذریعہ ہیں۔ یہ شیطان اُپر ہمارے
فرشتوں کی گفتگو سننے کی کوشش کرتے تھے۔ ان کے کان میں کوئی بات نہ آتا
تو کہتے تھے کہ تو وہ آگہ اپنے کانوں کو بٹکے جس میں جو جھوٹ بولا کہ اپنے ساتوں کو
بتاتے اور اس طرح ان کا کام چلتا رہتا۔ جب قرآن پاک کا نزول شروع ہوا تو شیطان
کا آسمان پر داخلہ بند ہو گیا۔ چنانچہ اللہ کے فرشتے ان کو اُپر جانے سے روکتے ہیں۔
اسی بات کے متعلق فرمایا لَا يَسْمَعُونَ الْكَلِمَ الْفِيلَا إِلَّا عَلَىٰ أَنبِيَا
وَأُوْرِيَا فرشتوں کی ہمت کی باتیں وَفِيكَفُونَ مِّنْ حَوْلِ جَانِبِ دُخْرًا
مکو یہ کہہ سکتے جانتے ہیں وہ ہر جانب سے ادا کیلے ہوئے۔ جہر ہی کوئی شیطان جانے
کی کوشش کرتا ہے فرشتے اُسے دیکھ لیتے ہیں ہٹا دیتے ہیں۔ اور ان کا طریقہ یہ ہے
جیسا کہ آگے ذکر آ رہا ہے کہ ان پر شاب پھینکے جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے کوئی
مرا تا ہے اور کوئی زخمی ہو جاتا ہے اور اس طرح وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّوَصِّبٌ
ان کے لیے دائمی عذاب ہوتا ہے۔ شیطان خود خدا کے نافرمان ہیں اور دوسروں

کہ جس نامزدانی پر آمادہ کرتے ہیں۔ انسانوں کے دلوں میں بڑے دھوے ڈالتے ہیں۔
لہذا انہیں ہمیشہ مار پٹتی رہتی ہے۔

قرآنِ اقدس خُطْبَةُ الْخُطَفَةِ پیمبر شیطا میں سے کسی نے اُپر دیا
کر رہے تھے کے باوجود فرشتوں سے کوئی بات اچھلی، اس نے کوئی بات سن
لی فَاتَّبَعَهُ شَيْطَانٌ جَلْبَابٌ

اور وہ پیچھے جالتا ہے۔ شیطان میں یہ کوشش جاری ہے اور آئندہ بھی جاری ہے
کہ اگر وہ انسانوں کو حتیٰ الامکان گمراہ کر سکیں۔ تاہم شبابِ ثاقب بھی ان کا پچھا کر کے
اُٹھ کر بھاگتے رہیں گے۔ ہم یہاں دیکھتے ہیں کہ وہ کیا کسی پاؤں کو سر کرنے کے لیے
کتنی محنت اور کوشش کرتے ہیں۔ اکثر ناکام ہوتے ہیں اور کبھی کامیاب بھی ہو
جاتے ہیں دنیا کی بلند ترین چوٹی مونٹ ایورسٹ کو سر کرنے میں ڈیڑھ سو سال صرف
ہوئے تھے اور تب جبکہ اس میں کامیاب ہوئی تھی۔ اس طرح شیطان بھی اُپر جا کر
معلومات حاصل کرتے رہتے تھے اور اس کوشش میں وہ مرتے بھی رہتے ہیں۔
مگر ان کے ہانشین بھی جاری رکھتے ہیں اور پٹتے رہتے ہیں۔

فَاسْتَفْتَيْهِمْ أَهُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمْ مَنِ خَلَقْنَا
بَنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِنْ طِينٍ لَازِبٍ ① بَلْ عَجَبْتَ
وَيَسْخَرُونَ ② وَإِذَا ذُكِرُوا لَا يَذْكُرُونَ ③
وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخِرُونَ ④ وَقَالُوا إِنَّ هَذَا
إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ⑤ إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَا
عِظَامًا إِنْآ لَمَتَّبِعُونَ ⑥ أَوَابًا وَا الْأَوَّلُونَ ⑦
قُلْ نَفْسٌ نَقَمَ وَأَنْتُمْ دَاخِرُونَ ⑧ فَإِنَّمَا هِيَ
زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ يَنْظُرُونَ ⑨
وَقَالُوا لَوْ يَكُنَّا هَذَا يَوْمَ الدِّينِ ⑩ هَذَا
يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ⑪
أُخْشِرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا
يَعْبُدُونَ ⑫ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَاهْدُوهُمْ إِلَى
صِرَاطِ الْجَحِيمِ ⑬ وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ
مَسْئُولُونَ ⑭ مَا لَكُمْ لَا تَنْصَرُونَ ⑮ بَلْ
هُمْ الْيَوْمَ مُسْتَلَمُونَ ⑯ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ
عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ⑰ قَالُوا إِنَّكُمْ كُنْتُمْ

تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ ۖ (۲۸) قَالُوا بَلْ لَمْ تَكُونُوا
 مُؤْمِنِينَ ۖ (۲۹) وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِنْ
 سُلْطَانٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طَٰغِيْنَ ۖ (۳۰) فَحَقَّ
 عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا ۖ اِنَّا لَذٰلِقُوْنَ ۖ (۳۱) فَاَعْوَيْتُمْ
 اِنَّا كُنَّا عٰوِيْنَ ۖ (۳۲) فَلَا نَهْمُ يَوْمَئِذٍ فِي
 الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ۖ (۳۳) اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ
 بِالْمُجْرِمِيْنَ ۖ (۳۴) لَّا نَهْمُ كَانُوْا اِذَا قِيلَ لَهُمْ
 لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۖ (۳۵)

ترجمہ ۱۔ پس آپ ان سے پوچھیں کہ کیا یہ زیادہ
 سخت ہیں بنائے میں یا وہ جن کو ہم نے پیدا کیا ہے
 بے شک ہم نے ان کو پیدا کیا ہے پچھنے والی سٹی
 سے (۱۱) بلکہ آپ تعجب کرتے ہیں اور یہ ٹھکانے
 ہیں (۱۲) اور جب ان کو یاد دہایا جائے تو نصیحت
 نہیں پکڑتے (۱۳) اور جب یہ دیکھتے ہیں کوئی ناشانی
 نہ ہوتی اڑتے ہیں (۱۴) اور کہتے ہیں، نہیں ہے یہ
 مگر گھٹا حادثہ (۱۵) کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہر جائیں
 گے سٹی اور ٹہریاں تو کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے (۱۶)
 کیا ہمارے آباء اجداد بھی، جو پہلے گزر چکے ہیں (۱۷)
 آپ کہہ دیجئے ان، اور تم ذلیل ہو گے (۱۸) اور بیشک
 وہ ایک ہی ٹھکانے ہو گے، پس اچانک وہ دیکھ رہے

ہوں گے (۱۹) اور کہیں گے وہ بڑے بھاری خزانے
 یہ تر جزا کا دین ہے (۲۰) ان یہ فیصلے کا دین ہے
 جس کو تم جھٹکتے تھے (۲۱) (حکم ہو گا) اکٹھا کر دو
 ان کو جنہوں نے ظلم کیا، اور ان کے بھڑوں کو، اور
 جن کا وہ پرہیز کرتے تھے (۲۲) اللہ کے سوا، پس
 چلاؤ ان کو جہنم کے راستے کی طرف (۲۳) اور کھڑا
 کر دو ان کو، بیشک ان سے پرچھا جائے گا (۲۴) کیا ہوا
 ہے، تم کو، ایک دوسٹر کی مدد نہیں کرتے (۲۵)
 جبکہ وہ آج کے دین راہب دوسٹر کو پکڑنے والے
 ہوں گے (۲۶) اور حویہ ہوں گے بعض ان میں سے
 بعض پر اور پرچیں گے (۲۷) کہیں گے، تحقیق تم نے
 تھے چارے پاس داہنی طرف سے (۲۸) وہ کہیں گے
 جبکہ نہیں تھے تم ایمان لانے والے (۲۹) اور نہیں تھا
 چارے بے تم پر کوئی غلبہ، جبکہ تم خود سرکشی کرنے
 والے تھے (۳۰) پس ثابت ہو گئی ہے ہم پر بات
 جانے ہمہ گدہ کی، بیشک ہم پکھنے والے ہیں عذاب
 کا شرا (۳۱) پھر ہم نے گمراہ کیا تمہیں کیونکہ بیشک
 ہم بھی گمراہ تھے (۳۲) پس یہ لوگ اس دن عذاب
 میں شریک ہوں گے (۳۳) ہم اسی طرح کرتے ہیں
 مجرموں کے ساتھ (۳۴) بیشک یہ لوگ کہ جب ان
 کے سامنے کہا جائے تَحَا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَرَعِبْر
 کرتے تھے (۳۵)

وَاللَّهُ

اس سورۃ کی ابتدا میں صاف بتا کر دے والے فرشتوں کا ذکر کیا گیا اور

جی کہ قسم اٹھا کر خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا اعلان کیا گیا۔ ملائکہ کی صف بندی یا انسانوں کی
 نماز اور عبادت کے لیے صف بندی خود اللہ کی توحید پر دلالت کرتی ہے۔ جب
 تمام ملائکہ اور انبیاء اور صلحاء امت اللہ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور اُنہی کو مشکل کشا
 اور حاجت دہا سمجھتے ہیں تو پھر شرک لوگ حیروں کو معبود مان کر اُن کی نذر و نیاز کیوں
 پیش کرتے ہیں اور اُن سے حاجت بڑی کی کیسے توقع رکھتے ہیں؟ حقیقت
 یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق، مالک، مربی اور متصرف ہے لہذا امجد حقیقی ہی ہے
 ارشاد ہوتا ہے لے یوم یصلی اللہ علیہ وسلم فاستغفیرہ ذرأب
ان سے پچھیں کہ یہ لوگ کس بنا پر اللہ کو کھاتے ہیں اور قیامت کا انکار کرتے
ہیں اھم اشہد خلقا امر من خلقک کیا یہ پیدائش میں زیادہ شمار
 ہیں یا وہ چیزیں جن کو ہم نے پیدا کیا ہے۔ یہ انسان جیسی چھوٹی سی چیز کی دوبارہ
 تخلیق محال سمجھتے ہیں حالانکہ رب السموات والارض وما بینہما
 (۵۰) یعنی آسمانوں اور زمین جیسی بڑی بڑی چیزوں کے خالق و مالک اور
 مدبر بھی ہم ہیں۔ مشرکین اور منکرین خدا سے استفسار یہ ہے کہ کیا زمین و آسمان
 اور اُن کے درمیان طے تمام کھوں کی تخلیق مشکل ہے یا تمہاری مطلب یہ
 ہے کہ جو قدر مطلق اتنی بڑی بڑی چیزوں کو پیدا کر سکتا ہے، وہ تمہیں دوبارہ
 کھوں نہیں پیدا کر سکتا۔ فرمایا تمہارا ترادہ تخلیق بھی زیادہ بخت نہیں۔ اَمَّا
خلقنہم و وث طین لا زپ ہم نے بنی نوع انسان کے جا امیر
 حضرت آدم علیہ السلام کو چمکنے والی مٹی سے پیدا کیا اور پھر آگے نسل انسانی کو
 قطرہ آب سے پلایا۔ لہذا یہ کون سا کام ہے جس کا تم انکار کر رہے ہو، فرمایا
بکل یجبت بلکہ آپ تعجب کرتے ہیں ان لوگوں کی حماقت پر کہ انسان
 کی تخلیق کو محال تصور کرتے ہیں۔ مگر ایسا کی حال یہ ہے و یستخرون
 کہ یہ آپ کی باتوں کا منہ خرا ا ہے ہیں کہ یہ شخص کیسی عجیب و غریب باتیں
 کر رہا ہے۔

تخلیق انسانی
 علیہ دلیل

مکرمین کی
محبت بڑی

فرمایا حقیقت یہ ہے وَإِذَا ذُكِّرُوا لَا يَذْكُرُونَ جب
ان کو نصیحت کی جاتی ہے اور کھایا جاتا ہے کہ یہ دنیا عارضی ہے، اس سے
زندگی کا حایب کتاب آگے چل کر دینا پڑے گا۔ تمام مردے دوبارہ زندہ
ہوں گے اور جزا اور سزا کے فیصلے ہوں گے تو یہ لوگ قطعاً نصیحت نہیں
پکڑتے۔ وَإِذَا رُكِّعُوا يَذْكُرُونَ اور جب یہ لوگ کوئی نشانی دیکھتے ہیں پیغمبر ﷺ
کے ہاتھ پر معجزہ دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خلق القمر اور وہ سب معجزات
ظاہر فرمائے۔ تو ایسی چیزیں دیکھ کر کہتے ہیں يَسْمِعُونَ أَهْوَاؤَ الَّذِينَ كَفَرُوا انہی ذاتی کہنے لگتے ہیں
ہم انہیں نہیں لائے۔ وَمَا كُنَّا لِنُؤْتِيَهُمْ لَاحِظًا إِلَّا لِيُحْجِزَ الَّذِينَ آمَنُوا اور کہتے ہیں
نہیں سمجھتے کہ لہذا دوسری جگہ فرمایا کہ معجزہ دیکھ کر یہ لوگ کہتے ہیں إِنْ هَذَا إِلَّا
لَسُحُورٌ مَّبِينٌ (یونس ۲۰) یہ تو کھلا جادوگر ہے۔ یہ نبوت کا دھوکہ دہا کر رہا ہے کہ
ہے کہ یہ نشانی اللہ نے ظاہر کی ہے حالانکہ اس قسم کی چیزیں عام جادوگر پیش کرتے
کرتے ہیں، یہ کوئی انوکھی بات ہے۔

فرمایا یہ اتنے یہ مذاق لوگ ہیں جو کہتے ہیں وَإِذَا مَثَلُوا كَانُوا بَاطِلًا عظاماً
کی جب ہم مر کر مٹی اور ٹپیاں ہو جائیں گے، گوشت گل سڑ جائے گا اور مٹی میں رل
رل جائے گا اور صرف بوسیدہ ٹپیاں رہ جائیں گی إِنَّا كَائِبُونَ تو یہ
دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟ أَوْ آيَا كُنَّا إِلَّا وَكُنَّا اور کیا پہلے گئے ہوئے
ہمارے آباء اور اجداد بھی دوبارہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے؟ کہتے تھے یہ بات
ہماری عقل میں نہیں آتی کہ جب ہمارے ذات مٹی میں منتشر ہو جائیں گے، لودہ
پھر جمع ہو کر ہماری زندگی کا باعث بن جائیں گے۔

اللہ نے جواباً فرمایا فَلْيَسْمِعِ الْغَيْبُ! آپ ان سے کہہ دیں فَعَسَىٰ أَنْ
يَكُونَ بَلَاءٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ اور تم بھی اور تمہارے آباء اور اجداد سب اولین اور
آخرین دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور تم اس حکم کی وجہ سے ذلیل ہو کر رہو گے
فرمایا جب قیامت کا دن آئے گا فَإِنَّمَا هُمْ زَنْجِيرٌ وَأُحْصِيَةٌ
تو ایک ہی ڈانٹ آنے لگی یعنی ایک ہی دفعہ بھل بکے گا فَإِذَا أَهْمُ يَنْظُرُونَ

اور سب دیکھ رہے ہوں گے۔ وقوع قیامت کے بل کے ساتھ ہی سب کے
 سب اپنے قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور ذلیل و خوار ہو کر منہ کی طرف جائیں
 گے، اُس وقت اُن کا سارا غرور و تکبر ہوا ہو جائے گا۔ بڑے بڑے بڑی اور اُن
 کا غنا دار، دُور سے اور گھیر وار ذلت کی حالت میں فرشتوں کے آگے آگے
 چل رہے ہوں گے۔ اُس وقت اُن کو حقیقت کا پتہ چلے گا۔ اور پھر کہنا انہیں
 ملے ہوئے کہیں گے وَمَا لَکُمْ لَیْسَ بِکُمْ هَٰذَا یَوْمَ الَّذِیْنَ کُنْتُمْ
اَنْفُسَہُمْ ہَاہُنَہُ یَوْمَہُہُ۔ اللہ کے نبی ویسے ہیں ڈایا
 کرتے تھے۔ مگر ہم اس سے انکار کرتے اور نبیوں کا مذاق اڑاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ
 فرمائے گا ہَٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ الذَّوْعِ کُنْتُمْ بِہِ شَکَّوْنَ
 یہی وہ فیصلہ کا دن ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے اور کہتے تھے، کہہ کرانی ہوتی
 نہیں آئے گی، نہ کوئی دوبارہ زندہ ہوگا، نہ حساب کتاب ہوگا، نہ جزا و سزا
 کے فیصلے ہوں گے۔ فرمایا دیکھو یہ فیصلہ کا دن آپ کا ہے۔ آج تمہیں پوری زندگی
 کے اعتقاد و اعمال کا جھلکا کرنا ہوگا اور تمہیں اس کا بدلہ مل کر رہے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا اَحْسِرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوا وَاَنْذِرُوْهُمْ
اِنَّ ظَالِمِیْنَ اَعْدٰیہُمْ کے جوڑوں کی اکٹھا کد۔ جو زندگی بھر کفر، شرک، تجاؤ، قتل، زنا،
 چوری، ڈاکہ، حق تلفی اور دیگر جرائم میں غوث رہے اُن کو اکٹھا کر دے اور اُن کی
 بیویاں بھی اگر شرکیہ جرم تھیں تو اُن کو بھی ساتھ لے کر۔ مفسرین کا یہ کہہ فرماتے ہیں کہ
 جوڑوں کا مطلب یہ بھی ہو سکتا کہ ہر مجرم کو اُس کے جرم کی نصرت کے اعتبار سے
 علیحدہ علیحدہ گروہوں میں جمع کر دیا جائے گی۔

دشمن کی
 طرف راہی

”کہ ہم جنس باہم جنس پہنچاؤ“

سب کی علیحدہ علیحدہ قطاریں بنا دو اور ساتھ ساتھ اَنْتُمْ اَعْبَادُہُ
مِنْ دَعْوِی اللّٰہِ اَنْ جِہِدُوْا بِلَہِہُ کو بھی اکٹھا کر لو جن کی یہ اللہ کے سوا پرستش
 کیا کرتے تھے۔ یہ مجرمین جن ستیروں کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے تھے اور جن

کے ملنے نہ دنیا نوپیش کرتے تھے، ان کو بھی ان کے ساتھ ہی جمع کر لے۔
فَاَمَّا دُوهُمُ الْمَصْرَاطُ لِلْجَبِّ نُوْجِرْ پھر انہیں ایک کو جہنم کے
 کے راستے کی طرف لے چلو۔

پھر فرمایا وَقِفُوْهُمْ اِنَّ كُوْزًا كَھْرًا كُوْزًا روکو کہ کوڑا کوڑا
مَسْتُوْکُوْنِ ان سے پرچھا جائے گا۔ ان کوڑا روکو کہ ان سے ان کی کارکردگی
 کے متعلق باز پرس ہوگی۔ سورۃ النحل میں ہے کہ اس دن ہر شخص سے اس کے ہر عمل
 کے متعلق پوچھا جائے گا اِنَّ یَوْمَ کُلُّ نَفْسٍ مَّجَادِلٌ عَنْ نَّفْسِهَا
 (آیت ۱۱۱) اس دن ہر شخص کو اپنی جوابی خود کرنا ہوگی۔ وہاں کی کوڑا کیل مقرر نہیں کیا
 جاسکے گا اور نہ کسی کو نماز اور شیعہ کی اجازت ہوگی۔ ہر ایک کو بلا ترحمان ان کے
 حضور ہر عمل کا جواب ادا کرنا پڑے گا۔ اور جب تک کوئی شخص جواب نہیں
 دے گا۔ اُسے قدم تک نہیں اٹھانے دیا جائے گا۔ پھر اللہ فرمے گا دنیا میں تو
 ایک دوسرے کے بڑے عاصی بنے پھرتے تھے، بڑے غرور سے مارا کرتے تھے۔
 اور اکٹھے جینے اور مرنے کا نہیں کھاتے تھے مَا لَکُمْ لَا تَتَذَكَّرُوْنَ
 تمہیں کیا ہے کہ آج ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔ مگر ان کی حالت یہ ہو
 گی بَلْ هُمْ اَلْیَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ اُس دن تو سب ایک دوسرے کو پکڑ لیا
 کہ کشش کریں گا کہ وہ خود کسی طرح بچ جائیں اس وقت تک کہ تم سے سخت
 جحیم ممتنع (القسم ۴۴) کہ ہم ایک دوسرے کی مدد کریں گے اب
 کیوں مدد نہیں کرتے بلکہ چننا تھے ہو۔ اُس دن سب بے بارود و دھواں جائیں گے۔
 اور تابع اور متبع ایک دوسرے کو لاسٹ کریں گے کہ تم نے ہمیں مروا دیا۔

۳۰
 جامع اور شریع
 کا مکملہ

وَاَقْبَلْ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَسَاءَلُوْنَ اَنۡ اُنۡیٰی سے
 بعض بعض پر متوجہ ہوں گے اور پوچھیں گے اِنَّا لَوَا اَنۡکَرُ کُنۡتُمْ تَاۡتُوۡنَا
عَنِ الْیَمِیۡنِ کہیں گے کہ تم کو ہماری دائیں طرف سے آتے تھے مطلب
 یہ کہ تم بڑی قوت کے ساتھ اپنے پراگینہ کا شکار نہیں بناتے۔

تھے، ہمیں اپنا ہم خیال بنانے کے لیے ہر حربہ استعمال کرتے تھے کبھی لالچ دیتے اور کبھی خوف زدہ کرتے تھے، اب آج کہ صراحت ہے ہوا و ہاری مدد کیوں نہیں کیے؟
فَالْوَالِدُ جَابِ دِرْسَ بَلَّ لَمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ بکہ تم خود بھی ایمان سے خالی تھے۔ اگر تم ایماندار ہوتے تو ہمارے بکا دے میں نہ آتے، دیکھو وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطٰنٍ ہمارا تم پر کوئی زور تو نہیں تھا کہ ہم نے تمہیں زبردستی غلط راستے پر ڈال دیا ہو۔ بَلَّ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغٰفٰتٍ بکہ تم خود ہی مد سے بڑھنے والے سرکش لوگ تھے جبکہ آج تمہیں یہ درن دکھنا نصیب ہوا۔ یہ تو تابع اور جبروت اللہ انوں کا سکا لہ ہو رہا ہے، قیامت ملے دن شیطان بھی اپنی کرتوتوں کا انکار کرے گا اور اس کے پیچھے پٹلے واسے نامزد ہو کر وہ بائیں گے یہ لوگ شیطان سے کیوں گے کہ تم دنیا میں ہیں بڑے سبز باغ دکھاتے تھے، ہمارا نظر دل میں دنیا کی زریب و زینت اور رسم و رواج کو ہی مزید کر کے دکھاتے تھے اور کہتے تھے کہ آگے کچھ نہیں ہے، اب آج ہاری مدد کیوں نہیں کرتے؟ تو اسی وقت شیطان بھی یہی جواب دے گا وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطٰنٍ (ابراہیم ص ۱۲۲) مجھے تم پر کوئی غلبہ تو حاصل نہیں تھا کہ میں نے تمہیں زبردستی اپنے پیچھے لگایا ہو بکہ میں نے تمہیں ایک دعوت دی تھی جسے تم نے از خود مستبد کر لیا، لہذا آج فَلَا تَكُونُوا مَوْفِقًا وَلَوْ مُؤْمِنًا اَنْفُسَكُمْ (یہیم ص ۱۲۲) آج مجھے علامت نہ کرو بکہ اپنے آپ کو علامت کرو جو غلط راستے پر چل سکے۔ تمہیں ان شرکے نبیوں اور مبلغین کی بات پر توفیق نہ آیا مگر میرے جھوٹے وعدے کو سچا مان لیا، لہذا اس کی غمگینی کے ذوقدار تم غور کرو۔ تو یہ بتاؤ میں بھی اپنے تابعین سے کیوں گے کہ تم نے تابعین کی نصیحت پر عمل نہ کیا بکہ انکی غیر خواہی کہ ہنسی مذاق میں اڑاتے تھے۔ فَقَدْ عَلَيْنَا قَوْلًا وَبَيِّنًا آج ہم بے ہمارے سب کی بہت سچی ہو گئی۔ اس کا اعلان تھا کہ جو کوئی میرا راستہ چھوڑ کر غلط راستہ اختیار کرے گا، کفر و شرک اور سحابی کا ارتکاب کرے گا

لورہ عذاب کا مستحق ہو نہ لندا انا کذا یقولون آج ہم اس عذاب کا مزاجیے
 ڈالے ہیں، اور غم بھی چارے ساتھ شامل ہو۔

پھر متوسلین اپنے بائیں کے سامنے اقرار کریں گے فَاَعْوِیْضُكُمْ اَنَا
 كُنَّا غُلُوْیْتُ کہ ہم نے ہی تمہیں گمراہ کیا کیونکہ ہم خود گمراہی کے راستے پر
 چل رہے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ کسی گمراہ آدمی سے گمراہی کی توقع ہی کی جاسکتی ہے
 وہ ہادیہ کا راستہ کیسے دکھا سکتا ہے؟

عذاب میں
 انحراف

جب وہ مل گئے ہوں گی گمراہی تابع ہو جائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد
 ہرگز فَاَنْهَضْتُكُمْ فَاَنْهَضْتُكُمْ الْعَذَابُ مُشْتَرِكٌ کون
 کر آج اور متوسلین، لندا اور پیچھے گئے ڈالے سب مشترکہ طور پر عذاب کا شکار ہوں
 گے، اور ان میں سے کوئی بھی نہیں بچ سکے گا۔ اللہ کا فرمان ہے اَنَا كَذَلِكْ
 كَفَعَلْ بِالْمُجْرِمِیْنَ ہم گنہگار لوگوں کے ساتھ یہ سلوک کرتے ہیں۔ جو
 ہماری آیات پر ایمان نہیں لاتے۔ ہمارے نبیوں کی تکذیب کرتے ہیں اور ہماری
 کتابوں کو من گھڑت بتلاتے ہیں۔ وہ عذاب سے بچ نہیں سکتے۔ ان مجرموں کا
 حال یہ ہے اِنْهُمْ كَانُوا اِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
 جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ انہیں کے سوا
 نہ کوئی خالق ہے نہ مالک، نہ عالم الغیب ہے اور نہ مختار کل، نہ حاجت روا
 اور نہ مثل کائنات کے لوگ یَسْتَكْبِرُوْنَ کبر کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ہم بڑے
 لیڈر، جاگیردار اور کارخانہ دار ہیں، اسی بچکڑوں پر اردوں آدمی ہمارے ماتحت ہیں۔
 اگر ہم نے ایک معبود کو تسلیم کر لیا۔ تو ہماری چودہ راہبٹ کہہ جائے گی، اور لوگ
 ہماری پوجا کیسے کریں گے لندا وہ کلمہ توحید کا انکار کرتے ہیں۔ فرعون، ہامان وغیرہ
 سب اسی طور پر کبر کا شکار ہو کر ہلاک ہوئے۔ ابو جہل اور ابولسب بھی اسی دھڑک
 عرض میں مبتلا ہو کر جہنم حاصل ہوئے۔ انہیں بھی اپنی کبر کی وجہ سے لاندہ گاہ ہڑیائے
 تمام لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کے جہنم کی نوعیت کے اعتبار سے درجہ بدرجہ عذاب میں مبتلا کرے گا۔

وَيَقُولُونَ آيَاتًا كَتَرَكُوا إِلَهَيْنَا لِشَاعِرٍ مُّجْنُونٍ ③٦
بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ ③٧ إِنَّكُمْ
لَذَائِقُوا الْعَذَابِ الْأَلِيمِ ③٨ وَمَا تَجْزُونَ إِلَّا
مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ③٩ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ④٠
أُولَئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ ④١ فَوَالِ كَيْفَ وَهُمْ
مُكْرَمُونَ ④٢ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ④٣ عَلَى
سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ④٤ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَأْسٍ
مِّنْ مَّعِينٍ ④٥ بَيُّضَاءَ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِينَ ④٦ لَا
فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُونَ ④٧
وَعِنْدَهُمْ قُصِرَتِ الْأَنْفُوسُ عَيْنٌ ④٨
كَأَنَّهُمْ بَيِّضٌ مَّنُورٌ ④٩ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ
عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ⑤٠ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ
إِنِّي كَانَتْ لِيَ قُرْئِينَ ⑤١ يَقُولُ آيَاتُكَ لِمَنِ
الْمُصَدِّقِينَ ⑤٢ عَرَاذًا مِّثْنًا وَكُنَّا تَرَابًا وَ
عِظَامًا إِنَّا لَمَدِينُونَ ⑤٣ قَالَ هَلْ أَنْتُمْ
مَّطْلِعُونَ ⑤٤ فَاطْلَعَ فَرَاهُ فِي سَوَاءٍ الْجَحِيمِ ⑤٥

قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كُنْتُ لَتُرَدِّيْنَ ۝۵۶ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّ لَكُنْتُ مِنَ الْمُخْضَرِّينَ ۝۵۷ اَفَمَا كُنَّ بَيْتَتَيْنِ ۝۵۸ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُولٰٓئِ وَمَا كُنَّ بِمُعْذِيبَيْنِ ۝۵۹ اِنْ هٰذَا لَهٗوَ الْفَوْزِ الْعَظِيْمِ ۝۶۰ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ۝۶۱

ترجمہ :- اور وہ کہتے ہیں کہ کیا ہم چھوٹے والے پر مائیں اپنے مہرہوں کو ایک دیوانے شاعر کی طرح ۝۵۶ نہیں جگہ وہ لایا ہے حق کہ اور اس نے تصدیق کی ہے اللہ کے رسول کی ۝۵۷ بیک تم چکھنے والے ہر درناک خراب ۝۵۸ اور تم کو نہیں جگہ دیا جائے گا مگر وہ جو تم کیا کرتے تھے ۝۵۹ لیکن اللہ کے مخلص بندے ۝۶۰ وہ ہیں جن کے لیے روزی ہے مقرر ۝۶۱ چل ہوں گے اور ان کی عزت کی جائے گی ۝۶۲ نعمتوں کے باغوں میں ۝۶۳ تختوں میں آنے والے سلطنت بیٹھنے والے ہونگے ۝۶۴ پھرے جائیں گے اُن پر پیالے صاف شراب کے ۝۶۵ سفید رنگ اور لذت آموز ہوگی پینے والوں کیلئے ۝۶۶ نہ اُس کے اندر سرگردانی ہوگی اور نہ اُس کی وجہ سے وہ بہت ہوں گے ۝۶۷ اور اُن کے پاس نیچی نگاہوں اور خوبصورت آنکھوں والی عورتیں ہوں گی ۝۶۸ جیسا کہ وہ اڈے ہیں بادشاہ، محفوظ رکھے ہوئے ۝۶۹ پس ترجمہ

ہوں گے بعض ان میں سے بعض کی طرف اور ایک
 دوسرے پر چسپاں نے (۵۰) ایک سینے والا اُن سے
 کے گھا، بیک تھا میرے سینے ایک سانھی (۵۱) ہوکتا
 تھا، کیا تو تصریح کرنے والوں میں ہے (۵۲) کہ جب
 ہم سر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی اور ٹہریاں، تو
 کیا ہم بدلہ لیے جائیں گے (۵۳) کے گھا کیا تم جھانک
 کر دیکھتے والے ہو (۵۴) پس وہ جھانکے گا اور دیکھے
 گا اُس کو دوزخ کے درمیان (۵۵) اور کہے گا اللہ کی قسم
 قریب تھا کہ تو مجھ کو بھی ہلاک کر دیتا (۵۶) اور اگر نہ
 ہوتی میرے پیر و دگار کی نعمت تو ہوتا میں بھی پکڑ کر
 حاضر کیے ہوئے مجھوں میں (۵۷) پس کیا ہم نہیں ہیں
 مرنے والے (۵۸) مگر وہی پہلی سوت، اور نہیں ہم کو
 سزا دی جائیگی (۵۹) بیک یہ البتہ بڑی کامیابی ہے (۶۰)
 اس جی کامیابی کے لیے پس چاہیے کہ عمل کریں عمل
 کرنے والے (۶۱)

بطل آیت

اسلام کے بنیادی عقائد میں سے گزشتہ آیات میں اللہ نے توحید کے
 دلائل پیش کیے اور مشرکوں کا رد کیا۔ اُن کے تجر و غرور اور قیامت کو ہونے
 والے انجام کو بیان کیا۔ اللہ نے حشر میں پیش آنے والے واقعات کا بھی کچھ نقشہ کھینچا
 اور آخر میں مجرموں کی سزا کا ذکر کیا کہ تابع اور متبوع سب جہنم داخل ہوں گے۔ فرمایا
 ہم مجرموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ جب ان سے توحید خداوندی کا
 اقرار کرنے کے لیے کہا جاتا ہے تو وہ اس کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ اُن کا تجر کرتے ہیں۔
 تمام تر عقلی اور نقلی دلائل پیش کرنے کے باوجود مشرکین اپنے شرک
 پر اصرار کرتے تھے۔ وَیَقُولُونَ اَرَاۤیْتَ لَمَّا کَوَّٰ الْفِتٰنَ

شکر پر
 اصرار

لشاعرین یحییٰ بن کثیر ہم اپنے مہموروں کو ایک دیوانے شاعر کی بات پر چھوڑ دیں ؛
 (الحیاء) بشرک لوگ جو علیہ السلام کی دعوت کو تسلیم کرنے کی بجائے آپ کو
 شاعر اور مجنون کہہ کر انکار کر دیتے تھے ۔ کہتے تھے کہ اس کا دماغ چل گیا ہے ۔
 (الحیاء) بشر اصحاب کی بھی باتیں کر لے ہے ۔ سورۃ ممت میں ہے کہ کفار و مشرکین و فحش
 زحید کے جواب میں کہتے آجَعَلُوا لَكَ الْهَيْكَلُ الْوَاحِدَ بِالْحَدِّ هَذَا
 لَشَيْءٍ مُّجْجَابٍ رَّأَيْتَ - ۵۰ کیا ہم سب مہموروں کو چھوڑ کر صرف ایک ہی
 مہمور پر گفتگو کریں ، یہ تو بڑی عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ کائنات کا سارا نظام صرف
 ایک ہی مہمور کے حکم کے تحت چلے گا لوگ یہ بھی کہتے مَا سَمِعْنَا بِهَذَا رَفِ الْمَلِكِ
 الْاِخْرَءِ بِرِنِ هَذَا اِلَّا اخْتِرَاقٌ (ص ۷۰) ہم نے یہ بات
 نہ سنی ہے تو نہیں سنی ، یہ تو خود ساختہ بات ہے ۔ لہذا ہم اس شخص کی بات
 سننے کے لیے تیار نہیں اور اپنے مہموروں کو کسی بھی صورت میں نہیں چھوڑ سکتے ۔
 اللہ نے فرمایا کہ اُس کا نبی نہ تو شاعر ہے نہ مجنون اور نہ کاہن بل جانا
 بِالْحَقِّ بلکہ وہ تو سچی بات سے کہ آیا ہے کہ اللہ و مہمور لا شریک ہے ۔ وَصَدَقَ
 الْمُرْسَلِينَ اور اس نے اللہ کے تمام رسولوں کی تصدیق کی ہے ۔ اللہ کے
 ہر نبی اور رسول نے ہمیشہ ہی تعلیم دی ہے يَقْفُرُ اَعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ
 قَوْلٍ اِلَيْهِ غَيْرِ (الاعراف ۷۳) اے میری قوم کے لوگو! صرف اللہ کی
 عبادت کرو کہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے ۔ غرضیکہ اللہ کا رسول نہ تو شاعر
 ہے اور نہ دیوانہ بلکہ سداً نبوت کی آخری کڑی ہے اور اس سارے سلسلے کا تصدیق
 کرنے والا ہے ۔

فرمایا اگر میری کفرانہ شرک سے باز نہیں آؤ گے اِنَّا كُنَّا لَمُتِّدِينَ
 الْعَذَابِ الْاَلَمِیْنِ تو میری قسمیں لانا کہ دنیا و دنیا دار کا سزا جگہ ہے
 اور یہ بھی یاد رکھو کہ قیامت کے دن کسی شخص کے ساتھ زیادتی نہیں ہوگی کہ اسے
 کسی ناکردہ گناہ کی سزا دی جائے بلکہ وَمَا تَجْحَدُونَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ

شرک کا دوا

تھیں صرف اسی بات کا بدلہ دے گا جو تم کرتے ہو۔ یہ دردناک حساب
تمہاری گستاخی، بے ادبی، انکار قرعہ، تکذیب رسول اور انکار عباد کا نتیجہ ہے۔ انہی
کا ہر عمل اُس کے نفس سے پھرتا ہے۔ خدا نے ہر نفس میں اس کا بیج اور استعداد رکھی
ہے۔ یہ عمل انہی کے نفس میں ہی پھلتا پھولتا ہے اور پھر اس کے ساتھ ہی چھٹ کر
محفوظ ہو جاتا ہے۔ جو کہ قیامت کو ظاہر ہو جائے گا اور پھر اسی کے مطابق جزا اور سزا
کا فیصلہ ہوگا۔

مخلصین
کے لیے
الہامیت

قُرْآنِ اِلَہِ عِبَادِ اللّٰہِ الْمُخْلِصِیْنَ الْبَرِّ اللّٰہِ کے مخلص بندے اس
خدا سے محفوظ رہیں گے۔ اور یہ وہی غرض قسمت و کلام میں جو اللہ کی وحدانیت
کا اقرار کرتے ہیں، صرف اُسی کی عبادت کرتے ہیں۔ وقرعہ قیامت اور جنے
عمل پر پورا اور اتنی ہی کہتے ہیں اور اس کی تیاری میں مصروف رہتے ہیں۔ سُبْحَانَ
اَوَّلَیْکَ اَللّٰہُ رَزَقَ مَعْلُوْمًا اِلَیْہِ دُکُوْرُکَ اِلَیْہِ مَقْرُوْرٌ رَہْزِ
ہوگی اور یہ وہی انعامات ہیں جن کا ذکر اللہ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے۔ لَا
مَقْطُوْعَۃٌ وَّلَا مَمْنُوْعَۃٌ (الواقعة - ۲۳) یہ مدد کی نہ تو کم ہوگی۔
اور نہ ہی اہل جنت سے روکی جائے گی۔ بلکہ اُن کی ہر پسندیدہ چیز و افراد
میسر ہوگی۔ اور ہر چیز حسب ضرورت مُبْکَرٌ وَّ مُؤَخَّرٌ (میسر - ۶۲)
صبح شام دینے لگی دلوں پر ہر چیز قرینے کے ساتھ رکھی ہوگی اور مقررہ پروگرام
کے مطابق ہر چیز باعزت طریقے سے دیا کی جائے گی۔

اللہ نے فرمایا اَللّٰہُ دِلّٰیْہِ عَلٰی طَرَحٍ طَرَحٍ کے چل ہوں۔ جنت میں جھوک
پایا تو نہیں ہوگی البتہ یہ چل لطف اندوزی کے لیے دیا کیے جائیں گے۔ دلوں
پر کھانپنا بھی جھوک اور پیاس کے لیے نہیں بلکہ محض لطف ماحصل کرنے کے
لیے ہوگا۔ وَھُمْ مَسْکُوْنٌ مُّوْنٌ اور وہ باعزت ہوں گے یعنی ہر چیز
مکمل باعزت طریقے سے پیش کی جائے گی اور کسی جنتی کے عزت نفس کی نفوت
کوئی چیز نہیں ہوگی۔ فِیْ جَنَّاتٍ النَّعِیْمِ یہ سب چیزیں نعمتوں کے

باغوں میں بیس گی۔ حَلٰی شَرِبَ مُتَقَبِّلٰی وہ دواں پر تختوں پر گئے مائے
 بیٹھے والے ہوں گے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک دوست کی طرف پشت نہیں
 ہوگی بلکہ آنا سامنا ہوگا۔ کَلٰہِمْ عَلٰی شَرِبَ کَاہِمْ حَتّٰی مُوٰہِمْ
 ان پر صاف ستھری شراب کے پیائے پھیرے جائیں گے۔ سمیع دراصل اپنے
 وارے چٹے کو کہتے ہیں۔ جو بالکل صاف شفاف ہو کہے۔ اس کا اطلاق جنت
 کی پاکیزہ شراب پر کیا جاتا ہے جس کی نثری چل رہی ہوں گی۔ جو کہ بَیْضٌ
کَذُوٌّ و لَیْسَ بِخَمْرٍ ان کی رنگت سفید ہوگی اور یہ پینے والوں کے لیے نہایت
 لذت آور ہوں گی۔ سورۃ محمد میں بھی جنت کی نثر کا ذکر کیا گیا ہے کہ دواں پر
 بغیر ٹوکے پانی کی نثری ہوں گی۔ اور وہ کی نہری ہوں گی جن کا مزہ تبدیل نہیں ہوگا
 شراب کی نثری ہوں گی جو سرسبز لذت کا باعث ہوں گی اور شہد مصفا کی نثری
 جاری ہوں گی۔

فرمایا: لَا فِہَا خَمْرٌ مگر اس میں کوئی سرگرمی نہیں
 ہوگی یعنی پی کر سر راجل نہیں ہوگا وَلَا ہُمْ یَعْمَلُوْنَ اور نہ ہی
 وہ ان سے بدست ہوں گے۔ اس دنیا کی شرابیں تو نشہ آور ہیں جو ان لوگوں کو
 کہہ رہی ہیں اور پھر بعض لوگ گالیاں بکھینکتے ہیں اور شہد شراب کہتے ہیں مگر جنت
 کی شراب کے متعلق فرمایا وَسَقٰہُمْ رَبُّہُمْ شَرٰبًا طَہْرٰوًا (اللہ تعالیٰ
 اللہ تعالیٰ جنتیوں کو پاکیزہ شراب پلائے گا جس سے لذت و سرور کو حاصل ہوگا
 مگر پینے والا بدست نہیں ہوگا۔) یہاں پر یَعْمَلُوْنَ کا لفظ استعمال
 کیا گیا ہے۔ دراصل لَا فِہَا خَمْرٌ سے پانی کہنے کے لیے کہتے ہیں۔ جس طرح
 پانی کنوئیں سے کہینا جاتا ہے اسی طرح دنیا کی شراب شرابی کی عقل کو کہینے
 کرتی ہے اور آدمی بدست ہو جاتا ہے۔ یہ راجل جنت میں ایسی کوئی نہایت
 نہیں ہوگی۔ بلکہ پاکیزہ شراب کے جام میں گئے جو کہ نہایت ہی پر کیفیت ہوں گے۔
 لطف و سرور کے لیے عمدت کا ہونا بھی ضروری ہے اور خلیق اس سے

غوب پیر و
 خوب صورت
 حوری

یہ محروم نہیں رہیں گے۔ فرمایا وَتَرَىٰ لَهُمُ الْقِسْمَاتِ الْمُنَافِقِينَ
 ان کے پاس کوئی آٹھروں والی اور نگاہیں نیچی رکھنے والی عورتیں ہوں گی۔ وہ صرف
 اپنے خاندانوں کو نگاہ اٹھا کر بچھیں گی اور ان کی نظروں میں حسین و جمیل دکھائی دیں گے
 نگاہیں نیچی رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ جنہ کی حوری نہایت ہی چادر ہوں گی اگر
 حیا عورت کا زور ہے۔ حضرت رسول علیہ السلام کے واقعہ میں آتے ہیں کہ آپ نے
 کنوئیں پر دو لڑکیوں کے جالوں کو پانی پلایا۔ پھر گھر جا کر انہوں نے اس بات کا ذکر
 اپنے باپ شعیب علیہ السلام سے کیا۔ پھر جب باپ کی اجازت سے ایک لڑکی
 رسول علیہ السلام کو بلانے کے لیے آئی تو قرآن کا بیان ہے فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا
 تَمَشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ (القصاص - ۲۵) ان دونوں سے ایک لڑکی
 نہایت چادری کے ساتھ چلتی ہوئی آئی۔ حیا صرف عورتوں ہی کا حصہ نہیں بلکہ مردوں
 کے لیے بھی ضروری ہے۔ سورۃ النور میں مردوں اور عورتوں دونوں صفوں
 کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا ہے قُلِ الْمُؤْمِنِينَ يَفْعَلُوا
 مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ (آیت - ۳۰)
 وَقُلِ الْمُؤْمِنَاتُ يَفْعَلْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ
 فُرُوجَهُنَّ (آیت - ۳۱) مرد بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی
 حفاظت کریں اور عورتیں بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور شرم گاہوں کی حفاظت
 کریں اور اپنے ٹھیکروں کے علاوہ کسی کے سلسلے اپنی زینت کا اظہار نہ کریں۔ یعنی
 غیر محرموں سے پردہ کریں۔ اسلام نے قدرتی زندگی کے سادے اصول بیان کیے
 ہیں جنہیں اپنا کر دنیا میں امن قائم کیا جاسکتا ہے۔ مگر آج جدید دور میں پورے
 معاشرے کو تباہ کر دیا گیا ہے۔ انگریزی تہذیب میں عورتوں کی عزت اس
 بات میں ہے کہ وہ غیر مردوں کے ساتھ اختلاط رکھیں، بے پردہ نکلیں، بھانجے
 کریں اور گیس بانٹیں، حقیقت میں یہ لڑ عورت کی تذلیل ہے جسے شمع محض
 بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔

جنت میں پہنچائے، اس کے لیے اس سے بڑی کامیابی کیا ہو سکتی ہے۔
 پھر فرمایا لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ اس میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے فَلْيَعْمَلِ
 الْعَامِلُونَ پس چاہیے کہ عمل کریں عمل کر سنبھالے مطلب یہ ہے کہ جو شخص ذکر و
 شغف کی طرح غلیظ کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ
 کے احکام کے مطابق اعمال انجام دے، کفر، شرک اور معصیت سے باز رہے۔
 بندوں کے حقوق ادا کرے، اور پھر دُعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اُسے بھی ایسی ہی
 کامیابی عطا فرمائے۔

اس مقام پر یہ نقطہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جنت کی ہر نعمت خواہ وہ پانی ہو، پھل
 ہوں یا محدث ہر قابلِ قدر ہے اور کسی بھی نعمت کو حقیر نہ کہہ کر شکر ادا نہیں چاہیے
 بعض لوگ ان مادی نعمتوں کو حقیر سمجھتے ہیں کہ صرف روحانی نعمتوں کی خواہش کرتے
 ہیں مگر ان اشرف علی تعالیٰ اپنی تعمیر میں کھتے ہیں کہ جنت کی ہر نعمت مقصود ہے
 کیونکہ اللہ نے انہیں چیزوں کو فوزِ اعظم سے تعبیر کیا ہے، لہذا یہ کہہ کر ہیں ان
 چیزوں کی ضرورت نہیں۔ کفر ان نعمت کے زمرہ میں آتا ہے۔ ہر انسان کو ان چیزوں
 کی خواہش ہوتی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اسے جنت میں پہنچائے اور تمام مادی اور
 روحانی نعمتوں سے سرفراز فرمائے، تو فرمایا ان نعمتوں کے حصول کے لیے لوگوں کو
 محنت مشقت کرنی چاہیے اور عبادت اور ریاضت کے لیے اپنے مولا کو
 راضی کرنا چاہیے تاکہ انہیں یہ بہت بڑی کامیابی حاصل ہو جائے۔

قَالَ هَذَا أَسْتَوْصِيكُمْ بِهِ عِنْدَ اللَّهِ وَإِنِّي أَنَا عَلَيْهِ كَوافٍ
 ہر جو چیز نے عمل کا انکار کیا کرتا تھا؟ یہ سوال خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو گا یا اللہ کا
 کوئی فرشتہ کیسے گا کہ تم اپنے ساتھی کے حالات سے مطلع ہونا پسند کرتے ہو؟ پھر
 وہ اس بہت کی خواہش کرے گا۔ فَاطْلَعُوا هَذَا فِي سَوَاءٍ بِالْعُجْبِ
 پس وہ جھانک کر دیکھے گا تو اپنے ساتھی کو دوزخ کے درمیان میں پائے گا۔ اللہ تعالیٰ
 ایسا انتظام کرے گا کہ جنتی آدمی جنت میں رہتے ہوئے گمراہ نہ رہیں۔ بلکہ وہ جنت میں
 اپنے ساتھی کو دیکھ سکے گا۔ پھر وہ دونوں آپس میں مکالمہ کریں گے۔ قَالَ تَاللَّهِ إِن
 كُنْتُ لَأَكُونُ مِنْ مَوْنِ آدَمَ بِنَهْ مَابَعْدَ مَا تَقَى سَعَى كَعَا كَرَقِيبَ تَقَا كَرَقِ
 مجھے بھی ہلاکت کے گڑھے میں ڈال دینا۔ مطلب یہ کہ تم مجھے بھی لگا کر دے تھے
 کہ قیامت وغیرہ کچھ نہیں ہے بلکہ جو کچھ ہے ایسی دنیا میں ہے۔ اگر میں بھی تمہارا
 کہنے میں آکر ایمان گنوا بیٹھا تو آج تمہارے ساتھ یہیں جہنم میں ہوتا۔ وَلَوْ لَافْعَةُ
 رَقِيفٌ كَكُنْتُ مِنَ الْمُخْطَرِينَ اور اگر میرے رب کا فضل مجھ پر نہ ہوتا
 تو میں بھی گرفتار شدہ مجرموں میں شمار ہوتا۔ مگر اللہ نے مجھ پر کرم فرمائی کی اور مجھے
 ایمان کی دولت سے نوازا کیا جس کی وجہ سے میں ترحمت کی نعمتوں میں ہوں تم
 یہاں دوزخ میں جا رہے ہو۔

بحثیں
 کامیابی

پھر وہ مومن آدمی اپنے انجام پر بہت خوش ہو گا اور یوں کہے گا۔ اَفَحَا
 غَنُ بِمَيْتَتِي كَمَا يَمُوتُ فِي سَرْتِ دَلِي بِمَعْنَى اِسْتَبْرَمَ بِمَوْتِ نَفْسِي لِي وَار
 اس جنت کے مقام میں ہرگز ہیٹھ کے لیے رہیں گے۔ اَلَا هُوَ قَسَمًا اَلَا وَفِي
 مگر وہی صحت جو میں دنیا میں ایک دفعہ آپکی ہے، اب اس کے بعد کوئی صحت
 نہیں آئے گی نہ ہماری زندگی ختم ہوگی اور نہ یہ نعمتیں ہم سے چھینی جائیں گی۔
 وَمَا غَنُ بِمَعْدِيْنِ اور نہ ہی اب ہمیں کوئی سزا دیا جائے گی۔ اللہ نے
 ہمیں ہر قسم کی تکلیف اور پریشانی سے مبرا کر دیا ہے۔ اِنْ هَذَا لَهَوُ الْعُزْ
 اَلْعَظِيْمُ اور یہ ہماری بہت بڑی کامیابی ہے۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ سعادت

شیطانوں کے سون کی طرح ہیں (۶۵) پس جیک یہ لوگ
البتہ کھانے پینے ہیں اُن سے ۔ پس بھرنے پائے ہیں
اُن سے اپنے پیٹ (۶۶) پھر جیک ان کے لیے اُن
البتہ عورت ہر گ کھوتے ہوئے پانی سے (۶۷) پھر
بہلے شک ان کا بلے جانا جنم کی طرف ہر گ (۶۸) جیک
انہوں نے پایا اپنے آباؤ اجداد کو گمراہ (۶۹) پس وہ اُن
کے لعش قدم پر دڑ رہے ہیں (۷۰) اور البتہ تحقیق گمراہ
ہوئے ان سے پہلے بہت سے لوگ (۷۱) اور البتہ
تحقیق ہم نے بھیجے اُن میں ڈٹنے والے (۷۲)
پس دیکھو سکیا ہوا انجام ڈٹنے والے ہوئے لوگوں کا (۷۳)
لیکن اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے (۷۴)

رہد آیت

ترجیہ کے بیان کے بعد جزائے عمل کے سلسلے میں اللہ نے اپنے مخلص
بندوں کا ذکر فرمایا اور ان کو جنت میں ملنے والے انعامات کی ایک جھلک
پیش کی ۔ اللہ نے اُن کے سکون و راحت ، اُن کی بیویوں اور اُن کے
عزت کے مقام کا ذکر کیا ۔ اس پیش و آرام کی زندگی میں انہیں دنیا کے اپنے
بعض ساتھیوں کی یاد بھی آئے گی اور وہ انہیں جہنم میں پا کر اُن سے بات چیت
کریں گے ۔ انعامات الیہ کا شکریہ ادا کریں گے اور کہیں گے کہ اگر ہم پر اللہ
کا فضل نہ ہوتا تو آج ہم بھی تمہارے ساتھ جہنم میں ہوتے ۔ اللہ کی رحمت سے
ہم نے ایمان قبول کیا اور ہدایت کے راستے پر گامزن ہوئے تو اللہ نے ہمیں
راحت کے اس مقام تک پہنچایا ، جہاں ہم ہمیشہ کی زندگی گزاریں گے ۔ موت
جو آتی تھی وہ دنیا میں آچکی ۔ اب ہم پر کبھی موت طاری نہیں ہوگی ۔ اور نہ کوئی
مکلفیت پہنچے گی ۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے جس کے لیے ہر شخص کو کوشش
اور محنت کرنی چاہیے ۔

أَذَلِكَ خَيْرٌ نُزُلًا أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ ۖ إِنَّا
 جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً لِلظَّالِمِينَ ۖ إِنَّمَا شَجَرَةُ
 زُقُّوجٍ فِي آصِلِ الْجَحِيمِ ۖ طَلْعُهَا كَأَنَّهُ
 نَارٌ وَسُ الشَّيْطَانِ ۖ قَالَهُمْ لَا نَعْلَمُونَ مِنْهَا
 فَمَا لُتُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ۖ ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ
 عَلَيْهَا لَشُوبًا مِمَّنْ حَمِيمٍ ۖ ثُمَّ إِنَّا
 مَرَجَعْنَاهُمْ إِلَى الْجَحِيمِ ۖ إِنَّمَا
 الْغَوَا أَتَاءَ هُمْ ضَالِّينَ ۖ فَهُمْ عَلَى
 أَثَرِهِمْ يُهْرَعُونَ ۖ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ
 أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ ۖ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِمْ
 مُنْذِرِينَ ۖ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
 الْمُنْذَرِينَ ۖ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ۖ

ترجمہ دیکھو یہ بات بہتر ہے اعتبار سہا کے یا تمہیر
 کا درخت ۶۳ بے شک ہم نے بتایا ہے اس کو آتش
 ظلم کرنے والوں کے لیے ۶۳ تھین وہ ایک درخت
 ہے جو نکلا ہے جہنم کی جڑ سے ۶۴ اس کے خوشے

برخلاف اہل ایمان مانتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے تو وہ اگل میں بھی درخت پیدا کر سکتا ہے جیسا کہ معراج کا غیر معمولی واقعہ پیش آیا، حالانکہ کافر لوگ اس واقعہ کو بھی تسلیم نہیں کرتے تھے، مگر حقیقت یہ ہے۔ بہر حال تصور کر دو جوہر سے آدائش کا باعث بنایا گیا ہے۔ ایک درجہ تر ہے کہ اس کو کھلنے میں بڑی محنت ہوگی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض لوگ دنیا میں اس کا انکار کر کے غنہ میں مبتلا ہوتے ہیں۔

اس درخت کی مزید تفصیل کے طور پر فرمایا اِنَّهَا مَسِيحٌ مُّخْتَلَجٌ فِىْ اَصْلِ الْجَحِيْمِ یہ ایک درخت ہے جو جہنم کی جڑ سے نکلتا ہے یعنی جہنم کے اندر ہی پیدا ہوتا ہے طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رَءُوسُ الشَّيْطَانِ اس کے خوشے یا کوئٹھیں ایسے بننا ہیں۔ جیسا کہ شیطانوں کے سر ہوتے ہیں۔ یہ تیسرے دو وجوہ کی بنا پر ہو سکتی ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ شیطان کے ساتھ مناسبت اس کی بدشکلی کی وجہ سے ہے۔ اگر کوئی شخص پرانہ بال و صورت ہو، بال بکھرے ہوئے ہوں تو اُسے جن بصورت کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے موطا امام مالک میں یہ روایت آئی ہے کہ ایک شخص پرانہ بال اور خستہ حالت میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے اُسے تشبیہ فرمائی کہ شیطان جیسے وشتناک شکل نہ بنایا کرو بلکہ اپنے بالوں کو درست کرو اور صفائی کا خیال رکھا کرو۔ بہر حال چونکہ شیطان بھی بدشکل ہے اور تصور کر دو درخت بھی، لہذا ان کو آپس میں مناسبت ہے۔

بعض فرماتے ہیں کہ اس مقام پر شیاطین سے مراد سانپ ہیں۔ تصور اور سانپ کا سر تقریباً یکساں بناوٹ کا ہوتا ہے۔ اس لیے اس کو سانپ

لے موطا امام مالک ص ۱۰۰

۱۔ روح المعانی ج ۹، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴

تعبیر کا
درخت

اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے جنتوں کے انعامات اور دوزخیوں کی تعزیرات کا موازنہ کیا ہے۔ ایشاد ہوا ہے **أَذِلَّةَ خَيْرٍ لِّذَلِكَ** کیا یہ معانی بہتر ہے؟ مطلب یہ کہ کیا اللہ کی طرف سے جتنے والا آرام و راحت با اعتبار معانی بہتر ہے **أَمْ شَجَرَةٍ النَّارِ** یا عقور کا درخت بہتر ہے اللہ نے کئی مقامات پر اپنے انعامات کو اہل جنت کے حق میں مسمان لازمی قرار دیا ہے۔ مثلاً سورۃ آل عمران کے آخر میں متفقین کے لیے باغات اور ان کے ملنے پہنے والی نہروں کا ذکر کر کے فرمایا **لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ** (آیت ۱۹۸-۱۹۹) یہ اللہ کے ہاں ان کی معافی ہوگی۔ دوسرے مقام پر ایسے ہی تذکرہ کے بعد فرمایا **لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ** (آیت ۲۲) یہ بخشش کہنے والے اللہ صریح خدا تعالیٰ کی طرف سے معافی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے استغفار پر اندازہ میں فرمایا ہے کہ کیا یہ معافی بہتر ہے یا عقور کا درخت؟ تم ان میں سے کس چیز کو پسند کر لے ہو۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معافی سے بڑھ کر کیا چیز ہو سکتی ہے۔ اور عقور کا درخت ہے جو جنہیوں کی خوراک ہے اور جس کے متعلق سورۃ بنی اسرائیل میں فرمایا **وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ** (آیت ۶۰) کہ یہ ملعون درخت ہے۔ عقور کے درخت کا ذکر سورۃ واقفہ اور بعض دوسری سورتوں میں بھی آیا ہے۔ عقور اس قدر کڑوا اور بڑا ہے کہ جنہیوں کے گلے میں لٹک کر رہ جائے گا۔

فرمایا **إِنَّا جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً لِّلظَّالِمِينَ** ہم نے اس درخت کو ظلم کرنے والوں یعنی کفار و شرک اور تعدی کرنے والوں کے لیے آزمائش کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ دنیا میں یہ لوگ اس درخت کو تعلیم نہیں کرتے تھے کہ دوزخ یعنی آگ میں کوئی درخت کیسے ہو سکتا ہے؟ کچے ذہن کے لوگ ٹٹک کرتے تھے کہ ہمیں ڈرانے دھمکانے کے لیے اس خوفناک درخت کا ذکر کیا جاتا ہے اس طرح گمراہ مسکین کے لیے یہی درخت آزمائش کا ذریعہ بن گیا ہے۔ اس کے

کے سر کے ساتھ تقسیم دی گئی ہے۔ صحیحین کی روایت میں آتا ہے کہ یہودیوں نے حضور علیہ السلام پر جادو کیا تھا۔ کچھ کھجور کے پتے، ٹوٹی ہوئی کنگھی اور مال سے کراچی پر جادو کیا اور انہیں دینے کے اطراف میں واقع ایک کنویں میں پتھر کے نیچے دیا دیا۔ اس کنویں کو بیزاری لڑاؤں کہا جاتا تھا اور اس وقت ناقابل استعمال ہو چکا تھا۔ اس کنویں کے کنارے پر حضور کے درخت تھے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کی طرف سے اصلاح ملنے پر حضور علیہ السلام صحابہ کے ہمراہ اس کنویں پر تشریف لے گئے اللہ نکرہ پتھر کے نیچے سے سحر شدہ چیزیں برآمد کیں تو وہاں بھی رُوس الشیاطین کے الفاظ آتے ہیں گویا حضور کے پرورے شیطانوں کے سروں کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں یا سانپوں کے سروں کے ساتھ ان کو مشابہت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہے جسے امام ابن کثیرؒ نے ابن ابی حاتم کے حوالے سے اپنی تفسیر میں بھی نقل کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے یہاں آیت تلاوت فرمائی اَذْهَبْ خَيْرُكُمْ مَنْ لَا اَمْرَ سَجَّعَ الْقَوْمُ ویرا اور اس کے بعد سورہ اکی عمران کی یہ آیت پڑھی يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تَقٰۤىمِهٖ (آیت ۳۰) اے لوگو! اللہ سے ڈر جاؤ جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے۔ پھر فرمایا وَلَوْ اَنْ قَطْرَةٌ قَطِرَتْ مِنْ النَّفْثِ مَرَّقَتْ بِعَذَابِ الذَّنْبِ لَا فَسَدَتْ عَلَى النَّاسِ مَعٰۤيِشُهُمْ اگر جنہم کے حضور کا ایک قطرہ دنیا بھر کے سمندروں میں ڈالا دیا جائے تو اس کی بدولت اللہ والہ کی وجہ سے تمام لوگوں کی معیشت برباد ہو کر رہ جائے مطلب یہ کہ حضور اس قدر کڑا ہے اور بد مزہ ہے کہ سارے سمندروں کو بد مزہ نہ ملے لہذا ان سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا جاسکے۔

تصور کی یہ تعریف بیان کرنے کے بعد فرمایا فَاَنْتُمْ سِرًّا لَا تَكْلُوْنَ مِنْهَا (فرقہ کی خبر کے لئے)

۱۔ ۵۰ ص ۲۶۱ و ۲۶۲ درود المعاد ۲۶۲

۲۔ ابن کثیر ص ۳۴ (فیاض)

ہیں بھی گمراہ کیا۔ اللہ فرمائے گا کہ صرف ان کو ہی ڈبل سزا نہیں ملے گی چاہے کچھ تھیں
 بھی دوسری سزائیگی۔ جس طرح تھلے آباؤ اجداد گمراہ ہوئے اور وہ مشرکوں کو کیا اسی
 طرح تم بھی گمراہ ہوئے اور تم نے بھی آگے بہت سوں کو گمراہی کے راستے پر چلایا۔
 لہذا آج اس دوسری گمراہی کی دوسری سزا بگڑے۔

متذکرین کی
 کہ

درشاد ہر کسی ہے وَلَقَدْ اَنْزَلْنَاهُ فِیْہِمْ مِّنْ ذُرِّیَّتِیْنِ اَوَّلَ الْبَدَءِ تحقیق
 ہم نے ان میں ڈھسندے والے پیسے جو ان کو بڑے انجام سے خبردار کرتے ہے
 وہ انہیں گھبراہٹ اور محاسنی سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہے مگر انہوں نے
 ان کی ایک نہ مانی۔ فَاَنْظُرْ کَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُکْذِبِیْنَ۔
 پھر دیکھو کیا انجام ہوا ان کے لئے جو لوگوں کا۔ ان نافرمانوں میں سے کوئی گرفت
 الہی سے نہ بچ سکا۔ قرآن پاک میں مختلف اقوام کے جہت جہت ملامت بیان ہوئے
 ہیں۔ بعض کو اللہ نے پانی میں غرق کیا، کسی کو تہ جہا کی بھینٹ چر لیا، کسی پر سخت
 طاع آئی، کسی پر زلزلہ آیا اور کسی قوم پر پتھروں کی بارشیں ہوئی، بعض نافرمان ایسے
 بھی تھے جن کو اہل ایمان کے ہاتھوں سے سزا دی گئی۔ اس طرح کوئی نافرمان بھی
 تم سے انجام سے نہ بچ سکا۔ اَلَا حَسْبُکُمُ الْمُتَخَلِّصِیْنَ سوائے اللہ کے مقتیب
 اور برگزیدہ بندوں کے۔ یہ لوگ بچ گئے اور آئندہ بھی بچتے رہیں گے۔ ہمدیخ انبیاء
 سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے انبیاء علیہم السلام پر ایمان لا کر ان کا اتباع
 کیا، اللہ نے ان کو برآفت سے محفوظ رکھا۔ ایسے لوگ کافروں، مشرکوں اور
 نافرمانوں والی زندگی میں نہیں آئیں گے، باقی سب ہلاک ہوں گے جیسے کہ پہلے
 بھی ہوئے ہیں۔

یہ کہتے تھے کہ ہم تو دیوبند میں گئے جو کچھ ہمارے باپ دادا کرتے تھے، ہم ان کا طریقہ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں قرآن نے فرمایا اَوْ كُنْ مِّنْ اٰبَاءِ هُم لَا يَفْقَهُوْنَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُوْنَ (البقرہ - ۱۷۰) اگرچہ ان کے آباؤ اجداد نہ عقل رکھتے ہوں اور نہ وہ راہِ ہدایت پر ہوں اور پھر بھی انہی کے طریقے پر انہی کی طرح گمراہی کے گڑھے میں جا گریں گے، یہی اندھی تقلید ہے جسکی سختی سے توبہ کی گئی ہے۔ ہاں اگر آکاؤ اجداد صراطِ مستقیم پر ہوں تو پھر تو ان کے نقشِ قدم پر چن چن سعادت اور فخر کی بات ہے۔ اسی سے حضرت ابوسعید خدریؓ نے قید کے دوران کہا تھا: وَمَا بَعَثَ مِثْلَهُ اَبَاءُ قِي رَابِعِيْنَ وَلَا يَخْلُقُ وَيَعْقُوْبُ رَابِعِيْنَ (۳۸۰) میں تو اپنے آباؤ اجداد پر ایمان اسحق اور یعقوب علیہم السلام کی کثرت کا اتباع کرتا ہوں۔ وہ سب اللہ کے برگزیدہ نبی تھے اور راہِ راست پر چلنے والے تھے، لہذا میں نے بھی انہی کا طریقہ اختیار کیا ہے۔

فرمایا لوگ بھی اندھی تقلید کر کے گمراہ ہوئے وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ الْبَنِيَّاتِ حَتَّىٰ اِنْ سَلَطَ عَلَيْهِمْ زُلْفُومٌ اَوْ كُرُومٌ اَوْ نَزَلَ عَلَيْهِمْ عَذَابٌ غَلِيظٌ (۱۷۰) یہ زولِ قرآن سے پہلے لوگوں کا ذکر ہے کہ وہ بھی اندھی تقلید میں مبتلا ہو کر گمراہی کے راتے پر ہی چلتے تھے۔ انہوں نے بھی اللہ کے پیروں پہنچنے اور غیر غراہوں کی بات کو نہ سنا اور نہ ہی اپنی عقل سے کام لیا۔ اس بات کا احساس انہیں قیامت والے دن ہو گا۔ جب اللہ کے حضور پیشی ہوگی تو اس وقت انہوں کا اظہار کریں گے۔ کاش کہ ہم نے اللہ اور رسول کی بات مانی ہوتی تو مبتلائے عذاب نہ ہوتے ساری وقت اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کریں گے وَقَالُوا رَبَّنَا اِنَّا اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُنَّا لَنَا قَاَضِلُوْنَا السَّيِّئَاتِ (الاحزاب - ۶۷) اے ہمارے پروردگار! ہم نے دنیا میں اپنے سربراہوں اور بڑوں کی اطاعت کی جنہوں نے ہمیں سیدھے راستے سے گمراہ کر دیا۔ ہم تو ان کی کائنات کو اس مصیبت کو پہچنے، لہذا آج ان کو دگن عذاب دے کر جو ہمارے یہ بڑے خود بھی گمراہ ہوئے اور

تَنْجُوتُونَ ﴿٩٥﴾ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ﴿٩٦﴾
 قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ فِي الْحَبْشَةِ ﴿٩٧﴾
 فَارَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ ﴿٩٨﴾

ترجمہ :- اور البتہ تحقیق پکارا ہم کو اور علیہ السلام نے
 پس ہم بہت اچھی طرح اس کی دعا کو قبول کر لیا
 ہیں ﴿٩٥﴾ اور ہم نے نجات دی جس کو اور اس کے
 گھر والوں کو بڑی گھبرائش سے ﴿٩٦﴾ اور کہہ دیا ہم نے
 اسی کے اولاد کو وہی باتی سننے والے ﴿٩٧﴾ اور چھڑا
 ہم نے اسی کے گویا بچوں میں ﴿٩٨﴾ سلام ہے
 روح علیہ السلام پر جان والوں میں ﴿٩٩﴾ اسی طرح پہلے بیٹے
 ہیں نیکی کرنے والے ﴿١٠٠﴾ بیشک وہ ہمارے نیک
 بندوں میں سے ہے ﴿١٠١﴾ پھر ہم نے عرق کیا درختوں
 کو ﴿١٠٢﴾ اور بیشک اسی کے گھروں میں سے البتہ
 ابراہیم علیہ السلام بھی ہیں ﴿١٠٣﴾ جب کہ وہ آئے اپنے
 پیغمبر کے پاس عالم دل سے ﴿١٠٤﴾ جب کہا اس
 نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہ تم کن چیزوں کی
 عبادت کرتے ہو ﴿١٠٥﴾ کیا اچھے الہ بناتے ہوئے اللہ کے
 سوا دوسروں کو تم چاہتے ہو ﴿١٠٦﴾ پس کیا گمان ہے
 تمہارا رب العالمین کے بارے میں ﴿١٠٧﴾ پھر نگاہ کی انہوں
 نے ایک نگاہ ستاروں میں ﴿١٠٨﴾ پس کہا انہوں نے
 کہ میں بیمار ہوں ﴿١٠٩﴾ پس پھر گئے وہ لوگ اُن
 سے پشت پھیر کر ﴿١١٠﴾ پس (موقع پاکر) مانگے وہ

وَلَقَدْ نَادَيْنَا نُوْحًا فَلَنِعْمَ الْمُجِيبُوْنَ ﴿٤٥﴾
وَنَجَّيْنَاهُ وَآهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ
الْعَظِيْمِ ﴿٤٦﴾ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِيْنَ ﴿٤٧﴾
وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِيْنَ ﴿٤٨﴾ سَلَامٌ
عَلَى نُوْحٍ فِي الْعَالَمِيْنَ ﴿٤٩﴾ اِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٥٠﴾ اِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥١﴾
ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخِرِيْنَ ﴿٥٢﴾ وَاِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ
لِابْرٰهِيْمَ ﴿٥٣﴾ اِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿٥٤﴾
اِذْ قَالَ لِاٰبِيْهِ وَقَوْمِهِ مَاذَا تُعْبُدُوْنَ ﴿٥٥﴾
اَيُنْفَكُ الْهَرَّةُ دُوْنَ اللّٰهِ مُرِيْدُوْنَ ﴿٥٦﴾ فَمَا
ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ ﴿٥٧﴾ فَنَظَرَ نَظْرَةً
فِي النَّجْمِ ﴿٥٨﴾ فَقَالَ اِنِّيْ سَفِيْهُمُ ﴿٥٩﴾ فَتَوَلَّوْا
عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ﴿٦٠﴾ فَرَاغَ الْحَبَّ الْهَتْمُ
فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٦١﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ﴿٦٢﴾
فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ﴿٦٣﴾ فَاقْبَلُوْا
اِلَيْهِ يَرْفُؤْنَ ﴿٦٤﴾ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا

کی دعا کی تفصیل نہیں ہے اور نہ ہی اس کی قبولیت کے نتیجے کا ذکر ہے۔ سورۃ
 نوح میں موجد ہے رَبِّی لَا تَذَرْنِی فِی الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِیْنَ دُیَّارَہ
 (آیت - ۲۶) پھر دیکھو! اڑتے زمین پر کسی ایک کافر کو بھی زندہ چھوڑ دیا مگر لوگوں
 کو چھوڑ دینا تو یہ تیسرے بندوں کو گمراہ کرے گا اور اُن کی لولہاری بھی بدکار اور
 ناشکر گزیر ہی ہو گی۔ اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا کہ ہم نے نوح علیہ السلام
 اور اُن کے ساتھ کشتی میں سوار لوگوں کو بچا لیا ثُمَّ اَخْرَجْنَا اَبْعَدَ الْاَبْقِیَیْنَ ہ
 (الشعراء - ۱۲۰) اور اس کے بعد باقی لوگوں کو پانی میں ڈل دیا۔ اس مقام پر بھی
 فرمایا ہے وَجَعَلْنٰہُ وَاٰہُکَ مِنْ الْکُفْرِ الْعَظِیْمِ ہم نے اُن
 کو اور اُن کے گھر والوں کو بہت بڑی گمراہیٹ اور بے چینی سے کام لے
 دی۔ اُن کی مصیبت یہی تھی کہ باقی ساری نافرمان قوم کو طوفان میں غرق کر دیا۔
 یہ دراصل حضور نبی کریم علیہ السلام کو آپ کے پیروکاروں کے لیے تسلی کا
 معصوم بیان کیا جا رہا ہے۔ نوح علیہ السلام کی طرح حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم
 کی قوم نے بھی آپ کو اور اہل ایمان کو سخت تکالیف پہنچائیں جس کی وجہ سے
 آپ سخت پریشان رہتے تھے، قرآن شریف تعالیٰ نے نوح علیہ السلام اور آپ کو
 قوم کی ایذا رسانیوں کا ذکر کر کے آپ کو تسلی دی ہے کہ آپ بڑا شہید
 نہ ہوں، ہر نبی کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا گیا مگر بالآخر اللہ نے اُن کی مدد فرمائی۔
 اور نافرمان قوم پر غالب فرمایا

نبی انانی کی
 بقا کا اندیشہ

ساری قوم کی غرقابی کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی انانی کی بقا کے ضمن میں
 فرمایا وَجَعَلْنَا دُیُّکَیْنِہُ هُمَ الْاَبْقِیَیْنَ ہم نے نوح علیہ السلام کی
 لولہاری کو بھی باقی رہنے والا کر دیا۔ پھر ہی روئے زمین کے لوگ طوفان نوح میں غرق ہو
 گئے اور صرف وہی محدود تعداد میں لوگ زندہ بچے تھے جو کشتی پر سوار ہو گئے
 تھے، چنانچہ نبی انانی کا سلسلہ اپنی کشتی والوں میں سے ہی آگے چلا۔ یہ بھی
 اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت ہے کہ کشتی والوں میں سے بھی صرف نوح علیہ السلام

اُن کے مجہدوں کے پاس، پس کہنے لگے کیا تم کھاتے نہیں؟ ۹۱
 کیا ہے کہ تم بولتے نہیں؟ ۹۲ پھر گھس گئے اُن پر
 مارنے دھونے دہنے ہاتھ کے ساقہ ۹۳ پس متوجہ ہوئے
 لوگ اس کی طرف مدھمتے دھمکتے ۹۴ کہ،
 کیا تم عجلت کرتے ہو اُن کی جن کو تم ترانے ہو؟ ۹۵
 حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا ہے اور اُن جیوں
 کو بھی جن کو تم بناتے ہو؟ ۹۶ کہا انہوں نے بناؤ اس
 کے لیے ایک علامت اور ڈالو اس کو بھگتی ہوئی آگ
 میں ۹۷ پس ارادہ کیا انہوں نے اس کے بارے میں
 بُری تدبیر کا پس کر دیا ہم نے اُن کو ہی پست ۹۸

نوح علیہ السلام
 کی دعا

سورة التین میں زیادہ تر بنیادی عقائد ہی کا ذکر ہے۔ اس سے پہلے
 توحید باری تعالیٰ اور مشرکوں کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ اب رسالت کے سلسلے میں نوح
 علیہ السلام کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ آپ نے اپنی قوم کو بے عرصہ تک ایمان اور
 توحید کی دعوت دی مگر وہ کفر و شرک پر اڑے رہے اور آپ کو ایذا لیں پہنچاتے
 رہے۔ بالآخر آپ نے تنگ آکر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی پروردگار اے
 اَیُّ مَعْلُوْبٍ هَآؤُنْتُمْ (الفرقان ۱) میں تو مغلوب ہو چکا ہوں میری
 مدد فرما اور ان لوگوں سے میرا بدل لے۔ چنانچہ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے نوح
 علیہ السلام کی دعا کا تذکرہ اس طرح فرمایا ہے وَكَلَّمْنَا نُوْحًا اَنْ اَقْبِلْ
 تَحِيَّاتِ نُوْحٍ عَلَیْہِ السَّلَام لے ہم کو بھارا اور وہی فَكَلَّمَهُ لَنْجِیْنُوْنَ
 پس ہم کیا خوب ہیں اُن کی دعا کو مستبول کرنے والے۔ مطلب یہ کہ جب
 نوح علیہ السلام نے ہمیں مدد کے لیے پکارا تو ہم نے بھی اُن کی دعا قبول کرنے
 میں دیر نہیں کی۔ نوح علیہ السلام نے عرض کیا تھا کہ قوم کی اصلاح کی اب کوئی
 صورت باقی نہیں رہی۔ لہذا اس قوم سے انتقام لے۔ اس مقام پر نوح علیہ السلام

یہ شک ابھی رفیع علیہ السلام کے گرد وہ میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی
 ہیں۔ آپ بھی ابھی کے خاندان سے اور ابھی کی راہ پر چلنے والے ہیں۔ اذہب الیہ
 رَبِّهِ بِقَلْبِ سَلِيمٍ جب آئے آپ اپنے پروردگار
 کے پاس سلیم دل لے کر۔ سلیم دل سے مراد ایسا سلامتی والا دل ہے جو ہر قسم کی
 برائیوں، فاسد نیت اور غیر اخلاقی اشیاء سے پاک ہو۔ بعض کہتے ہیں قلب
 سلیم وہ ہے جو شرک، کفر، نفاق، حسد، اکینہ، جھوٹ اور عیب ال دجا سے
 پاک ہو۔ مگر توحید اور ایمان کے ساتھ لبریز ہو۔ اور تمام اخلاق حسنا میں پائے جائیں
 بعض فرماتے ہیں کہ قلب سلیم کا شرک سے پاک ہونا ضروری ہے کیونکہ اس میں
 توحید کے علاوہ شرک کا شائبہ تک نہیں ہونا چاہیے۔ اسی طرح بدعت سے
 پاک ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ بدعت منکرات کے خلاف جو چیز شہوت
 سے لبریز دل بھی قانون الہی کے خلاف ہوتے ہیں لہذا قلب کو شہوت سے
 بھی منزہ ہونا چاہیے۔ جو دل قانون الہی یعنی شریعت کے خلاف ہوگا۔ وہ
 قلب سلیم نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح قلب سلیم کا غفلت سے پاک ہونا بھی ضروری
 ہے کیونکہ غفلت یاد الہی کے خلاف منحصر ہے۔ اسی طرح خواہشات کا
 غلام ہونا بھی قلب سلیم کہلانے کا حقدار نہیں ہو سکتا کیونکہ خواہشات سے
 لبریز دل حقیقت کو نہیں پاسکتا۔ غرضیکہ فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام
 قلب سلیم لے کر اپنے پروردگار کے پاس آئے۔ قلب سلیم کا ذکر سورۃ الشعراء
 میں بھی موجود ہے۔ وہی ابراہیم کی دعا کے الفاظ ہیں کہ مولا کریم! قیامت
 والے دن مجھے رسالت کرنا، وہ دن کہ جب مال کچھ فائدہ ہو گیا اور نہ بیٹے الا

لہ روح المعانی ج ۱۱ و طراز مشک ج ۲ و قرطبی ج ۱ و طبری ج ۱ و کبیر ج ۱

(نیاض)

کے تین بیٹوں عام، سام اور یافث کی اولاد ہی کہے جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے نوح علیہ السلام کو آدمؑ کی اولاد میں شامل کیا جاتا ہے۔ حرزندی شریف اور مسند احمد کی روایت میں آ آپ کے حضور علیہ السلام نے فرمایا عرب نوح علیہ السلام کے بیٹے عام کی اولاد میں سے ہیں جسٹی عام کی اولاد اور رومی یافث کی اولاد ہیں۔ ایک دوسری روایت کے مطابق عرب، فارس اور روم واسے، سام کی اولاد ہیں، یا جوج، ماجوج، ترک اور منجول یافث کی، اور قبلی اور موذانی عام کی اولاد ہیں۔ بہر حال موجودہ پوری نسل انسانی نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے۔

فرمایا وَكَرَّ كَتَمًا عَلَيْنَا فِي الْأَخْيَرِينَ اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں نوح علیہ السلام کا ذکر چھوڑ دیا۔ آپ کی نسل کے لوگ آپ کے بعد یہی کہیں گے مَسْكُورًا عَلَى فَوْجٍ فِي الْقَبْلَيْنِ سارے جان والوں میں نوح علیہ السلام پر سلامتی ہو۔ مختلف نسلوں کے لوگ آپ پر سلام بھیجتے ہیں کہ آپ اللہ کے نہایت ہی برگزیدہ بندے تھے جنہوں نے اپنے عروج تک خدا کا پیغام لگن تک پہنچایا اور اس سلسلے میں بڑی تکالیف اٹھائیں۔ فرمایا اَنَا كَذَّابٌ كَذَّابٌ بَخْسِي الْأَخْيَرِينَ ہم اسی طرح بدلتے ہیں نیکی کہنے والوں کو۔ اِنَّهُ مِنْ وَكَيْدِنَا الْمَوْبِقِينَ نوح علیہ السلام ہمارے ایماندار بندوں میں سے ہیں۔ آپ اللہ کے نبی اور رسول تھے۔ فرمایا ہم نے آپ کو اور آپ کے ساتھ کشتی میں سوار ہونے والی کو تو بچا لیا ثُمَّ أَخْرَجْنَا الْأَخْيَرِينَ پھر دوسروں کو ہم نے پانی میں ڈبو کر چوک کر دیا۔ یاں پر اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی نسل کے لیے اختصار کے ساتھ یہ معقول بیان کر دیا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام
نوح علیہ السلام

نوح علیہ السلام کے تذکرہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے۔ وَإِن مِّنْ شَيْعَةٍ إِلَّا جَرَّهِنَّ

۱۔ ابن کثیر ص ۱۱۳ و نظری ص ۱۲۰ و طائون ص ۲۳ و روح المعانی ص ۹۸ (فیاض)

جسٹنی چیزوں کو مجبور بنا رکھا ہے، ایک کئی سی عقل مندی کی بات ہے؟
 اگلی آیت میں اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کی بہت ٹھکنی کا واقعہ نہایت مختصر
 کے ساتھ بیان کیا۔ اس کی تفصیلات سورۃ الانبیاء میں بھی مذکور ہیں۔ آپ نے
 اپنے آپ کو قوم سے فرمایا کہ یہ کسی مہدیاں ہیں جن پر تم مجھے پڑتے ہو یعنی الٰہی کی
 عبادت کرتے ہو، انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو ان کی عبادت
 کرتے ہوئے پایا ہے۔ کچھ سوال و جواب کے بعد آپ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم میں
 تمہارے جوں کی ضرورت میری دل کا جب کہ تم پشت پھیر کر جاؤ گے۔ چنانچہ ایک
 دن ایسا آیا کہ ساری قوم شہر سے باہر کوئی تنوار سننے کے لیے جا رہی تھی انہوں
 نے ابراہیم علیہ السلام کو بھی شریک ہونے کا دعوت دی۔ آپ ان کے ساتھ جانا
 نہیں چاہتے تھے، چنانچہ اللہ نے اس مقام پر اس جملہ کا ذکر کیا ہے جو آپ نے
 اس ضمن میں اختیار کیا۔ فَنظَرَ نَظْرًا فَنُفِخَ فِي السُّوقِ انہوں نے سناؤں
 کی طرف نظر ڈال فَقَالَ اِنَّكَ سَاقِيٌّ پس کہہ میں بیمار ہوں فتی لوٹا
عَنْهُ مُدْرِجِيْنٌ پھر وہ لوگ آپے پشت پھیر کر چلے گئے۔ یعنی آپ کو
 تنوار میں ساتھ لے جانے پر اصرار نہ کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے کا قدر صافی دور کہلاتا ہے اس دور میں
 ستاروں کے ساتھ لوگوں کا خصوصی تعلق ہوتا تھا۔ چنانچہ امام شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ
 نے کہ اس دور میں مشعرین ہونے والی شراعت میں کسی مذہب ستاروں کا بھی دخل
 رہتا تھا۔ پھر جب ابراہیم علیہ السلام کا حقیقی دور آیا تو ستاروں کے ساتھ تعلق
 کو سمجھانے کے ساتھ منقطع کر دیا گیا۔ قوم ابراہیم بھی ستاروں میں کمر شہرہ انسی تھی،
 لہذا انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کے ستاروں کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے سے یہ
 مطلب اخذ کیا کہ آپ بھی ستاروں کی کمر شہرہ سازی کے قائل ہیں، لہذا وہ آپ

مَنْ آتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ (آیت - ۸۹) البتہ وہ شخص نیک ہائے
۴۰۔ جو اپنے اللہ کے پاس قلبِ سلیم لے کر آیا۔ العرض : فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام
تمام قسم کی آلائشوں سے پاک دل لے کر رب العزت کے پاس آئے۔

ابراہیم علیہ السلام
کا دل نیک تھا۔

آگے اللہ نے قلبِ سلیم رکھنے والے ابراہیم علیہ السلام کے درجہ توحید کا ذکر کیا
ہے۔ آپ نے خدا تعالیٰ کا پیغامِ توحید اپنی قوم تک عقلی دلائل کے ساتھ پہنچایا۔

ارشاد ہوتا ہے اِنْذِرْ قَوْمَكَ لَا يُبْسُ لَكَ الْغَوِيُّ وَفُتُوهُ بِمَا كَانَ فِتْنَةً قَدْ جَاءَ اِبْرَاهِيْمَ
عليه السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کہن چیزوں کی عبادت کرنے
ہو؟ سمۃ الانعام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آند ذکر کیا گیا ہے
وَإِذْ قَالَ رَاٰنَا هَٰؤُلَاءِ سِجِّينٌ لَا يَخِفُّ لَنَّا كَيْفَ لَا نَكْنُزُهَا فَاَوْفَكًا ۝۱۰

آیت - ۱۰، جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آپ آند سے کہا۔ آند میں آپ کا
ہم آند بھی آیا ہے اس بار پر بعض کئے ہیں کہ آند باپ آند آند چھٹا۔ سگر
حقیقت یہ ہے کہ دونوں نام ایک ہی شخصیت کے ہیں۔ آند تو قرآن نے بیان
کر دیا اور آند آند لقب تھا۔

میرزا علی ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور قوم کو مخاطب کر کے فرمایا
کہ تم کہن چیزوں کی پوجا کرتے ہو؟ آیۃ صفا اللہ ذُو الْفَوْرِ وَالْمُحِشِّ
کیا اللہ کے سوا تم جھوٹ کرٹ کے بنائے ہوئے مجبوروں کو چاہتے ہو؟ یہ
پتھر و سادات اللہ ٹکڑی کی سورتیاں جنہیں تم اپنے اللہ سے گھڑتے ہو، انہی کی
پوجا کہہ رہے گئے ہو، تم نے شاول، فرشتوں اور جنات کے نام پر بت تراش
لیکھے ہیں، کیا تم ان کو اپنا مجبور سمجھتے ہو؟ یہاں یہ تو بتاؤ کہ ظلم کون
یَقْدِرُ الْفُجَّارِ تَمَامِ حَيَاتِهِمْ سِوَاكَ كَمَا كُنْتَ تَكْفُرُ بِمَا كُنْتَ تَكْفُرُ
تم احم حق مجبور کی عبادت کرتے نہیں اور اسی کی بجائے ان خود ساختہ

مخبر خود جانتے تھے کہ ان بھائیوں میں تو جس و حرکت ہی نہیں ہے۔ بھلا یہ کام بہت کیسے
کر سکتے ہیں۔ اہل ابراہیم علیہ السلام کو یہی سمجھنا مستحضر تھا کہ جو بت و تفرقہ کوڑے پھونک سکتے
ہیں اور نہ ہی وہ اپنے دفاع پر قادر ہیں، وہ موجود کیسے ہو سکتے ہیں؟

یہی تیسری بات کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی سارہ کو کہا تو یہ بھی حضور انور
کے طور پر آپ نے تو یہ کیا تھا۔ آپ نے اپنی بیوی کو سمجھا دیا تھا کہ اگر ہم نے اپنے آپ
کو دنیا پر ہی ظاہر کیا تو یہ ظالم بادشاہ مجھے قتل کر دے گا۔ اور تم پر قتل قائم کر دے گا۔
لہذا خیریت اسی میں ہے کہ نہ آپ کو بہن بھائی ظاہر کیا جائے۔ چلے ہی اسی سرزمین
پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مومن نہیں ہے اور انما المؤمنون اخوة (والمؤمنات
مومنات) آپس میں بھائی بھائی ہوتے ہیں۔ الغرض! جان بچانے کے لیے آپ نے یہ فیضانِ کبریا
اس قسم کے بعض واقعات اور حضور علیہ السلام کے ساتھ بھی پیش آئے تھے۔
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت صدیق اکبرؓ سفرِ ہجرت پر جا رہے تھے راستے
میں ایک شخص نے حضور علیہ السلام سے حضرت ابوبکرؓ کے متعلق دریافت کیا مہین
الرجل یعنی یہ شخص کن لوگوں میں سے ہے تو آپ نے جواب دیا من المؤمناء
پانی سے۔ وہ شخص سمجھا کہ کھلی پانی والی آبادی کا ذکر ہو رہا ہے کہ یہ وہاں سے ہے
اسی طرح راستے میں ایک دوسٹر شخص نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو پہچان لیا
اور پوچھا کہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے بھی تو یہ کہ انداز میں جواب دیا
هو رجل يهديني السبيل وہ ایک شخص ہے جو راستے میں میری رہنمائی
کرتا ہے۔ وہ آدمی سمجھا کہ سفر میں راستہ معلوم کرنے کے لیے گائیڈ (راہنما) کی
خدمات حاصل کر رہی ہیں، حالانکہ حضرت صدیقؓ کا مطلب یہ ہے کہ یہ شخص
مجھے ہدایت کا راستہ بتانے والا ہے۔

بہر حال جب سب لوگ توار منانے کے لیے شہر سے باہر چلے گئے۔ تو

بت

کو چھوڑ کر توار منانے کے لیے چلے گئے اور ابراہیم علیہ السلام کو بتوں کی مہلت
کرنے کا موقع میسر آگیا۔

بخاری اور ترمذی شریفین کی روایت میں آتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے
کذب بیانی نہیں کی مگر تین مواقع پر۔ پہلا موقع تو یہی ہے جب آپ نے کہا
کہ میں پیار ہوں حالانکہ آپ پیار نہیں تھے۔ دوسرا موقع وہ ہے۔ جب
آپ نے جن کو پاش پاش کر دیا تو کافروں کے دریافت کرنے پر آپ
نے فرمایا اَبَلٌ فَعَلَكُمُ كَيْفُ يُهْرَ هَذَا (الانبیاء: ۶۳) یعنی
یہ کام اس بڑے بت نے کیا ہے جس کے کندھے پر کھڑا رکھا تھا۔ حالانکہ
یہ کام خود ابراہیم علیہ السلام نے انجام دیا تھا۔ اور تیسرا موقع وہ جب آپ
بابل سے ہجرت کر کے اپنی بیوی سارہؑ کے ہمراہ مصر پہنچے۔ وہاں پر بادشاہ
مصر کی بیٹی کا علم ہوا تو آپ نے اپنی بیوی کو اُخْرِقِ زَمْرِي ہن اکہر دیا۔
اس قسم کا ذوق معنی کلام دراصل جھوٹ جیس ہوتا بلکہ عربی زبان میں اسے
کدرے کہتے ہیں۔ یعنی ہر وقت ضرورت ایسا کلام کیا جائے جس سے حکم کی مراد
کچھ اور ہو اور مخاطب اس سے کچھ اور سمجھے۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا اَلَا
سَوِّیْتُمْ یعنی میں پیار ہوں حالانکہ جسمانی طور پر آپ شہرست تھے۔
دراصل ان الفاظ سے آپ کہ مراد یہ تھی کہ تمہارا کفر اور شرک دیکھ کر میں
ذہنی طور پر پیار ہوں کہ مجھے کفر و شرک سے محنت تخلیف پہنچتی ہے، مگر
فک سمجھے کہ آپ کو کوئی جسمانی عارضہ ہے جس کی وجہ سے آپ ان کے
ساتھ جانے سے منع ہوئی۔ جاں ناک بت شکنی کو بڑے بت کی طرف منسوب
کرنے کا تعلق ہے تو اس سے ابراہیم علیہ السلام کا مقصد کفار کو غمزدہ کر کے
توحید کی دعوت دینا تھا، آپ نے کہا تھا کہ اِن کُر اِن کے بڑے سے توڑا ہے

ہیں۔ افسوس ہے تم پر بھی اور تمہارے ان معبودوں پر بھی جن کی تم پوجا کرتے ہو۔ جب ان کافروں سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو زندہ جلاشیئے کا فیصلہ کر لیا۔

اس مقام پر صرف اس قدر بیان کیا گیا ہے کہ بتوں کی حالت دیکھ کر وہ لوگ ابراہیم علیہ السلام کے پاس دوڑتے ہوئے آئے۔ آپ کے ساتھ گفت و شنید ہوئی تو آپ نے فرمایا قَالَ اتَّعْبِدُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُعْتَبَدُونَ کیا تم ان کی عبادت کرتے ہو جن کو خود تراشتے ہو؟ انسان کی اس قدر گندہ انتہائی افسوسناک ہے کہ ایک چیز کو خود ہی گھڑے اور پھر اُنہی کے سامنے سر بھجھتا ہوا ہے۔ یہ عورتیاں خواہ جنوں کی ہوں یا فرشتوں یا انسانوں کی ہوں یا سمندل کی، کسی کو اختیار نہیں ہے جو کسی کی مشعل کٹائی اور حاجت دہائی کہ سکے، معبود تو وہی ہو سکتا ہے جو علیم کل، قادر مطلق، خالق اور واجب الوجود ہو۔ جب یہ صفات صرف اللہ تعالیٰ میں پائی جاتی ہیں، تو پھر کوئی دوسری ہستی معبود کیسے ہو سکتی ہے؟ برصغیر میں ہندو بھی ثبت پرست ہیں۔ جن کے لاکھوں لکھ گڑھوں معبود ہیں۔ پنڈت جملہ لال نہرو نے خود اپنے مذہب کے متعلق لکھا ہے کہ یہ انسانی، ہدایاں، نشانات اور تقریبات ہے معنی چیزیں ہیں۔ اس قدر افسوسناک بات ہے کہ ہمارے معبود جاپان اور انگلستان کی فیکٹریوں میں تیار ہو جاتے ہیں جن کی ہم پوجا کرتے ہیں۔

فریڈک ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو باور کرایا کہ تم جنوں کو خود تراش کر ان کی عبادت کرتے ہو وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مَالًا لَّكُمْ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے اور ان چیزوں کو بھی جن کو تم بناتے ہو۔ انسان کوئی بھی کام کہے ہر چیز کا خالق تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ انسان — اللہ کے عطا کردہ اختیار اور صلاحیت کے ساتھ ہی ہر کام کرتا ہے، دیگر نہ تخلیق کی صفت کو کسی مخلوق میں نہیں پائی جاتی۔

دلائل کے لحاظ سے تو کافر لوگ لاجواب ہو چکے ہیں۔ کہنے لگے یہ تو معبودوں کی توہین کا مرتکب ہوا ہے جو کہتا ہے کہ ان کو کوئی اختیار نہیں اور یہ بتوں کی

ابراہیم علیہ السلام
کو بتوں کی
پرستش

ابوہریرہؓ کو قرآن کی مسرت کرنے کا وہ موقع پیش آگیا جس کی تلاش میں آپ تھے۔ فَوَاحِشَ الْمُغَیْثِ پھر آپ موقع پا کر قرآن کے پاس گئے۔ ان کے سامنے غم و نیاز کی سمٹائی، کھانا اور شراب وغیرہ رکھا ہوا تھا۔ فَقَالَ لَا تَأْكُلُونِ آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا، تم کھاتے کروں نہیں؟ بَعْدَ الْبَقَرِ کے وہ بے باں بت کھاتے کیا، اور جواب کیا دیتے۔ آپ نے پھر يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَطْفُتُوا کیسے تمہیں کہ تم جو لیتے نہیں؟ جب کوئی جواب نہ دلا تو آپ نے اپنے منہ سے لَا تَحْمِلُ کے لیے فَوَاحِشَ الْمُغَیْثِ ضرباً کالیہ میں آپ دائیں ہاتھ سے مارتے ہوئے ان پر پل پڑے۔ آپ کے ہاتھ میں ہتھوڑا تھا جسے پوری قوت سے چلا کر تمہیں کوڑھوڑ دیا۔ صرف بڑے بت کو چھوڑا اور اس کے گلے میں کھانا لٹکا دیا۔ پھر آپ وہاں سے چلے آئے۔

جیب وہ لوگ تیار نہ کر رہے تھے قرآن کی یہ حالت دیکھ کر سخت پریشان ہوئے۔ اس مقام پر تفصیلات نہیں ہیں صرف اس قدر ہے فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ يَزْعُمُونَ وہ لوگ آپ کے پاس گھبراہٹ کے عالم میں دوڑتے ہوئے آئے۔ سورۃ الانبیاء میں اس واقعہ کی تفصیل اس طرح بیان کی گئی ہے کہ جب کفار نے اپنے تئیں کو شکستہ حالت میں دیکھا تو ایک دوسرے سے پوچھا کہ ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ ملک کس نے کیا ہے؟ ان میں سے بعض نے کہا کہ ابراہیم نامی نوجوان ان کا ذکر کیا کرتا تھا، ہو سکتا ہے کہ یہ اسی کا کام ہو، پھر ابراہیم علیہ السلام کو بل کر پوچھا گیا کہ کیا یہ کارروائی تمہارے کی ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو اس بڑے بت کا کام معلوم ہوتا ہے جس کے کاندھے پر کھانا رکھا گیا ہے، انا ہم آپ ان شکستہ بتوں سے پوچھ رہے ہیں اگر یہ بول کر بتائیں۔ پھر انہوں نے آپس میں بحث کی اور کہنے لگے کئی بات تو یہ ہے کہ یہ بت تو بولتے ہی نہیں، یہ ہمیں کیا بتائیں گے؟ اسی موقع پر ابراہیم علیہ السلام نے ان کے ضمیر کو جھنجھوڑا اور پوچھا، کیا تم ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہارے کسی نفع نقصان کے مالک نہیں

وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينُ ⑨٩ رَبِّ
 هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ⑩٠ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ
 حَلِيمٍ ⑩١ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَبْنَئُ
 إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا
 تَرَىٰ وَقَالَ يَأْتِيكَ أَفْعَلُ مَا تُؤْمَرُ ⑩٢ مَسْتَجِدِّي
 إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّادِقِينَ ⑩٣ فَلَمَّا أَسْلَمَا
 وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ⑩٤ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ
 قَدْ صَدَّقْتَ الرُّيَاءَ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي
 الْمُحْسِنِينَ ⑩٥ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ⑩٦
 وَقَدَيْنَاهُ يَذْبَحُ عَظِيمٍ ⑩٧ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ
 فِي الْآخِرِينَ ⑩٨ سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ⑩٩ كَذَلِكَ
 نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ⑪٠ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا
 الْمُؤْمِنِينَ ⑪١ وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ نَبِيًّا
 مِنَ الصَّالِحِينَ ⑪٢ وَلَبَّكُنَا عَلَيْهِ وَعَلَى
 إِسْحَاقَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَظَالِمٌ
 لِّنَفْسِهِ مُبِينٌ ⑪٣

ترا مشیدہ عزتیاں ہیں۔ لہذا ابراہیم علیہ السلام کو سخت سزا دی جا رہی ہے۔ قَالُوا سُبْحَانَكَ
بَنِيَّانَا كُنْ گے اس کے لیے ایک بہت بڑی عارت تیار کر دو اس میں آگ جلاؤ
اور ابراہیم علیہ السلام کو اس میں ڈال دو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا ایک بہت بڑے
حصہ زمین پر دنیا کی سب سے بڑی آگ جلی گئی پھر کہنے لگے قَالَ قَوْوَةُ فِي الْجَنَّةِ
اس کو جگر تھوڑی آگ ہی ڈال دو۔ اس مقام پر قراقرص کے ساتھ بیان کیا گیا ہے
ابراہیم سورۃ الانبیاء میں ہے قَالُوا احْيِيْهِمْ وَادْعُهُمْ وَاذْكُرُوا اِلٰهَكُمْ كَوْمًا كُنتُمْ
فِيهِ لٰدِيْنًا (آیت ۶۸) اگر کچھ کرنا چاہتے ہو تو ابراہیم علیہ السلام کو زندہ جلاؤ اور انہیں لڑا
پٹے معبودوں کی مدد کر دو۔ جن کی یہ ذمت بیان کرنا ہے۔

بالآخر انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو جنین کے ذریعے پھینک دی بولی آگ میں
پھینک دیا مگر اللہ نے فرمایا هَلَّتْ اَيُّهَا كَوْمًا كُنتُمْ فِيْهِ لٰدِيْنًا وَسَلَّمَ اَعْلٰى
ابراہیم علیہ السلام (آیت ۶۹) آگ! ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی اور سلامتی
والی مہر جا۔ سورۃ العنکبوت میں ہے قَالَ جُنَّةُ اللّٰهُ مِنْ الشَّيْطٰنِ (آیت ۲۲)
اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس آگ سے بچالیا۔ اور کافر اپنی اس تدبیر میں بھی ناکام و
نامراد ہوئے۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ آگ نے ابراہیم علیہ السلام کا ایک بال
نیک نہ جلایا۔ البتہ جس رسی سے باندھ کر آپ کو آگ میں پھینکا گیا تھا، وہی
جل کر خاک ہو گئی۔ اللہ نے فرمایا فَاِذَا دُؤِّيْتُمْ كَيْدًا اِنْسُوْا کے ایک تدبیر
کا اڑھ کیا۔ ابراہیم علیہ السلام کو ختم کرنا چاہا مگر ہم نے انہیں ہر امتحان میں
کامیاب کر کے فَجَعَلْنٰهُمْ اٰلًا مُّشْفٰئِيْنَ انہیں کو ذلیل و خوار اور لیت
کر دیا۔ وہ اپنے اڑھ سے ہی بڑی طرح کام لے رہے۔

عظم کرنے والے ہیں اپنے نفس پر صریح طور پر (۲۳)

میلد کرات

پہلے نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم ۷۵۰ سالہ ذکر ہوا۔ آپ اپنے عرصے ۱۰۰۰ قوم کو خدا تعالیٰ کا پیغام شائع کیے کہ اللہ کا گناہ و شرک کی پالیسی سے انکار کرتے ہیں مگر قوم نہانی بلکہ اللہ کے نبی کو طرح طرح کی تکالیف پہنچائیں جسے اللہ نے کہ پ عظیم سے تعبیر کیا ہے آخر تک۔ اگر نوح علیہ السلام نے قوم کے حق میں بددعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے پانی میں ڈبو کر صوفیہ ہستی سے ناپسند کر دیا۔ صرف وہی لوگ بچے جو نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار ہو گئے تھے اور پھر انہی میں سے اللہ نے نوح علیہ السلام کو نئے چلایا اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی قوم کے حالات بیان کیے آپ نے قوم کو خطاب کیا کہ تم میری قوم ہو اور خود ہی الٰہی کی پوجا کو نہ سکتے ہو تم خود ہی اپنے باپوں سے بت تراشتے ہو اور خود ہی الٰہی کی پوجا کو نہ سکتے ہو حالانکہ خالق اللہ رب العالمین ہے جو تمہیں بھی پیدا کر لیا اور تمہارے اعمال و کسب کو بھی وہی تخلیق کرنا ہے۔ اس کے جواب میں قوم نے فیصلہ کیا کہ ابراہیم کے لیے ایک بہت بڑا آگ کا آلاؤ تیار کرو۔ جس میں انہیں زندہ جلا دو کیونکہ یہ میرا رب ہے آقاؤ ابدال کے منکب سے ہٹانا چاہتا ہے۔ چنانچہ دنیا کی عظیم ترین آگ جل کر ابراہیم علیہ السلام کو رہا۔ یہ یقیناً ایسا ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے محفوظ رکھ کر ان کی ساری تمہیر کو ناکام بنا دیا اور وہ ذلیل و خوار ہو کر رہ گئے۔

اس سے قبل ابراہیم علیہ السلام کو اہل میں سات برس تک قید میں رکھا گیا۔ آگ سے بچ نکلنے کے بعد آپ سوا تر اللہ کا پیغام سننے سے بے جا کوئی بھی ایمان نہ لایا جیسا کہ سورۃ عنکبوت میں گزر چکا ہے۔ صرف آپ کی بیوی سارہ اور بھتیجہ لوط علیہ السلام آپ پر ایمان لائے، باقی ساری قوم کافر اور شرک میں پھنسی رہی۔

بالآخر جب قوم کی طرف سے ایذا و رمانیاں حد سے بڑھ گئیں تو اللہ تعالیٰ نے

ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت

توجہ۔ اور کہا (ابراہیم نے) تحقیق میں جانا ہوں اپنے
 پروردگار کی طرف، وہ مجھے راہ دکھائے گا (۹۹) اے پروردگار
 بحق سے مجھے نیکوں میں سے رکھ دے (۱۰۰) ہم نے
 بشارت دی اس کو ایک لڑکے کی جو نہایت بزرگوار
 تھا (۱۰۱) پس جب پہنچا اس کے مقررہ جگہ وادو کی طرف
 کو تو اس نے کہا اے بیٹے! بے شک میں دیکھتا ہوں خواب
 کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں۔ دیکھو! تم کیا خیال رکھتے ہو۔
 کہا (بیٹے نے) اے باپ! آپ کمر ڈالیں جس چیز کا آپ
 حکم دیا جاتا ہے۔ آپ پاؤں مجھے اگر اللہ نے چاہا،
 صبر کرنے والوں میں سے (۱۰۲) پھر جب وہ دونوں پہنچے
 ہو گئے (اللہ کے حکم کے) اور گڑا دیا اس کو پیشانی کے
 بل (۱۰۳) اور ہم نے اس کو آواز دی۔ اے ابراہیم! (۱۰۴)
 تحقیق تو نے سچ کر دکھایا خواب۔ بیشک ہم اسی طرح
 بدلہ دیتے ہیں نیک کرنے والوں کو (۱۰۵) بیشک یہ بات
 ابراہیم صریح آزمائش ہے (۱۰۶) اور ہم نے فریاد کیا اس
 کو ذبح کرنے کے ایک غلیظ جالور کا (۱۰۷) اور ہم نے
 چھوڑا اس پر پھیلوں میں (۱۰۸) (اس بات کو) کہ سلامتی
 ہو ابراہیم پر (۱۰۹) اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیک کرنے
 والوں کو (۱۱۰) بیشک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے
 ہے (۱۱۱) اور ہم نے بشارت دی اس کو اسحاق
 (بیٹے) کی جو کہ اللہ کا نیا اور نیکوں میں سے تھا (۱۱۲)
 اور برکت نازل کی ہم نے اس پر اور اسحاق پر۔ اور
 ان دونوں کی اولاد میں سے نیک کر کے ملے ہیں اور کچھ

کا معنی دوڑنا ہر گز ہے جسے صفا و سروہ کی معنی ہوتی ہے کہ وہ لیں کچھ فاصلہ دوڑ کر چلا پڑتا ہے۔ تو مطلب یہ کہ جب حضرت اسماعیلؑ بھاگنے دوڑنے کی عمر کو پہنچ گئے۔ آپ کی عمر بارہ، تیس سال کی ہو گئی اور آپ اپنے باپ کے ساتھ فضل و کمال کے کام کرنے کے قابل ہو گئے۔ قرآن مجید علیہ السلام نے خواب دیکھا جس کا تذکرہ بیٹے کے سامنے اس طرح کیا قَالَ يٰٓإِسْمٰعِيْلُ اٰذَىٰ فِى الْمَنَازِلِ اَفَ اَذَىٰ بِكَ يٰٓإِسْمٰعِيْلُ اذیٰ بیک میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کر دیا ہوں۔ فَانْظُرْ مَا كَفَا تم اس خواب کو کیا پاتے ہو مفسرین کہ اسم بیک کہتے ہیں کہ یہ اسم علیہ السلام کہہ خواب بار بار آ رہا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا اور اس حکم کی تعمیل کا تقاضا کیا جا رہا تھا۔

خواب کی
حقیقت

بچے کے خواب اور عام لوگوں کے خواب میں فرق ہوتا ہے۔ عام لوگوں کے خواب تین اقسام کے ہوتے ہیں۔ یعنی روحانی، شیطانی اور نفسانی روحانی خواب مومن کے حق میں بشارت ہوتی ہے۔ شیطانی خواب شیطان کے اثر سے ہوتے ہیں اور نفسانی خواب وہ ہوتے ہیں جو ان کی خوراک کے اثرات پر مرتب ہوتے ہیں۔ مگر نبیوں کا خواب وحی کی ایک قسم ہے کیونکہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کوئی حکم خواب کے ذریعے بھی دیتا ہے۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ نبوت غنی سے چھ ماہ قبل تک جو خواب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آتے تھے وہ سچے ہوتے تھے اور ان کا نتیجہ مدینہ مدثر کی طرح سامنے آ جاتا تھا۔ پھر اس کے بعد نزولِ وحی شروع ہو گیا۔ قرآن پاک میں حضرت یوسفؑ علیہ السلام کے خواب کا ذکر بھی آتا ہے۔ اس کی تعبیر اگرچہ طویل عرصہ کے بعد جا کر نکل سگریہ عوف بخت جمع تھا۔ اسی طرح حضور علیہ السلام نے بھی خواب دیکھا تھا کہ آپ طوفان کمر

ابراہیم علیہ السلام کو بابل سے ہجرت کر جانے کا حکم دے دیا۔ بیویوں کی زندگی میں ہجرت
 بھی ایک مشکل غمزدہ آفت ہے۔ گھر بار و کن کا دباؤ سب کچھ اللہ کی رضا کی خاطر چھوڑ دینا
 پڑتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کے لیے بھی یہ وقت آپ کا تھا۔ وَقَالَ رَافِئُ ذَاہِبْ
 رَافِئُ کہتی آپ نے کیا تحقیق میں اپنے پردہ و گار کی طرف یعنی اس کے حکم کے
 مطابق بیاں سے جانے والا ہوں سُبْحَانَكَ یَا اِیُّہَا الرَّحْمٰنُ اس راستے میں وہی میری رہنمائی
 فرمائے گا۔ میں جس مالک الملک کے حکم سے نقل مکانی کر رہا ہوں وہ ضرور مجھے
 ٹھکانے پر لگائے گا۔ چنانچہ آپ کے لیے حکم ہوا کہ آپ بابل کی سرزمین کو چھوڑ کر
 مکہ شام اور فلسطین کی طرف چل دیں۔ آپ عیسیٰ مکہ میں، یحییٰ امدیہ کے ہمراہ
 نکل کھڑے ہوئے۔ پہلے مصر پہنچے۔ پہلے تبارک و تعالیٰ نے آپ کی بیوی حضرت سارہ
 کو ہتھیانا چاہا مگر پھر اس نے حضرت ابراہیم کو بھی آپ کے ہمراہ کر دیا۔ اور اس
 طرح آپ مکہ فلسطین میں آکر آباد ہو گئے۔

شادی کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۲۴ سال تھی۔ بڑے طویل عرصہ
 تک آپ کے طاق کرٹی اولاد نہ ہوئی۔ اب آپ کی عمر مبارک اسی سال ہو چکی تھی
 تو اُس وقت آپ نے پردہ و گار گدنے درخواست کی رَبِّ اِنِّیْ ہُمْ رَمٰنٌ
 الصّٰوِحِبِیْنَ کہ بھلا کریم! مجھے نیکیوں میں سے دنیا عطا کر دے۔ آپ اس وقت
 تک حضرت ابراہیم سے نکاح کر چکے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دُعا
 قبول فرمائی اور فرمایا اِنِّیْ جَعَلْتُکُمْ اُمَّۃً مَّوَدَّۃً وَرَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ہم نے آپ کو کم
 ایک برادر بیٹے کی بشارت دی۔ اس برادر بیٹے سے حضرت اسماعیل علیہ السلام
 متولد ہوئے کہ آپ کی اولاد میں سے سب سے پہلے انہی کی ولادت ہوئی۔ آپ کے
 دوسرے بیٹے حضرت سارہ کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔
 بہر حال بیاں پر جسے بیٹے حضرت اسماعیل کی بشارت کا ذکر ہے، جو بڑے
 حوصلے اور تحمل والے تھے۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعِیَ سَجَدَ بِرُحْمَةٍ دُکِّ عَمْرٍو سَجَدَ سَیِّدُ
 ابراہیم علیہ السلام
 کا خواب

کام ہی نہیں مگر یہی تھی۔ اور صریح آواز آئی وَكَانَ ذِينَئِذٍ أَنْ يَأْتِيَهُمْ سَبْعُ
 الْمَلَكِ فِي الْفَجْرِ هُمْ فِيهَا يَدْعُونَ هَلْ يَأْتِيهِمْ سَبْعُ الْمَلَكِ فِي الْفَجْرِ
 خواب کر سچا کہ دکھایا۔ آپ اس آزمائش میں پہلے اترے۔ اِنَّا كُنَّا لَمُبَشِّرِينَ
 بِتَحْزِينِ الْمُؤْمِنِينَ ہم بھی کہنے والوں کو اسی طرح پہنچیتے ہیں۔ ابراہیم
 علیہ السلام نے قرعیل حکم کرتے ہوئے بیٹھ سکے گئے پر چھری چلا دی مگر اللہ تعالیٰ
 کو اسماعیل علیہ السلام کی جان بچا مقرر تھی لہذا اس نے باپ کو اس کا بیٹا۔ صحیح
 سلامت لوٹا دیا۔

اللہ نے فرمایا اِنَّ هَذَا الْمَلَأْتُكَ الْكُفْرَ بِرَبِّكَ يَنْفِرُ
 آزمائش تھی جو ابراہیم علیہ السلام پر ڈالی گئی جس میں آپ پر اترے۔ اور پھر اللہ
 نے یہ احسان بھی فرمایا کہ اسماعیل علیہ السلام کا ذریعہ بھی دیا۔ فرمایا وَفَدَّيْنَاهُ
 بِذَنبِ عِظِيمٍ اور ہم نے اسے ایک عظیم جالور کے ذبح کرنے کا ذریعہ دیا۔
 یہ عظیم جالور ایک مینڈھا تھا جو اللہ نے جنت سے نازل فرمایا اور ابراہیم علیہ السلام
 کی چھری اسماعیل علیہ السلام کی کھائے اس مینڈھے کی گردن پر چل گئی اور ذبح ہو
 گیا اور اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔ گویا مینڈھا آپ کا ذریعہ بن گیا
 مفسرین کو رام طراکے ہیں کہ ذبح عظیم سے مراد صرف ہاتھ کی قربانی نہیں
 اگرچہ وہ بہشت سے نازل شدہ عظیم جالور تھا۔ بلکہ اس سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے
 کہ ہم نے قربانی کا ایک بہت بڑا اصول قائم کر دیا ہے جو قیامت جاری ہے
 لہذا اصل جذبہ ایمان و اطاعت تو یہی تھا جو بیٹے کی قربانی کے لیے عاجز تھا
 مگر اللہ نے جان کے بدلہ کے طور پر اسے جالور میں منتقل کر دیا۔ لہذا انہی بہت
 سے تحت آئندہ کے لیے ہاتھ انسانی جان کا ذریعہ ہو گا۔ یہ کہ ستر قیامت تک
 ذبح ہے گا اور اہل ایمان ہر سال جالور کی قربانی کرتے رہیں گے۔

کچھ خوفزدہ ہوئے تو فرشتوں نے تسلی دی کہ خوف نہ کھائیں، ہم تو قوم لوط کا ٹھکانہ
 کرنے کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ جو پاس
 کھڑی تھی اس پر بھی قہقہے لہاں پڑا اٹھو لا قوموت قدراہ اسحق
 یعقوب (آیت - ۷۱) پھر ہم نے اس کو اسحاق اور ان کے بیٹے (ان کے
 بیٹے) یعقوب کی بشارت دی۔ وہ کہنے لگی، ہلے میرے کیسے بچہ چھوگا کہ میں
 بڑھیا ہوں اور میرے میاں بھی بوڑھے ہو چکے ہیں ایہ تو عجیب بات ہے۔
 فرشتوں نے کہا، کیا تم خدا کی قدرت سے تعجب کرتی ہو، تم پر خدا تعالیٰ کی رحمت
 اور اس کی برکتیں ہیں تمھارے خاندان پر۔ اللہ تعالیٰ علم والا بینا عطا کرے گا۔ اور
 اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام اپنے بڑے بیٹے یعقوب علیہ السلام کو بھی دیکھیں گے چنانچہ
 یہ بشارت بھی اللہ تعالیٰ نے پوری کر دی۔

یہودیوں نے اس مسئلہ کو اٹھایا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے جس بیٹے کی قربانی دی
 تھی وہ اسماعیل علیہ السلام تھے یا اسحاق علیہ السلام۔ حقیقت یہ ہے کہ قربانی حضرت
 اسماعیل علیہ السلام کی ہوئی تھی جو حضرت باجر کے بیٹے تھے اور اسماعیل علیہ السلام
 سے سو لڑ سال بڑے تھے امام جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام
 حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دنیا کے نتیجہ میں انہی سال کی عمر میں پیدا ہوئے جب
 کہ اسحاق علیہ السلام بغیر دنیا کے پیدا ہوئے جس کی بشارت قرآن لوط پر عذاب
 لسنے والے فرشتوں نے حضرت سارہ کو دی جس نے اس پر تعجب کا اظہار کیا
 کیونکہ اس وقت میاں بیوی دونوں بوڑھے ہو چکے تھے۔ مطلب یہ کہ قربانی کا
 واقعہ اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ ہی پیش آیا تھا۔

البتہ بالبین کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کے لیے حضرت
 اسحاق علیہ السلام کو پیش کیا گیا تھا۔ دراصل یہ یہودیوں کے جھوٹ اور توہمت

قرآنی ترجمہ
 اسماعیل علیہ السلام
 یا اسحاق علیہ السلام

اس نذر سے بعض ضمنی مسائل میں متفرع ہوتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص چاہے کہ
زوج کرنے کی نذر مانے گا تو وہ حرام نہیں کیونکہ جوار کے علاوہ انسانی جان کو قربان نہ
کریے۔ پھر کتنا جائز نہیں۔ اللہ نے از خود کسی انسان کو ذبح کرنے کی اجازت نہیں
دیا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ منقول ہے کہ بیٹے
کی قربانی کی نذر ماننے والے کو جوار کی قربانی کرنی چاہیے کہ اس کی نذر یا قسم کا
یہی کفار ہوگا۔ حضرت عمران بن حصیب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کفار کا کفار
الکسب میں یعنی نذر کا کفار قسم کا کفار ہو سکتا ہے بعض لوگ نذر ان کے بچوں کو ذبح
کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے جو کہ قطعی حرام ہے۔

فرمایا وَقَدْ كُنَّا عَلَيْكُمْ فِي الْأَخْيَرِينَ اور ہم نے اس کا نیکو خیر
بچھڑوں میں بھجڑا ہے۔ مَسَلَّمٌ عَلَيْكَ الْبَرَاءُ سلامتی ہو ابراہیم
علیہ السلام پر كَذَلِكَ كَجُزْئِ الْمُؤْمِنِينَ ہم کی گونہ والوں کی اسی
طرح پر کہہ دیتے ہیں لَهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ہے شک و ہمارے
سلاطین الایمان بندوں میں سے تھے۔

اسحاق علی
کونڈوت

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت اور بیٹے کی قربانی کا ذکر کرتے ہوئے
بعد فرمایا **وَبَشِّرْهُ بِذِي الشَّقْوَىٰ** **وَالصَّالِحِينَ** اور ہم نے
بشارت دی (ابراہیم علیہ السلام کہ) اسحاق علیہ السلام کی جو اللہ کا نبی اور نیکوں
میں سے تھا۔ اس بشارت کا ذکر سورۃ ہود میں تفصیل کے ساتھ ہو رہا ہے قوم
لوط پر عذاب لینے والے فرشتے پہلے ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئی تھیں
فلکوں میں آئے۔ انہوں نے کہا کہ تمہارا بچہ ہذا کچھ اچھا لگتا ہے اس کے ساتھ رکھا جاوے
ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تھے جس کی وجہ سے ابراہیم علیہ السلام

تمام عرب پیدا ہوئے اور پھر انہی میں سے اللہ نے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم
 کو پیدا فرمایا۔ وہ لوگ خدا والوں میں نیکو کار بھی ہیں اور گنہگار بھی ان میں کوئی نہیں ہے۔
 اور مشرک بھی جن کا ذکر اللہ نے قرآن پاک میں یا بجا کیا ہے۔

إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَيْرِينَ ﴿١٣٥﴾ ثُمَّ دَقَرْنَا الْأَعْرِينَ ﴿١٣٦﴾
وَأَنكُمْ لَتَمُرُّونَ عَلَيْهِمْ مُصْبِحِينَ ﴿١٣٧﴾
وَبِالْأَيْدِ وَأَفْئِدَةٍ تَقُولُونَ ﴿١٣٨﴾

ترجمہ۔ اور البتہ تحقیق ہم نے احسان کیا ہوئی اور
مردوں علیہ السلام پر ﴿۱۳۵﴾ اور ہم نے ان مردوں کو نجات
دی اور ان کی قوم کو بھی بڑی تکلیف سے ﴿۱۳۵﴾ اور ہم
نے ان کی مدد کی، پس تمہیں وہی غالب ہونے والے ﴿۱۳۶﴾
اور وہی ہم نے ان مردوں کو ایک واضح کتاب ﴿۱۳۷﴾
اور ہم نے راہنمائی کی انی مردوں کی صراطِ مستقیم کی طرف ﴿۱۳۸﴾
اور چھوڑا ہم نے ان کے اوپر دیکھنے لوگوں میں ﴿۱۳۹﴾ کہ
سلام ہو ہوئی اور مردوں علیہ السلام پر ﴿۱۴۰﴾ بیگ۔ ہم
اسی طرح بلہ جیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو ﴿۱۴۱﴾ بیگ تھے
وہ مردوں ہمارے ایماں بندوں میں سے ﴿۱۴۲﴾ اور بیگ۔
ایسا علیہ السلام البتہ اللہ کے رسولوں میں سے تھے ﴿۱۴۳﴾
جب کہا انہوں نے اپنی قوم سے، کیا تم ڈرتے نہیں ﴿۱۴۴﴾
کیا تم بجا رہتے ہو بعل کو اور چھوڑتے ہو سب سے بزر
خالق کو ﴿۱۴۵﴾ اللہ جو تمہارا بھی پروردگار ہے اور تمہارے آباؤ اجداد
کا بھی پروردگار ﴿۱۴۶﴾ پس ان لوگوں نے جھٹلایا اُس
کو۔ پس بے شک وہ (عذاب میں پکڑے ہوئے) حاضر
کیے جائیں گے ﴿۱۴۷﴾ مگر اللہ کے خلص بندے ﴿۱۴۸﴾
اور چھوڑ دی ہم نے ان کے اوپر دیکھنے لوگوں میں دیر
بات ﴿۱۴۹﴾ کہ سلام ہو ایسا میں پر ﴿۱۵۰﴾ اسی طرح ہم بلہ

وَلَقَدْ مَنَّا عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ⑪٣ وَجَعَلْنَاهُمَا
 قَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ⑪٤ وَنَصَرْنَاهُمْ
 فَكَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ⑪٥ وَأَتَيْنَاهُمَا الْكِتَابَ
 الْمُسْتَبِينَ ⑪٦ وَهَدَيْنَاهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ⑪٧
 وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْأَخْرَبَيْنِ ⑪٨ سَلَامٌ عَلَىٰ
 مُوسَىٰ وَهَارُونَ ⑪٩ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي
 الْمُحْسِنِينَ ⑫٠ إِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ⑫١
 وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ⑫٢ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ
 أَلَا تَتَّقُونَ ⑫٣ أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ
 أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ⑫٤ اللَّهُ رَبُّكُمْ وَرَبَّ
 آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ⑫٥ فَكَذَّبُوا فَأَنَّهُمْ
 لَمُحْضَرُونَ ⑫٦ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ⑫٧
 وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمْ فِي الْأَخْرَبَيْنِ ⑫٨ سَلَامٌ عَلَىٰ
 إِبْرَاهِيمَ ⑫٩ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ⑬٠
 إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ⑬١ وَلَئِنْ لَوُطَ
 لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ⑬٢ إِذْ نَجَّيْنَاهُ وَآهْلَهُ أَجْمَعِينَ ⑬٣

کہ دوسری بری حضرت مسافر سے بھی بیٹھنے کی بنا دیت لی اور اللہ نے اس کے دل میں
حضرت اسحاق علیہ السلام جیسا عظیم المرتبت بیٹا تولد فرمایا جن کی اولاد کا سلسلہ دو تک
گیا اور جس میں اللہ نے ہزاروں نبی مبعوث فرمائے۔ اس واقعہ میں حضور علیہ السلام اور
آپ کے پیروکاروں کے لیے تسلی کا عنصر یہ بھی ہے کہ دیکھو اللہ کے جلیل القدر پیغمبروں
کے کیسی کیسی تکالیف اٹھائیں اور کتنے امتحانات سے گزرے تو پھر اللہ نے ان
ان پر انعامات بھی بے شمار کیے۔ اب اگلی آیات چند درجہ انبیاء اور ان کی کتابچے
والی تکالیف اور پھر ان کی کامیابی کا ذکر آ رہا ہے۔ اس سے حضور علیہ السلام اور
آپ کے تابعین کو سمجھا ہوا مقصود ہے کہ مخالفین کی اذیاد و مانیوں سے دل برداشتہ
نہ ہوں۔ بالآخر کامیابی تمھارے ہی ہتھ میں ہوگی۔

ارشاد ہوتا ہے وَلَقَدْ مَنَّا عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ اور
البتہ تحقیق ہم نے احسان کیا موسیٰ اور ہارون علیہما السلام پر۔ موسیٰ علیہ السلام کے واقعات
تو قرآن پاک میں چھیلیں سے زیادہ مرتبہ مختلف سورتوں میں بیان ہوئے ہیں تاہم
یہاں پر اختصار کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ اللہ کے ان پیغمبروں اللہ کا وعدہ نیت
کہ یہ پیغام پہنچانے کے لیے کئی کن مشکلات کا سامنا کیا۔ مگر بالآخر اللہ نے انہیں
کہ کامیاب بنایا۔ ارشاد ہوتا ہے وَنَجَّيْنَاهُمَا وَقَوَّيْنَاهُمَا مِنَ الْكُفْرِ الْعَظِيمِ
اور ہم نے ان دونوں رسولوں اور ان علیہما السلام کو دونوں کی قوم کو نبی اذیت
سے نجات دی۔ وَقَصَّرْنَاهُمَا اور ہم نے ان کی مدد کی فَصَحَّفْنَا
هُمَا الْقُلُوبَيْنِ اور آخر کار وہی غالب آئے فرعون اور اس کی قوم کو اللہ نے
سحر قلم میں غرق کر دیا اور نبی اسرائیل آزاد ہو گئے۔

پھر فرمایا وَاتَيْنَاهُمَا الْكِتَابَ الْمُسْتَفِيَّتَيْنِ اور اللہ کے دونوں پیغمبروں
کو ہم نے ایک واضح کتاب بھی دی۔ اس سے مراد قرأت ہے۔ جو اصل میں
تورہ علیہ السلام پر نازل ہوئی تاہم چونکہ دونوں پیغمبر اسی کتاب کی تبلیغ کے پابند
تھے، لہذا اللہ نے اس کتاب کو دونوں کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس وقت

موسیٰ اور ہارون
علیہما السلام
کا ذکر

حیثہ ہیں نیکی کرنے والوں کو (۱۳۱) تحقیق وہ تھے ہمارے ایک
 بندوں میں سے (۱۳۲) اور ایک لوط علیہ السلام بھی البتہ اللہ
 کے رسولوں میں سے تھے (۱۳۳) جب کہ بچاؤ ہم نے اُن
 کو اور اُن کے گھر والوں سب کو (۱۳۴) مگر ایک برہما
 جو دیکھ کر کہنے والوں میں تھی (۱۳۵) پھر ہلاک کیا ہم نے
 دوسروں کو (۱۳۶) اور بے شک تم (اے اہل مکہ) البتہ
 گزرتے ہو اُن پر صبح کے وقت (۱۳۷) اور رات کو بھی
 کیا تم سمجھ نہیں سکتے؟ (۱۳۸)

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے دونوں فرزند
 اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام کا ذکر فرمایا۔ یہ تینوں حضرات اللہ کے نبی اور رسول
 تھے۔ یہ سب اصحاب کامل درجے کے ایسا مزارع اعلیٰ پیمانے کی نیکی کرنے والے
 تھے فلکنا اُسکما کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ باپ اور بیٹا ہر وقت
 احسان خداوندی میں مصروف رہتے تھے۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے قوم کو
 مسئلہ توحید سکھایا تو وہ مخالفت ہو گئی اور ابراہیم علیہ السلام کو سخت ہتھیاروں سے باز کر دینے
 کے منصوبے بنائے گئے۔ چنانچہ آریخ عالم کی عظیم ترین آگ جلائی گئی جس میں ابراہیم
 علیہ السلام کو پھینک دیا گیا۔ یہ تو اللہ کی قدرت کی نشانی اور عظیم معجزہ تھا۔ کہ
 ابراہیم علیہ السلام اس آگ سے صحیح سلامت نکل سکے مگر اس کے باوجود قوم کے
 لوگ آپ کی دعوت کو قبول کرنے پر تیار نہ ہوئے۔ پھر آپ نے اللہ کے
 حکم سے ہجرت کی اور اپنی مقررہ جگہ پر پہنچ کر بارگاہ رب العزت میں بیٹھ
 بیٹھے دعا کی جو اللہ نے قبول فرمائی۔ پھر جب بچ پھیل گئے دودھ پلانے کی عمر کو
 پہنچ گئی تو اللہ نے اُس کی قرانی کا حکم دیا۔ ابراہیم علیہ السلام اس امتحان میں
 کامیاب ہوئے اور اللہ نے اسماعیل علیہ السلام کی جگہ جنت سے جینڈہ بھیج
 کر قرانی کی تکمیل کی اور اسماعیل علیہ السلام کو بچایا۔ اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام

المؤمنین یہ دعویٰ ہمارے کامل ایمان و بندگی میں سے تھے۔ پہلے حضرت
نوح اور ابراہیم علیہما السلام کے لیے ہی یہی الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور اب
موسیٰ اور محمد علیہما السلام کو بھی انٹرنے کامل ایمان و بندگی میں شمار کیا ہے۔

ایسا علیہ السلام
کا ذکر ہے

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک اور نبی حضرت ایسا علیہ السلام کا
تذکرہ اس طرح فرمایا **وَإِنَّا أَنشَأْنَاهُ إِنَّا لَنَشْكُرُ لَكُمْ** کہ اللہ تعالیٰ نے
ایسا علیہ السلام بھی انٹرنے کے رسولوں میں سے تھے۔ معلوم ہوا کہ انٹرنے کے رسولوں میں سے
علامہ آپ کو مستقل شریعت بھی عطا کی تھی۔ قرآن پاک میں ایسا علیہ السلام کا ذکر صرف
دو مقام پر آیا ہے۔ پہلا مقام سورۃ الانعام ہے جہاں انٹرنے انٹرنے انٹرنے کا
تذکرہ کر کے فرمایا کہ اگر وہ بھی شرک کا ارتکاب کرتے تو ان کے اعمال بھی ضائع
ہو جاتے۔ اُن میں حضرت ایسا علیہ السلام کا نام بھی ذکر ہے۔ اور دوسرا
مقام اس سورۃ میں ہے جہاں انٹرنے نے آپ کی دعوتِ توحید کا ذکر
فرمایا ہے اور ساتھ ساتھ آپ کی بیچ اور ایمان کا تذکرہ کیا ہے۔

اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ ایسا علیہ السلام حضرت ابرہہ علیہ السلام کی اولاد
میں سے تھے۔ اور ان کا زمانہ الفتح نبی کا قریبی زمانہ ہے۔ آپ شرقی اردن کے
ایک مقام جلعاد میں پیدا ہوئے اس زمانے میں قبیلے بنی نضیر نے انٹرنے
انٹرنے آپ کو انٹرنے کی طرف مبعوث فرمایا کہ وہاں کے لوگوں کو توحید کی دعوت
دیں۔ حضرت ایسا علیہ السلام کے متعلق یہ بھی مشہور ہے کہ وہ زندہ ہیں، حالانکہ
یہ مدحیت صحیح نہیں ہے حقیقت یہی ہے کہ آپ اپنا دگر گزار کر اپنے رب کے
ہاں پہنچ چکے ہیں۔

انٹرنے میں بعل بکس کے بارے میں نام آخواب اور انٹرنے کی مشکرہ جیوی کا نام آخواب

بعل بکس
کی پہا

لہ تفصیر کبیر ص ۲۶۶ و التلویح المفیر ص ۲۸۹
تہ طبری ص ۲۳۶ و معالم التنزیل ص ۲۱۲ (فیاض)

بائبل کے پہلے پانچ باب تو بات پر مشتمل ہیں۔ قرآن پاک کے بعد، دوسرے نمبر پر عظیم الشان آسمانی کتاب ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے عبادہ، اخلاق، اصلاح و تعزیرات کے علاوہ معاشرتی احکام بھی بیان کیے ہیں۔ اس کتاب کی عظمت کے پیش نظر اللہ نے سورۃ القصص میں قرآن اور تورات کے متعلق مشترکہ طور پر فرمایا: قُلْ قَاتِلُوا بِكِتَابِ رَبِّكُمْ وَاللَّهُ يَهْدِي لَكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا (آیت ۳۹) اے پیغمبر! آپ اپنی سے کہہ دیں کہ اگر تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان دونوں کتابوں سے بسترِ اہمیت و ہندہ کوئی کتاب ہے تو اسے آؤ۔ مطلب یہ کہ یہ دونوں کتابیں یعنی قرآن اور تورات سب سے زیادہ جامعیت کی حامل ہیں۔ بیان کے علاوہ اسی وہ آسمانی کتابیں بائبل اور زبور ہیں مگر دعائی جامع نہیں ہیں ان میں زیادہ تر اخلاقی تعلیم ہے، اسلئے کہ تعزیرات کم ہیں۔ البتہ توحید کا اثبات اور شرک کی تردید تمام کتابوں میں پائی جاتی ہے۔

پھر اللہ نے اپنے دونوں انبیاء یعنی موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے متعلق فرمایا: وَهَدَيْنَاهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ اور ہم نے دونوں کی راہِ راست کی طرف رہنمائی کی۔ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام دونوں صراطِ مستقیم کے راہی تھے۔ اللہ نے ان کے قول و فعل میں استقامت بخشی تھی۔ دیگر انبیاء کی طرح اللہ نے ان کو بھی خاندان کا نر اور ہر قسم کے گناہوں سے محفوظ رکھا تھا۔ ان میں کمال و بیجا کی عبارتِ اہمیت تھی اور وہ صبر و تحمل اور مہربانی کا پیکر تھے۔ نیز فرمایا: وَقَدْ صَدَقَ وَعْدُكَ مَا فِي الْأَخْيَارِ اور ہم نے پھلوں کے لیے بھی اُنی دونوں کے حق میں یہ بات چھوڑ دی یعنی بعد میں آئے شے لوگ بھی ان کو اچھائی کے ساتھ یاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں: سَلَامٌ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ سلام ہو موسیٰ اور ہارون علیہما السلام پر۔ اللہ نے ان کو وہ مرتبہ بخشا کہ قیامت تک ان کے لیے لوگ اُن کے لیے سلامتی اور رحمت کی دعائیں کہتے ہیں۔ فرمایا: إِنَّا كَذَّلْنَاكَ لِتَخْذِلَ الْمُؤْمِنِينَ ہم نے تجھے ذلیل کرنے والا رکھا ہے تاکہ تو ان کے لیے مددگار بن سکی۔

فرمایا وہ بہترین پیدا کرنے والا اللہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے رَبُّكُمْ وَرَبُّ
 آبَائِكُمْ أَفَلَا تَعْلَمُونَ جو تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے پہلے آبائو اجداد
 کا بھی اتم اس کی بھائے بھل کی پوجا کرتے ہو جو پہلے جان کر تھے ہے اور تمہارے
 کسی کام نہیں آسکتی۔ آج بھی مشرک لوگ دیا ہی کام کر رہے ہیں۔ یہ معاملہ نبیوں
 کے ساتھ کرتے تھے۔ آج کے مسلمانوں نے یہی معاملہ قبروں کے ساتھ شروع
 کر دیا ہے قبروں کو پختہ کیا جا رہا ہے، انکی پر گتہ بنائے جاتے ہیں، پھر خاکی
 چڑھتی ہیں۔ اور انکی پابندی ہوتی ہے اور پھر نادان لوگ ان کو سجدے کرتے ہیں۔
 — اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں۔ یہ کفر، شرک اور بدعت کی باتیں ہیں
 جن میں رسالت باطلہ بھی شامل ہو جاتی ہیں۔ اور مشرک کے یہ اڈے بعض لوگوں
 کی معیشت کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ پھر لوگ انہیں کا دیواری لحاظ سے ترقی
 دیتے ہیں۔ ان کے حق میں ان سیدھا چار پانچ گنا کیا جاتا ہے۔ جس کو دیکھ
 منعہ ہوتے ہیں اور اس طرح انکی کا دیواری چل نکلتا ہے۔

تو ایسا علیہ السلام نے فرمایا اکی تم بہترین پیدا کرنے والے کو چھوڑ کر بھل کی
 پوجا کرتے ہو؟

حقیقت یہ ہے کہ اللہ خالق مخلوق شئی خدا (۶۲) ہر چیز کا پیدا
 کرنے والا (خالق) تو اللہ ہے مگر اسن انکالین کے لفظ سے مترشح ہوتا ہے
 کہ کوئی اور بھی خالق ہیں جن میں سے بہترین خالق اللہ ہے۔ تو بہترین خالق
 اس لحاظ سے کہا گیا ہے کہ عبادی طور پر انسان بھی تو بعض چیزیں تیار کرتے ہیں۔
 مثلاً ٹیکسٹری قالوں نے بے شمار مرکبات تیار کیے ہیں اور فزکس کے ماہرین نے
 بہت سی مشینری ایجاد کی ہے جس سے ضروریات زندگی کی لاتعداد چیزیں بنائی
 جا رہی ہیں۔ بندہ اپنے عطا شدہ اختیارات کو برائے کار لاکر لٹھ پائوں ہلاتا ہے
 جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ بہت سی چیزیں پیدا کر لیا ہے۔ مگر حقیقی خالق وہی
 ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں گزر چکا ہے کہ انسان کے افعال کا خالق بھی

فکر کیا گیا ہے۔ بادشاہ اپنی بیوی کے لیے پڑا تھا اور یہ سب لوگ اجل بت کی پوجا کرتے تھے۔ بعل کا لغوی معنی ترسواں، آقا یا خاندن ہوتا ہے۔ بعل بعل نامی ایک بیٹا کا نام حضرت نوحی جس کے مرہبے کے بعد لوگوں نے اس کا بت بنا کر پوجا شروع کر دی۔ یہ بالکل اسی طرح ہوا تھا جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں دوا سواج، یغوث، یعوق اور نسر جیسے نیک آدمیوں کا بت بنا کر لوگ ان کی پوجا کرتے تھے۔ حضور علیہ السلام کی بعثت کے زمانے میں لات نامی بت کی پرستش ہوتی تھی۔ یہ بھی حقیقت میں ایک نیک آدمی تھا، حاجیوں کو ستر پلایا کرتا تھا جب مرگیا تو لوگوں نے اس کا بت بنا کر اس کی پرستش شروع کر دی۔ اس وقت اور نامک نامی مردوزی کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ پیش آیا تھا۔ یہ بد بخت خاند کہہ میں بکادی کے ترنگہ بھٹے کو انہوں نے ستر کے طور پر ان کو پتھروں میں تبدیل کر دیا۔ پھر لوگوں نے اٹھا کر انہیں صفا اور مردہ پاڑیوں پر رکھ دیا تاکہ لوگ ان سے عبرت لیں۔ پھر جب کچھ زمانہ گزر گیا تو شیطان نے لوگوں کو ان میں ایسی سوراخ دلا دی کہ انہیں جہگ سمجھ کر ان کی پوجا ہونے لگی۔ چنانچہ مشرک لوگ ان کے نام کا احرام اٹھتے تھے اور کہتے تھے **لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ** کی بجائے **لَبَّيْكَ** **أَسَافَ وَكَانَ لَكَ كُنْ** گئے۔

ایسا علیہ السلام
کی دعوت پر

ہو! ایسا میرا اللہ م کی قوم بعل کی پوجا کرتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا **بَعْلَ بَکْ** جاکر لوگوں کو توحید کی دعوت دو۔ آپ نے دلوں پر قوم کو خطاب فرمایا۔ **يَا قَوْمِ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الْغَاثِ** جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے **الْأَشْفَقُونَ** لوگ! کیا تم ڈرتے نہیں؟ دیکھو تم کفر اور شرک میں مبتلا ہو۔ **أَتَدْعُونَ بَعْدَہٗ** کیا تم بعل بت کو پکارتے ہو، اس سے اپنی حاجات طلب کرتے ہو، اور اس کے سامنے تم دنیا پرستش کرتے ہو **وَقَدْ رَوَّنَا حَسَنِ الْمَآلِ الْكَافِرِينَ** اور سب سے بہتر پورا کرنے والی ذات کو چھوڑ دیتے ہو۔ اس کی عبادت نہیں کرتے اور نہ اس سے حاجت براری کرتے ہو۔ یہ کتنی بے قرانی کی ہست ہے۔

ہیں علیہ السلام
کا ترجمہ

اللہ نے فرمایا: وَمَنْ كُنْتَ عَلَيْهِمْ فِي الْآخِرِينَ مِنْهُمْ لَعْنَةُ اللَّهِ وَلَعْنَةُ النَّاسِ وَلَعْنَةُ الْوَحْيِ
 بکھنوں میں چھوڑا یعنی بعد میں کئے گئے لے لگ بھی کہیں گے۔ لَعْنَةُ الْوَحْيِ (الایمان ۱۲)
 ملامت ہو الیاسین پر۔ اس سے مراد حضرت الیاس علیہ السلام ہی ہیں۔ عہد قرابت میں
 بعض دفعہ ایسے بھی پڑتے ہیں جیسے طوہر سبنا کر طُورِ سَبِّئِیْنِ (التین ۱۲)
 بھی کہا گیا ہے۔ فَرَأَىٰ أَنَا كَذِبَكَ عَجَبِیْ الْمُحْسِنِیْنَ ہم نیک کرنے والوں
 کو اسی طرح بد کہہ دیا کرتے ہیں إِنَّكَ رَمَيْتَ عِبَادَنَا الْمُؤْمِنِیْنَ وہ
 ہمارے کامل ایماندار بندوں میں سے تھے، اسی لیے اللہ نے انہیں رسالت و
 نبوت سے سرفراز فرمایا۔ اور پھر آپ نے دیکھا کہ انہوں نے کس طرح و
 گمن کے ساتھ اپنی قوم تک دعوت کرید پنپائی اور کس طرح مصائب کو برداشت
 کیا۔ اگرچہ بیاں پر آپ کی ایذا و رانیوں کی تفصیل نہیں دی گئی تاہم یہ ایک مظلوم
 ہے کہ ترجید کی دعوت دینے والوں کو مشکلات کی گھاٹی عبور کرنا ہی پڑتی ہے
 اور جیسا کہ میں نے اشارہ کیا کہ آپ کچھ عرصہ تک روپوش رہے کیونکہ قوم آپ
 کی جان کے لیے تھی۔

علیہ السلام
کی دعوت

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت و رسالت
 کا تذکرہ فرمایا وَإِنَّا لَنُوحًا لَّعِنَ الْمُنَافِقِیْنَ اور بیشک نوح علیہ السلام
 بھی اللہ کے رسول ہیں۔ تھے۔ انہوں نے بھی وہاں نبوت کی تبلیغ اور
 برائیوں سے منع کرنے کی پاداش میں سخت تکالیف اٹھائیں۔ آپ کی بعثت
 شرق اوردن میں بارہ لاکھ سے زیادہ آبادی والی قوم کی طرف ہوئی جن کے مذہب
 اور ماحورہ وغیرہ چھ بڑے بڑے شر تھے اور جن کی آبادی چار لاکھ سے زیادہ
 تھی اور باقی چھوٹی بقیان اور دیات تھے۔ آپ عرصہ تک اُن کو تبلیغ حق
 کرتے رہے، اُن میں ہم جنسی کی نہایت ہی قبیح بیماری پیدا ہو چکی تھی جس سے
 آپ منع کرتے رہے مگر قوم نہ مانی بلکہ اُن آپ کو طرح طرح سے ایذا دینا
 پنپائیں۔ آپ کی بیٹیوں کے سوا کوئی شخص بھی ایمان نہ لایا تھا کہ آپ کی بڑی

وہی ہے۔ فرضیکہ تمام انسانی مضمون کی بنائی ہوئی مصنوعات کو مانتے رکھ کر کہا جاسکتا ہے کہ سب سے بہتر خالق اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ سب سے پہلی ہی بات ہے کہ کوئی انسان مارے کے بغیر کوئی چیز تخلیق نہیں کر سکتا اور مادہ خدا تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے۔ نیز جب اللہ تعالیٰ کوئی چیز پیدا کرنا چاہتا ہے تو وہ زمین اور آسمان کو بغیر آسے اور مادے کے تخلیق کر سکتا ہے، اور بغیر باپ کے بیٹا علی کریم سہ، مگر کوئی مفسد ان کے کام نہیں کر سکتا۔ اس کاظم سے بھی اللہ تعالیٰ ہی بہترین خالق ہے۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کا ذکر بھی کیا گیا ہے کہ بہترین خالق وہ اللہ ہے جو تمہارا بھی پروردگار ہے اور تمہارے آباؤ اجداد کا بھی۔ وہی تمہیں جنت کا مددگار ہے اور تمہیں جہنم کا مصلحت دہندہ ہے۔

اس دعوت کو جس کے جواب میں قحط کو قحط کے لوگوں نے الیاس علیہ السلام کو جھٹلایا۔ انہوں نے آپ کی کوئی بات نہ مانی بلکہ ان آپ کے خلاف ہو گئے اور آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچانے لگے مگر بادشاہ اپنی بیوی کے کہنے پر آپ کے قتل کے ارادہ سے ہوا اور تفسیری روایات کے مطابق آپ کو ماری ہوئی۔ فرمایا اے نبی، اے فریقہ، اے مکرر سب کا نتیجہ ہے کہ مَا قَدْ نَبِیُّہُمْ لَمْ یُخَفِّسْ فَمَنْ کَرَّمَ قَامَتْ طَمَعُہُ دِنِہُ مَرَّ فَا کہ اللہ کی جلالت میں پیش کیے جائیں گے۔ إِلَّا یَعْبُدُ اللّٰہَ الْمُتَعَلِّکَیْنِ مگر اس کے مخلص بنے اس گرفت سے بچ جائیں گے۔ جو لوگ خدا تعالیٰ کی جلالت پر ایمان لائے آئیں گے، ان کو زیادتی سے باز آجائیں گے، عدل و انصاف کا دامن تمام میں لے لے، وہی اللہ کے مخلص بنے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچ جائیں گے۔

اور شاد ہوا کہ نوح علیہ السلام بھی جہاد سے رسولوں میں سے تھے۔ اللہ نے آپ کو مستقل شریعت عطا فرمائی تھی۔ آپ ہی عن المشركا فریضہ انہما بیٹے تھے اور قوم نے آپ کا آلک میں دم کمر رکھا تھا۔ بالآخر قوم کی تابہی کا وقت آگیا۔ اللہ نے حکم دیا کہ اپنے گھروالوں کو لے کر واپس رات بستی سے نکل جائیں کیونکہ ان پر عذاب آنے والا ہے۔ آپ نے ایسا ہی کیا اور اپنی بچیوں کو لے کر نکل کھڑے ہوئے۔ اس طرح آپ اور آپ کے گھروالے کو بھی گھر اذ بحیثیتہ و اہلہ اجمعین ہم نے نجات دی آپ کو اور آپ کے گھروالوں صاحب کو الاستحقاق زانی۔ الغیرین سوائے بڑھیا کے جو بچے بنے والوں میں تھی۔ یہ آپ کی بیوی تھی جو آپ کے ساتھ رات کو نہیں نکلی تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ نکلی تو تھی مگر راستے سے واپس ہٹ گئی تھی۔ نوربات کی عدایت کے مطابق حکم یہ تھا کہ بستی سے نکل جائیں مگر ہٹ کر نہ دیکھیں مگر یہی عسری دودھلی پھر ہٹ کر بستی کی طرف دیکھا تو اللہ نے اُس کو وہاں سے منع کر دیا اور وہ پتھر بن گئی۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ گھر میں ہی عسری رہی اور باقی قوم کے ساتھ عذاب کا شکار ہو گئی۔ اللہ نے ان کی بچیوں کو الٹ دیا اور پھر اوپر سے پتھروں کی بارش بھی کی جس سے ساری قوم لیا بیٹ ہو گئی۔ اسی چیز کے متعلق فرمایا کہ نوح علیہ السلام اور اُن کے گھروالوں یعنی بچیوں کو قوم نے بھالایا فسرد قسنا الاخرین پھر دوسروں کو قس قس کر دیا۔ مزید سامنے تہ و بالا کر دینا ہوتا ہے۔ اللہ نے کسی فرد واحد کو بھی زندہ نہ چھوڑا۔

آگے اہل مکہ کو تنبیہ کی جا رہی ہے اور عبرت دلائی جا رہی ہے۔ وَأَنذَرْتُكُمْ لَئِن لَّمْ تَنتَهِ عَنِ عِبَادَةِ آلِهِمْ لَتُنْفَرُنَّ مِنْهَا فِئَتٌ مُّضَارِعُونَ اور ایک تم ان پرستے کو رستے ہو صبح کے وقت کو پالیں گی اور ان تباہ شدہ بستیوں پر تمہارا گزرتا رات کے وقت بھی ہوتا ہے۔ تم تجارتی سفر پر صبح و شام اور فلسطین کی طرف جلتے ہو۔ تو ان بستیوں کے کھنڈرات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہو جھڑپ علیہ السلام کے زمانہ تک ان بستیوں کے کھنڈرات موجود تھے جنہیں مشرکین مکہ دیکھتے تھے مگر ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے تھے۔ بحیرت کو تو خدا تعالیٰ نے اس قدر برباد کر دیا کہ اس میں اب بھی کوئی جائدار چیز زندہ نہیں رہ سکتی۔ اللہ نے عبرت دلاتے ہوئے فرمایا کہ ان لوگوں کا انجام دیکھ کر بھی تم راہ راست پر نہیں آتے۔ انہوں نے اپنے نبی لوط علیہ السلام کی تکذیب کی۔ اُنکی کو ایذا نہیں پہنچائیں، حق کو تسلیم دیا تو اُن کا کیا خسرو ہوا۔ اگر تم بھی اُنہی کے راستے پر چلتے ہوئے نبی آخر الزمان کی مخالفت کر دے گے اُنکی کو تکالیف پہنچاؤ گے اور اُن پر ایمان نہیں لاؤ گے تو تمہارا انجام بھی قوم لوط سے مختلف نہیں ہوگا أَهْلًا فَخُوفًا کیا تم سمجھ نہیں سکتے۔ تمہاری عقل میں یہ بات نہیں آتی کہ کافروں، مشرکوں اور کمر دار لوگوں کا انجام کیا ہوتا ہے! ان کو دیکھ کر ہی نصیحت پڑ لو تو کچھ مانو گے وگرنہ خدا کے عذاب میں مبتلا ہوئے بغیر نہیں رہو گے۔

وَلَمَّا يُؤْتَسِرُونَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝۱۳۹ إِذَا أَبَقَ إِلَى
 الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ۝۱۴۰ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ
 الْمُدْحَضِينَ ۝۱۴۱ فَالْتَقَمَهُ الْوُحُوتُ وَهُوَ
 مُلْتَمِسٌ ۝۱۴۲ فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ
 الْمُسَبِّحِينَ ۝۱۴۳ لَلَّيْتُ فِي بَطْنِهِ إِلَى يَوْمِ
 يُبْعَثُونَ ۝۱۴۴ فَنبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ ۝۱۴۵
 وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَقْطِرِينَ ۝۱۴۶
 وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَى مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ ۝۱۴۷
 فَاْمَنُوا فَمَسَّحْنَاهُمُ إِلَىٰ حِينٍ ۝۱۴۸

قرجسہ دہ اندیک یونس علیہ السلام اللہ کے رسولوں میں
 سے ہیں ۝۱۳۹ جب وہ سیاگ گئے بحری ہوئی کشتی کی
 طرف ۝۱۴۰ پس قرعہ اندازی میں شریک ہوئے پس
 وہی تھے مغلوب ہونے والوں میں ۝۱۴۱ پس لقمہ
 بنا یا اُن کو ایک مچھلی نے اور وہ علامت طے
 تھے ۝۱۴۲ پھر اگر یہ بات نہ ہوتی کہ وہ تسبیح پڑھتے
 والوں میں ہوتے ۝۱۴۳ تو البتہ مٹرتے وہ اچس (مچھلی)
 کے پیٹ میں لوگوں کے دوبارہ اٹھائے جانے کے دن

تک (۱۴۳) پھر ہم نے ڈال دیا اُن کو ایک چٹیل میدان میں اور وہ بیمار تھے (۱۴۵) اور اگایا ہم نے ان کے اوپر ایک بیل دار درخت (۱۴۶) اور بھیجا ہم نے اُن کو ایک لاکھ یا اس سے زیادہ لوگوں کی طرف (۱۴۷) پس وہ ایمان لائے۔ پھر ہم نے اُن کو فائدہ پہنچایا ایک وقت تک (۱۴۸)

ربط آیات

پہلے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا ذکر ہوا، پھر ایساں علیہ السلام کا اور پھر لوط علیہ السلام کا۔ یہ سب اللہ کے نبی اور رسول تھے جنہوں نے ایمان اور توحید کی بات لوگوں تک پہنچائی، مگر لوگوں نے تسلیم نہ کیا بلکہ شدید مخالفت کی اور طرح طرح کی ایذائیں پہنچائیں۔ اس کے نتیجے میں اللہ نے اُن کو سخت عذاب میں مبتلا کیا۔ لوط علیہ السلام کی دُعا کے نتیجے میں اللہ نے اُن کی قوم کو غرق کیا، موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے مخالفین بھی بحرِ قلزم میں ڈوبے۔ حضرت ایساں علیہ السلام نے قوم کو بعل کی پوجا سے منع کیا۔ وہ بھی باز نہ آئے تو اللہ نے اُن پر بھی عذاب بھیجا۔ اللہ نے حضرت لوط علیہ السلام اور اُن کے گھر والوں کو بستی سے نکال کر باقی لوگوں کو نیست و نابود کر دیا۔ ان کی بستیاں اُٹ دی گئیں اور آد پر سے پتھروں کی بارش ہوئی۔ یہ سارے واقعات اللہ تعالیٰ نے مشرکینِ عرب اور بعد میں آنے والوں کے لیے بطور عبرت ذکر کیے ہیں، اور یاد دلایا ہے کہ اگر تم بھی نافرمانی سے باز نہ آئے اور دعوتِ حق کو قبول نہ کیا تو تمہارا انجام بھی سابقہ اقوام سے مختلف نہیں ہوگا۔

اب اسی سلسلہ رسالت کی گہری کے طور پر حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر ہو رہا ہے **وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ** اور یونس علیہ السلام بھی اللہ کے رسولوں میں سے تھے۔ وہ صاحبِ وحی تھے اور اللہ نے ان پر صحیفہ بھی نازل فرمایا جو کہ بائبل میں صحیفہ یوناہ یا یونان کے نام پر شامل ہے موجودہ بائبل میں پہلے پانچ باب تو رات کے ہیں اور کل انتالیس صحائف

یونس علیہ السلام
کا تذکرہ

دوسرے نبیوں کے ہیں جن میں یونٹانی کا صحیفہ بھی ہے۔ آگے زبور ہے اور آخر میں چار انجیلیں ہیں۔ جس طرح عیسائیوں نے انجیل کو بگاڑ دیا ہے اسی طرح مقدس کتاب کھانے والی ترست بھی انسانی باختروں کی دست برد سے محفوظ نہیں رہی۔

یونس علیہ السلام کا اصل وطن ترشام ولسطیں تھا۔ مگر اللہ نے اُن کو عراق کے صوبہ موصل میں دریائے فرات کے کنارے واقع مشہور شہر نینوا کی طرف مبعوث فرمایا۔ آپ کا زمانہ مسیح علیہ السلام سے تقریباً ساڑھے آٹھ سو سال قبل کا ہے آپ بنی اسرائیل یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں جن میں اللہ نے کم و بیش چار ہزار نبی مبعوث فرمائے۔ نینوا کا شہر ایک متمدن علاقہ تھا جہاں مستقل بادشاہت تھی۔ آپ وہاں عرصہ دراز تک لوگوں کو توحید کی دعوت دیتے رہے مگر لوگوں نے اس دعوت کو مستہزل نہ کیا۔ آخر آپ نے اللہ کے حکم سے لوگوں کو وعید سنائی کہ اگر اب بھی ایمان نہیں لاؤ گے تو اللہ تعالیٰ کے غضاب کا انتظار کرو۔

یونس کی
خطائے
اجتناد

یونس علیہ السلام لوگوں کو غضاب کی وعید سناتا کہ اس بستی سے از خود نکل گئے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار نہ کیا۔ جیسا کہ سورۃ الانبیاء میں مذکور ہے۔

فَقُلْ اِنْ لَّنْ قَدْرٌ عَلٰیكَ یَا رَءِیْفٌ (آیت ۸۷) انہوں نے گمان کیا کہ بلا اجازت بستی چھوڑ دینے سے اُن پر اللہ کی گرفت نہیں پڑے گی۔ یہ آپ کی خطائے اجتہاد تھی، مگر نہ انہیں خدا تعالیٰ کے حکم کا انتظار کرنا چاہیئے تھا جب حکم ہوتا اس وقت بستی سے نکلنے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس جلد بازی کو بے صبری سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ سورۃ العنکبوت میں حضور علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا ہے

لَمَّا كَرِهْتَ لَكَ وَلَدًا كَانَ كَهَابٍ الْحَمُولَةِ (آیت ۴۸) آپ اپنے پسر کو گوارے کے حکم کے لیے صبر کریں اور بچہ چلے جائے یعنی یونس علیہ السلام کی طرح نہ بن جائیں۔ بہر حال اس واقعہ میں یونس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کی بلکہ صرف اجتہادی غلطی تھی جس کی بنا پر آپ پر اللہ کی عتاب

سے گرفت آگئی۔ کسی عام مومن پر تو ایسی معمولی خطا پر پکڑ نہیں ہوتی۔ مگر انبیاء علیہم السلام جو حکم اللہ کے برگزیدہ بندے ہوتے ہیں۔ اور ان کی تہمت تہذیبِ زیارہ مقصود ہوتی ہے، اس لیے اس قسم کی اجتہادی خطا پر بھی آزمائش میں ڈال دیے جاتے ہیں۔

عصمت
انبیاء

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اللہ کے کسی نبی سے معمولی لغزش تو ہو سکتی ہے جیسے یونس علیہ السلام سے ہوئی مگر ان کو یہ گارنٹی حاصل ہوتی ہے کہ ان سے گناہ نہیں سرزد ہوتا۔ اللہ تعالیٰ خود ان کی حفاظت کرتا ہے۔ اگر کوئی نبی بالعقبہ والاختیار گناہ کا مرتکب ہو تو دائرۂ نبوت سے ہی خارج ہو جائے گا۔ عصمتِ انبیاء کی شہادت خود قرآن پاک نے دی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں آئے ہیں کَذٰلِكَ لِنُصِيفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ اِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ (یوسف - ۲۴) یوسف علیہ السلام کو زلیخا کے دامن فریب سے بچا کر فرمایا کہ ہم اسی طرح اپنے بندوں کو بُرائی اور بے حیائی سے دور رکھتے ہیں۔ اور یوسف علیہ السلام تو ہمارے مخلص بندوں میں سے تھے۔ اللہ نے عام نبیوں کے متعلق بھی فرمایا ہے اِنَّا اخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرُكَ الدَّارِ (۴۶) وَلَهُمْ عِنْدَنَا لِكِنِ الْمُصْطَفَيْنِ الْاٰخِيَارِ (۴۷) (سورۃ صافات) ہم نے ان کو آخرت کے گھر کی یاد جیسی خصوصیت سے ممتاز کیا ہے، اور وہ ہمارے برگزیدہ اور منتخب بندے ہوتے ہیں وہ گناہ سے معصوم ہوتے ہیں۔

مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں کہ انبیاء چونکہ حقیقی گناہ سے پاک ہوتے ہیں، اس لیے معمولی لغزش پر ان کی سزا بھی حقیقی نہیں ہوتی بلکہ ان کو صرف جسمانی تکلیف دی جاتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام حقیقی گناہ اور حقیقی عقوبت

ہے پاک ہوتے ہیں۔ امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے مکتوبات میں لکھتے ہیں۔
 ”انبیاء علیہم السلام در اقبال امیر الیہ سبح و جہ قصیرہ کردہ اندامین اللہ کے نبی اللہ
 ہیں۔ یہ کہہ کر غلطی کو آہی نہیں کرتے۔ چنانچہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے
 بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ یٰلَیْفَ مَا أَنزَلْنَا إِلَیْكَ وَتِلْكَ آیَاتُ
 قُرْآنٍ لِّمَن تَعْلَمُ عَسَا بَلَدْتَ وَتَسْأَلُتَ رَالْمَیْبُتَہُ (۲۰۰) جو کچھ آپ
 پر نازل کیا گیا ہے۔ آپ اُسے بلا کم و کاست پہنچا دیں اور اگر آپ نے ذرہ بھر
 بھی کو آہی کی تو گویا آپ نے حق رسالت ہی ادا نہیں کیا۔ اہل منت والجماعت
 کا عقیدہ کہ ہے کہ انبیاء کی کسی لغزش کا ذکر وہ بھی نہیں کرنا چاہتے جس سے ان
 کی کمزوری مترشح ہوتی ہو۔ چنانچہ قاضی شاد اللہ خانی نے لکھتے ہیں۔ لَا یَجُوزُ
 ذِکْرُ ذَلِکَ إِلَّا بِیَکَلِّہُ قَوْلَانِ ذَلَّتْہُمْ تَعْوِجُ کَمَالِ الْإِزْمَانِ إِلَى
 اللَّهِ وَدَفَعَ قَدَحًا فِیْہُمْ وَمِنْ أَعْتَقَ مِنْ عَلٰی أَحَدٍ مِنَ الْأَنْبِیَاءِ
 عَقْدًا کَفَرًا أَنْبِیَاءُ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ کی لغزش کا ذکر کرنا جائز نہیں کیونکہ ان کی لغزشیں
 کمال انابت الی اللہ اور ان کے دفع وجہات کو واجب کرتی ہیں۔ اور جس شخص
 نے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک پر یہی اعتراض کیا تو اس نے گمراہی کر لی۔
 کیونکہ لَا تَقْضِیْ قَوْلَ سَیِّئٍ اَعْدِیْ مِنْ رُسُلِہِ (البقرہ۔ ۲۸۵) ہم اللہ
 کے رسولوں میں سے کسی ایک کے درمیان بھی فرق نہیں کرتے۔ مصیبت کی روایت
 میں یہ بھی آتا ہے مَا یَنْبَغِیْ لِأَحَدٍ أَنْ یَقُولَ رَأٰی خَیْرًا مِنْ
 یُوحَیٰی بْنِ مَعْنٰی کہ کسی شخص کے لیے مناسب نہیں کہ وہ کہے میں یوحنا
 ابن معنی سے افضل ہوں۔

مولانا محمد
 علی

مسلکہ محصنہ انبیاء کی وضاحت اس لیے ضروری ہے کہ بعض لوگوں
 کو اس معاملہ میں غلطی ہوئی ہے۔ یہود و نصاریٰ نے (کبار نبی) کی نسبت

انبیاء کی طرف کی ہے، تاہم ہمارے نکلنے کے مغیر قرآن مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے بھی اس مسئلہ میں سخت غلطی کی ہے جس کی وجہ سے علمائے اُن کا تقاب کیا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ مولانا مرحوم بڑے ذہین آدمی تھے انہوں نے اپنی زندگی صحافت سے شروع کی اور وہ بہترین صحافی ثابت ہوئے، آپ نے انگریزی، عربی اور فارسی سے شناسائی پیدا کی اور بہت سی کتابیں بھی لکھی ہیں، مگر اُن کی کمزوری یہ تھی کہ اُن کا سارا علم مطالعہ کے اندر پر تھا، باقاعدہ استادوں کے سامنے زانوئے ادب طے نہیں کیا اور ظاہر ہے کہ جو شخص کتابیں، رسالے اور اخبارات پڑھ کر عالم بنا ہو وہ غلطیاں بھی کرے گا۔ تو مودودی صاحب کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ انہوں نے بہت بڑی تفسیر لکھی ہے مگر اُس میں غلطیاں بھی کی ہیں۔ اس معاملہ میں علامہ اقبال کی حیثیت مختلف ہے۔ وہ عالمِ دین تو نہیں تھے بلکہ فلسفہ میں ڈاکٹر ریٹ (P.H.D) کیا تھا، لہذا جہاں دینی مسائل درپیش ہو گئے تو وہ علماء کی طرف رجوع کرتے تھے۔ علامہ اقبال نے راہنمائی کے لیے سید سلیمان ندوی اور مولانا انور شاہ کشمیری کی طرف غلط لکھے، مولانا معین الدین امجدی کی مشکوک مسائل کے متعلق غلط لکھے، لکھتے تھے کہ میں دینی مسائل میں علماء کا محتاج ہوں اور اُن کی تحقیق کو سند کا درجہ دینا ہوں۔ آپ جمعیت علمائے ہند کی بات کو بھی منہ مانتے تھے، باقی سیاسی اور دیگر معاملات میں اپنی صوابدید پر عمل کرتے تھے۔

بہر حال مولانا مودودی کی پرنس علیہ السلام کے متعلق غلطی یہ بہت کہ آپ نے سمجھا ہے کہ حضرت پرنس علیہ السلام سے فریضہ رسالت کی اطاعت میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں جس کی وجہ سے اُن پر ابتلا آئی۔ یہ بات بنیادی طور پر غلط ہے کیونکہ اگر نبی فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے لگے تو وہ تو منصبِ نبوت کا اہل ہی نہیں رہتا۔ بلا اجازت نبی سے نکل جاتا۔ حضرت پرنس علیہ السلام کی اجتہادی غلطی تھی نہ کہ فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی۔

بعض لوگوں کو بعض انبیاء کی دعاؤں کے الفاظ سے بھی غلط فہمی ہوتی ہے

خود پر نفس علیہ السلام نے مذکورہ لغزش سرزد ہو جانے پر دعا کی تھی لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ
 سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ (الانبیاء - ۸۷) اے مولا کریم! تیرے
 سوا کوئی معبود نہیں۔ تو پاک ہے، بے شک میں ہی ظالموں میں سے تھا۔ جب
 مولا علیہ السلام کے فرشتوں ایک قبیلے کا قتل ہو گیا۔ ترانہوں نے بھی بارگاہ ربانیت
 میں یوں دعا کی تھی۔ رَبِّ ارْحَمْ ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَكَ
 (المقصود - ۱۶) پروردگار! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، پس مجھے معاف کر دے
 تو اللہ نے آپ کو معاف کر دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی دعا میں بھی یہ لفظ
 آیا ہے رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا
 لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (الاعراف - ۲۳) اے ہمارے رب!
 ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں معاف نہیں کر دے گا۔ اور ہم پر
 رحم نہیں کرے گا تو ہم نقصان اٹھانے والے ہیں ہوں گے۔

یہ کوئی بالقصد وارادہ گناہ نہیں تھے بلکہ معمولی لغزشیں تھیں انبیاء نے اپنے
 منصب کے پیش نظر ان کو بھی ظلم و زیادتی سے تعبیر کیا اللہ تعالیٰ سے
 معافی کی درخواست کی۔ انبیاء علیہم السلام کا اپنی طرف ظلم کی نسبت کرنا عکاسی
 معنی میں ہے۔ انہوں کی شان چونکہ بلند اور رفیع ہوتی ہے۔ اس لیے معمولی سی
 غلطی بھی بڑی نظر آتی ہے۔

کشتی میں
 سوازی

بہر حال پر نفس علیہ السلام قریب کو درمیدشتا کرستی سے نکل کھڑے ہوئے
 اور اللہ کے حکم کا انتظار نہ کیا اور بھریہ عجم خود اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے
 عدم گرفت پر محمول کیا۔ اِذَا بَقِيَ الْحَبْ الْفَلَاكِ الْمَشْهُورِ حَبِيبُ كَر
 وہ بھاگے بھری ہوئی کشتی کی طرف۔ اباں کا سنی ہے غلام اپنے آقا سے بھاگ
 جانا۔ حدیث میں آتا ہے کہ جو غلام اپنے آقا سے بھاگ جائے اس کی نماز قبول
 نہیں ہوتی جب تک کہ وہ واپس نہ آجائے۔ یعنی نہ نکل کر دریا کے کنارے پہنچے
 اس وقت ایک کشتی مسافروں سے بھری کھڑی تھی۔ جو یافتہ سے ترسبیں کی طرف

جابر ہی تھی۔ آپ بھی اس میں سوار ہو گئے۔ تندرست خدائی ایسی ہوئی کہ دریائے دریا
میں پہنچ کر یہ کشتی ترک گئی حالانکہ دوسری کشتیاں بخوبی آ جا رہی تھیں۔ ملاحوں نے
خطرے کا اعلان کیا کہ کشتی پر بوجھ زیادہ ہے اور یہ اس حالت میں دریا کو عبور نہیں
کر سکتی، لہذا اس کا بوجھ ہٹا کر دیکھ لے کے یہ ایک آدمی کو دریا میں پھینک دیا
جائے۔ اگرچہ بعض مفسرین نے ایسا ہی لکھا ہے مگر یہ بابت قرین قیاس نہیں کیونکہ
اگر بوجھ ہٹا کر نامتصور تھا تو پہلے آدمی کی بجائے سالن کو پھینکا جاتا مگر انہوں نے
پہلے دوستوں کے مطابق یہی گمان کیا کہ اس کشتی میں اپنے آقا سے بھاگا ہوا کوئی
غلام سوار ہو گیا ہے جس کی غرورست کی وجہ سے کشتی کے ڈوبنے کا خطرہ پیدا ہو
گیا ہے۔ وہ پہلے تھے کہ ایسے شخص کو دریا میں پھینک دیا جائے تاکہ باقی
مسافروں کی جان بچ جائے۔ مگر یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ وہ کون سا کشتی سوار ہے
جو اپنے آقا سے بھاگ کر آیا ہے۔

قرہ اندازی

آخر کار اہل کشتی نے باہم مشورت سے طے کیا کہ تمام مسافروں میں قرہ اندازی
کی جائے اور جس شخص کے نام پر قرہ نکلے اُسے دیا برو کر دیا جائے قہاۃ
پس یونس علیہ السلام بھی قرہ اندازی میں شریک ہوئے۔ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ
پس وہی تھے مغلوب ہونے والوں میں یعنی قرہ انہی کے نام نکلا مگر انہیں
دریا میں پھینک دیا جائے۔ قرہ اندازی میں یونس علیہ السلام کی شرکت
کے متعلق بعض مفسرین کہتے ہیں کہ آپ کی اچھی شکل و صورت دیکھ کر اہل کشتی
نے آپ کو کہا کہ آپ قرہ ڈالیں۔ بہر حال آپ نے بذات خود قرہ اندازی
کی یا دوسروں نے کی بار بار ایسا کرنے پر نام آپ ہی کا نکلا مگر لوگوں کو اعتبا
نہیں آ رہا تھا کہ اس شکل و صورت کا نیک آدمی بھاگا ہوا غلام ہو سکتا ہے۔

اہمیت لیسر علیہ السلام خود سمجھ گئے کہ اپنے آقا سے جدا گئے ہوئے وہی ہیں لہذا وہی مجرم ہیں اور انہیں یا تو لوگوں کی جان بچانے کی خاطر اپنی جان کی قربانی دینا چاہیے۔ چنانچہ انہوں نے خود پانی میں جھونک لگا دی یا لوگوں کے گتے سے نیچے پھینک دیا۔ آپ دنیا میں پہنچ گئے۔

پھیل کے
پیٹ میں

خدا کی قدرت کہ جاں آپ پانی میں کودے آگے پھیل منہ کھولے کھڑی تھی
فَالْتَقَمَهُ الْحَوَاتِیُّ مِنْ اَسْفَلِ فَقَالَ لَمْ يَمُتْ وَلَمْ يَحْيَ اَمِنْ سَالِمٍ نَکَلٍ وَهُوَ
مَدْبُورٌ اور آپ اُس وقت طامست تھے تھے۔ عظیم کا مطلب یہ ہے کہ
وہ اپنی کارگزاری کی بنا پر طامست زدہ محسوس کیا کہ وہ اپنی لغزش پر خود اپنے
آپ کو طامست کر رہے تھے۔ آپ پھیل کے پیٹ میں کتنا عرصہ رہے۔
اس کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ بائبل کی روایت میں سات دن کا ذکر
ہے اور بعض تفاسیر میں ایک دن، تین دن اور چار دن کا ذکر بھی آتا ہے
اللہ نے فرمایا فَتَلَوْا اَنَّهُ هَكَذَا مِنْ اَلْغَیْبِ جِئْنَا مِنْ اَمْرِ اَمْرٍ
تبییح کرنے والوں میں نہ ہوتے تھے فَتَلَوْا اَنَّهُ هَكَذَا مِنْ اَلْغَیْبِ جِئْنَا مِنْ اَمْرِ اَمْرٍ
تو دوبارہ اٹھائے جانے تک یعنی قیامت تک پھیل کے پیٹ میں ہی رہے۔
بعض کہتے ہیں کہ اس سے عہداری سخی مراد ہے کہ اگر آپ تبیح نہ پڑتے تو
قیامت سے پہلے دوبارہ اس جہان میں نہ آتے اور بعض کہتے ہیں کہ مطلب
یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس پھیل کو قیامت تک زندہ رکھتا اور آپ اس کے پیٹ
میں ہی جموس رہتے۔ تبیح ہم آپ نے پڑھی تھی وہ سجدۃ الانبیاء میں مذکور ہے
لَا اِلَهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ رَفِیْعٌ کُنْتَ مِنَ الْعٰلَمِیْنَ

صلیہ مارک ص ۲۹ ج ۴

ج ۴ ابن کثیر ص ۲۴ ج ۴ قرطبی ص ۱۲۳ ج ۱۵ عالم القرآن ص ۲۱۹
(فیاض)

اور حکمت بالافہ سے وَأَنْبَتْنَا عَلَيْكَ شَجَرَةَ مَيْمَنٍ يَنْقُلِينَ، اُن
پر ایک بیل در درخت اگایا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ کدو کی بیل تھی، جو آپ پر سایہ
فعلی ہو گئی، عام طور پر یہ بیل زمین پر پڑی پڑی جیتی رہتی ہے۔ یا اگر قریب کر لی درخت
درغیرہ ہو تو اس پر بھی چڑھ جاتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جہاں بیل نے آپ کو اگل دیا تھا
وہیں کوئی خشک درخت یا جھاڑی درغیرہ ہو جس پر بیل چڑھ گئی ہو اور آپ کے
نرم دناؤں کے جسم پر سایہ کر دیا ہو۔

ماہرین طب کہتے ہیں کہ تمام سرطوب بہنریاں انسانی حلقے کو کمزور کرتی ہیں
مگر کدو میں انشہ نے یہ تاثیر رکھی ہے کہ سرطوب ہونے کے باوجود ذہن صحت اور
دماغ کو تازگی بخشتی ہے۔ حضور علیہ السلام کدو کا سالن بڑے شوق سے تناول فرماتے
تھے اس بیل کے پتے بڑے بڑے اور نازک ہوتے ہیں مگر ان کی خصوصیت یہ ہے کہ ان
پر بھی نہیں بیٹھتی۔ چنانچہ کدو کی یہ بیل یونس علیہ السلام کی نازک کھال کے لیے مزید
آرام و آسائش کا ذریعہ بنی۔ پھر آپ کی خوراک کے لیے انشہ نے ایک ہرنی کو بھیج
دیا جس کا دودھ آپ پی لیتے تھے۔ پھر جب آپ تندرست ہو گئے تو اللہ
نے واپس اپنی بیٹی کی طرف جانے کا حکم دیا اللہ آپ کے تعیل حکم کی۔

جب یونس علیہ السلام اپنی بیٹی کو غلاب کی وعید سن کر چلے گئے تو پیچھے خدا
کے آثار نظر آنے لگے جس سے اہل بیٹی سخت خورخورد ہوئے اور سب کے سب
گھروں سے باہر میدان میں آکر قریب استغفار اللہ پیچ و پکار کرنے لگے۔ انہوں نے
یونس علیہ السلام کی تلاش میں شروع کر دی تاکہ ان کی مانتہ کے کہ اللہ سے معافی ہو جس
بہر حال جب قوم تائب ہو گئی تو اللہ نے اُن کی قریب قبول کر لی اور ان سے آنے
والا غلاب مال دیا۔ پھر جب یونس علیہ السلام تندرست ہو کر اللہ کے حکم سے
قوم میں واپس آئے تو لوگوں نے — خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا سورۃ یونس
میں موجود ہے۔ فَلَوْلَا كَيْدُكَ قَوْمُكَ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهُمْ
اِكْمَانُهُمْ اَلَا قَوْمٌ يُّؤْفَوْنَ (آیت ۹۸) یہ انسانی تاریخ کا منفرد واقعہ

بقی میں
واپس

ہے کہ کسی قوم پر عذاب نمودار ہونے کے بعد اس کو نجات مل گئی تھی یہ صرف قوم
نفس طیر السلام ہے ۔

نفس طیر السلام کی دلیلی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا: وَلَدَسَّكَتُ إِلَى
هِيَائَةِ الْغَيْبِ أَقْدَمَ مِنْ يَدِ قَوْلِنَا ہم نے اُن کو ایک لاکھ یا اس سے زیادہ لوگوں
کی طرف بھیجا۔ اس سے وہی آپ کی بیعت مراد ہے جس کی آبادی اتنی تھی کہ ترمذی شریف
بیس ایک لاکھ بیس ہزار کا ذکر کرتے ہیں کہ بعض کہتے ہیں کہ باغ مردوں تو ایک
لاکھ تھے اور باقی بیس ہزار بچے بھی تھے۔ فرمایا فَأَمْسَكَوْهُ وہ لوگ ایمان لے
گئے، کفر و شرک اور برائی سے باز آگئے فَعَتَقْنَاهُمْ اَللّٰہ جین تو ہم نے
اُن کو ایک مقررہ وقت تک فائدہ پہنچایا۔ جب تک وہ لوگ ایماندار رہے
اللہ کی طرف سے انہیں آرام و رحمت بھی مل رہی تھی۔ پھر جب زمانہ بدل گیا اور وہ
پھر اپنی پرانی روش پر آگئے تو اللہ نے اُن پر انعام و اکرام کا دروازہ پھر بند کر دیا۔

(نہاض)

۱۔ ترمذی ص ۱۴۶/۸

فَاسْتَفْتِهِمَ الرِّبِّيَّ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ ﴿۱۳۹﴾
 أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ شَاهِدُونَ ﴿۱۴۰﴾
 إِلَّا إِلَهُمُ مَنْ إِيَّاهُمْ لَيَقُولُونَ ﴿۱۴۱﴾ وَلَدَ اللَّهُ
 وَإِلَهُمْ لَكُذِبُونَ ﴿۱۴۲﴾ أَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى
 الْبَنِينَ ﴿۱۴۳﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿۱۴۴﴾ أَفَلَا
 تَذَكَّرُونَ ﴿۱۴۵﴾ أَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُبِينٌ ﴿۱۴۶﴾ فَاتُّوْا
 بِكُشْبِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِينَ ﴿۱۴۷﴾ وَجَعَلُوا
 بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ نِسْبًا وَلَقَدْ عَلِمَتْ
 الْجَنَّةُ أَنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ﴿۱۴۸﴾ سُبْحٰنَ اللَّهِ عَمَّا
 يُصِفُونَ ﴿۱۴۹﴾ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿۱۵۰﴾
 فَإِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ ﴿۱۵۱﴾ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ
 بِفِتْنَيْنِ ﴿۱۵۲﴾ إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ ﴿۱۵۳﴾
 وَمَا مَنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ ﴿۱۵۴﴾ وَإِنَّا
 لَنَحْنُ الصّٰفُّونَ ﴿۱۵۵﴾ وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسِيْمُونَ ﴿۱۵۶﴾

ترجمہ: پس آپ ان سے پوچھیں کیا تیرے پروردگار
 کے لیے بیٹیاں ہی اور ان کے لیے بیٹے (۱۳۹) یا پھر

کیا ہے ہم نے فرشتوں کو عورتیں، اور یہ دیکھتے تھے (۱۵۰)
 آگاہ رہو، بیشک یہ لوگ جھوٹ بنانے کی وجہ سے رہ
 بات، کہتے ہیں (۱۵۱) کہ اللہ نے بیٹا بنایا ہے۔ اور
 بے شک یہ لوگ البتہ جھوٹے ہیں (۱۵۲) کیا چن یا
 ہے اُس نے بیٹیوں کو بیٹیوں کے مقابلے میں؟ (۱۵۳) کیا
 ہو گیا ہے تمہیں، تم کیا فیصلہ کرتے ہو (۱۵۴) کیا تم
 غور نہیں کرتے؟ (۱۵۵) یا تمہارے لیے کوئی کھلی سند
 ہے (۱۵۶) پس لاؤ اپنی کتاب اگر تم سچے ہو (۱۵۷) اور صُحُفُ
 (مشرکوں نے) اللہ اور جنوں کے درمیان رشتہ، اور البتہ
 تحقیق جانتے ہیں جن کہ وہ (پکڑے ہوئے) حاضر
 کیے جائیں گے (۱۵۸) پس پاک ہے اللہ کی ذات اُن
 باتوں سے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں (۱۵۹) لیکن اللہ کے
 مخلص بندے (وہ خدا کی گرفت سے بچ جائیں گے) (۱۶۰)
 پس تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو (۱۶۱) نہیں ہو
 تم اللہ کے سامنے کسی کو بہکانے والے (۱۶۲) مگر وہ
 جو کہ داخل ہونے والا ہے جہنم میں (۱۶۳) اور (فرشتے
 کہتے ہیں) نہیں ہے ہم میں سے کوئی بھی ایسا مگر اُس
 کے لیے ایک ٹھکانا ہے مقرر (۱۶۴) اور بیشک ہم البتہ
 صفت باندھنے والے ہیں (۱۶۵) اور بیشک ہم البتہ تسبیح
 پڑھنے والے ہیں (۱۶۶) (۱۶۷)

اس رکوع کے ابتدائی حصے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت
 یونس علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر فرمایا۔ آپ نے طویل عرصہ تک
 قوم کو توحید کی دعوت دی مگر قوم نہ مانی۔ بالآخر یونس علیہ السلام قوم کو

عذاب کی وعید بنا کر بتی سے نکل گئے عذاب کے آثار نظر آنے لگے تو قوم تائب ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو مائل دیا۔ اس سے پہلے تاریخ انبیاء کے سلسلہ میں حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت ہارون علیہ السلام، اور حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر ہوا۔ سب نے اپنی اپنی قوموں کو کفر اور شرک سے منع کیا، اور توحید کی دعوت دی مگر اس سلسلہ میں انیس بڑی مشکلات کا سامنا اور بڑی نکالین برداشت کرنا پڑیں۔

خدا کی اولاد
کا عقیدہ

عرب کے بعض کافر اور مشرک قبائل بنو خزاعہ اور بنو اسلم وغیرہ فرشتوں کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں تصور کرتے تھے۔ وہ فرشتوں کو معبود سمجھ کر ان کی عبادت بھی کرتے اور ان سے حاجات بھی طلب کرتے تھے۔ اس باطل عقیدے کی تردید کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا فاسْتَفْتِهِمْ اَلَمْ يَغْفِرْ لَكُمْ اَنْ تَقُولُوا اے پرچھیں اَللّٰهُ رَبُّكُمُ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ کیا تیرے پروردگار کیلئے بیٹیاں ہیں، اور ان کے لیے بیٹے ہیں؟ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ اِنَّا تَايَاهُمْ نے فرشتوں کو عورتیں بنایا وہم شہدوں اور یہ اس چیز کے چشم دید گواہ ہیں کہ ہم نے واقعی فرشتوں کو عورتوں کی صفت میں پیدا کیا ہے۔ کفار و مشرکین تو بھلا اس سوال کا کیا جواب دیتے اور فرشتوں کے صفت نازک ہونے کا کونسا ثبوت پیش کرتے، اللہ تعالیٰ نے خود ہی اس مسئلہ کی وضاحت فرمادی۔ اَلَا سَنُوْا اَنْ اَنَّا نُنَزِّلُ الْمَاءَ فَاَنبَتْنَا فِيْهِ نَخْلًا وَنَهْلًا وَجِبَالًا وَغُلًّا وَنُفِثْنَا فِيْهِ رُوحًا فَاَنبَتْنَا فِيْهِ شَجَرًا وَنُفِثْنَا فِيْهِ رُوحًا فَاَنبَتْنَا فِيْهِ شَجَرًا لَيَقُولُنَّ کہ یہ لوگ جھوٹی بتائی ہوئی باتیں کہتے ہیں وَلَا تَقُولُوْا کہ اللہ کے ہاں اولاد ہے۔ وَلَا فِیْہُمْ لَکَذِبُوْنَ بے شک یہ البتہ جھوٹے ہیں۔ ان کے اس عقیدے میں کوئی صداقت نہیں بلکہ یہ صریح جھوٹ ہے۔

کے فرمایا، دیکھو! یہ کس قدر ناحق قول لوگ ہیں کہ اَصْطَفٰی الْبَنَاتِ عَلٰی

الْبَسْمِیْنَ انہوں نے غلط کیلئے بیٹوں کی جھلٹے بیٹیوں کا انتخاب کیا ہے۔
 حالانکہ ان کی اپنی حالت یہ ہے کہ یہ خود بیٹوں کو بیٹیوں پر ترجیح دیتے ہیں ورنہ کیا
 مَا لَكُمْ وَتُحْسِنُ کیا ہو گیا ہے جو ایسی بیٹی بسکی باتیں کرتے ہو کیف غلگھون
 تم کیا فضول اور نامحفل فیصلہ کرتے ہو کہ الطر کی اولاد بہت اور فرشتے احسن
 کی بیٹیاں ہیں اَفَلَا تَذَكَّرُونَ کیا تم ذرا بھی غور و فکر نہیں کرتے کہ کیا کہہ رہے ہو
 اور کس قسم کا عقیدہ بنا رکھا ہے؟ سُبْحٰنَ الْمَجِیْدِ میں اللہ نے مشرکوں
 کو خطاب کر کے فرمایا ہے اَلْکُفْرُ الذَّکْرُ وَلَکُمُ الْاُنْثٰی (۲۱) تِلْکَ
 اِذَا قِسْمَةٌ بَيْنَیْہِیْ (۲۲) کیا تمھارے لیے تربیٹے ہیں یعنی تم تو اپنے لیے
 بیٹے پسند کرتے ہو اور بیٹیوں کو فضل کے کھاتے میں ڈال دیتے ہو۔ یہ تو بڑی بے انصافی
 کا تقسیم ہے جو تم کرتے ہو۔ تمھاری تقسیم تو عقل و نقل اور فہم و فراست کے ہی
 خلاف ہے اور بالکل بعید از انصاف ہے۔

اللہ نے سمجھایا کہ خدا تعالیٰ تمھاری ان بیورو باتوں سے پاک ہے۔ وہ تو
 بڑی قدرت اور عظمتوں کا مالک ہے۔ فرشتے خدا کی مشرب اور پاکیزہ مخلوق
 ہیں۔ اللہ نے اُن کو تذکیر و انثیت سے پاک رکھا ہے اور مجبور ہیں اور ان
 کی تخلیق ہی طبعیت مارے سے ہوئی ہے۔ اگر تم نے خدا کے لیے اولاد ہی
 تجویز کرنا تھی تو پھر اس قدر گنہی اور بے ادبی کا ارتکاب تو نہ کرتے کہ اپنی
 دانست میں کمزور مخلوق کو اس کی طرف مشرب کر دیا وغیرہ، کسی پر عیب لگانے
 کے لیے کسی کو عقل و شعور سے کام لیتے۔ خدا تعالیٰ تو بڑی اور اولاد سے
 پاک ہے۔ سورۃ جن میں اُن کا واضح ارشاد موجود ہے وَ اَنْتُمْ تَعْلٰی اَجِدُ
 نَبِیًّا مَّا اخْتٰذَ مَعْلٰجَہٗ وَلَا وَلَدًا (آیت ۳۰) اور بے شک ہمارے
 پیورہ دکار کی شان تو بہت رفیع اور بلند ہے، وہ نہ یہی رکھتا ہے اور نہ اولاد
 دراصل انسان کے دل میں اولاد کی خواہش دو درجہ سے جڑی ہے ایک
 یہ کہ اُن کی بدولت اس کا سلسلہ نسب قائم رہے گا۔ اور دوسری یہ کہ بڑھاپے میں اولاد اس کی

خدمت کر کے گی۔ یہ جو حقیقت یہ ہے اللہ العزیز (الاخلاص ۲۰) اللہ تعالیٰ
 تو ان چیزوں سے مطلقاً بے نیاز ہے۔ اُس کو کہ لوہے کے نعل کی ضرورت ہے اور نہ
 اس پر کبھی بڑھا پا عاری ہوگا کہ وہ مسکری ہو کہ ضرورت پڑے۔ پھر جلا خدا تعالیٰ
 کے لیے اولاد تخریج کرنا کس قدر طاقت کی بات ہے۔ خاص طور پر اللہ کی طرف ضعف
 ناک کی نسبت کرنا تو مزید بوقوتی کی بات ہے اللہ تعالیٰ نے سورۃ النحل میں اس بات
 کا ذکر کیا ہے وَلَئِنَّا بُدِّئْنَا بِشَيْءٍ اَحَدُهُمْ يَأْتِئُنَا غُلًّا وَجْهًا
 مُّسَوِّدًا ۚ هُوَ كَذَّابٌ رَّائِي (۵۸) عرب کا کوئی مشرک کسی مجلس
 میں بیٹھا ہوا اور وہاں آکر اُسے کوئی خبر دینا کہ تمہارے بطن بھی پیدا ہوئی ہے تو
 غم کے مارے اُس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا اور وہ اندوہناک ہو جاتا اُسے لڑکی کی
 پیدائش سے اس قدر نفرت ہوتی۔ یہ خبر سن کر وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا اور
 پھر سوچنے پر مجبور ہو جاتا کہ آیا زلت برداشت کرنے کے لیے اس لڑکی کو
 زندہ پہننے سے اُٹھائی دیتے؟ فی الثَّابِطِ (آیت ۵۹) یا اے
 زندہ زمین میں گاڑ دے۔ خدا تعالیٰ کے لیے اولاد کا نظریہ یہود و نصاریٰ
 میں بھی پایا جاتا ہے۔ وَقَالَتِ الْيَهُودُ حُزَيْنًا اِنَّ اللّٰهَ وَ
 قَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ (التوبہ ۳۰) یہودی کہتے
 ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام خدا
 کے بیٹے ہیں۔ فرمایا یہ بعض اہل منہ کی باتیں ہیں۔ یہ بھی پہلے کافروں کی طرح اسی
 قسم کی باتیں کر رہے ہیں۔ ہندوؤں میں بھی دیوی دیوتا کا عقیدہ اسی طرح کا ہے اہل
 کہ دیویاں ہیں خدا کی یہ مقدس مخلوق فرشتے میں جنہیں وہ خدا کا شریک مانتے ہیں
 بھگوتی تیراں سے بھی دو قدم آگے بڑھ گئے ہیں سوہ اقا نیم ملاؤ کے قائل ہو گئے
 یعنی ایک کی بجائے تین خدا مانتے گئے ہیں، بابائنا اللہ روح القدس مسیح
 علیہ السلام کے متعلق لکھا کہ آپ خدا کے بیٹے ہیں اُمین خدائوں میں ایک ہیں۔
 اس سارے باطل عقیدہ کے متعلق اللہ نے فرمایا اَمْ لَكُمْ اَلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ

مُتَّبِعِينَ جُوَیَا اس بِاعِلِ مَعْتَدِے کی تمہارے پاس کوئی کھلی سند ہے؟ فَأَنْتُمْ
يَكْتَسِبُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو اپنی
کتاب لے آؤ اور دیکھاؤ کہ اس میں کیا لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے اور
فرشتے اس کی بیٹیاں ہیں العیاذ باللہ۔ ظاہر ہے کہ کافر و مشرکوں کے پاس کون
سی دلیل ہے جو وہ پیش کرتے۔ لہذا آج تک اس چیلنج کا جواب نہیں دے
سکے اور نہ آئندہ کبھی دے سکیں گے

حکومت
وہابیہ کا
مقصود

انگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور باطل عقیدے کا ذکر فرمایا ہے ۔
وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ نِجَاسًا اور پھر ایسا ہے انہوں
نے اللہ تعالیٰ اور جنات کے درمیان رشتہ جب مشرکین نے فرشتوں کو خدا کی
بیٹیاں قیسم کر دیا تو پھر سوال پیدا ہوا کہ فرشتوں کی مائیں کون ہیں جن کے بطن سے یہ
بیٹیاں پیدا ہوئی ہیں؟ پھر عذر گناہ بدتر لگنا ہے کہ مصداق کفار و مشرکین نے
اللہ تعالیٰ کا رشتہ جنات کے ساتھ جوڑا اور کہنے لگے کہ یہ بڑی بڑی جنیاں
فرشتوں کی مائیں ہیں اگر یا جنات کو خدا تعالیٰ کا سرال بنا دیا۔ العیاذ باللہ۔ اللہ نے
فرمایا کہ یہ کتنی غلط بات ہے جو جنوں کی طرف منسوب کی جا رہی ہے۔ جنات
تو اللہ کی عاجز مخلوق ہے اور وہ ہر وقت خدا تعالیٰ سے ڈرتے سہتے ہیں۔
فَرِيَا وَ قَدْ عَلِمَتِ الْجَنَّةُ اِنَّهُمْ لَخُصَمَاءٌ وَّ اُولُو اَلْبَتَّةِ جنات
جانتے ہیں کہ وہ تو گرفتار شدہ اللہ کی عدالت میں پیش کیے جائیں گے ۔
اگر ذرا سوچو، ہی کہیں گے تو اللہ کی گرفت میں آئیں گے۔ ان کی حالت تو یہ ہے
کہ وہ ہر وقت خدا تعالیٰ سے ڈرتے سہتے ہیں مگر ان ظالموں نے ان کی خدا تعالیٰ
کے ساتھ رشتہ داری قائم کر دی۔

مرازی اور بعض دیگر مفسرین کہ انہم فرماتے ہیں کہ بعض زندقہ قسم کے

لوگ یہ اعتقاد بھی رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور ابلیس آپس میں بھائی بھائی ہیں (نورانی)
 اس پر مزید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خیر کا خالق ہے اور ابلیس شر کا خالق۔ جو سیوں کا
 بھی یہی عقیدہ ہے۔ وہ بھی خیر و شر، نور و ظلمت اور نیکی اور بدی کے دو مختلف
 خدا مانتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ نیکی کا خدا نیردان ہے۔ اور برائی کا ابرمن ہے۔ یہ
 عقیدہ پیرانے ایران کے ایک شخص مانی کا وضع کردہ ہے۔ بعض بادشاہوں نے
 اس مذہب کے پیروکاروں کو سزا بھی دی مگر پھر بھی یہ مذہب پھیل گیا۔ یہ عقیدہ
 اللہ تعالیٰ کی صفات میں شرک و کفر پیدا کرتا ہے، اور یہ اسی طرح باطل ہے۔ جس
 طرح اللہ کی ذات میں شرک مٹھانا۔

چوتھی صدی میں سنی ایک مشہور عربی شاعر گزرا ہے اس نے اس دو خداؤں
 کے عقیدے کی اپنے انداز میں نفی کی ہے۔ وہ کہتا ہے ۔

وَكَمْ لَظَلَمَ اللَّيْلُ عِنْدَكَ مِنْ يَدٍ

مُحَدَّثُ أَنْ الْمَافِيَةِ تَكْذِبُ

مجھے تو رات کے اندھیرے میں بھی بہت سی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں مگر مافیہ کہتا
 کہ ظلمت کا خدا ہی اور ہے، حقیقت یہ کہ اس معاملہ میں مافیہ جھوٹا ہے اسکا
 یہ دعویٰ غلط ہے کہ ظلمت محض، شر پر مشتمل ہے اور اس میں خیر کا کوئی پہلو نہیں
 مجھے تو شب و روز بے شمار نعمتیں حاصل ہو رہی ہیں، دو خداؤں کا عقیدہ خدا کی
 ذات میں شرک کرنے کے مترادف ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ تمام نیک
 و بد مخلوق خواہ انسان ہوں، جنات یا فرشتے سب کا خالق ایک ہی وعدہ لاشریک
 ہے، کوئی دوسرا خالق نہیں مَبْحَثُ اللّٰهُ عَمَّا يَصِفُونَ اللّٰهُ تَعَالٰی
 کی ذات پاک ہے اُن غلط باتوں سے جو یہ کافر اور مشرک لوگ بناتے ہیں۔
 اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی بیوی ہے، نہ بھائی اور نہ ہی کوئی اولاد ہے۔ یہ سب
 نقص اور عیب پر دلالت کرنے والی چیزیں ہیں۔ جب کہ اللہ کی ذات ہر

ثنوی عقیدہ
 کی تردید

نقص اور عیب سے مبرا اور منزو ہے اس قسم کا عقیدہ رکھنے والے لوگ لازماً مجرم نہیں گئے اور خدا کی عدالت میں کچھ ذکر حاضر کیے جائیں گے۔

مخلصین
کی جہالت

فریاد البستر یک جماعت اس گرفت خداوندی سے بچ جانے کی اور وہ ہے إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلِصِينَ اللہ کے مخلص منتخب اور برگزیدہ بندے اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ جائیں گے، وہ باعزت اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوں گے اور پھر انہیں نہایت محکم کے ساتھ اللہ کے عزت کے مقام جنت تک پہنچائی ہوگی۔ پھر اللہ نے مشرکوں سے فرمایا فَإِنَّكُمْ وَمَا فَعَلْتُمْ عَنْ ثَمَرِهِمْ لَكُمْ ثَمَرٌ تم اور میں کی تم پر پا کر تے ہو خدا کے سامنا آستند علیہ و جعلتونیمن تم خدا تعالیٰ کے مقابلے میں کسی کو بیکار نہیں رکھ سکے۔ مطلب یہ ہے کہ تم لا کر اپنے عقیدے کا پرانہ گینڈا اور میرے بندوں کو چھلانگ کی کوشش کرو مگر میرے مخلص بندے تمہارے دامن فریب میں نہیں آئیں گے۔ تمہارے بہکاوے میں وہی آئے گا إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَنَّاتِ جو جہنم میں داخل ہوتے والا ہے۔ تمہارا دلائل جنسی لوگوں پر ہی چلتا ہے۔ جو عقل و شعور کو پرانے کار نہیں لاتے اور ضد و عناد پر اٹھے بہتے ہیں۔ تم انہی کو گمراہ کر کے جہنم تک لے جا سکتے ہو۔ میرے مخلص بندے تو ہر وقت مناجات اور دعائیں کرتے رہتے ہیں اور ہمیشہ میرے سامنے عاجزی اور انکاری کا اظہار کرتے ہیں۔ مجھ سے اپنی حاجات طلب کرتے ہیں، لہذا وہ شیطان دلیلی سے ٹکڑا رہتے ہیں۔ مقررین کی بات غلط کر کے آجے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی زبان سے بات کروائی ہے۔ فرشتے تو خدا کی بیٹیاں ہیں اور نہ ہی وہ معبود ہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے مخلوق، اس کے مطیع اور عابد بندے ہیں۔ وہ کسی کی جبری سفارش بھی اللہ کے پاس نہیں کر سکتے۔ وہ تو خود اللہ کی عبادت و راضیت میں مشغول رہتے ہیں، اور اس کی دعا کے طالب ہوتے ہیں۔ اسی بات کو فرشتوں نے اپنی زبان سے کہا وَمَا مَنَّا إِلَّا أَنَّا مَقَامُ مَعْلُومٍ اللہ نے ہم میں ہر ایک کے لیے

فرشتہ کی
مستند

لیکے مقام اور مرتبہ مقرر کیا اور ہر اس مقام سے آگے نہیں جاسکتے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری جڑ لیٹی نگاہی ہے۔ ہم اُسی کو اٹھا کر لے جاتے ہیں اور حکم خداوندی سے سب کو اخراج کی طاقت نہیں رکھتے۔ اور ہم تو اس کے حکم کی تعمیل میں کہ وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّاعِقُونَ ہمیشہ صفت بستہ رہتے ہیں۔

حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرشتوں کی صفت بندی کو صحیحی قرار دیا اور لوگوں سے فرمایا کہ تم نماز اللہ جبار کے لیے فرشتوں کی طرح صفت بندی کیوں نہیں کرتے تو مرض کا صفت فرشتہ کی طرح صفتیں بناتے ہو تو آپ فرمایا کہ وہ ایک کھڑے ہوتے ہیں اور یہاں ہی کئی روز نہیں چھوڑتے پیدائش و سفر کی شکل کرتے تھے پھر کچھ صفتیں بنائیں صفت بڑی سے حاجت تنظیم کا اشدہ میں غنا ہے۔ بظنی ہرگز پسندیدہ چیز نہیں۔ اگر صفت خواب ہوگی، غیر منظم اور ٹیڑھی ہوگی تو دل اور عقیدہ سے بھی خواب ہو جائیں گے۔ لہذا حضور علیہ السلام نے درست صفت بندی کی سخت تاکید فرمائی ہے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کی روایت میں آتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، لو کہ! جو بات میں شکنا ہوں، وہ اگر تم بھی مانتے اور جرات میں جانتا ہوں، وہ اگر تم بھی جانتے تو یقیناً تم جنتے تھوڑا اور روتے یا نہ فرمایا ایسی صورت میں تم دہشت میں مبتلا ہو جاتے اور بتوں پر چڑھ کر ان کے پاس لیٹنا چھوڑ کر بھاگ جاتے یا دل کی طرف بھاگ جاتے اور پیچھے چلا آتے پھر جنتے۔ فرمایا آسمان پر ایک دہشتگیر بھی کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں اللہ کا کوئی فرشتہ اس کی عبادت و بیاضت نہ کرے، بخیر اللہ صبح میں مصروف نہ ہو۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ فرشتوں کی عبادت و بیاضت کی وجہ سے آسمان اس طرح چرچا رہا ہے۔ جس طرح نیا کجاوہ یا چمڑے کا نیا جوتا چرچا رہا ہے۔ حضور علیہ السلام کا یہ بھی فرمان ہے

۱۔ ابن کثیر ص ۱۳۸ و خازن ص ۱۶۶ و تفسیر ص ۱۶۸
 ۲۔ قرطبی ص ۱۲۴ ۳۔ خازن ص ۱۶۶ ۴۔ خازن ص ۱۶۶
 ۵۔ ابن کثیر ص ۱۲۴ ۶۔ (فیاض)

کہ ہماری صفیں بھی اللہ نے فرشتوں کی صفوں کی طرح بنائی ہیں۔ یہ آپ کی امت کی خصوصیت ہے کہ اگر ان کی صفیں درست ہوں گی تو یہ بھی فرشتوں کی صفوں کی طرح شمار ہوں گی۔ اس آطری امت کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اللہ نے اس کے لیے ساری زمین کو مسجد بنا دیا ہے اور ہم لوگ زمین کے ہر پاک خطے پر عبادت کر سکتے ہیں، ہماری عبادت محض عبادت خانوں تک محدود نہیں ہے۔ اور تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اللہ نے ہمارے لیے مٹی کو پاک صاف قرار دیدیا ہے۔ اگر بانی میسر نہ ہو تو پاک مٹی سے تیمم کر کے طہارت حاصل کی جاسکتی ہے۔

خدا تعالیٰ
کی تسبیح

بہر حال فرشتوں نے کہا کہ ایک تو ہم صفت بستہ ہوتے ہیں۔ اور دوسرا وَإِنَّا لَكَنُّ الْحَمِيَّتُ اور بے شک ہم ہر وقت خدا تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر نقص، عیب، کمزوری اور شرک سے پاک ہے۔ وہ وعدہ لاشریک ہے، اس کا لوگوں کی طرف سے منسوب کی گئی کمزوری سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ ہر سحائے پاک اور منزہ ہے۔ جو شخص اس کی ذات یا صفات میں شریک بنے گا وہ خود بیکثیت مجرم خدا کی بارگاہ میں گرفتار شدہ ہیش کی جائیگا۔

وَأِنْ كَانُوا لَيَقُولُونَ ﴿١٦٧﴾ لَوْ أَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ
 الْأَوَّلِينَ ﴿١٦٨﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿١٦٩﴾ فَكَفَرُوا
 بِهِ فَسُوفَ يَعْلَمُونَ ﴿١٧٠﴾ وَلَقَدْ سَبَقَتْ
 كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ﴿١٧١﴾ إِنَّهُمْ لَهُمُ
 الْمَنْصُورُونَ ﴿١٧٢﴾ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ﴿١٧٣﴾
 فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿١٧٤﴾ وَأَبْصُرْهُمْ
 فَسُوفَ يُبْصِرُونَ ﴿١٧٥﴾ أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ﴿١٧٦﴾
 فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ ﴿١٧٧﴾
 وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿١٧٨﴾ وَأَبْصُرْ فَسُوفَ
 يُبْصِرُونَ ﴿١٧٩﴾ سُبْحَنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا
 يَصِفُونَ ﴿١٨٠﴾ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ﴿١٨١﴾
 وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٨٢﴾

ترجمہ :- اور بے شک یہ لوگ البتہ کہتے تھے ﴿١٦٧﴾ اگر
 ہوتی ہمارے پاس نصیحت پہلے لوگوں کی ﴿١٦٨﴾ البتہ ہوتے
 ہم اللہ کے مخلص بندوں میں سے ﴿١٦٩﴾ پس کفر کیا
 انہوں نے اس کے ساتھ ، پس عذریہ جان لیں گے ﴿١٧٠﴾

اور البتہ تحقیق پہلے ہو چکی ہے ہماری بات پہلے بیٹھے
 جوئے رسولوں کے لیے (۱۷۱) کہ بیشک اللہ وہی مدد
 دینے والی ہے (۱۷۲) اور بیشک ہمارا شکر البتہ
 وہی غالب ہو گا (۱۷۳) پس آپ رخ پھیر دیں انہی
 طرف سے ایک وقت تک (۱۷۴) اور آپ دیکھتے
 رہیں ان کو، پس مغرب ہو ہی دیکھ میں گئے (۱۷۵) کیا یہ ہمارے
 مطالب کے ساتھ ملدی کرتے ہیں (۱۷۶) پس جب وہ اڑا
 رہی کے صحن میں، پس بڑی ہے صبح ڈھانے ہوئے لڑکوں
 کی (۱۷۷) اور آپ رخ پھیر میں ان کی طرف سے ایک
 وقت تک (۱۷۸) اور آپ دیکھتے رہیں، مغرب
 ہو ہی دیکھ میں گئے (۱۷۹) ہاں ہے تیرا پروردگار جو عزت
 کا مالک ہے ان چیزوں سے جن کو یہ بیان کرتے
 ہیں (۱۸۰) سنا ہے اللہ کے پیچھے ہوئے رسولوں
 پر (۱۸۱) اور سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے
 جو تمام جہازوں کا پروردگار ہے (۱۸۲)

ربطاً

گنہ مشقہ دس کی آخری تین آیات میں فرشتوں کا کلام ذکر کیا گیا تھا کہ
 کہہ سکتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک کے لیے ایک ٹھکانا اور مددگار ہے،
 جس سے ہم آگے نہیں بڑھ سکتے۔ ہم صحت بستہ رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ
 کی قیام بیان کرتے ہیں۔ یہی وہ فرشتے ہیں جن کو شرک لوگ بھڑاکی بیٹیاں کہتے
 ہیں، ان کو معبود مان کر ان سے حاجت براری کرتے ہیں۔ مگر اللہ نے
 فرمایا کہ جو مخلوق اپنے پروردگار کے سامنے عاجز و انکاری کے ساتھ صرف بستہ
 کھڑی ہے، اس کی قیام و تنزیہ بیان کرتی اور اس کے ہر حکم کی تعمیل کیلئے
 ہر وقت تیار ہے، اور ان میں سے ہر ایک کے ایک ٹھکانا اور مدد

نصیحت کے آئے اور اس پر عمل نہ کر کے جو وعدے کرتے تھے ان سے منکر گئے
 جب قرآن پیش کیا جاتا تو کہتے تھے اِنَّا لَا نَسْمَعُ لَكَ وَلَا لِرَبِّكَ
 (الاحزاب-۲۵) یہ تو پہلے لوگوں کے تھے کہ انیاں ہیں۔ اس میں پالی انعام عار و
 شہرہ و فخر کے واقعات بیان کیے گئے ہیں، ہمارے لیے یہ یکے مفید ہو سکتے ہیں سورۃ الانعام
 میں اللہ نے مشرکین کی اس جلد سازی کو اس انداز سے بیان کیا ہے ہم نے یہ
 مبارک کتاب اتار دی ہے، اتباع کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے، اور تاکہ تم یوں نہ
 کہو کہ ہم سے پہلے لوگ ہمیں (سیود و نصاریٰ) پر کتابیں اتاری ہیں مگر ہم ان کی
 حدیں و تدبیریں سے بے خبر تھے۔ یا پھر تم اس طرح نہ کہو کہ اگر ہم پر کوئی کتاب
 نازل ہوتی تو ہم اس پر عمل کر کے لَکُنَّا اَهْدٰی مِنْهُمْ (آیت-۱۵۸)
 ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے۔ اے اللہ نے فرمایا کہ قرآن پاک کی صحت میں تمہارے
 پاس دین، ہدایت اور رحمت آپ کا ہے فَتَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ بِآيَاتِ
 اللہ (آیت-۱۵۸) اب اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جو اللہ کی آیات
 کی تکذیب کرے۔ بیان بھی فرمایا کہ جب ان کے پاس مطلوبہ آیات آگئی تو ان ظالموں
 نے اُن کا انکار کر دیا سُبْحٰنَ الَّذِیْ یَعْلَمُ سِرَّ قُلُوبِہُمْ اِنَّہُمْ لَفِیْ شَکٍّ
 کہ ان کی جلد سازی اور تکذیب کا کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔

انبیاء کی دو
 کتابیں

دنیا میں جب بھی انبیاء علیہم السلام نے توحید کی دعوت دی لوگ غلات ہر گئے
 اور توحید کے پروگرام کو ہر طرح سے ناکام بنانے کی کوشش کی۔ اس مقصد کے
 لیے انہوں نے نہ صرف انبیاء کی تکذیب اور توہین کی بلکہ عام لوگوں کو دین کے
 قریب آنے سے روکنے کے لیے مال و دولت صرف کیا اور لوگوں کو نہ صرف
 دھکیاں دیں بلکہ عملی طبع پر ان کو طرح طرح کی سزائیں بھی دیں۔ ان تمام مشکلات
 کے باوجود خدا تعالیٰ کی مدد ہمیشہ یہ رہی کہ وہ اپنے دین کو غالب بنائے گا اور اس
 مقصد کے لیے اس نے اپنے انبیاء کی مدد بھی کی۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے وَلَقَدْ
 مَبْعَثْنَا نُوحًا بِالْبَیِّنَاتِ اِنَّا الْمُرْسَلِیْنَ اور البتہ تحقیق ہمارے رسولوں

مفسرین فرماتے ہیں کہ بعض اوقات دنیا میں انبیاء علیہم السلام اور اللہ کے پیروکاروں کو ظاہری طور پر کامیابی نہیں ہوتی مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا بلکہ ایسی صورت میں اللہ کا یہ وعدہ آخرت میں جا کر پورا ہوگا۔ اہل ایمان و عمل پر منظور ہوں گے اور ان کے حقائق پر منظور ہو کر خدا تعالیٰ کے عذاب میں بچ جائیں گے۔

سورة المؤمنین میں اللہ کا فرمان ہے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَيُؤْمَرُنَّ بِالتَّقْوٰی (آیت ۵۱) بے شک ہم اپنے رسولوں اور اہل ایمان کی دنیا میں بھی مدد کرتے ہیں، اور اس دن بھی مدد کریں گے جس دن گواہ کھڑے ہوں گے قیامت کے دن۔

بعض فرماتے ہیں کہ دنیا میں کفر و شرک کا طوفان سیلاب کی مانند ہوتا ہے جو روتق
 طہ پر غروب ابھرتا ہے شر کا آخر کار ختم ہو جاتا ہے۔ سورۃ الرحمہ میں اللہ نے حق و باطل کی
 کشمکش کو سیلاب کے عجاگ کے ساتھ تشبیہ دی ہے جس طرح سیلاب کے عجاگ میں قنات لڑ
 پد جوش و غروش پایا جاتا ہے، اسی طرح باطل کو بھی ابال آتا ہے جو جلد ہی ہی ختم ہو جاتا ہے
 جس طرح سیلاب کا عجاگ ختم ہو جاتا ہے اور مدیہ پانی زمین کی سیرابی کیلئے باقی رہ
 جاتا ہے۔ اسی طرح کفر و شرک کا طوفان کڑھچٹ جاتا ہے اور پانی دار حق باقی
 رہ جاتا ہے۔ اگر دنیا میں اللہ کے نبی یا اس کے نیک بندے مغلوب بھی ہو جائیں۔
 پھر بھی اللہ تعالیٰ حق کو ہی غالب کر لے یہی طریقہ ہے **وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ**
الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا یعنی اسرائیل - ۸۱ اے پیغمبر!

آپ کہہ دیں کہ حق آگیا اور باطل ہلا گیا۔ بیک وقت باطل مٹنے ہی والی چیز ہے۔ باطل کو کبھی ثبات حاصل نہیں ہوتا اور چرچہ ہے کہ اکثر و بیشتر اللہ نے ظاہر ظہور پر بھی اپنے نبیوں کی مدد کی اور باطل مغلوب ہوا۔ اس ضمن میں قوم عاد و ثمود، قوم نوح، قوم ابراہیم، قوم صالح علیہم السلام اور قوم موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ اس طرح حضور خاتم النبیین کی پوری زندگی بھی ہماری نگاہ میں ہے۔ آپ نے کئی نامور ملاقات میں اپنے مشن کا آغاز کیا اور کیا کیا تکالیف برداشت کیں مگر بالآخر اللہ نے اپنے اجداد کی مدد فرمائی اور ان کو غالب بنایا۔

حضور اللہ
کا غلبہ

فرمایا ہمارے منتخب بندوں کے متعلق پہلے ہی یہ بات طے ہو چکی ہے کہ انہی کی مدد کی جائے گی وَإِنَّا جُنْدُكَ لَكَهْمُ الْمُهْلِكُونَ اور بالآخر ہمارا لشکر ہی غالب آئے گا۔ اس لشکر سے اللہ کے نبی اور ان کے پیروکار مراد ہیں۔ بچے مومن ہی حقیقت میں جند اللہ یعنی اللہ کا لشکر ہیں جو اللہ کے دین کی خاطر جان و مال کی قربانی پیش کرتے ہیں اور انہی کی مدد کی جاتی ہے۔ مگر اس کے ساتھ ابتلا بھی آتی ہے۔ جس کا ذکر اللہ نے مختلف سورتوں میں بالتفصیل کیا ہے۔ جب اللہ کے رسول اور اس کے نیک بندے آزمائش پر پورا اترتے ہیں تو پھر قلب بھی انہی کو حاصل ہوتا ہے۔

اس اصول کے پیش نظر اللہ نے فرمایا قَتُولُوا عَنْهُمْ حَتَّىٰ جَعَلُوا لِي آيَةً آپ ایک مقررہ وقت تک ان سے رُخ پھیریں یعنی ان کو نظر انداز کر دیں۔ وَأَقْبِرْهُمْ اور ان کی طرف دیکھتے ہیں یعنی انتظار کریں فَسَوْفَ يُنْفِصُونَ کہیں مختصر یہ بھی دیکھ لیں گے۔ کہ ان کے انکار مخالفت اور ایذا رسانی کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ سورۃ التوبہ میں بھی مشرطاً ہے فَلْيَعِزُّ عَنْهُمْ وَفَاسْتَعِزُّوا بِمَا كُنْتُمْ تَعِزُّونَ (آیت ۳۰) آپ ان نا اہلکاروں سے مدد گزالی کریں اور ہمارے فیصلے کا انتظار کریں۔ یہ لوگ بھی انتظار میں ہیں۔ اور جلدی ہی اپنے انجام کو پہنچ جائیں گے۔ ان کو پستہ

چل جائے گا کہ کون غالب آتا ہے اور کون دنیا میں شکست اور آخرت میں دائمی
عذاب کا مستوجب بنتا ہے۔

عذاب کا
مطلب

فرمایا یہ لوگ اس قدر بے انصاف ہیں اِنھوں کو اپنا سینہ پھلوات
کیا یہ ہمارے عذاب کے ساتھ ملہی کر رہے ہیں؟ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کی توحید اور
اس کے رسول کے منہ سے کلمے لیے تیار نہیں۔ جو عذاب ہم پر لانا چاہتے ہو ملہی
کے اور سورۃ بنی اسرائیل میں ہے کہ کہنے میں کہ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے
اَوْ تَسْقُطَ السَّمَاوَاتُ كَسَافًا عَلٰی كِبٰی كُفْرًا (آیت ۹۲)
یا جیسا کہ تم خیال کرتے ہو، ہم پر آسمان کا ٹکڑا گرا دے اور کسی نئے قیامت
بمقام کردہ وہ آگ کیوں نہیں۔ تو فرمایا یہ بڑے بے انصاف لوگ ہیں، جو
اپنے منہ سے عذاب طلب کرتے ہیں، مگر یاد رکھو: اِنَّا نَزَّلْنَا بَیِّنٰتٍ لِّہُمْ
جب عذاب ان کے من میں اترے گا فَاَنذَرْتَهُمْ حَتّٰی صَبَّاحُ الْمُنَادِ یُنَادِیْ
تو ڈانٹے ہوئے لوگوں کی صبح بہت ہی بڑی ہوئی، جب بھلا عذاب آجائے
گا تو پھر یہ بچ نہیں سکیں گے اور ان کا انجام بہت بُرا ہوگا۔

حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ان اہل ایمان سے بچنے کے وقت خیبر پر چلے گئے
جب کہ اس وقت وہ لوگ کاشتکار ہی کے یہ اپنے کھیتوں کی طرف جا
تے تھے۔ جب ان دنوں نے اسلامی لشکر کو دیکھا تو کہنے لگے بخدا یہ تو محمد صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نظر آتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اِنَّ ہٰذَا خَیْبٌ یَّخِیْبُ خَیْبًا
مِیْ اِنَّا اِنَّا اِنَّا یَسَاحِبٌ تو پھر فَاَنذَرْتَهُمْ حَتّٰی صَبَّاحُ الْمُنَادِ یُنَادِیْ
تو یہاں پر بھی آپ نے وہی الفاظ استعمال کیے کہ جب ہم کسی قوم کے من
میں اتریں گے تو ڈانٹے ہوئے لوگوں کی صبح بہت بڑی ہوگی۔ چنانچہ خیبر
پر حملہ کے نتیجہ میں جنگ ہوئی، خیبر فتح ہوا اور وہ سارا علاقہ مسلمانوں کے زیرِ نگیں

آگیا۔ ویسے بھی اکثر افران قوموں پر صبح کے وقت ہی عذاب آیا ہے۔ قوم لوط کا حال دیکھ لیں۔ فرشتوں نے لوط علیہ السلام کو قہقہہ دی اور کہا کہ آپ اپنے اہل کو لے کر راتوں رات نکل جائیں کیونکہ اس افران قوم کی درگت بننے والی ہے

إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ (ہود - ۸۱) ان کے لیے عذاب کے وعدے کا وقت صبح ہے، اور کیا صبح اب قریب نہیں ہے

پھر حال اللہ نے فرمایا وَكُولا عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ایک وقت تک آپ ان سے رُخ پھیر لیں وَأَبْصُرْ آپ دیکھنے رہیں کہ کیا ہوتا ہے فَسَوْفَ يُبْعَثُونَ آپیں مغرب پر بھی دیکھ لیں گے کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے اور کرن مبتلائے عذاب ہوتا ہے۔ فرمایا آپ کچھ دیر انتظار کریں اور حالات کا مشاہدہ کرتے رہیں۔

آبِ اکھر میں اللہ نے سارے مضافین کا خلاصہ ملے دیا ہے۔ یہ گویا ساری سورۃ کا پختہ ہے۔ ارشاد ہوتا ہے سُبْحَانَكَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا يَصِفُونَ تیرا پروردگار جو تمام عزتوں کا رب ہے وہ پاک ہے ان چیزوں سے جو یہ لوگ اپنی زبانوں سے بیان کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ان کی کفر و شرک کی باتیں، خدا کی اولاد بتویر کرنے کی بات، فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دینا اور اللہ کا رشتہ جنوں کے ساتھ قائم کرنا، اہل بیت کو خدا کا کامجائی سمجھنا، دو خداؤں پر اعتقاد رکھنا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، اس کے علم و قدرت میں کسی کو شریک بنانا یہ سب بیوروہ باتیں ہیں جن سے نفرت اہل بیاری کا اہلار کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لغویات سے منزہ ہے۔

اللہ کے نبی اور رسول ہمیشہ ایمان اور توحید کی دعوت دیتے رہے انہوں نے لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لانے کی جدوجہد کی، کفر و شرک کو چیل کر ایمان و توحید کا سدس دیا۔ ہدایت کا راستہ واضح کیا۔ اللہ کے پیغمبر اللہ کے نزدیک نہایت ہی برگزیدہ اور پاک ہستیاں ہوتے ہیں۔ وہ اپنی زندگیاں دین کے مشن

مفتاح

۱۰۰

کو پیدا کرنے کے لیے لکھا دیتے ہیں حتیٰ کہ اپنی جان کی پروا بھی نہیں کرتے لہذا
 اسی پر سلام بھیجا چاہیے۔ اسی لیے فرمایا وَسَلِّمْ عَلَى الْمُسْلِمِينَ اور
 سلامتی ہو اللہ کے پیچھے جوئے رسولوں پر۔ حدیث شریف میں حضور علیہ السلام کا
 فرمان ہے کہ جب تم مجھ پر سلام بھیجتے ہو تو اللہ کے سارے رسولوں پر سلام
 بھیجا کرو اللَّهُ سَلِّ وَسَلِّمْ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ
 رسولوں پر سلام بھیجنے کے لیے اس آیت کی تلاوت بھی کافی ہے۔ سورۃ کی یہ
 آخری تین آیات فرد بھی ہے، رسولوں پر سلامتی کے ذکر کے ساتھ نہایت دراصلت کا مضمون
 بھی بیان ہو گیا۔

حضور علیہ السلام

رسولوں پر سلام کے بعد حمد باری تعالیٰ کے طور پر فرمایا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ
نَبِّ الْمُسْلِمِينَ اور سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام
 جہانوں کا پروردگار ہے۔ اس سے سزا و تمام جہان ہیں خواہ وہ ارٹنی ہوں یا
 سادی، عالم بالا کے ہوں یا عالم زیریں کے، طوری ہوں یا سفلی، تمام جہانوں
 کا پروردگار ہے۔ اسی طرح مختلف انواع و اقسام کے جہان بھی الگ الگ
 ہیں جیسے جہینوں کا جہان، پھلیوں کا جہان، پرندوں اور درندوں کا جہان،
 سمندر و بحر کا جہان، بزرخ کا جہان، حشر کا جہان، آفت کا جہان۔ ان تمام جہانوں
 کا پروردگار ہی اللہ رب العزت ہی ہے، لہذا ساری حمد ثنا اسی کے لیے ہے
 طبرانی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ جس شخص نے یہ آخری تین آیات نماز
 کے بعد تین دفعہ تلاوت کیں، اس نے گویا اپنے لیے پورے پیارے پر اجر و ثواب
 لیا۔ کم از کم ایک مرتبہ ضرور پڑھ لینی چاہیے۔ کسی مجلس میں بیٹھ کر طرح طرح
 کی باتیں کرتی ہیں، اس لیے حضور علیہ السلام نے تعلیم دی ہے کہ ہر مجلس کے اختتام

لے قرطبی ص ۱۸۲ وابن کثیر ص ۲۵ مطبری ص ۱۱۱

(فیاض)

ابن کثیر ص ۲۵ و روح المعانی ص ۱۵۹

۲۳۶

پر بھی یہ آیات تلاوت کر لینی چاہئیں۔ اگر ان آیات کے آخر میں یہ بھی کہہ دیا جائے
 تَسْبِيْحُكَ اللَّهُمَّ وَتَحْمِيْدُكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ
 إِلَيْكَ تَرَاهُ تَعَالَى اس مجلس کی ساری قطعیات معاف فرما دیجئے۔ ان آیات میں
 اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر ہے جس سے عقیدہ درست ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ
 کی حمد و ثناء بھی ہے اور رسول پر سلامتی کا ذکر بھی ہے اور یہ آیات ورد بھی ہیں۔ یہ
 ساری سورۃ کالب باب ہے جو آخر میں بیان کر دیا گیا ہے۔

حج پر جانے والے خواتین و حضرات کے لیے اہم عمل عقد

احکام حج

مع زیارات مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ
 تصنیف

محمد فیاض خان سوالی

اس کتاب میں حج کا طریقہ اور اس میں پیش آنے والے تمام مسائل کو درج کیا گیا ہے۔

صفحات ۲۸ قیمت ۲۰ روپے۔

ملنے کا پتہ: مکتبہ دروس القرآن فاروق گنج گوہر انوار

حَقِّ عَلٰی الْفَلَاحِ

از

حضرت مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی

مدرس مدرسہ نصرست العلوم گوہر انوار

فراہم ہونے والا مصنفہ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان صاحب سواتی نے قرآن کریم، احادیث مبارکہ، تعامل مجاہدہ کوام، تابعین، تبع تابعین، سلف صالحین اور اہل سنت والجماعت احناف کے مسلک کے مطابق ایک اہم ترین جامع اور ثبت و ثابت سے مزین کتاب ہے۔ اہل حدیث (غیر مقلدین) نے اسکی شہرت اور مقبولیت کے قائل ہو کر اسکی اہمیت کو کم کرنے کے لیے نمانہ سنون کے بعض مسائل پر بے جا اعتراضات کر دیئے جو کہ ”حق علی الصلوٰۃ“ نامی کتاب کی صورت میں شائع ہوئے تھے ان اعتراضات کے مدلل جوابات آپکو اس کتاب ”حق علی الفلاح“ میں ملیں گے۔ اور غیر مقلدین کی کذب بیانیوں اور خیانتیں واضح ہوں گی۔

شفا مست ۱ ۹۶ صفحات

قیمت ۱۸/- روپے

ملنے کا پتہ

مکتبہ درس القرآن فاروق گنج گوہر انوار

نمازِ مسنون

تالیف

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی

دامت برکاتہم

نمازِ مسنون غور کے بعد نمازِ مسنون کلاں ایک ایسی مفید اور نماز کے موضوع پر جامع کتاب ہے جو نماز کے تمام ضروری مسائل مع قوی دلائل از کتاب و سنت، احادیث صحیحہ، تفسیر صحیحہ، روایات معتبرہ، رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین عظام رحمہم اللہ تعالیٰ اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کے مضبوط اقوال سے مزین ہے۔ جس میں لطافتِ اذان، اوقاتِ نماز، فرائض، سنن و مستحبات، مکروہات و منکرات کا پورا بیان ہے۔ ارکان، واجبات و سنن کی پوری حکمت اور ضروری مباحث درج ہیں۔ جمعہ و عیدین، نماز جنازہ اور نوافل وغیرہ کے جملہ اہم مباحث اور اس کے ساتھ اذکار و دعوات اور خطبات کا ایک بہترین نصاب درج ہے۔

مام قارئین کے علاوہ علماء کرام، اساتذہ عظام اور خصوصاً طلباء علم دین کے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے جس کا انداز بیان اور زبان نہایت سادہ اور عام فہم ہے۔

عمدہ کاغذ، بہترین کتابت و طباعت، معیاری جلد بندی، قیمت ۱۵ روپے

ناشر

مکتبہ درود الہی

فاروق گنج گوہر الوالہ

مقدمہ صحیح مسلم

صحیح مسلم شریف، علم حدیث میں تین اہم ترین کتابوں میں ایک ہے اور صحیح بخاری
کی طرح تمام صحیح اور حسان روایات پر مشتمل ہے۔ قرن سوم سے آج تک متداول و مولا
ہے۔ اس میں کتاب الایمان کا ایک مایہ ناز اور اہم باب ہے جس کو امام مسلم نے
صحت سے پہلے درج کیا ہے۔ اس میں ایمانیات کے جملہ مسائل کا ذکر ہے اور بعض بحث
اس کے نہایت اہم و قیم اور مشہور ہیں۔ ان مباحث کی توجید و تعبیر و سیات کی تفہیم
کے لئے پراس سالار میں بیان کی گئی ہے جن کو سمجھنے سے ایمان کے جملہ مسائل نہایت
ہی عمد و مرقی پر دل نشین ہو جاتے ہیں۔ اختلاف و مشکلات و ظہور و خول حل ہو جاتے ہیں۔

نیز مقدمہ میں امام مسلم نے علم اصول حدیث کے ایسے اہم ترین مباحث ذکر کیے ہیں جو عام فن حدیث میں بہت کد آمد ہیں۔ خصوصاً مسلم شریف کی احادیث میں سے بعد مفید و بالغ بحث ہیں۔ مقدمہ اپنی عبارت کے اعتبار سے مشکل بھی ہے اس لیے اس کی تسہیل و توضیح مختصر طریق پر یاد بہترین انداز میں کی گئی ہے۔

علم حدیث کے طلب نگاروں کے لیے بہت نافع ہوگی اور اس کے پڑھنے سے بہت فائدہ ہوگا۔ مصنف، حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی مدظلہ

عمدہ کتابت و طباعت ، قیمت ۳۵٪ روپے

مفتی محمد رفیع

مکتبہ درس القرآن فاروق گنج گوہر نوالہ

قرآن مجید مترجم

ترجمہ

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتی مدظلہ

ہائی مدرسہ نعیمیہ العلوم جامع مسجد نور کوثر انوالہ

قرآن مجید کے صحیح ترجموں میں حضرت مولانا شاہ عبد القادر محدث دہلویؒ۔
حضرت مولانا شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ۔ حضرت مولانا عاشق الہی میرٹھیؒ۔ شیخ
الہند حضرت مولانا محمود حسن دہلویؒ۔ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانویؒ
۔ حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے تراجم مشہور
اور مقبول ہیں۔ حضرت صوفی صاحب مدظلہ نے بھی موجودہ دور کے مطابق جدید
اردو زبان میں یہ ترجمہ کیا ہے۔ یہ ترجمہ پہلے حضرت صوفی صاحب مدظلہ کی
تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن کی بیس جلدوں میں بھی شائع ہو چکا ہے اور
حال ہی میں عمدہ کتابت و طباعت اور معیاری جلد بندی کے ساتھ ۴۷۷ صفحات
پر مشتمل شائع ہو کر منظر عام پر آچکا ہے۔ قیمت ۲۵۰

ناشر مکتبہ دروس القرآن قاریق کتب کوثر انوالہ

اجوبہ الربیعین

(۲۵ روافض)

(از ترجمہ الاسلام مجلہ دین و علوم ہائی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی)
حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کا نام نامی ہی اس بات کی ضمانت کے لئے کافی ہے کہ کتب
علوم و معارف حقائق و دقائق کا مجموعہ ہے۔

اجوبہ الربیعین میں حضرت نانوتوی کے علوم و فیوض، مناظرانہ و تنقیدانہ مضامین کا وسیع
سرما یہ ہے۔ یہ کتاب اہل رفض و تشیع کے رد میں ہے، اس کتاب میں اہل رفض و تشیع کی طرف
سے اہل سنت و الجماعت پر کئے گئے چالیس اعتراضات کے عقلی و نقی طوہ بردہ ان شکن اور
مسکت جوابات دیئے گئے ہیں۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں۔

حصہ اولیٰ میں اٹھائیس اعتراضات کے جوابات ہیں جو سرسب نانوتوی نے ایک زلفت
میں نکل کئے، اس حصہ میں حضرت کے ساتھ حضرت کے داماد مولانا عبد اللہ انصاری سابق ناظم شعبہ
دینیات علی گڑھ یونیورسٹی بھی شریک تھے، ہر سوال کا ایک ایک جواب ان کا بھی ساتھ شامل ہے۔

حصہ دوم بارہ اعتراضات کے جوابات پر مشتمل ہے اور یہ صرف حضرت نانوتوی کے قلم حق
رقم کا مجموعہ نہایت ہے، اس میں وقت نظر زیر کی 'طریق حقائق' و معارف لطائف و ظرائف کا
گنج گراں مایہ موجود ہے، حضرت نے اس حصہ میں متعدد مسائل فہک وراثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
جیسے اہم مسائل کے علاوہ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ یہ حصہ زیادہ دقیق
اور مشکل اور بہت سے اہم علمی نکات پر مشتمل ہے۔

الحمد للہ ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نعرۃ العلوم نے اس کتاب کو نہایت محنت کے ساتھ
کتاب میں سرخیاں، حوالہ جات کے ماخذ، پیرے اور متعدد جگہ حواشی، عمدہ کتابت، اعلیٰ طباعت
و معیاری جلد بندی کیساتھ طبع کرایا ہے۔ کتاب کے شروع میں فہرست مضامین اور حضرت مولانا مولانا
عبد الحمید قاضی دارالعلوم دیوبند و بنیادی مدرسہ نعرۃ العلوم کا ۶ صفحات پر مشتمل مفید مقدمہ لکھا دیا

گیا ہے۔ - طبع دوم قیمت - - ۹۰ روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ درس القرآن فاروق گنج گوہر النوالہ

مجلد اول قرآن مجید

مفسر قرآن صوفی عبدالحمد سواتی صاحب
حضرت مولانا

مطابق فہم

بالا احمد ناٹکی صاحب

مطابق

الحاج لعل دین صاحب (المیرا سے علوم اسلامیہ)

مطابق

انجمن مجاہدان اشاعت قرآن

مطابق

شیخ محمد یعقوب عاجز

مطابق

بابو غلام حیدر صاحب

مطابق

جموہ انور رب ایڈیٹر

مطابق

محمد منیر صاحب Ph-221943

مکتبہ دارالقرآن گوجرانوالہ